۱۰۹ صفحات

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اخبار الحکم قادیان

جوبلی نمبر

ہفتہ وار

دور جدید

۲۸ دسمبر ۱۹۳۵ء

جلد ۴۲

نمبر ۴۸ تا ۳۱

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

چندہ سالانہ
حکومت اور والیان ریاست سے ... ۱۲ روپے
امراء و روساء سے ... ۶ روپے
قسط وار تین قسطوں ... ۶ روپے
عوام سے ... ۶ روپے
ممالک غیر سے ... ۸ روپے

مدینۃ المسیح
قادیان دارالامان سے
ہر ماہ عیسوی کی ۷۔۱۴۔
۲۱۔۲۸ تاریخ کو خدا کے
فضل سے شائع ہوتا ہے

قیمت فی پرچہ
ایک روپیہ و آٹھ آنے

فہرست مضامین جوبلی نمبر

کل تعداد ۱۰۹ صفحات

حضرت امیرالمومنین مرزا بشیرالدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز
امام جماعت احمدیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

ہو الناصر

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کیساتھ

حمد و شکر

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفسقون

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر اور حمد ہے کہ آج سے پچیس ۲۵ سال قبل جب کچھ ایسے لوگوں نے جو جادہ صواب سے بھٹک گئے تھے۔ اور خدا تعالیٰ کے براہین نیرہ کو دیکھ لینے کے بعد صراط مستقیم کو چھوڑ گئے تھے۔ جن کو باغبان نے یہ جان کر اپنے دامن عافیت میں پناہ دی تھی کہ شاید وہ اس گلستان محمدی اور بوستان احمدی کی خدمتگذاری کو اپنے لئے باعث فخر جانیں گے۔ انھوں نے خلیفہ اول کی آخری گھڑیوں میں قوت و عزم کے ساتھ آہنی تبر اٹھا لئے تھے۔ تاکہ وہ اس باغ کے درختوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیں۔ اور اس کے خوشنما پھولوں کو پاؤں تلے دیوانہ وار کچل کر رکھ دیں۔ احمدیت کے خصائص مٹائے جا رہے تھے۔ خلافت۔ نبوت کے اس مقام کو جو نیرہ سو بعد بعد مسلمانوں کو خدا کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ نہ صرف ہمارے ہاتھوں سے چھیننے کی سعی کی جارہی۔ بلکہ اسے مٹایا جا رہا تھا۔ سلسلہ کے وہ تمام مقامات مقدسہ جن کی اہمیت خدا تعالےٰ نے اپنی وحی سے اپنے پاک نبی کے ہاتھوں قائم کی تھی کو گھٹایا جا رہا تھا۔ جتنے کہ ارض قادیان جسے خدا کے مسیح نے فرمایا تھا ؎

زمین قادیاں اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

کے متعلق کوشش کی جارہی تھی کہ ہمیشہ کے لئے اس کی مرکزیت کا خاتمہ کر دیا جائے —— اور تو اور خاندان نبوت کے خلاف ایک طوفان بے تمیزی مچایا جا رہا تھا دشمن جسے دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ اور وہ خیال کرتے تھے کہ اس آندھی سے خدا کا لگایا ہوا یہ پودا جڑ سے اُکھڑ جائے گا

اسوقت

خدا تعالیٰ نے مومنوں کی حالت پر رحم فرمایا۔ اور ان کے خوف کو امن سے بدل دیا۔ اور اپنے فضل سے خلافت کے وجود کو قائم کر دیا۔ اور مومنوں کے قلوب پر سکینت نازل کر دی اور ایسا معلوم ہونے لگا کان اللہ نزل من السماء کہ آسمان سے خدا اُتر آیا۔ رحمت کی باد نسیم چل پڑی۔ کفر و فسق کی تاریکی دور ہوئی لیمزقنھم کی بشارتیں سننے میں آنے لگیں۔ اور مومنوں نے ملکر حمد و شکر کا ترانہ گایا —— اور کہا کہ آج

دعائیں سن لیں ہماری خدائے قادر نے — یہ کیسا فضل کیا ایک جری کو بھیج دیا
جو نور دیں ہوا اوجھل ہماری آنکھوں سے — تو ایک آن میں نور نبی کو بھیج دیا
بچا لیا ہمیں گرنے سے چاہ ظلمت میں — کہ خود سخود ہی امام تقی کو بھیج دیا

پس خدا نے پھر اپنے ہاتھ سے اس پودے کی آبیاری کی۔ اور وہ درخت ایک ایسا تناور درخت بن گیا۔ جس کا ذکر خود خدا نے قرآن کریم میں فرمایا کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء توتی اکلھا کل حین اس کے شیریں ثمار دنیا کے کونے کونے تک پھیل گئے۔ اور اس کی خوشبو اور مہک سے دنیا کو مالا مال کر دیا۔ آسمانی مائدہ سے بھوکوں کو سیراب طہارت اور پاکیزگی کے لباس سے ننگی دنیا کو ڈھانک دیا گیا۔ گناہگاروں کی رستگاری ہوئی۔ نبوت و خلافت کے انعام سے دنیا منعم علیہ بن گئی

اس نعمت پر پچیس ۲۵ سال کا عرصہ گذر گیا۔ ہمارے سر خدا کے حضور سربسجود ہیں۔ اسلئے اس انعام پر ہماری زبانیں رطب اللسان ہیں اور ہم سجدات شکر بجا لاتے ہوئے زبان حال و قال سے پکارتے ہیں۔ مولیٰ تیرا شکر ہے کہ ہم نے تیرے جلالی و جمالی نظارے دیکھے۔ تو نے ہمکو ہمارے پیارے کے ذریعے مائدہ آسمانی سے سیر کر دیا۔ اور تو نے احمدیت کے جھنڈے تلے سیاہ۔ سفید۔ زرد۔ سرخ اقوام کو لاکر کھڑا کر دیا۔ تیرے اس مقدس خلیفہ کے ہاتھوں اسلام کی تکمیل ہوئی۔ تیرا نور پھیلا اور تیری بادشاہت قائم ہوئی۔ اور ہمکو یہ دور سہانا دیکھنے کا موقع دیا۔

مولا! ہماری عاجزانہ دعا ہے کہ ہمکو توفیق دے کہ ہم اسلام کے اس دوسرے دور کو جو آج کے بعد اپنی فتوحات زریں کے ساتھ شروع ہوگا۔ نہ صرف دیکھنے کا موقع ملے۔ بلکہ تیرے اور تیرے ہی قائم کردہ خلیفہ برحق کے جھنڈے تلے ایک جانباز۔ بہادر۔ وفادار سپاہی کی طرح آگے بڑھنے کی توفیق رفیق ہو۔

مولا! ہمارے سر تیرے آستانہ پر نیازمندی سے جھکے ہوئے ہیں۔ ہمارے آقا سیدنا محمود کو اتنی لمبی عمر عطا فرما کہ وہ دنیا کے سارے کونوں میں دنیا کی ساری قوموں میں تیرے اسلام کو پھیلا دیں۔ تیرا نام بلند کر دیں۔ اور کوئی تیری اطاعت سے باہر نہ رہے۔ اس کے دشمنوں اور حاسدوں کو ناکام فرما۔ اسکے خادموں اور چاکروں کو عزت و انعام سے مالا مال فرما۔ اس کے خاندان میں۔ اس کی آل و اولاد میں۔ اس کے کاموں میں۔ اس کی عمر میں۔ صحت میں۔ اقبال میں برکت پر برکت دے۔ الٰہ العالمین اپنے گناہگاروں اور عاجز بندوں کی پکار کو سن اور شرف قبولیت بخش۔ آمین ثم آمین

بالآخر ہم ان جذبات شکر و حمد سے لبریز روح کے ساتھ الحکم جوبلی نمبر اپنے آقا و سید و مولیٰ کے حضور پیش کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں ؎

آنا کہ خاک را بنظر کیمیا کنند — آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

خادمان در

یعقوب علی عرفانی
مؤسس الحکم
دسمبر ۱۹۳۹ء

محمود احمد عرفانی
ایڈیٹر اخبار الحکم
قادیان دار الامان

خلافت سلور جوبلی پر ملک و قوم کے بڑے لوگوں کے پیغامات اور تاریں

آنریبل خان بہادر شیخ سر عبد القادر صاحب لا ممبر گورنمنٹ ہند دہلی کا تار الحکم کے نام

"میں امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں ان کے موجودہ ذی شان عہدہ میں پچیس ۲۵ سال کامیابی سے گزرنے کی تقریب پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں مجھے امام جماعت احمدیہ کے ساتھ مسلمانوں کے عام مفاد کے سلسلے میں تعلق کا موقع ملتا رہا ہے۔ مسلمانوں کی عام بہبودی اور ترقی کے سوال سے آپ کی گہری دلچسپی کا میرے دل پر بہت بھاری اثر ہے —!"

آنریبل چوہدری سر چھوٹو رام صاحب وزیر ترقیات کی تار اخبار الحکم کے نام

اس ملک میں جہاں بہت سے مذاہب کے لوگ پائے جاتے ہیں ہمارا مٹو رواداری ہونا چاہیئے اور چاہیئے کہ ہماری زندگی کا بنیادی اصول خدمت وطن اور خدمت خلق ہو ٭

آنریبل کنور سر جگدیش پرشاد بہادر ایجوکیشنل ممبر گورنمنٹ آف انڈیا دہلی کا تار الحکم کے نام

"میں جماعت احمدیہ کے ذی شان امام کی جوبلی کی تقریب پر نیک دعاؤں اور تمناؤں کا ہدیہ پیش کرتا ہوں"

ہز لارڈشپ سر ڈگلس ینگ بالقابہ چیف جسٹس ہائی کورٹ لاہور کا تار اخبار الحکم کے نام

میں حضرت امام جماعت احمدیہ کو ان کی خلافت پر پچیس ۲۵ سال گزرنے کی تقریب پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

میں جماعت احمدیہ کے افراد کو جوڈیشل محکمہ میں ملازم رکھتے ہوئے ہمیشہ خوشی محسوس کرتا ہوں۔ کیونکہ مجھے ان کی دیانت داری کے خلاف کبھی کسی کی طرف سے اشارۃً و کنایۃً بھی شکایت نہیں پہنچی۔

سر تیج بہادر سپرو بالقابہ کا مکتوب گرامی الحکم کی جوبلی نمبر کے متعلق

جناب بندہ! تسلیم و نیاز

مجھکو یہ معلوم ہو کر کہ آپکا اخبار عرصہ ۴۲ سال سے جاری ہے اور خدمت کر رہا ہے۔ نہایت مسرت ہوئی۔ اس موقع پر میں آپکو مبارکباد دیتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے۔ موجودہ حالت میں ملک کی خدمت اس سے زیادہ کچھ نہیں ہو سکتی کہ ہر اخبار اپنا فرض عین سمجھے کہ رواداری پر اصرار کرے۔ اور جو ہماری بدقسمتی سے تفرقہ پڑ گئے ہیں ان کے رفع کرنے کی کوشش کرے سب سے بڑی ضرورت اتحاد کی ہے اور یہ ضرورت اسوقت تک پوری نہیں نہیں ہو سکتی کہ جب تک کہ اس کا احساس نہ ہو۔ کہ رواداری کے بغیر مجموعی ترقی غیر ممکن ہے۔

(بندہ سر تیج بہادر سپرو)

میجر نواب ممتاز یار الدولہ بہادر آف حیدر آباد دکن کا تار الحکم کے نام

امام جماعت احمدیہ قادیان کی سلور جوبلی پر میں اپنی طرف سے دلی پر خلوص

مُبارکباد

پیش کرتا ہوں

جناب خان بہادر سیٹھ احمد الہ دین صاحب آف سکندر آباد کا مکتوب خصوصی اخبار الحکم کے نام

جناب ایڈیٹر صاحب! الحکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مزاج شریف۔ آپ نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ میں الحکم کے جوبلی نمبر کے لئے کوئی پیغام دوں۔ میں ایک عملی آدمی ہوں اور جس کسی تحریک میں کبھی حصہ لیتا ہوں۔ تو میرے پیش نظر صرف اس کی عملیت ہوتی ہے۔ بیانات و بیانات سے ہمیشہ دور رہنے کی کوشش کی۔ آپ کے ارشاد کی تکمیل میں ذیل کی چند سطریں محض اپنے دلی خیالات کے اظہار کے طور پر روانہ کر رہا ہوں۔ کیونکہ آپ کے محترم والد سے میرے خاص تعلقات ہیں۔ اور میں آپ کے اخبار کی اور خود آپ کی خدمات کو دلچسپی سے دیکھتا رہا ہوں۔ میں نے مسلمانوں کی مختلف فرقہ داری اختلافات سے ہمیشہ اپنے آپ کو الگ رکھا۔ اور ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے کہ مسلمانوں کے لئے توحید رسالت اور قرآن کے مشترکہ مسائل ہی سب کچھ ہے۔ لیکن احمدی جماعت اور اسکی کوششوں سے احمدی نہ ہونے کے باوجود مجھے ابتدا سے ہمدردی رہی ہے۔ خود میرے بڑے بھائی سیٹھ عبد اللہ الہ دین اللہ ان کی عمر میں برکت دے احمدیت کے ایک عملی مبلغ ہیں۔ میں اس جماعت کی اشاعت و تبلیغ کی مساعی کو خصوصیت کے ساتھ بہت پسند کرتا ہوں۔ اور اس میں حتی الامکان امداد کرتا رہتا ہوں۔ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی مجھ پر خاص توجہ اور عنایت ہے۔ اور ان کی عملی زندگی۔ وسیع النظری اور خدا پرستی نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا۔ اپنے والد کے منصب خلافت کو ادا کرتے ہوئے پچیس سال کی تکمیل میں ان کو اور جماعت احمدیہ کو دل سے مبارکباد دیتا ہوں ٭

احمد الہ دین

دنیائے احمدیت کا نقشہ خلافت ثانیہ میں
بحر منجمد شمالی
بحر ظلمات
بحر الکاہل
بحر ہند
بحر ظلمات جنوبی
سائبیریا
آسٹریلیا
جنوبی امریکہ
شمالی امریکہ
علامات
تشریح
وہ مشہور مقامات جہاں احمدی جماعتیں قائم ہیں
وہ ممالک جو احمدیت کے نور سے منور ہو چکے ہیں۔
منارۃ المسیح
قادیان دار الامان

شجرۃ طیبۃ اصلها ثابت وفرعها فی السماء تؤتی اکلها کل حین باذن ربها
سبحان الذی اخزی الاعادی
بہار آئی ہے اس وقت خزاں میں
لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں
یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہے
یہی ہیں پنجتن جن پر بنا ہے
مرزا مجیب احمد صاحب
مرزا منور احمد صاحب
مرزا آنس احمد صاحب
مرزا حفیظ احمد صاحب
سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ
مرزا انور احمد صاحب
محمود احمد صاحب
مرزا مظفر احمد صاحب
مرزا منیر احمد صاحب
مرزا طاہر احمد صاحب
مرزا ادریس احمد صاحب
مرزا منصور احمد صاحب
مرزا داؤد احمد صاحب
سیدہ آمنہ طیبہ بیگم صاحبہ
سیدہ طاہرہ بیگم صاحبہ
ذکیہ بیگم صاحبہ
سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ
سیدہ محمودہ بیگم صاحبہ
سیدہ مسعودہ آصفیہ بیگم صاحبہ
مرحوم اولاد
فضل احمد
بشیر اول
مبارک احمد
عصمت
شوکت
امۃ النصیر
حضرت مرزا سلطان احمد صاحب
حضرت مرزا عزیز احمد
حضرت مرزا رشید احمد صاحب
مرزا اسلیم احمد صاحب
مرزا مبارک احمد صاحب
سیدہ
سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

مخدومی محترمی ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب (سلمہ اللہ تعالیٰ) نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بہت قریب سے دیکھنے کی سعادت حاصل کی۔ ان کی روایات کو میں بہت بڑی اہمیت اور امتیازی درجہ دیتا ہوں۔ گو بعض بہت ہی کم روایات میں ذہول سا پایا جاتا ہے۔ تاہم روایات کے سلسلہ میں ان کی روایت میرے علم و عقیدہ میں خاص شان رکھتی ہے اور ان کی صحت میں قطعاً شبہ نہیں۔ حضرت میر صاحب کی ایک روایت نمبر ۴۶۵ سیرۃ المہدی کے تیسرے حصہ میں شائع ہوئی ہے۔ اس روایت کے مضمون کا ایک دوسرے واقعہ سے خلط ہو گیا ہے۔ مگر روایت فی نفسہٖ صحیح اور درست ہے۔ میں اس روایت کو اولاً درج کرتا ہوں اور پھر اس اختلاط کا ذکر کروں گا۔ زاں بعد اس روایت کی تائید اور اصل حقیقت کے اظہار کے لئے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک نادر اور اچھوتا مضمون بطور نمونہ شائع کرتا ہوں۔ یہ اصل مضمون کی تمہید کا ابتدائی حصہ ہے میرا مقصد حضرت میر صاحب کی روایت کی تصحیح اور توثیق ہے۔

نفس مضمون تو طویل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جب چاہے گا وہ چھپ جائے گا۔ میرا اپنا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جن ملفوظات یا مخطوطات کو محفوظ رکھنا ہے وہ اپنے اپنے وقت پر اشاعت پا جائیں گے۔ میں نے ہمیشہ ایسی نادر و نایاب تحریروں کی حفاظت میں بفضلہ تعالیٰ قدم اٹھانے کا قابل ناز موقع پایا ہے والحمد للہ علیٰ ذالک

اب تک جو مضامین اشاعت نہیں پا سکے اس کی وجہ میری بے بسی اور بے زری ہے اور مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جماعت ابھی ان چیزوں کی قیمت سے ناواقف ہے۔ اسلئے کہ حضور کا زمانہ قریب ہی میں گزر رہا ہے۔ اور جماعت ان وجودوں کو دیکھتی ہے۔ جو اس ماہ رسالت کے دیکھنے والے تھے۔ مگر ایک وقت آئے گا کہ اس قسم کے

گرانمایہ جواہر

کے قدردان دور دور سے آئیں گے۔ اور وہ لاکھوں نہیں کروڑوں روپیہ خرچ کر کے بھی ان کو حاصل کرنا چاہیں گے۔ اس موقع پر میں اپنے جانشین ایڈیٹر الحکم عزیز محمود احمد عرفانی اور اس کے بھائیوں کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان تبرکات کو دنیا کی کسی قیمت پر اپنے سے جدا نہ کریں اور مرنے سے پہلے ہر شخص اپنے جانشینوں کو اس کی وصیت کرے دنیا کی کوئی چیز نہیں۔ ساری دنیا کے خزائن اور زر و جواہر بھی اس کی قیمت نہیں ہو سکتے۔ یہ اس ہاتھ کی تحریریں ہیں۔ جس کو خدا نے اپنا ہاتھ کہا۔ یہ اس کے تبرکات ہیں جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی تفرید و توحید کی منزل پر رکھا۔ یہ تبرکات ان کے پاس ہوں تو سب کچھ ان کے پاس ہے میری اس وصیت پر پابند رہیں۔ نہ دنیا کی کوئی قوت اور دنیا کی کوئی دولت انہیں اس کے علیحدہ کرنے پر مجبور نہ کر سکے۔

اے الہ العالمین! تو ایسا ہی کر۔ یہ میری نسل میں دنیا کے آخر تک رہیں۔ تو آپ ان کی حفاظت کے سامان کر دے جیسے محض اپنے فضل سے مجھ کو اس دولت سے مالامال کیا آمین۔ ایک قلبی کیفیت کی وجہ سے۔ جس نے ایک رقت و خضوع اسی میں پیدا کر دیا ہے۔ یہ ذکر تو ضمناً آ گیا۔ اب میں اصل روایت کو لکھ کر ضروری تنقید کے بعد اصل مضمون کو پیش کرتا ہوں۔

روایت نمبر ۴۶۵ صفحہ ۱۳۴ سیرۃ المہدی حصہ سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ سب دوست اس موضوع پر ایک مضمون لکھیں کہ مذہب کیا ہے۔ اور کامل مذہب کیسا ہونا چاہیئے۔ کچھ دنوں کے بعد بہت سے مضامین آ گئے۔ اور بہت سے مقامی اور بعض بیرونی دوست خود سنانے کے لئے تیار ہو گئے اس پر آپ نے کبھی مسجد میں اور کبھی سیر میں ان مضامین کو سننا شروع کر دیا۔ حضرت خلیفہ اول رضؓ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب۔ میاں معراج الدین صاحب عمر خواجہ کمال الدین صاحب کے مضمون اور بہت سے دیگر احباب کے مضامین سنائے گئے۔ کئی دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ آخر میں حضرت صاحب نے اپنا مضمون بھی سنایا۔ مگر اپنا مضمون غالباً سیر میں سنایا کرتے تھے اس میں پہلا نکتہ یہ تھا کہ آپ نے لکھا کہ ہر مضمون نگار نے مذہب کے معنے "راستہ" کے کئے ہیں۔ مگر مذہب کے معنی "روش" کے ہیں۔ پس مذہب وہ روش ہے جس کے مطابق انسان چلتا ہے۔ یعنی مذہب ایک راستہ نہیں جس پر انسان چلے۔ بلکہ وہ روش اور طریق رفتار ہے۔ جسے انسان اختیار کرے۔"

روایت اسی قدر ہے۔ مخدومی حضرت صاحبزادہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک نادر مضمون

حضرت عرفانی کبیر کی قلم سے

مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد (جو اس سلسلہ روایات کے جامع ہیں) نے اس پر اس قدر نوٹ دیا ہے:۔

" خاکسار عرض کرتا ہے کہ عربی لغت کی رو سے مذہب کے معنے راستہ اور روش ہر دو کے ہیں۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ موخر الذکر معنوں میں جو لطافت اور وسعت ہے وہ مقدم الذکر میں نہیں "

خاکسار عرفانی عرض پرداز ہے کہ حضرت صاحبزادہ قبلہ سے اس روایت پر بسیط نوٹ کی توقع تھی لیکن چونکہ آپ نے اس سلسلہ روایات میں تنقید کا تفصیلی پہلو مدنظر نہیں رکھا۔ بلکہ مقدم یہ سمجھا ہے کہ روایات جمع ہو جاویں۔ اسلئے ضرورتاً آپ بہت چھوٹے نوٹ عند الضرورت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور فرماوے۔

میں نے جب اس روایت کو پڑھا تو میرے سامنے واقعات کا ایک سلسلہ آ گیا۔ نفس روایت کے متعلق مجھے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ میری تحقیقات میں دو مختلف واقعات جمع ہو گئے ہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقعہ پر احباب کو ایک موضوع پر مضمون لکھنے کا حکم دیا تھا۔ مگر وہ موضوع مصلح اور مجدد کی ضرورت کا مضمون تھا۔ " مذہب کیا ہے؟ " اس کے متعلق جہاں تک میرا علم ہے ایسی دعوت نہیں دیگئی۔ بہت ممکن ہے کہ حضرت میر صاحب کا علم صحیح ہو۔ اور یہ کسی دوسرے وقت کی بات ہو۔ لیکن اس میں جو بیان کیا گیا ہے۔ کہ حضرت اپنا مضمون غالباً سیر میں سنایا کرتے تھے۔ یہ حضرت کے عمل کے خلاف ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا کوئی مضمون جب بھی سناتے تو وہ مسجد میں سنایا کرتے تھے۔ عام معمول یہی تھا۔ ممکن ہے اس خاص مضمون کے لئے ایسا ہوا ہو۔ علاوہ ازیں ان مضامین کا کوئی حصہ کہیں موجود ہونا چاہیئے۔

میری تحقیقات یہ ہے۔ جس کا ثبوت میں پیش کر رہا ہوں کہ جن ایام میں سراج الدین عیسائی قادیان دارالامان میں آیا ہوا تھا۔ اس وقت پادری مارٹن کے ساتھ ایک خط و کتابت سراج الدین صاحب کی ہو رہی تھی اور اس میں مذہب کیا ہے؟ اور مذہب کامل کی کیا علامات ہیں؟ زیر بحث تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان دونوں کی خط و کتابت پر ایک محاکمہ بھی لکھا تھا۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ محاکمہ بھی خاکسار کی سعادت کی دولت ہے۔ اسی سلسلہ میں حضور نے ایک مضمون "مذہب کیا ہے" اور "مذہب کامل کی علامات کیا ہیں؟" پر لکھا پادری مورٹن کے خطوط کا ترجمہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے۔ یہ مضامین حضرت کے حضور پڑھے جاتے تھے۔

میں امید کرتا ہوں کہ اس نوٹ کے پڑھنے سے حضرت میر صاحب مخدومی کی یاد تازہ ہو جائے گی۔ اگر ان کے حافظہ اور علم میں ان واقعات کے ساتھ توارد ہو جائے تو بہت ہی اچھا ہے۔ ورنہ میں قیاس کروں گا کہ حضرت میر صاحب کی روایت کسی اور واقعہ سے تعلق رکھتی ہے جس کا مجھے علم نہیں۔ میرے علم و حافظہ کا موئدہ مضمون ہے جو حضرت نے اس تقریب پر لکھا تھا میں اس کا صرف ابتدائی تمہیدی نوٹ دیتا ہوں اور حضرت اقدسؑ کی تحریر کا عکس چھاپ دیتا ہوں۔ اس سے اندازہ ہو سکے گا کہ اس مضمون میں کیا قیمتی خزانے حقائق و معارف کے ہیں۔ میں دیکھوں گا کہ کس اہل دل کو اس کی طباعت کے لئے جوش پیدا ہوتا ہے۔

میں پہلے اس کو صاف خط میں دیتا ہوں۔ اور چربہ بعد میں

(خادم:۔ عرفانی کبیر از الہ آباد ۲۹ نومبر ۱۹۳۹ء)

مذہب

جاننا چاہیئے کہ جس مفہوم کو ایک پہلو کے اعتبار سے مذہب کہتے ہیں۔ اسی مفہوم کو دوسرے پہلو کے لحاظ سے شریعت بھی کہتے ہیں۔ اور تیسرے پہلو کے لحاظ سے اس کا نام صراط بھی ہے اور چوتھے پہلو کے لحاظ سے اس کو دین کبھی بولتے ہیں۔ اور پانچویں پہلو پر نظر رکھ کر وہ ملت کے نام سے موسوم ہوتا ہے اور چھٹے پہلو کے لحاظ سے اس کا نام مشرب بھی ہے اور ساتویں پہلو کے لحاظ سے وہ نحلہ کے نام سے نامزد ہے۔

سو در حقیقت ایک مذہب اپنی خوبیوں کی کی وجہ سے تب ہی کامل کہلائے گا۔ جبکہ وہ ساتوں ناموں کے لحاظ سے اپنے اندر سات قسم کی خوبیاں رکھتا ہو۔ کیونکہ جبکہ اس کو واضع حقیقی کی طرف سے سات لقب ملتے ہیں۔ اور وہ لقب ابتدائے دنیا سے چلے آتے ہیں۔ تو یہ سچنہ دلیل اس بات پر ہے کہ ایک کامل مذہب کا کمال ان سات لقبوں کے مفہوم کے تحقق پر موقوف ہے اور وہ سات خوبیاں باعتبار سات لقب کے یہ ہیں:۔

(۱) اول خوبی مذہب کے مفہوم کے لحاظ سے ہے۔ جس کے معنے روش ہیں۔ اور وہ یہ کہ اخلاقی اور عملی مقام معقول روش پر ہو۔ اور افراط و تفریط سے پاک ہو۔ اور اپنی کسی راہ میں حد اعتدال سے تجاوز نہ کرے۔ جس طرح جسمانی صحت انسان کی جسمانی مواد پر موقوف ہے۔ اسی طرح روحانی صحت کیلئے روحانی حالات کا اعتدال ضروری ہے پس جو تعلیم اخلاقی اور عملی اعتدال پر قائم کرے گی۔ کچھ شک نہیں کہ وہ روحانی صحت کی موجب ہو گی۔ اور بلاشبہ روحانی صحت ایک کمال مطلوب ہے۔

(۲) دوسری خوبی شریعت کے مفہوم کے لحاظ سے ہے اور شریعت کا

مفہوم یہ ہے کہ شریعت لغت کی رو سے اس راہ کو کہتے ہیں جو نمایاں اور روشن ہو اور مشتبہ نہ ہو۔ اسی طرح کامل تعلیم کی خوبی یہ چاہئے جس میں کوئی تاریکی نہ ہو۔ اور کوئی بات اس کی زبردستی ماننی نہ پڑے۔ اور عقل سلیم اس کے ہر عقیدہ اور اصول کو شناخت کر سکے تا انسان ضعیف البنیان تکلیف مالایطاق کے لئے مجبور نہ کیا جائے

(۳) تیسری خوبی **صراط** کے مفہوم کے لحاظ سے ہے۔ صراط لغت عرب میں ایسی راہ کو کہتے ہیں۔ جو سیدھی ہو۔ یعنی تمام اجزا اس کے وضع **استقامت** پر واقع ہوں۔ اور ایک دوسرے کی نسبت عین محاذات پر اس طرح کامل تعلیم کی خوبی یہ چاہیئے کہ اس کے بعض اصول بعض دوسرے اصولوں سے نشیب و فراز نہ رکھتے ہوں۔ بلکہ باہم وہی تناسب پایا جائے جو ایک **خط مستقیم** کے نقاط میں باہم متحقق ہوتا ہے۔

(۴) چوتھی خوبی **دین** کے مفہوم کے لحاظ سے ہے۔ اور دین لغت عرب میں اطاعت اور جزائے اطاعت کو کہتے ہیں۔ سو اسی طرح کامل تعلیم کی خوبی یہ چاہیئے جو اس میں **کامل اطاعت** کی ہدایتیں موجود ہوں۔ اور نیز **کامل جزا** کے وعدے بھی ہوں۔

اور یاد رہے کہ دین کا لفظ لغت عرب میں محض اطاعت اور نیک اعمال کی جزا کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ مگر نیک اعمال کے چھوڑنے سے جو کچھ انسان اپنے لئے ایک بد نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ بطریق مجاز اس کو بھی دین بولتے ہیں

(۵) پانچویں خوبی **ملت** کے مفہوم کے لحاظ سے ہے اور ملتہ لغت عرب میں راہ کو **جلد طے** کرنے کو کہتے ہیں۔ سو اسی طرح کامل تعلیم کی خوبی یہ چاہیئے۔ کہ اس منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے ایسے کامل اور جامع وسائل ہوں جن کے التزام سے جلد تر یہ راہ طے ہو سکے۔

(۶) چھٹی خوبی **مشرب** کے مفہوم کے لحاظ سے ہے۔ اور **مشرب** لغت عرب میں اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سے پانی پیا جاتا ہے۔ سو اس مفہوم کے لحاظ سے کامل تعلیم کی یہ صفت ہونی چاہیئے کہ ہر ایک **انسانی قوت** اس سے اپنی پیاس بجھا سکے۔ مثلاً روح جو حقیقی نجات اور سچی خوشحالی کی طالب ہے۔ نہ بناوٹی کی وہ واقعی طور پر گناہ کی لذت سے متنفر ہو کر ایک پاک لذت میں جو شربت شیریں کی طرح مستغرق ہو۔ اور عقل جو ہر عقیدہ اور حکم میں استدلالی طور پر اپنی تسلی چاہتی ہے۔ وہ کامل تسلی کے پانی سے سیراب ہو۔ اور دنیوی زندگی میں یہی شراب طہور ہے۔ جس کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وسقاھم ربھم شرابا طھورا۔ یعنی خدا سچے مومنوں کو ایک ایسا شربت پلا رہا ہے جو انکو اندرونی گندوں سے پاک کرنیوالا ہے

(۷) ساتویں خوبی **نحلہ** کے مفہوم کے لحاظ سے ہے۔ اور نحلہ لغت عرب میں بار یک اور دقیق کو کہتے ہیں اور نیز

شہد کی مکھی کو۔ سو ان معنوں کے لحاظ سے کامل تعلیم کی خوبی یہ ہے کہ **دقائق توحید** اور **دقائق** **تقویٰ** اور **دقائق عبادت** اور **دقائق اخلاق** میں سے کوئی اس سے فوت نہ ہو۔ اور جس طرح شہد کی مکھی خلاصہ ان تمام پھولوں کا کھینچتی ہے جو اس کی نظر کے سامنے ہیں۔ اسی طرح **قانون قدرت** کے تمام پھولوں کا خلاصہ اس کے اندر ہو۔

اور **نحلہ** عطیہ بے استحقاق کو بھی کہتے ہیں جو محض فضل کے طور پر ہو۔ اور اس معنی کے رو سے تعلیم کی خوبی یہ ہے کہ اصل عطا یعنی آنکھ اور کان اور عقل اور زیاس اور کشف اور الہام اور جو کچھ انسان کو ترقی کے لئے قوتیں دی گئی ہیں یہ تعلیم ان قوتوں کی **خادم** ہو۔ اور ان کو بیکار نہ کرے۔ کیونکہ عطیہ زائدہ بطور **فضل** کے ہے صرف اس حالت میں فضل کہلا سکتا ہے۔ جو اصل نعمت سے انکار نہ ہو۔ اور اصل نعمت بھی قائم اور موجود اور مستعمل رہے ضائع اور برباد نہ ہو جائے۔

نوٹ یہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ تحریر ہے۔ جس کا چربہ بھی دیدیا گیا ہے۔ اس کے پڑھنے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس مضمون کے **حقائق و معارف** کا مقام کتنا بلند ہے۔ میں ایک مسرت سے لبریز قلب اور بصیرۃ و شعور کامل سے کہتا ہوں کہ اگر **الحکم** کے جوبلی نمبر میں حضرت **مسیح موعود** علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گنجینۂ **معارف** کے اس **ہفت** گوہر ہی کو صرف شائع کر دیتا تو الحکم کا جوبلی نمبر

اپنے امتیاز کے لحاظ سے سر بلند رہتا

مگر احباب جوبلی نمبر میں اور بھی کچھ پائیں گے۔ جو انھیں سیراب کرے گا۔ میں جبکہ تمہیدی نوٹ میں لکھ چکا ہوں اس مضمون کو شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور میرا یہی ایمان ہے کہ وہ شائع ہو جائے گا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ چاہے گا۔

مجھے یہ شکوہ کرنے دو کہ لوگوں کی نظریں کاغذ اور سیاہی کے پیسوں پر جھکتی ہیں۔ اور وہ ان چیزوں کے سکوں سے ان گرانمایہ جواہر کی قیمت کا اندازہ کرتے ہیں۔ میرا خطاب ان سے نہیں میں **اس ایک دل کی تلاش**

میں ہوں جو اس کی اشاعت کیلئے وہ کچھ قربان کر دے جو میں کہوں اور مجھ کو نہ کہے کہ

اس قدر خرچ کیوں ہو گیا

پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق دی تو میں یا میرے **جانشین** کو خدا تعالیٰ توفیق دے گا۔ کہ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ

ایں براہین سیر رنگا شتمے

میں اس **ہفت گوہر** کو رنگین شائع کر کے اپنی قسمت پر ناز کروں۔ اور خدا تعالیٰ کا شکر میں **آسمان** کی طرف دیکھتا ہوں کہ جس رحیم کریم مولیٰ نے **الحکم** کو میرے ذریعہ جنم دیا۔ اور اسے میرے ذریعہ اب تک زندہ رکھا۔ اور جس نے اپنے فضل و کرم سے عزیز مکرم **محمود احمد عرفانی** کو صحیح معنوں میں میرا قائم مقام بنا کر کھڑا کر دیا اور میں بلا مبالغہ کہتا ہوں اور اس پر خدا کا شکر کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے

اس کے ہاتھ میں بہترین قلم اور اس کے منھ میں بہترین زبان دی ہے۔

اللّٰھم زد فزد آمین

وہی رب کریم و محسن جس نے مجھے ان

خزائن مخفیہ

کو دیا ہے۔ وہ آپ ان کی اشاعت کے سامان کر دے گا ــــ لیکن میں

قارئین کرام سے کہتا ہوں

کہ

وہ اپنے فرائض کو سوچیں

عرفانی کبیر

از

الہ آباد

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نایاب قلمی تحریر کا عکس

ذیل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قلمی تحریر کا عکس پیش کیا جاتا ہے۔ پہلے میرا خیال تھا کہ ساری تحریر کا عکس دیدیا جائے۔ مگر اس میں وہ شان پیدا نہیں ہوتی جو اصل تحریر میں ہوتی ہے۔ اسلئے بطور نمونہ چند سطریں دے رہا ہوں۔ اور ساتھ ہی ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔ جو قابل توجہ احباب ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر ایک سو دوست ایک ایک روپیہ پیشگی مجھے دیدیں۔ تو میں ایک سو روپیہ کی لاگت سے اس مضمون کے فوٹو بلاک بنوا کر ہر ایک معطی کو ایک ایک کاپی ارسال کر دوں گا۔ اور اس طرح یہ قیمتی خزانہ نہ صرف محفوظ ہو جائے گا۔ بلکہ گھر گھر پہنچ جائے گا۔ امید ہے احباب میری اس تجویز سے اتفاق فرمائیں گے۔

(محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم)

مذہب

جاننا چاہیئے کہ جس مفہوم کو ایک پہلو کی اعتبار سے مذہب کہتے ہیں اُسی مفہوم کو دوسری پہلو کے لحاظ سے شریعت بھی کہتے ہیں اور تیسری پہلو کے لحاظ سے اُس کا نام صراط بھی ہے اور چوتھی پہلو کے لحاظ سے اسکو دین بھی بولتے ہیں اور پانچویں پہلو پر نظر رکھ کر وہ ملت کے نام سے موسوم ہوتا ہے ــــ اور چھٹی پہلو کی رو سے اُس کا نام مشرب بھی ہے اور ساتویں پہلو کی وجہ سے وہ نحلہ کے نام سے [illegible] سو درحقیقت ایک مذہب اپنی خوبیوں کے وجہ سے تبھی کامل کہلائے گا جبکہ وہ ان ساتوں ناموں کے لحاظ سے اپنی اندر [illegible] کی خوبیاں رکھتا ہو کیونکہ جبکہ اسکو واضع حقیقت کی طرف سے سات لقب ملے ہیں اور وہ لقب ابتدا دنیا سے چلی آتی ہیں تو یہ پختہ دلیل اس بات پر ہے کہ ایک کامل مذہب کا کام ان سات لقبوں کے مفہوم کے لحاظ سے اور وہ سات خوبیاں باعتبار سات لقب کے یہ ہیں ــــ

مجھے معلوم ہوا ہے کہ خلافت جوبلی کے موقعہ پر ادارۂ الحکم بھی الفضل کی طرح ایک خاص نمبر شائع کر رہا ہے۔ اور ایڈیٹر صاحب الحکم نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ میں بھی اس خاص نمبر کے لئے ایک مضمون لکھوں۔ اور ایڈیٹر صاحب کے علاوہ اس اخبار کے بانی ہمارے مکرم شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے بھی مجھے ایک خط کے ذریعہ تحریک فرمائی ہے۔ افسوس ہے کہ میں اپنی کتاب سلسلہ احمدیہ کی تصنیف کی مصروفیت کی وجہ سے اسوقت کوئی علیحدہ مضمون نہیں لکھ سکتا۔ مگر ان اصحاب کی خواہش کو ملحوظ رکھتے ہوئے سلسلہ احمدیہ کے مسودہ سے ایک چھوٹا سا حصہ ان کی خدمت میں نقل کر کے بھجوا رہا ہوں۔ تاکہ مجھے اس مبارک تقریب میں شرکت کا ثواب حاصل ہو جاوے۔ فقط

خاکسار:۔ مرزا بشیر احمد ۱۶/۱۲/۳۹

جہاں تک اُن اخلاق کا سوال ہے جو دین اور ایمان سے تعلق رکھتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں دو خلق خاص طور پر نمایاں نظر آتے تھے:۔

اول:۔ اپنے خدا داد مشن پر کامل یقین

دوسرے:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے نظیر عشق و محبت۔

یہ دو اوصاف آپکے اندر اس کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ کہ آپکے ہر قول و فعل اور حرکت و سکون میں ایک پر زور جلوہ نظر آتا تھا۔ بسا اوقات اپنے خدا داد مشن اور الہامات کا ذکر کر کے فرماتے تھے کہ مجھے ان کے متعلق ایسا ہی یقین ہے۔ جیسا کہ دنیا کی کسی چیز کے متعلق زیادہ سے زیادہ علم ہو سکتا ہے۔ اور بعض اوقات ان پیشگوئیوں کا ذکر کر کے فرماتے تھے کہ چونکہ وہ خدا کے منہ سے نکلی ہوئی ہیں اسلئے وہ ضرور پوری ہو کر رہینگی۔ اگر وہ پوری نہ ہوں تو مجھے مفتری قرار دیکر بر سر عام پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا جائے۔ تاکہ میرا وجود دوسروں کے لئے باعث عبرت ہو۔ اپنے الہام کے قطعی ہونے کے متعلق اپنی ایک فارسی نظم میں فرماتے ہیں:۔

آں یقینے کہ بود عیسےٰ را
بر کلامے کہ شد برو القا
واں یقینِ کلیم بر تورات
واں یقینِ ہائے سید السادات
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین
ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

"یعنی جو یقین کہ حضرت عیسیٰ کو اس کلام کے متعلق تھا جو انپر نازل ہوا۔ اور جو یقین کہ حضرت موسیٰ کو تورات کے متعلق تھا۔ اور جو یقین کہ نبیوں کے سردار محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے اوپر نازل ہونیوالے کلام کے متعلق تھا۔ میں یقین کی رو سے ان میں سے کسی سے کم نہیں ہوں۔ اور جو شخص جھوٹا دعویٰ کرتا ہے وہ لعنتی ہے۔"

ایک اور جگہ اپنے منثور کلام میں فرماتے ہیں:۔

"یہ مکالمہ آلٰہیہ جو مجھ سے ہوتا ہے یقینی ہے۔ اگر میں ایک دم کے لئے بھی اس میں شک کروں تو کافر ہو جاؤں۔ اور میری آخرت تباہ ہو جاوے۔ وہ کلام جو میرے اوپر نازل ہوا یقینی اور قطعی ہے۔ اور جیسا کہ آفتاب اس کی روشنی کو دیکھ کر کوئی شک نہیں کر سکتا کہ یہ آفتاب اور یہ اس کی روشنی ہے۔ ایسا ہی میں اس کلام میں بھی شک نہیں کر سکتا جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر نازل ہوتا ہے۔ اور میں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی کتاب پر۔"
(تجلیات آلٰہیہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی محبت و عشق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

جان و دلم فدائے جمالِ محمد است
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمد است
دیدم بعین قلب و شنیدم بگوش ہوش
در ہر مکاں ندائے جمالِ محمد است

"یعنی میرے جان و دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن خدا داد پر قربان ہیں۔ اور میں آپکے آل و عیال کے کوچہ کی خاک پر نثار ہوں۔ میں نے اپنے دل کی آنکھ سے دیکھا اور ہوش کے کانوں سے سنا ہے کہ ہر کون و مکان میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے جمال کی ندا آ رہی ہے۔"

پھر فرماتے ہیں:۔

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
جانم فدا شود بره دین مصطفےٰ
اینست کام دل اگر آید میسرم

"یعنی خدا سے اتر کر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی شراب میں متوالا ہو رہا ہوں۔ اور اگر یہ بات کفر میں داخل ہے۔ تو خدا کی قسم میں سخت کافر ہوں۔ میرے دل کا واحد مقصد یہ ہے کہ میری جان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے رستے میں قربان ہو جائے۔ خدا کرے مجھے یہ مقصد حاصل ہو جائے۔"

پھر فرماتے ہیں:۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اسکا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اسکا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی محبت: محض کا غذی یا نمائشی محبت نہ تھی بلکہ آپ کے ہر قول و فعل اور حرکت و سکون میں اس کی ایک زندہ اور زبردست جھلک نظر آتی تھی۔ چنانچہ پنڈت لیکھرام کے حالات میں جس واقعہ کا ذکر اس رسالہ میں اوپر گذر چکا ہے۔ وہ اس محبت کی ایک عام اور دلچسپ مثال ہے کہ باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعودؑ نہایت درجہ وسیع القلب اور ملنسار تھے اور ہر دوست و دشمن کو انتہائی خوش اخلاقی کے ساتھ ملتے تھے۔ جب پنڈت لیکھرام نے آپ کے آقا اور محبوب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق سخت بدزبانی سے کام لیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا تو آپ نے پنڈت صاحب کا سلام تک قبول نہ کیا اور دوسری طرف منہ پھیر کر خاموش ہو گئے۔ اور جب کسی ساتھی نے دوبارہ توجہ دلائی تو غیرت اور غصہ کے الفاظ میں فرمایا کہ

"ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے"!

بظاہر یہ ایک معمولی سا واقعہ ہے۔ مگر اس سے عشق و محبت کے اس اتھاہ سمندر پر بے انتہا روشنی پڑتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپ کے دل میں موجزن تھا۔

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق یہ روایت بھی چھپ کر شائع ہو چکی ہے کہ ایک دفعہ آپ علیحدگی میں ٹہلتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درباری شاعر حسان بن ثابت کا یہ شعر تلاوت فرما رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ آنکھوں سے آنسو ٹپکتے جا رہے تھے کہ:۔

كنت السواد لناظري فعمي عليك الناظر
من شاء بعدك فليمت فعليك كنت احاذر

"یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو میری آنکھ کی پتلی تھا۔ پس تیری وفات سے میری آنکھ اندھی ہو گئی ہے۔ سو اب تیرے بعد جس شخص پر چاہے موت آ جاوے مگر مجھے اس کی پروا نہیں۔ کیونکہ مجھے تو صرف تیری موت کا ڈر تھا۔ جو واقع ہو گئی۔"

راوی بیان کرتا ہے کہ جب آپ کے مخلص رفیق نے آپ کو اس رقت کی حالت میں دیکھا تو گھبرا کر پوچھا کہ "حضرت! یہ کیا معاملہ ہے؟" آپ نے فرمایا۔ "کچھ نہیں۔ میں اسوقت یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ اور میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہو رہی تھی کہ کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا۔" (سیرت المہدی)

مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے یہ معنی نہیں تھے کہ آپ دوسرے بزرگوں کی محبت سے خالی تھے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے آپ کے دل میں دوسرے پاک نفس بزرگوں کی محبت کو بھی ایک خاص جلا دیدی تھی۔ اور آپ کسی بزرگ کی ہتک گوارا نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ اپنے اصحاب کی ایک مجلس میں یہ ذکر فرما رہے تھے۔ کہ نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کی تلاوت ضروری ہے اور امام کے پیچھے بھی پڑھنی چاہیئے۔ اسپر حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ حضور! سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی"؟ آپ نے فوراً فرمایا "نہیں نہیں۔ ہم ایسا نہیں کہتے۔ کیونکہ حنفی فرقہ کے کثیر التعداد بزرگ یہ عقیدہ رکھتے رہے ہیں۔ کہ سورہ فاتحہ کی تلاوت ضروری نہیں۔ اور ہم ہرگز یہ خیال نہیں کرتے کہ ان بزرگوں کی نماز نہیں ہوتی۔"

اسی طرح آپ کو غیر مسلم قوموں کے بزرگوں کی عزت کا بھی بہت خیال تھا۔ اور ہر قوم کے تسلیم شدہ مذہبی بزرگوں کو بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ بلکہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ کسی شخص کے نام کو عزت کے ساتھ دنیا میں قائم کر دیتا ہے تو لاکھوں کروڑوں انسانوں کے دلوں میں اس کی بزرگی کا خیال بٹھا دیتا ہے۔ اور اس کے سلسلہ کو استقلال اور دوام حاصل ہو جاتا ہے تو ایسا شخص جسے اسقدر قبولیت حاصل ہو جاوے جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ اور ہر انسان کا فرض ہے کہ سچوں کی طرح اس کی عزت کرے اور کسی رنگ میں اس کی ہتک کا مرتکب نہ ہو۔ اس معاملہ میں خود اپنے مسلک کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔

ما ہمہ پیغمبراں را چاکریم
ہمچو خاک افتادہ بر درے
ہر رسولے کو طریق حق نمود
جان ما قرباں براں حق پرورے

"یعنی میں ان تمام رسولوں کا خادم ہوں جو خدا کی طرف سے آتے رہے ہیں۔ اور میرا نفس ان پاک روحوں کے دروازے پر خاک کی طرح پڑا ہے۔ ہر رسول جو خدا کا رستہ دکھانے کے لئے آیا ہے (خواہ وہ کسی زمانہ اور کسی ملک میں آیا ہو) میری جان اس خادم دین پر قربان ہے۔"

روایت

میں نے نبی اللہ المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بارہا سنا۔ حضور فرمایا کرتے تھے کہ بعض الہامات تو ایک ایک رات میں سو سو مرتبہ بلکہ اس سے بھی زیادہ بار ہوتے ہیں۔ اور ان کا تکرار ایسا ہی کہ بستر پر سر رکھنے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتے ہیں اور پھر یہ سلسلہ صبح تک برابر جاری رہتا ہے۔ اس قسم کے بکثرت ہونے والے الہامات میں سے ایک الہام جس کا حضور اکثر ذکر فرمایا کرتے

انی معك و مع اهلك

ہے

(عبدالرحمٰن قادیانی)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کا اسوۂ حسنہ

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں

ہمارے واجب العزت حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب کی قلم سے

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالے بنصرہٖ کے زمانہ خلافت کے حالات تو آجکل سلسلہ کے رسالجات اور اخبارات میں شائع ہو رہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ چند سطور حضور کے اس اسوۂ حسنہ کے متعلق لکھوں جو خلافت اولیٰ کے زمانہ میں حضور نے جماعت کے سامنے پیش فرمایا۔ اور نیز یہ بھی ظاہر کروں کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ حضور کو کس نظر سے دیکھتے تھے۔

خلافت اولیٰ کے زمانہ میں میں نے دیکھا کہ جو ادب اور احترام۔ اور جو اطاعت اور فرمانبرداری آپ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کی کرتے تھے۔ اس کا نمونہ کسی اور شخص میں نہیں پایا جاتا تھا۔ آپ کے ادب کا یہ حال تھا کہ جب آپ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کی خدمت میں جاتے تو آپ دو زانو ہو کر بیٹھ جاتے اور جتنا وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہتے اسیطرح دو زانو ہی بیٹھے رہتے۔ میں نے یہ بات کسی اور صاحب میں نہیں دیکھی۔ اسیطرح آپ ہر امر میں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کی پوری پوری فرمانبرداری کرتے۔ کسی امر کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کا ارشاد ہوتا تو آپ اس کی پوری پوری تعمیل کرتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ نے اپنی تقریر میں جو آپنے ۱۹۱۲ء میں احمدیہ بلڈنگس لاہور میں فرمائی۔ فرمایا:۔

"میاں محمود بالغ ہے۔ اس سے پوچھ لو وہ سچا فرمانبردار ہے۔ ہاں ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ سچا فرمانبردار نہیں۔ مگر نہیں میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرا سچا فرمانبردار ہے۔ اور ایسا فرمانبردار کہ تم میں سے ایک بھی نہیں"۔

خلافت اولیٰ کے زمانہ میں آپنے جو ٹریکٹ اور رسالے مسئلہ خلافت یا مسئلہ نبوت اور کفر و اسلام کے بارے میں لکھے۔ آپ ان کو شائع کرنے سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح اول کی خدمت میں پیش کرتے اور حضور کی منظوری اور اجازت کے بعد شائع کرتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کبھی کبھی ان مضامین میں اپنے قلم سے کچھ اضافہ بھی فرماتے اور بعض اوقات ان کے اضافہ کئے ہوئے الفاظ اصل مضمون کی نسبت زیادہ سخت ہوتے۔ ایک موقعہ پر مولوی محمد علی صاحب نے ایک ایسے شائع کئے ہوئے ٹریکٹ کے بعض الفاظ کے متعلق مجھ سے شکایۃً کہا کہ دیکھو یہ الفاظ میاں صاحب نے ہمارے متعلق کیسے سخت لکھے ہیں۔ اسوقت میری زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ یہ الفاظ تو مولوی صاحبؓ کے بڑھائے ہوئے ہیں۔ حضرت میاں صاحب نے نہیں لکھے۔ اور ساتھ ہی میں نے اپنی غلطی کو محسوس کیا اور پچھتایا کہ مجھے اس بات کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ مولوی صاحب نے میرے پچھتانے پر اور میری اس درخواست پر کہ وہ اس امر کا اظہار اپنے دوستوں میں سے کسی کے پاس نہ کریں فرمایا:۔

"تیر از کمان رفتہ باز نیاید"

اور یہ بھی شکایت کی کہ "حضرت مولوی صاحبؓ نے چند روز ہوئے ہمارے لاہور کے ایک دوست کو خط لکھا ہے۔ اور اس میں السلام علیکم نہیں لکھا۔ آخر وہ لوگ بھی احساس رکھتے ہیں اور ایسی باتوں سے ان کو رنج پہنچتا ہے"۔ وہ ٹریکٹ جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے اسوقت میرے سامنے نہیں۔ مگر جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے۔ اس ٹریکٹ میں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کے بڑھائے ہوئے الفاظ یہ تھے کہ۔ "اپنے نفاق کا بھانڈا پھوڑ دیا" یا اسی قسم کے اور الفاظ تھے۔

مجھے اس موقع پر ایک اور واقعہ یاد آیا ہے، جو میں یہاں بیان کرتا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کی وفات کے بعد مجھے کچھ دن آپ کے صاحبزادے مولوی عبدالحی مرحوم کو انگریزی پڑھانے کا فخر حاصل ہوا ان ایام میں انھوں نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ میں نے ابا جان سے پوچھا کہ جب آپ مولوی محمد علی صاحب کو قرآن شریف پڑھاتے ہیں تو اکثر دفعہ آیات کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس میں یزید کی طرف اشارہ ہے لیکن جب میں آپ سے قرآن شریف پڑھتا ہوں تو آپ نے کبھی ایسا نہیں کہا۔ آپ نے جواب دیا "میں ان لوگوں سے اس لئے محبت کرتا ہوں کہ میری بات ان پر اثر کرے۔ میرے بعد جو خلیفہ ہوگا۔ اگر ان لوگوں نے اس کی بیعت کر لی تو سمجھنا کہ یہ لوگ میری محبت کے مستحق تھے۔ لیکن اگر انھوں نے اس کی بیعت نہ کی تو سمجھنا کہ ان جیسا کوئی .... نہیں"۔

(یہاں آپ نے ایک نہایت سخت لفظ استعمال کیا جو ایمانی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے)

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کے ان الفاظ کی میں زیادہ تشریح نہیں کرتا۔ احباب اس سے خود نتیجہ نکال لیں کہ آپ کے نزدیک کون شخص آپ کا جانشین بننے کے لائق تھا۔ اور کس کے متعلق آپ کو یقین تھا کہ وہ آپکے بعد خلیفہ ہوگا۔

ان الفاظ میں آپ نے دراصل اپنے بیٹے کو تلقین کی۔ تا وہ اس موقعہ پر صحیح راستہ اختیار کرے۔ چنانچہ اُس سعید فرزند نے اس اشارے کو خوب سمجھا۔ اور اس پر عمل کیا

ہم اور ہمارے آثار قدیمہ

(جناب مولانا "سالم" صاحب کی قلم سے)

بے شک مشہور ضرب المثل ہے ہر کہ آمد عمارتِ نو ساخت"، مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ وہی قومیں ہمیشہ زندہ رہتیں اور خلعت دوام پاتی ہیں۔ جو اپنی تاریخی روایات حسیہ و ردحیہ کے تحفظ کا پورا پورا انتظام کرتی ہیں۔ ورنہ اگر صرف "عمارت نو ساخت" ہی کے مقولہ پر عمل درآمد رہے تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ کوئی تعمیری پروگرام سرے نہ چڑھے۔ آباؤ اجداد بنائیں ہم ڈھائیں پھر ہم بنائیں۔ ہمارے پوتے پڑپوتے سب کچھ پیوند زمین کردیں۔ ایسی ہی قومیں ہیں جن پر کالتی نقضت غزلہا انکاثاً کی مثال سو فیصدی چسپاں ہوتی ہے۔ عقل و دانش کا تقاضا ہے کہ اپنے آثار قدیمہ کی پوری پوری نگہداشت اور حفاظت کی جائے۔ ہاں! ساتھ ہی ساتھ آثار جدیدہ کی بنا ڈالتے رہنا زندگی کی علامت ہے۔ الغرض دونوں چیزیں یعنی آثار قدیمہ و آثار جدیدہ پہلو بہ پہلو اور متوازی چلتے ہیں۔ اور کوئی زندہ قوم ان ہر دو آثار میں سے کسی کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔ کیونکہ آباؤ اجداد کے بنا کردہ آثار قدیمہ کے کھنڈرات پر جدید عمارات تعمیر کرنے والے دشمنانِ سلف اور جدید تعمیری پروگرام سے بے اعتنائی برتنے والے ناخلف کہلاتے ہیں۔

ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ محض خیال آرائی یا افسانہ نویسی نہیں۔ بلکہ کھلی اور واضح اور نمایاں حقیقت ہے۔ وہ قومیں جو اپنے آثار قدیمہ کی تقویم سے بے اعتنائی برتتی رہیں مٹ گئیں اور آج ڈھونڈے سے بھی ان کا نشان نہیں ملتا۔ برعکس وہ قومیں جو دن رات اپنی پرانی یادگاروں کو تازہ رکھنے اور جدید یادگاروں کی بنا ڈالنے میں منہمک نظر آتی ہیں بچہ بچہ انھیں جانتا اور ان کی اقبال مندی و عزت نفس کا اعتراف کرتا ہے۔

ہم احمدی ہیں اور شجر احمدیت کی سرسبز شاخیں۔ یہی وجہ ہے کہ نہ دشمنانِ سلف بننا چاہتے ہیں۔ اور نہ ناخلف کہلانے کے لئے تیار ہیں۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ ہم نے اپنے آثار قدیمہ کی حفاظت کے لئے ابتک کیا کیا ہے؟ خدا کے فضل و کرم سے ہمارے ہاں آثار قدیمہ کی کمی نہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ اس لحاظ سے ہم بہت مالدار اور غنی ہیں۔ مزید برآں ہمارے آثار قدیمہ اس قدر قیمتی اور لاجواب ہیں کہ سارے جہان کی حکومتیں ان کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ پھر بھی ہمیں اپنی پرانی یادگاروں کے احیاء اور تقویم سے کوئی دلچسپی نہیں۔ شائد اس لئے کہ وہ چیزیں کسی نہ کسی صورت میں اب تک محفوظ ہیں لیکن تابہ کے۔ اگر ہم نے اپنی روش میں تبدیلی نہ کی تو ہمارے آثار قدیمہ کی بقا معلوم

شاید کوئی صاحب کمال سادگی سے کام لے کر کہہ دیں کہ گنوا ایئے اور بتایئے تو ہمارے آثار قدیمہ ہیں کیا؟

میں کہتا ہوں بے حد و بے عدد۔ ایک الحکم ہی کو لے لیں۔ کیا یہ ہمارے آثار قدیمہ کی جان نہیں؟ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے اپنا بازو قرار نہیں دیا؟ کیا اس نے واقعہ میں جری اللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پرشوکت بازو بن کر نہیں دکھایا؟ کیا اس نے تاریخ احمدیت میں نمایاں مقام حاصل نہیں کیا؟ کیا یہ ممکن ہے؟ کہ کوئی تاریخ نویس جو احمدیت کی تاریخ کی تدوین اپنے ذمہ لے الحکم کے ذکر کو نظر انداز کردے۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے؟ کہ الحکم نے سلسلہ احمدیہ کی عظیم الشان تاریخ کو اس طرح اپنے اندر جمع کر لیا ہے کہ اس کے ذکر کے بغیر اس کی تاریخ کا مواد غیر مکمل اور ناقص رہے گا۔

غرض کہاں تک بیان کیا جائے۔ تمام احمدی حضرات اس اخبار سے متعلق ہیں اور اس کی حفاظت و صیانت کے ذمہ دار اور اس امر کے حقدار کہ جس طرح چاہیں اس کے بقاء و قیام کی صورت پیدا کریں۔ البتہ جو حق انھیں نہیں وہ یہ ہے کہ اسے سسکتا ہوا۔ دم توڑتا ہوا۔ اور جاں بلب دیکھیں۔ مگر اس کے منہ میں پانی تک چوانے کے روادار نہ ہوں۔ الحکم کیا ہے؟ تاریخ احمدیت کا درخشندہ ستارہ! پھر کیا وجہ ہے کہ اس کے غروب سے قوم بے تاب نہیں ہو جاتی؟ اور کیا باعث ہے کہ اس کی دائمی درخشانی کا اہتمام نہیں کیا جاتا؟

ہم احمدی ہیں یعنی ایک زندہ قوم! اور ہماری زندگی بہت حد تک الحکم کی مرہون منت ہے۔ حیاتِ احمدیت کا کوئی اہم لمحہ الحکم کے ذکر سے بے نیاز نہیں ہو سکتا پس ہمارا فرض ہے کہ اس کی پائندگی اور دائمی زندگی کے لئے کمربستہ ہوں۔

کیا آپ کے کانوں میں الحکم کی یہ آواز کبھی نہیں پہنچی؟ ؏

"مجھ سے میر ذکر بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے"

میں نے تو بارہا سنا ہے۔

"سالم"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے صحابہ کے درمیان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کے دست مبارک کا لکھا ہوا ایک
مکتوب گرامی

حضرت خان بہادر
مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم

حضرت امیرالمومنین اور آپ کے دونوں برادران کی صغر سنی کی تصویر

مرزا رشید احمد صاحب
جو حضرت مسیح موعود کے
پوتے ہیں

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب
مدرسہ احمدیہ کے ہیڈ ماسٹر کی
حیثیت میں مع مولوی عبدالرحمان
صاحب و مولوی احمد بخش صاحب

حضرت نواب محمد علی خان صاحب
رئیس اعظم مالیر کوٹلہ

حضرت امیر المومنین کی سیرت و سوانح

اُن کی اپنی زبان و قلم سے

نوشتہ حضرت عرفانی کبیر

تمہیدی نوٹ یُوں تو مجھے ہمیشہ سے یہ خیال تھا۔ کہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٗ العزیز کی سوانح اور سیرت بھی لکھوں اور عزیز مکرم شیخ محمود احمد عرفانی نے بھی اپنے پہلے قیام مصر میں اپنے آقا کی سوانح عمری لکھ کر مجھے بھیجدی تھی۔ لیکن ۱۹۳۱ء کے اواخر میں حضرت مولوی شیر علی صاحب نے کسی تحریک پر مجھے حضرت کی سوانح لکھنے کے لئے تحریک کی۔ اس سے میرے پہلے عزم میں اور تقویت ہو گئی۔ اپریل ۱۹۳۲ء میں مجھے اپنے ذاتی کام کے سلسلہ میں سکندر آباد دکن آنا پڑا۔ اور غیر متوقع طور پر میرا یہ قیام لمبا ہو گیا۔ اس وقت اور کوئی شغل زیر نظر نہ تھا۔ میں نے چاہا۔ کہ حیاتِ محمود اور سیرت محمود کو لکھوں۔ مگر افسوس ہے۔ اس کے لئے مجھے جس مسودہ کی ضرورت تھی۔ وہ مجھے یہاں میسر نہ آیا۔ البتہ مطالعہ کتب کے سلسلہ میں میری توجہ ایک خاص امر کی طرف خود بخود مبذول ہو گئی۔ کہ جب تک میں اپنی مجوزہ صورت میں حیاتِ محمود کو مرتب کروں۔ یہ بہتر ہے کہ حضرت کے سوانح حیات آپ ہی کے الفاظ میں جمع کر دوں۔ اور یہ ایک رنگ میں اس مکمل حیاتِ محمود کے لئے بطور دیباچہ اور اساس کے ہو گی۔ دوسرے

چیزے از خود بگو کہ رنگین تر آید

کا مصداق ہو گی۔ یہ تالیف کبھی بھی میرے زیر نظر نہ تھی۔ لیکن یکایک طبیعت کا اس طرف متوجہ ہو جانا میں یقین کرتا ہوں کہ ایک خدائی تحریک ہے۔

میں نے اس تالیف میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٗ العزیز کے حالات کو آپ ہی کے الفاظ میں دیدیا ہے۔ کسی کسی مقام پر جہاں اپنی طبیعت کو کسی نوٹ کے لکھنے میں بے قابو پایا اپنا نوٹ بھی دیدیا ہے۔ اس سے مقصد صرف مزید صراحت ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٗ العزیز کا اپنا بیان اپنے سوانح کے اظہار میں ایسا صاف سلیس اور خالی از تکلف و بناوٹ ہے۔ کہ ہر شخص جو اپنے پہلو میں قلب سلیم رکھتا ہے۔ اس کو پڑھ کر یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا۔ کہ یہ شخص سعادت اور نیکی کے اس اعلےٰ مقام پر کھڑا ہے۔ جس کا تصور بھی ہر شخص نہیں کر سکتا۔ اور فی الواقعہ خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ سے اسے اسی طرح ممسوح کیا ہے۔ جیسا کہ اس کی پیدائش سے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بشارت دی گئی تھی میں اپنی خوش بختی پر نازاں ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے سب سے پہلے اس کی توفیق دی۔ کہ میں آپ کی حیاتِ طیبہ کے ان اوراق کی اشاعت کرتا ہوں۔ والحمد اللہ علیٰ ذالک۔

عرفانی

سنہ پیدائش و بیعت ۱۸۸۹ء میں میں پیدا ہوا ۱۸۹۸ء میں میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ گو بوجہ احمدیت کی پیدائش کے میں پیدائش سے ہی احمدی تھا۔ مگر

یہ بیعت گویا میرے احساس قلبی کے دریا کے اندر حرکت پیدا کرنیکی علامت تھی

احکام اسلامی کی طرف تحریک ۱۹۰۰ء کا قابلِ یادگار سال ۱۹۰۰ء میرے قلب کو اسلامی احکام کی طرف توجہ دلانے کا موجب ہوا ہے۔ اس وقت میں گیارہ سال کا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے کوئی شخص چھینٹ کی قسم کے کپڑے کا ایک جُبّہ لایا تھا۔ (یہ جُبّہ جامہ زرد کا تھا۔ عرفانی) میں نے آپ سے وہ جُبّہ لے لیا تھا۔ کسی اور خیال سے نہیں بلکہ اس لئے کہ اس کا رنگ اور اس کے نقش مجھے پسند تھے۔ میں اسے پہن نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ اس کے دامن میرے پاؤں سے نیچے لٹکتے رہتے تھے۔ جب میں گیارہ سال کا ہوا اور ۱۹۰۰ء نے دنیا میں قدم رکھا۔ تو میرے دل میں یہ خیال پیدا

خدا تعالیٰ پر ایمان کیونکر پیدا ہوا ہوا۔ کہ میں خدا تعالےٰ پر کیوں ایمان لاتا ہوں۔ اس کے وجود کا کیا ثبوت ہے۔ میں دیر تک رات کے وقت اس مسئلہ پر سوچتا رہا۔ آخر دس گیارہ بجے میرے دل نے فیصلہ کیا۔ کہ ہاں ایک خدا ہے۔ وہ گھڑی میرے لئے کیسی خوشی کی گھڑی تھی۔ جس طرح ایک بچہ کو اس کی ماں مل جائے تو اسے خوشی ہوتی ہے اسی طرح مجھے خوشی تھی۔ کہ میرا پیدا کرنے والا مجھے مل گیا۔ سماعی ایمان علمی ایمان سے تبدیل ہو گیا۔ میں اپنے جامہ میں پھُولا نہیں سماتا تھا۔

اِس حالت کی دعا میں نے اس وقت اللہ تعالےٰ سے دعا کی اور ایک عرصہ تک کرتا رہا۔ کہ خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق کبھی شک پیدا نہ ہو۔ اس وقت میں گیارہ سال کا تھا۔ آج (۱۹۲۴ء عرفانی) میں پینتیس سال کا ہوں۔ مگر آج بھی

اس دعا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں

میں آج بھی یہی کہتا ہوں۔ خدایا تیری ذات کے متعلق مجھے کبھی شک پیدا نہ ہو۔ ہاں اس وقت میں بچہ تھا۔ اب مجھے زاید تجربہ ہے اب میں اس میں اسقدر زیادتی کرتا ہوں کہ

خدایا مجھے تیری ذات کے متعلق حق الیقین پیدا ہو

نماز کے متعلق گیارہ سالہ زندگی میں عزم جب میرے دل میں خیالات کی وہ موجیں پیدا ہونی شروع ہوئیں۔ جن کا میں نے اُوپر ذکر کیا ہے۔ تو ایک دن ضحیٰ کے وقت یا اشراق کے وقت میں نے وضو کیا اور وہ جُبّہ اس وجہ سے نہیں کہ خوبصورت ہے بلکہ اس وجہ سے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ہے اور متبرک ہے۔ یہ پہلا احساس میرے دل میں خدا تعالےٰ کے فرستادہ کے مقدس ہونے کا تھا پہن لیا۔

تب میں نے اس کوٹھڑی کا جس میں میں رہتا تھا دروازہ بند کر لیا اور ایک کپڑا بچھا کر نماز پڑھنی شروع کی اور میں اس میں خوب رویا۔ خوب رویا۔ خوب رویا اور اقرار کیا کہ

اب نماز کبھی نہیں چھوڑوں گا

اس گیارہ سال کی عمر میں مجھ میں کیسا عزم تھا۔ اس اقرار کے بعد میں نے کبھی نماز نہیں چھوڑی گو اس نماز کے بعد کئی سال بچپن کے زمانہ کے ابھی باقی تھے۔ میرا وہ عزم میرے آج کے ارادوں کو شرماتا ہے۔

رونے کا نامعلوم باعث مجھے نہیں معلوم میں کیوں رویا۔ فلسفی کہے گا۔ اعصابی کمزوری کا نتیجہ تھا۔ مذہبی کہے گا۔ تقویٰ کا جذبہ تھا۔ مگر میں جس سے یہ واقعہ گذرا کہتا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں میں کیوں رویا؟ ہاں یہ یاد ہے کہ اس وقت میں اس امر کا اقرار کرتا تھا۔ کہ پھر کبھی نماز نہیں چھوڑوں گا۔ اور وہ رونا کیسا بابرکت ہوا۔ وہ افسردگی کیسی راحت بن گئی۔ جب اس کا خیال کرتا ہوں تو سمجھتا ہوں۔ کہ وہ آنسو ہسٹریا کے دورہ کا نتیجہ نہ تھے۔ پھر وہ کیا تھے؟ میرا خیال ہے۔ وہ شمس روحانی کی گرم کر دینے والی کرنوں کا گرایا ہوا پسینہ تھے۔ وہ مسیح موعود کے کسی فقرہ یا کسی نظر کا نتیجہ تھے۔ اگر یہ نہیں۔ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ پھر وہ کیا تھے؟

نوٹ از خاکسار عرفانی: حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٗ العزیز نے اپنی زندگی کے تغیرات کی یہ ایک مختصر سی کیفیت بیان کی ہے۔ ان تغیرات پر جب ایک شخص خالی الذہن ہو کر غور کرتا ہے۔ تو اسے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس ہستی کی تربیت میں کسی انسان کا ہاتھ کام نہیں کرتا۔ بلکہ خود الملک القدوس خدا تعالےٰ اپنے نہاں در نہاں ہاتھ کو نمایاں کر رہا ہے۔ آپ نے خدا تعالےٰ کے وجود پر خیالی یا رسمی طور پر ایمان نہیں رکھا۔ بلکہ گیارہ سال کی عمر کا بچہ اپنے حجرہ میں بیٹھا ہوا اپنے نفس سے سوال کر رہا ہے اور سرسری طور پر نہیں رات کے بہت بڑے حصہ تک وہ اسی فکر میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے۔ اور جب تک خدا تعالےٰ کی ہستی کے متعلق ایک مسرت بخش اور لذیذ ایمان پیدا نہیں ہو جاتا۔ وہ اسے ترک نہیں کرتا۔ یہ تفصیل نہ خود اُنہوں نے بیان کی ہے اور نہ اس وقت اس کی حقیقت پر تفصیل سے کچھ لکھا جا سکتا ہے مگر یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کی ہستی کے متعلق آپ کے معصوم دل و دماغ میں رات کی ان سنسان گھڑیوں میں ایک عجیب مباحثہ کی کیفیت رہی اور بالآخر قلب میں اس حقیقت کا یقین بٹھا دیا گیا کہ خدا ہے۔ واقعات کی نوعیت بتاتی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ہی وہ تحریک پیدا کی اور آپ ہی اس کی رہنمائی کر کے اپنی ذات اور ہستی کے متعلق ایک

بصیرت افروز ایمان پیدا کر دیا

نہ صرف یہ کہ اسی وقت آپ کے قلب میں دعا کی کیفیت پیدا کر دی اور آپ نے وہ عظیم الشان دعا کی۔ جس نے ہمیشہ کے لئے شک و شبہات کی تاریکی کو دُور کر دیا۔

میرا مقصد اس وقت آپ کی سیرت یا سوانح پر کوئی تفصیلی یا تشریحی تبصرہ کرنا نہیں بلکہ صرف ایک قسم کی تحریک پڑھنے والوں کو غور کے لئے کرنا ہے۔

گیارہ برس کے بچے کے یہ تاثرات طبعی نہیں ہو سکتے۔ جب تک خدا تعالےٰ کی تجلی اس پر نہ ہو۔ اس لئے اس رازِ سربستہ پر جانے کے لئے میں قارئین کرام کو کہوں گا۔ کہ وہ پسر موعود کی پیشگوئی کو پڑھیں۔

اس میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اسکے سر پر ہو گا۔ اس پیشگوئی اور پسر موعود کے متعلق مختلف تحریروں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نے خدا سے وحی پاکر جو تصریحات فرمائی ہیں۔ وہ مومن کے ازدیادِ ایمان کا زبردست ذریعہ ہیں۔ خدا تعالےٰ نے خود اسے اولوالعزم بھی ٹھیرایا ہے۔ اور آپ کی زندگی کا یہ واقعہ اور آپ کے سب سے پہلے عزم کا واقعہ ایک حیرت انگیز اثر اور کیفیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ گیارہ سال کے بچہ کے وہم میں بھی اس پیشگوئی کا کوئی اثر نہ تھا۔ مگر اس وقت وہ ایک عزمِ صمیم کرتا ہے۔ اور پینتیس سال بعد بھی اس عزم کی عظمت اس کے دل میں ہے۔ دوسری بات جو قابلِ غور ہے وہ یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے اپنی ہستی کے دلائل خود آپ کو سمجھائے اور ایسے رنگ میں کہ خود ستائی کی معرفت ایک بصیرت کے ساتھ آپ کو حاصل ہو گئی۔ اس بات کا ثبوت کہ خدا تعالےٰ ہی نے آپ یہ علم و معرفت آپ کو عطا کی۔ اس تقریر کے پڑھنے سے ہوتا ہے۔ جو آپ نے سالانہ جلسہ سنہ ۱۹۱۳ء میں پر خدا تعالےٰ کی ہستی کے متعلق فرمائی۔ اس سے پہلے آپ نے خدا تعالےٰ کی ہستی پر ایک مضمون بھی شائع کیا تھا۔ مگر دراصل وہ ایک بنیادی چیز تھی۔ جس پر وہ شاندار قصر تیار کر دیا گیا۔ جو سالانہ جلسہ کی تقریر میں موجود ہے۔ اس تقریر کو اس بیان کے ساتھ ملا کر پڑھنا چاہیئے۔ تب صاف معلوم ہو گا۔ کہ وہ انسانی دماغ کا مجرد نتیجہ نہیں بلکہ یہ وہ علم ہے جو

خدا تعالےٰ کی رحمت نے بطور بیج کے گیارہ سال کی عمر میں بخشا اور پھر اس پر وسعت دی

ابن لقمان قرآن کریم میں اولوالعزم محمود ہے

۴ مارچ سنہ ۱۹۱۳ء کو عصر کی نماز کے بعد آپ نے سورۃ لقمان کے دوسرے رکوع پر درس دیا اور فرمایا۔

یہ رکوع میری زندگی سے خاص تعلق رکھتا ہے۔ سب سے پہلی تقریر[1] جو میں نے عام مجلس میں کی۔ اسی رکوع کو پڑھ کر اسی مسجد (مسجد اقصیٰ) میں کی تھی۔ اب مسجد وسیع ہو گئی ہے۔ اور اس کی پہلی

[1] حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے یہ تقریر سنہ ۱۹۰۶ء کے سالانہ جلسہ پر مسجد اقصیٰ میں فرمائی تھی۔ اس تقریر کو اخبار الحکم میں تمام و کمال شائع کیا گیا تھا۔ مکرمی قاضی اکمل صاحب نے اس پر اپنے تاثرات کا جو اظہار کیا تھا۔ وہ الحکم ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا یہ واقعہ ہے۔ اور یہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی پہلی پبلک تقریر تھی۔ میں قاضی صاحب کے تاثرات کو یہاں دینا اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ ان کو پڑھ کر ایک حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے۔ اور جو لوگ اس تقریر میں نہ تھے۔ وہ اس کیفیت کو الفاظ کے قالب میں محسوس کر سکیں گے۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں:۔

برج نبوت کا روشن ستارہ درجِ رسالت کا درخشندہ گوہر محمود سلمہ ربہ الودود شرک پر تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوا۔ میں ان کی تقریر ایک خاص توجہ سے سنتا رہا۔ کیا بتاؤں فصاحت کا ایک سیلاب تھا جو اپنے پورے زور سے بہہ رہا تھا۔ واقعی اتنی چھوٹی سی عمر میں خیالات کی پختگی اعجاز سے کم نہیں۔ میرے خیال میں یہ بھی حضور علیہ السلام کی صداقت کا ایک نشان ہے۔ اور اسی سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ کہ مسیحیت آپ کی تربیت کا جوہر کس درجہ کمال پر پہنچا ہوا ہے۔ آپ نے روحانی کمالات پر عجیب طرز سے بحث کی۔ اور بتایا کہ انسان جب نماز کو قائم کر لیتا اور شرک سے بکلی مجتنب ہو جاتا ہے تو اسے مامور کیا جاتا ہے اور وہ لوگوں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا ہے۔ اس وقت اس کی نہایت سخت مخالفت کی جاتی ہے۔ مگر ارشاد ہوتا ہے۔ کہ صبر و استقامت سے کام لے کیونکہ اولوالعزموں کے یہی کام ہیں۔ پھر صبر کے بعد ایسا زمانہ آتا ہے جبکہ خلائق کا رجوع اس کی طرف ہوتا ہے۔ تو ایسی حالت میں یہ حکم دیا گیا۔ ولا تصعّر خدک للناس الآیۃ (الحکم ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۰۷ء)

اس وقت نہ تو بولنے والے کو اور نہ ان تاثرات کے مظہر کو معلوم تھا۔ کہ آٹھ سال کے بعد یہی اولوالعزم ان آیات کا مصداق ثابت ہو گا اور سولہ برس بعد وہ یہ دعویٰ کرے گا۔ کہ [4]

شکل نہیں رہی۔ لیکن اس وقت میں جہاں کھڑا ہوں۔ عین اس کے سامنے کے دروازہ میں کھڑے ہو کر میں نے تقریر کی تھی۔ اگرچہ اب علم میں بہت ترقی ہو گئی ہے۔ حالات اور افکار میں بہت تغیر ہو گیا ہے۔ لیکن اب بھی اس تقریر کو پڑھ کر حیران ہو جاتا ہوں کہ

وہ باتیں کس طرح میرے منہ سے نکلیں

اور اگر اب بھی وہ باتیں بیان کروں تو یہی سمجھوں گا۔ کہ خدا تعالےٰ نے اپنے خاص فضل سے سمجھائی ہیں۔

پہلی تقریر کے وقت کیا حالت تھی

اس وقت مجھ پر ایسی حالت تھی۔ کہ چھوٹی عمر (جو کہ ۱۷ سال کی تھی) کی وجہ سے اور مجمع عام میں پہلی دفعہ بولنے کی وجہ سے میرے اعصاب پر ایسا اثر پڑا ہوا تھا۔ کہ مجھے لوگوں کے چہرے نظر نہ آتے تھے۔ اندھیرا سا معلوم ہوتا تھا اور مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ بعد میں اخبار میں میں نے تقریر پڑھی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ میں نے کیا کہا تھا۔

یہ رکوع تبلیغ کے لئے رہنما ہوا اور موجودہ عہدِ زندگی کی تعبیر ثابت ہوا

یہ رکوع میرے لئے تبلیغ اسلام کرنے میں بیج کا کام دے گیا۔ اور میں نے اس سے بڑا فایدہ اُٹھایا۔ یہ تو اس وقت کا ذکر ہے لیکن اس حالت میں بھی (یہ عہدِ خلافت خود ہے عرفانی) اس رکوع کا مجھ سے خاص تعلق ہے۔ قرآن کریم قصہ کہانیوں کی کتاب نہیں۔ تاریخ کی کتاب نہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ تک پہنچنے کا راستہ بتانے والی کتاب ہے۔ اس لئے جو بات بھی اس میں بیان کی گئی ہے۔ وہ قصہ کے طور پر باتاریخی لحاظ سے نہیں بیان کی گئی۔ بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ اسی رنگ کی بات بعد میں واقع ہو گی۔ دیکھو حضرت یوسفؑ کا جو واقعہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے۔ اس کی یہ غرض نہیں۔ کہ حضرت یوسفؑ کے واقعہ کو تاریخی طور پر دوہرایا جائے۔ بلکہ یہ ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آئے گا اور وہ بھی لاتثریب علیکم الیوم

پس قرآن کریم میں جو واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ وہ اسی لئے بیان کئے گئے ہیں۔ کہ وہ بعد میں بھی ہونے والے ہیں۔ اس رکوع میں ایک لقمان کا ذکر ہے۔ وہ لقمان کون ہے؟ اگر کوئی غور و فکر سے کام لے۔ اور سباق و سیاق کو دیکھے تو معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ یہ لقمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ پھر یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس لقمان کا ایک بیٹا ہو گا۔ اور اس کو مشکلات پیش آئیں گی۔ اور اس رکوع میں اس کو کامیابی کے گُر بتائے گئے ہیں"۔ اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا ہے۔ جو ہمارے درمیان ہے۔ متعنا اللہ بطول حیاتہٖ اس کی زندگی کی تفسیر واقعات کی روشنی میں سنہ ۱۹۱۴ء کے بعد سے پڑھو تو صاف سمجھ میں آجاتا ہے۔ کہ یہی وہ اولوالعزم ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں اسی کی طرف اشارہ کیا۔ اور حضرت مسیح موعود پر جو کلام اس کے متعلق نازل فرمایا۔ اس میں اس کا نام اولوالعزم رکھا۔ توحید کا سبق بھی ایک خاص معنی رکھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وحی پر خذ التوحید یا ابناء الفارس پر غور کرنے سے اور بھی لطف آتا ہے۔ اور حضرت خلیفہ ثانی کی ایک رویا شرک سے بچنے کے لئے خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔ جسے میں اپنی جگہ پر درج کروں گا۔ آپ کے عہدِ خلافت کی مشکلات کے حل کی بھی کلید ہے۔

[4] یہ رکوع میری زندگی سے خاص تعلق رکھتا ہے اور سنہ ۱۹۱۴ء کے بعد جو سلسلہ واقعات کا شروع ہوتا ہے وہ سورۃ لقمان کے اسی رکوع کی واقعاتی رنگ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی زندگی کا مرقع ہے۔ (عرفانی)

تشحیذ الاذہان کا اجرا

سنہ ۱۹۰۶ء میں رسالہ تشحیذ الاذہان جاری کیا۔ یہ رسالہ دراصل اس انجمن کا جو اسی نام سے آپ نے قائم کی تھی آرگن تھا۔ اور یہ نام خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھا تھا۔ اس رسالہ کے پہلے نمبر میں آپ نے ۱۴ صفحہ کا ایک بے نظیر انٹروڈکشن لکھا۔ اُس وقت آپ کی عمر ۱۷ سال سے کچھ زائد تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام زندہ تھے۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے اس مضمون کو پڑھ کر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ اور مبارکباد دی۔ خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کو خصوصیت سے اس کے پڑھنے کی ہدایت کی مولوی محمد علی صاحب نے ریویو میں اس پر ریویو کیا۔ اور مضمون کا آخری حصہ درج کر کے اُنہوں نے خود حضرت اولوالعزم کے وجود کو بطور صداقت سلسلہ پیش کیا ہے۔ اور لکھا۔ کہ اس وقت صاحبزادہ کی عمر اٹھارہ انیس سال کی ہے۔ (سترہ سے کچھ زائد عرفانی) اور تمام دنیا جانتی ہے۔ کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور اُمنگیں کیا ہوتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں۔ تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور آزادی کا خیال ان لوگوں کے دلوں میں ہو گا۔ مگر دین کی یہ ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا یہ جوش جو اُوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ایک خارق عادت بات ہے۔ صرف اس موقعہ پر نہیں۔ بلکہ میں نے دیکھا ہے۔ کہ ہر موقعہ پر یہ دلی جوش ان کا ظاہر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابھی میر محمد اسحاق کے نکاح کی تقریب پر چند اشعار اُنہوں نے لکھے تو ان میں یہی دعا ہے کہ اے خدا تو ان دونوں اور ان کی اولاد کو خادمِ دین بنا

دین کے کاموں اور سلسلہ کی ضروریات میں دلچسپی کا آغاز کیونکر ہوا

اس (سنہ ۱۹۰۹ء لکھا ہے ۱۹۰۵ء آیا ہے) سال کے متعلق غلط فہمی ہوئی ہے) سنہ ۱۹۰۵ء میں جو تغیرات آپ کی زندگی میں ہوئے یہ ان کا بیان ہے۔ اس لئے کہ حضرت مخدوم الملۃ مولانا عبدالکریم رضی اللہ عنہ سنہ ۱۹۰۵ء میں بیمار ہوئے تھے۔ واقعات کا سلسلہ خود بتا رہا ہے۔ کہ سنہ ۱۹۰۵ء ہے۔ سہواً آپ نے سنہ ۱۹۰۶ء لکھا۔ عرفانی) مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم بیمار ہوئے۔ میری عمر سترہ سال کی تھی (غالباً ۱۶ سال عرفانی) اور ابھی کھیل کود کا زمانہ تھا۔ مولوی صاحب بیمار تھے اور ہم سارا دن کھیل کود میں مشغول رہتے تھے۔ ایک دفعہ یخنی لے کر میں مولوی صاحب کے لئے گیا تھا۔ اس کے سوا یاد نہیں کہ کبھی پوچھنے بھی گیا ہوں۔ (یہ آپ کی صداقت اور راستبازی کی ایک بہت ہی واضح مثال ہے۔ آپ نہایت سادگی اور بغیر کسی قسم کے تکلف اور تصنع کے واقعات بیان کر رہے ہیں۔ عرفانی)

اس زمانہ کے خیالات کے مطابق یقین کرتا تھا۔ کہ مولوی صاحب فوت نہیں ہو سکتے۔ وہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد فوت ہونگے۔ مولوی عبدالکریم صاحب کی طبیعت تیز تھی۔ ایک دو سبق ان کے پاس الف لیلہ کے پڑھے پھر چھوڑ دیئے۔ اس سے زائد ان سے تعلق نہ تھا۔

حضرت مسیح موعود کا دایاں اور بایاں فرشتہ

ہاں ان دنوں میں یہ بحثیں[1] خوب ہؤا کرتی تھیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دایاں فرشتہ کونسا ہے

[1] یہ بحثیں دو حصوں میں منقسم تھیں۔ ایک تو وہی جو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے فرمایا۔ خاکسار عرفانی بھی اس مقابلہ میں نورالدینی تھا۔ لیکن ایک اور موازنہ بایاں فرشتہ کے متعلق تھا۔ بعض حضرات مولوی عبدالکریم صاحب کو بایاں فرشتہ سمجھتے تھے اور بعض حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب کو۔ یہ جماعت بھی ایک خاص رنگ رکھتی تھی۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی زندگی میں تو پلہ بھاری انہیں کا تھا۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد یہ خیال مولوی محمد احسن صاحب کی طرف اضطرار ہو گیا۔ عرفانی

اور بایاں کونسا۔ بعض کہتے مولوی عبدالکریم صاحب دائیں ہیں۔ بعض حضرت اوستاذی المکرم خلیفہ اول کی نسبت کہتے۔ کہ وہ دائیں فرشتے ہیں۔ علموں اور کاموں کا موازنہ کرنے کی اُس وقت طاقت نہ تھی۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں۔ کہ اس محبت کی وجہ سے جو حضرت خلیفہ اول مجھ سے کیا کرتے تھے۔ میں نور الدینوں میں سے تھا۔ ہم نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی دریافت کیا۔ اور آپ نے ہمارے خیال کی تصدیق کی۔

مولوی صاحب کی وفات آپ کی زندگی میں تغیر عظیم کا باعث ہو گئی

غرض مولوی عبدالکریم صاحب سے کوئی زیادہ تعلق مجھے نہیں تھا۔ سوائے اس کے کہ میں ان کے پُرزور خطبوں کا مدّاح تھا۔ اور ان کی محبت اور ان کی محبّ مسیح موعودؑ کا معتقد تھا۔ مگر جونہی آپ کی وفات کی خبر میں نے سُنی۔ میری حالت میں ایک تغیّر پیدا ہوگیا۔ وہ آواز ایک بجلی تھی۔ جو میرے جسم کے اندر سے گذر گئی۔ جس وقت میں نے آپ کی وفات کی خبر سُنی۔ مجھ میں برداشت کی طاقت نہ رہی۔ دوڑ کر اپنے کمرہ میں گھُس گیا اور دروازہ بند کر لیا۔ پھر ایک بے جان لاش کی طرح چارپائی پر گر گیا۔ اور میری آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ وہ آنسو نہ تھے۔ ایک دریا تھا۔ دنیا کی بے ثباتی مولوی صاحب کی محبتِ مسیح اور خدمتِ مسیح کے نظارے آنکھوں کے سامنے پھرتے تھے۔ دل میں بار بار خیال آتا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود کے کاموں میں یہ بہت سا ہاتھ بٹاتے تھے۔ اب آپ کو بہت تکلیف ہوگی۔ اور پھر خیالات پر ایک پردہ پڑ جاتا تھا۔ اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہنے لگتا تھا۔ اس دن نہ میں کھانا کھا سکا۔ نہ میرے آنسو تھمے۔ حتیّٰ کہ میری لااُبالی طبیعت کو دیکھتے ہوئے میری اس حالت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی تعجب ہوا۔ اور آپ نے حیرت سے فرمایا۔ کہ

محمود کو کیا ہو گیا ہے۔ اس کو تو مولوی صاحب سے کوئی ایسا تعلق نہ تھا۔ یہ تو بیمار ہو جائیگا

زندگی کا نیا دَور

خیر مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات نے میری زندگی کے ایک نئے دَور کو شروع کیا۔ اسی دن سے میری طبیعت میں دین کے کاموں اور سلسلہ کی ضروریات میں دلچسپی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ اور وہ بیج بڑھتا ہی چلا گیا۔ سچ یہی ہے۔ کہ کوئی دنیاوی سبب حضرت اوستاذی المکرم مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی زندگی اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات سے زیادہ میری زندگی میں تغیّر پیدا کرنے کا موجب نہیں ہوا۔ مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات پر مجھے یوں معلوم ہوا۔ کہ گویا ان کی رُوح مجھ پر آپڑی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال اور آپ کی لاش کے سامنے اولوالعزم کا عہد

۱۹۰۸ء کا ذکر میرے لئے تکلیف دہ ہے وہ میری کیا سب احمدیوں کی زندگی میں ایک نئے دَور کے شروع کرنے کا موجب ہوا۔ اس سال وہ ہستی جو ہمارے بے جان جسموں کے لئے بمنزلہ روح کے تھی۔ اور ہماری بے نور آنکھوں کے لئے بمنزلہ روشنی کے تھی ہم سے جدا ہوگئی۔ یہ جدائی نہ تھی۔ ایک قیامت تھی۔ پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ اور آسمان اپنی جگہ سے ہِل گیا۔ اللہ تعالےٰ گواہ ہے۔ اس وقت نہ روٹی کا خیال تھا نہ کپڑے کا۔ صرف ایک خیال تھا۔ کہ اگر ساری دنیا بھی مسیح موعود علیہ السلام کو چھوڑ دے۔ تو میں نہیں چھوڑوں گا۔ اور پھر اس سلسلہ کو دنیا میں قائم کروں گا۔ میں نہیں جانتا۔ میں نے کس حد تک اس عہد کو نباہا ہے۔ مگر میری نیت ہمیشہ یہی رہی ہے۔ کہ اس عہد کے مطابق میرے کام ہوں"

میں یہ خدا تعالےٰ کا خاص فضل سمجھتا ہوں۔ کہ اس نے ایک موقعہ پر میرے دل میں ایک خاص بات ڈالی تھی۔ اور اس سے مجھے بڑا فائدہ ہوا ہے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہوئے۔ تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا۔ کہ اب لوگ آپ پر طرح طرح کے اعتراض کریں گے۔ اور بڑے زور کی مخالفت شروع ہو جائے گی۔ اس وقت سب سے

پہلا کام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سرہانے کھڑے ہو کر جو کیا وہ یہ عہد تھا۔ کہ

اگر سارے لوگ بھی آپ کو چھوڑ دینگے اور میں اکیلا رہ جاؤنگا۔ تو میں اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کرونگا۔ اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہیں کروں گا۔

حاشیہ از عرفانی

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے اس عہد کی عظمت اور اس عہد کے پُورا کرنے کے لئے آپ کی عظیم الشان قربانی اور عزم کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں۔ خصوصاً جب ان حالات اور واقعات کو پیشِ نظر رکھا جاوے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے وقت گردوپیش تھے۔ مختلف قسم کی مخالفتوں کا زور تھا۔ اور بعض پیشگوئیوں پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ لاہور ہی میں وہاں کے ایک ناپاک گروہ نے جو طوفانِ بے تمیزی برپا کیا۔ اس کے تصوّر سے بھی آج تکلیف ہوتی ہے۔ ان حالات میں ۱۹ برس کا ایک نوجوان ہاں مسیح موعود علیہ السلام کا بیٹا اپنے باپ کی لاش کے سامنے کھڑا ہو کر خدا تعالےٰ سے ایک عہد کرتا ہے۔ وہ عہد اس کے دل کی کوئی لہر یا رَو نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے خود اس خیال کو اس کے دل میں ڈالا۔ گویا خدا تعالےٰ نے آپ کو جس عظیم الشان کام کے لئے پیدا کیا تھا۔ آج اُس کا آغاز ہو رہا تھا۔ اور وہ خدا کے ہاتھ پر ایک نیا عہد باندھ رہا تھا۔ اس عہد اس اولوالعزم نے کس طرح پورا کیا۔ یہ آج (۱۹۳۲ء تک) ۱۸ برس کی طویل داستان ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں تبلیغ واشاعت سلسلہ کا کوئی خاص انتظام اور صیغہ نہ تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ ہی اس کام میں شب و روز مصروف رہتے۔ اور مختلف کتابوں کی تصنیف اور اشتہارات کی اشاعت آپ کرتے تھے۔ سلسلہ کی اشاعت کے لئے الحکم و بدر اور ریویو آف ریلیجنز اخبارات اور ماہواری رسالہ بھی تھا۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے عہد میں بھی کوئی خاص محکمہ اس مقصد کے لئے قائم نہ ہوا۔ صدر انجمن کے اغراض و مقاصد میں اشاعت اسلام ایک ضمیمہ تھا۔ بعض مقامات پر کوئی جلسہ ہو جاتا۔ کسی مولوی صاحب کو بھیج دیا جاتا۔ لیکن سلسلہ کا نظام عملی طور پر اسی اولوالعزم نے قائم کیا۔ اور ایسی حالت میں کہ آپ کی مخالفت میں ایک خطرناک طوفان برپا کر دیا گیا تھا۔ خود جماعت کے اندر ایک فتنہ پیدا ہوا۔ اور وہ چند آدمی جو صدر انجمن کے کاموں میں دخیل اور با اثر تھے۔ وہ مخالفت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کی مخالفت معمولی مخالفت نہ تھی۔ اس نے جماعت میں ایک زلزلہ پیدا کر دیا۔ اور اس زلزلہ کے وقت صدر انجمن کی مالی حالت یہ تھی۔ کہ خزانہ میں چند آنے تھے۔ لیکن اس اولوالعزم نے اس مخالفت کی پرواہ نہ کی۔ اور اپنے عہد پر قائم رہا۔ اور تبلیغ سلسلہ کا وہ نظام قائم کیا کہ آج اس کی نظیر نہیں ملتی۔ عین اس حالت میں کہ جماعت میں فتنہ پیدا ہو گیا تھا۔ اور عالمگیر جنگ کے آغاز کی وجہ سے عام حالات میں بھی پریشانی اور دہشت پیدا ہو گئی تھی۔ آپ نے لنڈن مشن کو مستقل طور پر قائم کر دیا۔ اور پھر یہ سلسلہ تبلیغ تمام دنیا میں پھیل گیا۔ انگلستان۔ افریقہ۔ امریکہ۔ مصر۔ شام میں مبلغین بھیجدیئے گئے۔ سماٹرا۔ جاوا میں دار التبلیغ قائم ہو گئے۔ اور نہایت سرعت کے ساتھ یہ سلسلہ بڑھ رہا ہے۔ سلسلہ کے نظام کو مضبوط کرنے کے لئے مختلف نظارتیں قائم کر دیں۔ جن میں ایک مستقل نظارت دعوت و تبلیغ کی بڑی قوت کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ اور اس نظارت نے تبلیغی نظام کو آپ کی ہدایات کے ماتحت نہ صرف مضبوط کیا۔ بلکہ ایسا وسیع کر دیا ہے۔ کہ دشمنوں کو بھی اعتراف ہے۔

حضرت خلیفہ اوّل کی زندگی میں خلافت کی پیشکش اور مومنانہ جواب

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی قسم کے بعد ضرورت نہیں رہتی۔ کہ اس سوال پر مزید روشنی ڈالی جائے کہ آپ کو کبھی خواہش خلافت نہ تھی۔ لیکن چونکہ بعض واقعات کا آپ کی زندگی سے تعلق ہے۔ اور وہ خلافت کے سلسلہ میں پیش آئے۔ اور آپ نے ان کو بیان کیا ہے۔ اس لئے ان کو ترک نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی علالت کے ابتدائی ایّام میں جبکہ کچھ دن آپ کی حالت نازک ہو گئی تھی۔ ایک واقعہ پیش آگیا۔ جس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نہ صرف یہ کہ آپ کو کبھی اسکی خواہش نہ تھی۔ آپ کی ایمانی غیرت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے اخلاقی جرأت کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"۱۹۱۰ء کے آخری مہینوں میں حضرت خلیفۃ المسیح گھوڑے سے گر گئے۔ اور کچھ دن آپ کی حالت بہت نازک ہو گئی۔ حتیٰ کہ آپ نے مرزا یعقوب بیگ صاحب سے جو اس وقت آپ کے معالج تھے دریافت کیا کہ میں موت سے نہیں گھبراتا۔ آپ بے دھڑک طبّی طور پر بتا دیں۔ کہ اگر میری حالت نازک ہے۔ تو میں کچھ ہدایات وغیرہ لکھوا دوں۔ مگر چونکہ یہ لوگ حضرت مولوی صاحب کا ہدایات لکھوانا اپنے لئے مضر سمجھتے تھے آپ کو کہا گیا کہ حالت خراب نہیں ہے۔ اور اگر ایسا وقت ہوا۔ تو وہ خود بتا دیں گے۔ مگر وہاں سے نکلتے ہی ایک مشورہ کیا گیا۔ اور دوپہر کے وقت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب میرے پاس آئے۔ کہ ایک مشورہ کرنا ہے۔ آپ ذرا مولوی محمد علی صاحب کے مکان پر تشریف لے چلیں میرے نانا صاحب جناب میر ناصر نواب صاحب کو بھی وہاں بلوایا گیا تھا جب میں وہاں پہنچا۔ تو مولوی محمد علی صاحب۔ خواجہ صاحب۔ مولوی صدر الدین صاحب اور ایک یا دو آدمی وہاں پہلے سے موجود تھے۔ خواجہ صاحب نے ذکر شروع کیا۔ کہ آپ کو اس لئے بلوایا ہے۔ کہ حضرت مولوی صاحب کی طبیعت بہت بیمار اور کمزور ہے۔ ہم لوگ یہاں ٹھہر تو سکتے نہیں لاہور واپس جانا ہمارے لئے ضروری ہے۔ پس اس وقت دوپہر کو جو آپ کو تکلیف دی ہے۔ تو اس سے ہماری غرض یہ ہے۔ کہ کوئی ایسی بات طے ہو جائے کہ فتنہ نہ ہو۔ اور ہم لوگ آپ کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ ہم میں سے کسی کو خلافت کی خواہش نہیں ہے۔ کم سے کم میں اپنی نسبت تو کہہ سکتا ہوں۔ کہ مجھے خلافت کی خواہش نہیں ہے۔ اور مولوی محمد علی صاحب بھی آپ کو یقین دلاتے ہیں۔ اس پر مولوی محمد علی صاحب بولے کہ مجھے بھی ہرگز خواہش نہیں۔ (اگر خواہش نہیں تھی۔ تو پھر اس قسم کی تجویزوں کی کیا ضرورت تھی؟ عرفانی) اس کے بعد خواجہ صاحب نے کہا کہ ہم بھی آپ کے سوا خلافت کے قابل کسی کو نہیں دیکھتے۔ (پھر انکار کرنے کی کیوں جرأت کی؟ دیقولون بالسنتہم۔ عرفانی) اور ہم نے اس امر کا فیصلہ کر لیا ہے۔ لیکن آپ ایک بات کریں۔ کہ خلافت کا فیصلہ اس وقت تک نہ ہونے دیں۔ جب تک ہم لاہور سے نہ آجاویں (چودھری ہو ہوئے؟ عرفانی) ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص جلد بازی کرے اور پیچھے فساد ہو۔ (یہ جلد بازی کرنے والا کون شخص تھا؟ اندر چھُپا ہوا ایک مرض ہے جو نام لینے نہیں دیتا۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ پچھر ز عرفانی کو بدنام کرنے کا منصوبہ تھا۔ جو شروع خلافت اوّل سے کیا جا رہا تھا کوئی ان بھلے مانسوں سے پوچھتا کہ صاحب آپ نے خلافت کا فیصلہ کر لیا۔ کہ آپ کو خواہش نہیں۔ اور حضرت محمود کے سوا اور کوئی قابل نہیں۔ پھر بفرض محال اگر تمہاری غیر حاضری میں وہی خلیفہ منتخب ہو جائیں۔ تو فساد کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ جبکہ تمہاری منشا اور فیصلہ کے موافق ہو۔ مگر یہ سب چالاکیاں اور منصوبہ بازیاں تھیں اور خدا تعالےٰ نے ان مکاید کو انہیں پر اُلٹ دیا۔ عرفانی) ہمارا انتظار ضرور کر لیا جاوے۔ میر صاحب نے تو یہ جواب دیا۔ کہ ہاں جماعت میں فساد کے

مٹانے کے لئے ضرور تجویز کرنی چاہیئے۔ مگر
میں نے اس وقت کی ذمہ داری کو محسوس کرلیا۔ اور صحابہ کا طریق میرے سامنے آگیا۔ کہ ایک خلیفہ کی موجودگی میں دوسرے کے متعلق تجویز خواہ وہ اس کی وفات کے بعد کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ ناجائز ہے۔ پس میں نے ان کو یہ جواب دیا۔ کہ ایک خلیفہ کی زندگی میں اس کے جانشین کے متعلق تعین کردانی اور فیصلہ کردینا کہ اسکے بعد فلاں شخص خلیفہ ہو گناہ ہے۔ میں تو اس امر میں کلام کرنے کو ہی گناہ سمجھتا ہوں۔ (صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷ آئینہ صداقت)

حضرت امیر المنین کی قبولیت دعا کے مشاہدات

(ازجناب چودھری عبدالقادر صاحب صحابی حضرت مسیح موعود ؑ و کرسی نشین ساکن سجووال ضلع ہوشیارپور۔ حال امرتسر کوٹھی میاں عطاءاللہ صاحب پلیڈر وکورٹ آکشنیر)

پہلا نشان کہ ۱۸-۱۹۱۷ء میں جبکہ جنگ عظیم ہورہی تھی۔ خاکسار بصرہ اور بغداد میں تھا۔ ہر وقت جان خطرے میں تھی۔ بعض دفعہ نہایت ہی سخت اور خطرناک مقامات پر خاکسار کو جانا پڑا۔ جہاں سے ظاہری اسباب کے لحاظ سے زندہ واپس آنے کی کوئی اُمید نہ تھی۔ گولیاں میرے سر کے اوپر سے گزرتی تھیں۔ خاکسار حضرت امیرالمومنین کی خدمت میں دعا کے لئے لکھتا رہا۔ جناب مولانا عبدالرحیم صاحب نیرؔ کے ہاتھ سے لکھے ہوئے حضور پر نور کی طرف سے تسلّی بخش جواب جاتے رہے۔ حضور پر نور کی دعائوں کا نمایاں معجزہ یہ ہوا کہ خاکسار زندہ سلامت مظفر و منصور بعض تمغے حاصل کرکے وطن کو واپس لوٹا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک ؎

وہیں کرامت ہیں کہ از آتش بروں آمد سلیم

دوسرا نشان یہ کہ ۳۲-۱۹۳۱ء میں مجھے سرکار کی طرف سے ایک مربع ملا تھا۔ اس کو میں نے نصف نصف اپنے بھائی مسمی عطار محمد اور اپنے لڑکے مسمی سلیمان کے نام کروادیا تھا۔ چونکہ شروع سے ہی مربعوں کے ملنے کے متعلق حضرت امیرالمومنین سے خاکسار دعائیں کرواتا رہتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے جلدی بعد ایک مربع کی بجائے دو مربعے مل گئے۔ ایک سالم میرے بھائی کے نام ہوگیا۔ اور دوسرا سالم میرے لڑکے کے نام۔ یہ دوسرا معجزہ خدا تعالےٰ نے حضور پر نور کی قبولیت دعا کا ہمیں دکھلایا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

تیسرا نشان یہ کہ ۳۸-۱۹۳۷ء میں ہمارے گاؤں میں ایک عورت مسماۃ انوکھی لاولد فوت ہوگئی تھی۔ جس ڈھیری میں اس کی زمین تھی۔ ڈھیری والے یہ چاہتے تھے کہ اس کی زمین ہماری ڈھیری میں شامل ہو۔ چنانچہ شروع میں افسران مال نے وہ زمین ڈھیری والوں ہی کو دیدی تھی۔ لیکن اس پر میں نے دعویٰ کیا کہ وہ زمین شاملات دہ میں شامل ہونی چاہیئے۔ حضرت امیرالمومنین سے لگاتار دعائیں کرواتا رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میری خواہش کے مطابق زمین مذکورہ شاملات دہ میں شامل ہوگئی۔ یہ تیسرا معجزہ حضور پر نور کی دعاؤں کی قبولیت کا ہم نے دیکھا فالحمد للہ علی ذالک۔

مبارکباد بتقریب سعید خلافت جوبلی

یہ نظم جناب محترم قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل نے میرزا عبدالحمید صاحب کی بچی امۃ الرشید سلمہا اللہ کے لیے تحریر فرمائی

مُبارک اے جماعت احمدی ہو — مُبارک یہ خلافت جوبلی ہو
بڑھے آتے ہیں زائر ہر طرف سے — کہ جوں ارضِ حرم تیری گلی ہو
مسرت کی ہوائیں چل رہی ہیں — شگفتہ اس چمن کی ہر کلی ہو
خدا کی نُصرتیں ہیں شامل حال — بلاشک آپ اللہ کے ولی ہو
فرشتوں سے بھی پوشیدہ ہی جو راز — وہ قلبِ مطمئن پر منجلی ہو
دیا ہے بہرہ وافی خدا نے — وہ الہام خفی ہو یا جلی ہو
اُتر سکتی نہیں دینی ہے کیا زیب — قبا جو فضلِ ربّانی سے لی ہو
پکار اُٹھے ہیں ہندو بھی کہ لاریب — مجسّم قدرت حق با ہمہ بلی ہو
مقدّر تھا کہ لکھا اسمِ محمود — مساجد پر بہ عنوان جلی ہو
ہر اک ہے بستۂ فتراکِ احمد — عرب کے دیس کا۔ یا۔ کابلی ہو
وہ حق ہے احمدیہ سلسلے کا — جو نعمت خاص جنّت سے چلی ہو
دُعا ہے اے قدیر و حیّ و قیوم — کہ پھر پچاس سالہ جوبلی ہو

کہیں سب یک زباں ہوکر کہ۔ پُوری
رشیدہ کی تمنّاءِ دلی ہو!

نوشتہ حضرت عرفانی کبیر

۲۶ر دسمبر ۱۹۱۹ء بر تقریب جلسہ سالانہ فرمایا:۔

مجھے یاد ہے قادیان میں ایک دفعہ پشاور سے ایک مہمان آیا اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود (علیہ السلام) مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے تھے اور مہمان آپ سے ملتے تھے۔ اور جیسا کہ میں نے سُنا ہے نبیوں سے ان کے متبعین کو خاص محبّت اور اخلاص ہوتا ہے اُن انہیں نبی کو دیکھ کر اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ اور وہ کسی اور بات کی پروا ہی نہیں کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے مفتی محمدؐ صادق صاحب کی روایت ہے۔ جلسہ کے ایّام میں ایک دفعہ جب حضرت صاحب باہر نکلے۔ تو آپ کے ارد گرد بڑا ہجوم ہو گیا۔ اس ہجوم میں ایک شخص نے حضرت صاحب سے مصافحہ کیا۔ اور ہجوم سے باہر نکل کر اپنے ساتھی سے پوچھا۔ کہ تم نے مصافحہ کیا ہے یا نہیں؟ اس نے کہا۔ اتنی بھیڑ میں کہاں جگہ مِل سکتی ہے۔ اس نے کہا جس طرح ہو سکے مصافحہ کر خواہ تمہارے بدن کی ہڈی ہڈی کیوں نہ جدا ہو جاوے۔ یہ موقعے روز روز نہیں ملا کرتے۔ چنانچہ وہ گیا اور مصافحہ کیا۔

غرض نبی کو دیکھ کر ایک خاص قسم کا جوش انسان کے دل میں موجزن ہوتا ہے اور وہ جوش اتنا وسیع ہوتا ہے کہ نبی کے خدمتگاروں کو دیکھ کر بھی اُبل پڑتا ہے۔

جب حضرت مسیح موعودؑ نماز کے بعد مسجد میں بیٹھتے تو لوگ آپ کے قریب بیٹھنے کے لئے دوڑ پڑتے۔ گو اس وقت تھوڑے ہی لوگ ہوتے تھے تاہم ہر ایک یہی چاہتا تھا۔ کہ میں سب سے قریب بیٹھوں۔ اس شخص کے مقدر میں چونکہ ابتلا تھا۔ اس لئے اسے خیال نہ آیا۔ کہ میں کس کی مجلس میں آیا ہوں۔ اس نے سنتیں پڑھنی شروع کیں۔ اور اتنی لمبی کر دیں کہ پہلے تو کچھ عرصہ لوگ انتظار کرتے رہے۔ مگر جب انتظار کرنے والوں نے دیکھا۔ کہ دوسرے لوگ ہم سے آگے بڑھتے جاتے ہیں۔ اور قریب قریب کی جگہ حاصل کر رہے ہیں۔ تو وہ بھی جلدی سے آگے بڑھ کر حضرت کے پاس جا بیٹھے۔ مگر ان کے جلدی سے گذرنے سے کسی کی کہنی اسے لگ گئی۔ اس پر وہ ناراض ہو کر کہنے لگا۔ اچھا نبی اور مسیح موعود ہے۔ کہ اس کی مجلس کے لوگ نماز پڑھنے والوں کو ٹھوکریں مارتے ہیں۔ اتنی سی بات پر وہ مرتد ہو کر چلا گیا۔ گویا جو چیز ایمان کی ترقی کا باعث ہے اور اب بھی ہو سکتی ہے۔ وہ اس کے لئے ٹھوکر کا موجب ہو گئی اور اس کی مثال اس جماعت کی سی ہو گئی۔ جس کے متعلق خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ

جب روشنی ہوئی تو ان کا نور جاتا رہا

فرمایا:۔ *

حضرت صاحب کے زمانے میں ایک شخص آیا اور آکر کہنے لگا کہ مجھے کبھی محمدؐ کہا جاتا ہے کبھی عیسےٰؑ۔ کبھی موسےٰؑ۔ کبھی ابراہیمؑ اور میں کبھی عرش پر چلا جاتا ہوں۔ حضرت صاحب نے کہا۔ جب تمہیں موسےٰ کہا جاتا ہے تو حضرت موسےٰ جیسا معجزہ بھی دیا جاتا ہے۔ اس نے کہا۔ نہیں؟ آپ نے فرمایا۔ جب عیسےٰ کہا جاتا ہے تو تمہیں عیسےٰ والے نشان بھی دیئے جاتے ہیں؟ کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جب محمدؐ کہا جاتا ہے تو محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی طاقتیں بھی دی جاتی ہیں؟ کہا نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ جب عرش پر جاتے ہو تو کیا جلالی نشان بھی دیئے جاتے ہیں؟ کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جو شخص کسی کو کہتا ہے لے اور جب وہ لینے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے تو کچھ نہیں دیتا۔ کیا اس کے اس فعل سے معلوم نہیں ہوتا۔ کہ اس سے ہنسی کی جا رہی ہے۔ یا اس کی آزمائش کر رہا ہے۔ اس طرح تم سے یہ استہزا کیا جا رہا ہے جو تمہارے گناہوں کی وجہ سے ہے۔ تم بہت توبہ کرو۔

حضرت صاحب کی وفات سے پہلے ایّام کا ذکر ہے۔ کہ ملک مبارک علی صاحب تاجر لاہور روز شام کو اس مکان پر آ جاتے جس میں حضرت صاحب ٹھیرے ہوئے تھے۔ اور جب حضرت صاحبؑ باہر سیر کو جاتے تو وہ اپنی بگھی میں بیٹھ کر ساتھ ہو جاتے تھے۔ مجھے حضرت صاحب نے سیر کے لئے ایک گھوڑی منگوا دی تھی۔ میں بھی اس پر سوار ہو کر جایا کرتا تھا۔ اور سواری کی سڑک پر گاڑی کے ساتھ ساتھ گھوڑی دوڑاتا چلا جاتا تھا۔ اور باتیں بھی کرتا جاتا تھا لیکن جس رات کو حضرت صاحب کی بیماری میں ترقی ہو کر دوسرے دن آپ نے فوت ہونا تھا۔ میری طبیعت پر کچھ بوجھ سا معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے میں گھوڑی پر سوار نہ ہوا۔ ملک صاحب نے کہا۔ میری گاڑی میں آ جاویں۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ لیکن بیٹھتے ہی میرا دل افسردگی کے ایک گہرے گڑھے میں گر گیا۔ اور یہ مصرعہ میری زبان پر جاری ہو گیا۔

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو

ملک صاحب نے مجھے اپنی باتیں سُنائیں۔ میں کسی ایک آدھ بات کا جواب دے دیتا تو پھر اسی خیال میں مشغول ہو جاتا۔ رات کو ہی حضرت صاحب کی بیماری یکدم ترقی کر گئی۔ اور صبح آپ فوت ہو گئے۔ یہ بھی ایک تقدیرِ خاص تھی۔ جس نے مجھے وقت سے پہلے اس ناقابلِ برداشت صدمہ کے برداشت کرنے کے لئے تیار کر دیا

نوٹ از عرفانی ۔ یہ عجیب بات ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد صاحب مکرم کا انتقال ہونے کو آیا تو اس سے قبل اللہ تعالےٰ نے ان پر وحی نازل کر کے اس آنے والے واقعہ سے آگاہ کر دیا۔ اور ایک بشارت دے کر آپ کے دل کو قوی کر دیا۔ ٹھیک اسی طرح پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات سے پہلے حضرت اولوالعزم کی زبان پر الہامی مصرعہ

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہو

جاری کر کے ایک آنے والے واقعہ کی اطلاع دیدی۔ اور آپ کو قوّت برداشت کا اس سے پتہ ملتا ہے۔ کہ آپ نے وفات مسیح موعود علیہ السلام پر صبر و حوصلہ کا وہ نمونہ دکھایا۔ کہ آپ کے جنازے پر کھڑے ہو کر وہ عظیم الشان عہد کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بدظنی کرنے والے

وہ لوگ جو ہم سے [illegible] ہو گئے ہیں۔ ان میں اپنے بھائیوں پر بدظنی کرنے کی عادت تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حضرت صاحب کی نسبت کہہ گذرے۔ کہ آپ جماعت کا روپیہ اپنے ذاتی مصارف پر خرچ کر لیتے ہیں۔ حضرت صاحب کو آخری وقت میں یہ بات معلوم ہو گئی تھی۔ اور آپ نے مجھے فرمایا کہ یہ لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ لنگر کے لئے جو روپیہ آتا ہے۔ اسے میں اپنے ذاتی مصارف میں خرچ کر لیتا ہوں۔ مگر ان کو معلوم نہیں۔ لوگ جو میرے لئے نذروں کا روپیہ لاتے ہیں۔ میں تو اس میں سے بھی لنگر کے لئے خرچ کرتا ہوں"

چنانچہ میں آپ کے منی آرڈر لایا کرتا تھا۔ اور مجھے خوب معلوم ہے کہ لنگر کا روپیہ بہت تھوڑا آیا کرتا تھا۔ اور اتنا تھوڑا آیا کرتا تھا کہ اس سے خرچ نہ چل سکتا تھا۔

حضرت صاحب نے مجھے فرمایا تھا۔ کہ اگر میں لنگر کا انتظام ان لوگوں کے سپرد کر دوں تو یہ کبھی اس کے اخراجات کو پورا نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اب تک اس بدظنی کا خمیازہ بھگتا جا رہا ہے۔ کہ لنگر کا فنڈ ہمیشہ مقروض رہتا ہے۔

میری بیماری کا فکر شفقتِ پدری کا ایک واقعہ

فرمایا۔ ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب کے مکان پہ (لاہور عرفانی) اس سفر میں کہ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہوئے۔ ایک دفعہ ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب کسی ہندو پنشنر سشن جج کی آمد کی خبر دینے کو آئے۔ جو بغرض ملاقات آئے تھے۔ آپؑ نے اس وقت ان سے کہا۔ کہ میں بھی بیمار ہوں۔ مگر محمود بھی بیمار ہے مجھے اس کی بیماری کا زیادہ فکر ہے۔ آپ اس کا توجہ سے علاج کریں (ملائکۃ اللہ ص۶۹)

حضرت مسیح موعود اور خدا تعالیٰ پر ایمان

فرمایا۔ میں نے حضرت صاحب کا لکھا ہوا ایک نوٹ دیکھا تھا۔ اور اسے چھپوا دیا ہے۔ اس میں آپ لکھتے ہیں۔ کہ لوگ کہتے ہیں تو خدا کو چھوڑ دے۔ مگر میں کس طرح چھوڑ سکتا ہوں؟ جبکہ سب سوئے ہوتے ہیں۔ خدا مجھے آکر جگاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ تمہیں کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ بتاؤ ایسے خدا کو میں کیونکر چھوڑ سکتا ہوں۔ (ص۶۹)

شیر خدا کے سامنے ایک مسمرائزر

لاہور کے ایک ہندو کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتابیں بھیجا کرتے تھے۔ اس سے احمدیوں نے پوچھا۔ کہ تمہیں کتابیں کیوں بھیجتے ہیں۔ اس نے بتایا مجھے آپ سے بہت عقیدت ہے۔ جس کی بنا ایک واقعہ پر ہے میں علم مسمریزم کا بڑا ماہر ہوں۔ میں اگر کسی پر عمل کروں تو وہ ایسا زیرِ اثر ہو جاتا ہے۔ کہ میں جو چاہوں اس سے کام کراؤں مجھے ایک برات کے ساتھ قادیان کے قریب ایک گاؤں میں جانا پڑا شرارت جو سوجھی تو میں نے خیال کیا۔ کہ قادیان جاکر مرزا صاحب پر توجہ ڈالنی چاہیئے۔ تاکہ وہ مریدوں کے سامنے ہی ایسی حرکات

شروع کردیں۔ جن سے ان کی خفت ہو۔ اس نے مسجد مبارک کا نقشہ بیان کیا۔ اور بتایا کہ جب میں گیا تو مرزا صاحب شہ نشین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ذرا پیچھے بیٹھ کر توجہ ڈالنی شروع کی۔ مگر ایسا معلوم ہوا کہ وہ بھی مقابلہ کر رہے ہیں۔ پھر میں نے اور زیادہ توجہ کی۔ مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ آخر میں نے سارا زور لگانا شروع کیا۔ اور سمجھا کہ اب ضرور میں آپ کو زیر کر لوں گا۔ لیکن عین اس وقت مجھے ایسا معلوم ہوا کہ آپ کے

دائیں بائیں دو شیر ہیں

جو مجھ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں ایسا گھبرایا کہ مجھے یہ بھی خیال نہ رہا۔ یہاں شیر کہاں آسکتے ہیں۔ اور فوراً اُٹھ کر بھاگا حتیٰ کہ جوتیاں بھی نہ پہن سکا۔ اور ہاتھ ہی میں لے کر بھاگ نکلا۔ میرے جانے کے بعد مرزا صاحب کو خیال آیا۔ تو آپ نے کہا۔ کہ کون یہاں سے اُٹھ کر گیا ہے۔ اسے بُلا لاؤ۔ چنانچہ دو تین آدمی میرے پیچھے میرے لینے کو آئے۔ لیکن میں نے انہیں یہی جواب دیا کہ اس وقت میرے حواس بجا نہیں۔ پھر کبھی حاضر ہوں گا۔ اور فوراً چلا آیا۔ وہ شخص اکونٹنٹ تھا۔ لاہور جاکر اس نے سارا واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خود لکھا اور ساتھ لکھا۔ مجھے یقین ہو گیا۔ **آپ اللہ تعالےٰ کی حفاظت میں ہیں**۔ میں اگرچہ ہندو ہوں۔ لیکن آپ کو اللہ تعالےٰ کا اوتار مانتا ہوں۔ آپ اپنی تصانیف مجھے عنایت کریں۔ (الفضل ۳۰ر جولائی ۳۰ء ص۸)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا آخری سالانہ جلسہ

مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا آخری جلسہ یاد ہے۔ میں سیر میں ساتھ تو نہیں تھا۔ مگر جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سیر سے واپس گھر آئے۔ تو فرمایا۔ اب تو جلسہ پر اتنے آدمی آتے ہیں۔ کہ آئندہ جلسہ پر سیر کے لئے **جانا بالکل مشکل ہو جائے گا**۔ (یہ فقرہ گویا پیشگوئی ہو گیا۔ اور آپؑ اسی جلسہ پر اللہ کے حضور چلے گئے۔ عرفانی) آج ہم تھوڑی دُور گئے تھے مگر اس قدر غبار اُٹھا کہ آگے جانا مشکل ہو گیا۔ اس وقت اندازہ کیا گیا تو سات سو آدمی جلسے پر آئے تھے۔ یعنی اس وقت جتنے اس مسجد میں بیٹھے ہیں۔ ان سے بھی کم اِس جلسہ پر تھے۔ اس سال کے جلسے کی تقریریں تو مجھے یاد نہیں۔ اتنا یاد ہے۔ کہ اس مسجد کے صحن میں جو قبر ہے۔ اس سے ورے مسجد کے فرش کی منڈیر تھی۔ اس وقت مسجد کا صحن موجودہ صحن سے بہت چھوٹا تھا۔ اس پر لوگ بیٹھے تھے۔ اور مسجد کے درمیانے در میں کرسی پر بیٹھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقریر فرمائی تھی۔ ہم اس منڈیر پر بیٹھے تھے اور اس وقت کی مسجد بالکل پُر تھی۔ اور تمام احباب اس ذوق شوق سے لبریز تھے۔ کہ خدا تعالےٰ کی پیشگوئیوں کے ماتحت اب جماعت بہت پھیل گئی ہے۔ (۲۸ر نومبر ۳۰ء مندرجہ ۴ر دسمبر ۳۰ء ص۵)

غفلت پر ندامت کا اظہار روحانی ترقی کا موجب ہوتا ہے

فرمایا:- حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت معاویہ کا واقعہ سُنایا کرتے تھے۔ کہ ایک بار وہ جاگ نہ سکے اور صبح کی نماز ان کی قضا ہو گئی۔ اس پر وہ تمام دن روتے رہے۔ اگلی رات اُنہوں نے کشف میں دیکھا کہ کوئی شخص انہیں جگا رہا ہے۔ کہ اُٹھو نماز پڑھو۔ اُنہوں نے اس سے پُوچھا۔ تو کون ہے؟ اس نے کہا میں ابلیس ہوں۔ آپ نے کہا کہ ابلیس کا نماز کے لئے جگانے سے کیا تعلق اس نے کہا۔ کہ کل مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔ جس کے لئے اب تک پچھتا رہا ہوں۔ کل تمہاری نماز جاتی رہی اور تم سارا دن روتے رہے اس پر خدا تعالےٰ نے کہا۔ اس کے صدمہ کو دُور کرنے کے لئے اسے سو نماز کا ثواب دے دیا جائے۔ میری غرض تو ثواب سے محروم رکھنا تھی۔ مگر تمہیں سوگنا زیادہ مل گیا۔ اس لئے میں آج جگا رہا ہوں تاکہ ایسا نہ ہو کہ آج بھی سو رہو اور پھر سوگنا ثواب حاصل کرلو۔

حضرت مسیح موعود کی فقاہت

فرمایا اسلامی مسائل کی بنیاد تفقہ پر ہے۔ ان کے اندر باریک حکمتیں ہوتی ہیں۔ اور جب تک ان کو نہ سمجھا جاوے۔ انسان دھوکہ کھاکر بعض دفعہ گمراہی کی طرف نکل جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ کسی مجلس میں بیان فرمایا۔ کہ انسان اگر تقویٰ سے کام لے تو چاہے سو شادیاں کرلے۔ یہ بات سلسلہ کے اخباروں میں سے ایک میں شائع ہوئی۔ جس پر یہ چرچا شروع ہو گیا۔ کہ معلوم ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذہب یہی ہے کہ **چار کی حد نہیں**۔ شادیاں کوئی جتنی چاہے کرلے۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے اس بحث اور جھگڑے کو جو باہر ہوتا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچایا۔ اور پوچھا۔ اس سے آپ کا کیا مطلب تھا۔ آپ نے فرمایا۔ میرا یہ مطلب تھا۔ کہ اگر ایک بیوی مر جائے یا کسی وجہ سے طلاق دی جائے۔ تو انسان اس کی بجائے اور شادی کرسکتا ہے اس طرح خواہ سو شادیاں کرلے۔ اس سے آپ نے اس خیال کی تردید فرمائی۔ جو بعض مذاہب نے پیش کیا ہے۔ کہ عمر بھر دوسری شادی نہ کرنی چاہئے۔ مجھے یاد ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کا اعتقاد ایک عرصہ تک یہی تھا کہ چار سے زیادہ شادیاں جائز نہیں۔ ان دنوں میں چونکہ چھوٹی سی جماعت تھی۔ اور دوست اکثر باہم ملتے تھے۔ ایسے مسائل پر بڑی لمبی بحثیں ہوتی رہتی تھیں۔ انہیں دنوں ایک زمانہ میں یہ مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ نے فرمایا چار بیویوں کی حد بندی شریعت سے ثابت نہیں۔ اور ابو داؤد کی ایک روایت بھی پیش کی۔ جس میں لکھا تھا کہ حضرت امام حسن رضؓ کے اٹھارہ یا انیس نکاح ہوئے۔ اسی مجلس میں کسی نے یہ بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ عقیدہ نہیں۔ اس پر حضرت خلیفہ اول رضؓ نے یہ خیال کیا۔ ممکن ہے۔ آپؑ کے پاس یہ معاملہ پوری طرح پیش نہ کیا گیا ہو۔ اس لئے کسی سے کہا۔ کہ یہ کتاب لے جاؤ۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ حوالہ دکھا آؤ۔ کتاب لانے والا راستہ میں مجھے بھی ملا۔ وہ بغل میں کتاب دبائے بڑے شوق سے جا رہا تھا۔ میں نے دریافت کیا۔ کیا بات ہے۔ اس نے بتایا۔ حضرت مولوی صاحب نے یہ حوالہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھانے کے لئے بھیجا ہے۔ میں بھی جواب کے شوق میں واپسی کا منتظر رہا۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا۔ میں نے دیکھا۔ جاتے وقت تو بہت خوش خوش گیا تھا۔ مگر واپس آتے وقت سر جھکائے آرہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ کیا بات ہے تو اس نے بتایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مولوی صاحب سے جاکر پُوچھو کہ کہاں لکھا ہے کہ **یہ ساری بیویاں ایک ہی وقت میں تھیں**
(۳۰ر جنوری ۳۱ء مندرجہ ۵ر فروری ۳۱ء)

سفر اور بیماری میں روزہ

فرمایا۔ مجھے خوب یاد ہے۔ غالباً مرزا یعقوب بیگ صاحب جو آجکل غیر مبائع ہیں۔ اور ان کے لیڈروں میں سے ہیں۔ ایک دفعہ باہر سے آئے۔ عصر کا وقت تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زور دیا۔ کہ روزہ کھول دیں اور فرمایا **سفر میں روزہ جائز نہیں**۔ اسی طرح ایک دفعہ بیماریوں کا ذکر ہوا۔ تو فرمایا۔ ہمارا یہی مذہب ہے۔ کہ **رخصتوں سے فائدہ اُٹھانا چاہئے**۔ دین سختی نہیں بلکہ آسانی سکھاتا ہے وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ بیمار اور مسافر اگر روزہ رکھ سکے تو رکھ لے۔ ہم اس کو درست نہیں سمجھتے۔ اس سلسلہ میں خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بیان کیا کہ سفر اور بیماری میں روزہ رکھنا آپ جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اور ان کے نزدیک ایسی حالت میں رکھا ہوا روزہ دوبارہ رکھنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سُنکر فرمایا۔ **ہاں ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے**۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں ایک شخص آیا اور آپ کو آتے ہی گالیاں دینے لگ گیا۔ اور جب خوب گالیاں دے چکا۔ اور بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا۔ تسلّی ہو گئی یا کچھ اور بھی باقی ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور تشریف لے گئے تھے۔ وہاں رستہ میں ایک شخص نے آپ کو دھکا دیدیا تھا۔ لوگ اس کو مارنے لگے۔ مگر آپ نے فرمایا۔ نہیں اسے کچھ نہ کہو۔ اس نے تو اپنے اخلاص سے ہی دھکا دیا ہے۔ وہ دراصل مدّعی نبوّت تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اس نے سمجھا ہے کہ ہم ظالم ہیں اور اس کا حق مار رہے ہیں۔ اس لئے اس نے دھکا دیدیا۔ پیغمبرا سنگھ۔ جو یہاں آیا کرتے تھے۔ ان کا وہ بھائی تھا وہ سُنایا کرتے تھے۔ کہ میرا بھائی بعد میں ساری عمر شرمندہ رہا۔ اور کہتا تھا۔ مجھ سے سخت غلطی ہوئی۔ کہ میں نے حضرت مرزا صاحب کو دھکا دیا **نوٹ از عرفانی**۔ میں نے اس واقعہ کو تفصیل کے ساتھ **شمائل و اخلاق** میں لکھدیا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے میں اس واقعہ کو دیکھنے والا ہوں۔ (عرفانی)

حضرت مسیح موعود اور تبلیغ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی تبلیغ سلسلہ کے لئے عجیب عجیب خیال آتے تھے۔ اور وہ رات دن اسی فکر میں رہتے تھے۔ کہ یہ پیغام دنیا کے ہر کونہ میں پہنچ جاوے۔ ایک مرتبہ آپ نے تجویز کی۔ کہ ہماری جماعت کا لباس ہی الگ ہو۔ تاکہ ہر شخص بجائے خود ایک تبلیغ ہو سکے۔ اور دوستوں کو ایک دوسرے کی ناواقفی میں شناخت آسان ہو۔ اس پر مختلف تجویزیں ہوتی رہیں۔

حضرت مسیح موعود اور ایک سکھ طالب علم

فرمایا۔ ایک دفعہ ایک سکھ طالب علم نے جو گورنمنٹ کالج میں پڑھتا تھا اور حضرت مسیح موعودؑ سے اخلاص رکھتا تھا۔ حضرت صاحب کو کہلا بھیجا۔ کہ پہلے مجھے خدا پر **یقین تھا**۔ مگر اب میرے دل میں اس کے متعلق شکوک پڑنے لگ گئے ہیں۔ **حضرت صاحب** نے اسے کہلا بھیجا۔ کہ جہاں تم کالج میں بیٹھتے ہو۔ اس جگہ کو بدل لو۔ چنانچہ اس نے جگہ بدل لی۔ اور پھر بتایا کہ اب کوئی شک نہیں پیدا ہوتا۔ جب یہ بات حضرت صاحب کو سنائی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ اس پر اس شخص کا اثر پڑ رہا تھا۔ جو اس کے پاس بیٹھتا تھا۔ اور وہ دہریہ تھا۔ جب جگہ بدل لی۔ تو اس کا اثر پڑنا بند ہو گیا۔ اور شکوک بھی نہ رہے۔ (ملائکۃ اللہ ص۸)

فرمایا:-
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ ہم نے دیکھا ہے۔ آپ کوئی مشورہ دیتے۔ تو بعض اوقات اس سے کسی کو اختلاف ہوتا۔ مگر اس کے یہ معنی نہ تھے۔ کہ آپ غلطی کرتے تھے۔ مگر بعض اوقات ہم نے دیکھا۔ کہ آپ اپنی رائے چھوڑ دیتے اور دوسروں کی قبول کر لیتے۔ مجھے خوب یاد ہے۔ کہ ایک مسئلہ کے متعلق آپ نے فرمایا۔ مجھے قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ اس پر مولوی محمد احسن صاحب نے کہا۔ ہاں حضور یہی درست ہے۔ اور یہی قرآن سے ثابت ہے۔ لیکن حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ پہلے فقہا نے ایسا نہیں لکھا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اچھا میں لوگوں کو ابتلا میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ جس طرح پہلے فقہا نے لکھا ہے۔ اسی طرح سمجھا جاوے۔ گو اب بھی مجھے خیال آتا ہے۔ کہ اگر تحقیقات کریں۔ تو ممکن ہے۔ اس مسئلہ میں بھی پہلے فقہا میں اختلاف نکل آئے۔ (۷ر فروری ۳۰ء ص۱۲)

دلبر کی محبت میں

عابد کو عبادت میں مزا آتا ہے
قاری کو تلاوت میں مزا آتا ہے
میں بندۂ عشق ہوں مجھے تو صاحب
دلبر کی محبت میں مزا آتا ہے

(امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ)

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایڈیٹر رسالہ تشحیذ الاذہان

یہ مضمون حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی سیرت طیبہ کے متعلق حضرت عرفانی کبیر نے ۱۹۱۲ء میں کشمیری میگزین رسالہ کے لئے لکھا تھا جس کی اشاعت سلسلہ کے لٹریچر میں نہیں ہوئی۔ اس لئے الحکم کے جوبلی نمبر میں اسے شائع کرتا ہوں۔ (محمود احمد عرفانی)

نام و نسب

مرزا بشیر الدین محمود احمد آپ کا نام ہے۔ اور پنجاب ہند میں آپ کا خاندان برلاس مغل خاندان کے نام سے مشہور ہے۔ جس کا ذکر سر لیپل گریفن نے پنجاب چیفس میں عزت کے ساتھ کیا ہے۔ یہ خاندان ہمیشہ اپنے اقران و امثال میں اپنی وجاہت و اعزاز ذاتی کے لئے دنیوی طور پر مشہور ہو رہا ہے۔ اور قادیان کا علاقہ جس میں ۸۴ گاؤں شامل تھے۔ آپ کے اجداد کی حکومت کے نیچے تھے سکھ گردی میں اس خاندان پر ابتلا آیا۔ اور آخر یہ حکمران خاندان اپنے حکومت کے ایام ختم کر کے پھر دنیا میں دینی حیثیت سے ممتاز ہوا۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اس عظیم الشان انسان کے فرزند ہیں۔ جو دنیا میں مرزا غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے نام سے آیا۔ اور بالآخر وہ مہدی مسیح موعود ہوا۔ چار لاکھ سے زیادہ انسانوں کی جماعت چھوڑ کر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو وفات پا گیا۔ اور اس وقت لاکھوں انسان اسے مسیح موعود و مہدی مرسل و نبی مانتے ہیں۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد کا نام اور کام مسیح موعود علیہ السلام کے نشانات صدق میں سے ایک نشان ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ کی تعلیم و تربیت حضرت مسیح موعود کی نگرانی میں تعلیم قرآن سے شروع ہوئی۔ ختم قرآن پر ایک مختصر سا اشتہار "محمود کی آمین" شائع ہوا۔ ایڈیٹر الحکم (جو ان حالات کا مرتب کنندہ ہے) شروع سے مرزا بشیر الدین محمود احمد کے حالات کا دیکھنے والا ہے۔ اور یہ بھی خدا کے فضل کی ایک بات ہے۔ کہ اسے یہ ناز اور فخر ہے۔ کہ اس مسیح موعود کے رسمی اساتذہ میں داخل ہونے کا اس کو بجا فخر ہے۔ ۱۸۹۸ء میں قادیان میں تعلیم الاسلام سکول کھلا۔ جس کے سب سے پہلے ہیڈ ماسٹر ہونے کا ایڈیٹر الحکم کو فخر ہے۔ اسی سلسلہ میں خود حضرت مسیح موعود نے آپ کی رسمی تعلیم کا کام میرے سپرد کیا۔ اس اثنا میں مرزا بشیر الدین محمود احمد کی نکتہ رس۔ غور کن طبیعت کو میں دیکھا کرتا۔ بہت کم بولتے تھے۔ جب بولتے تو منطقی سوالات بہت کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ خود حضرت مسیح موعود بھی آپ کو منطقی کہہ دیا کرتے۔ مدرسہ میں آپ نے انٹرنس تک تعلیم حاصل کی۔ مگر یونیورسٹی کے امتحان میں فیل ہو گئے۔ اور یہ فیل ہونا ہی آپ کے لئے دینی خدمت کا ایک زینہ تھا۔

حصول فن ایڈیٹری

کہتے ہیں شاعر پیدا ہوتے ہیں بنائے نہیں جاتے۔ اس طرح یہ کہنا بھی درست ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد جیسے فطرتی شاعر ہیں ویسے ہی فطرتی ایڈیٹر ہیں۔ انہوں نے کسی سے اس فن کو نہیں سیکھا۔ بلکہ قلم پر حکومت ان کو وراثتاً ملی ہے۔ جس طرح پر خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب آپ کے بڑے بھائی کو ملی ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد بہت ہی چھوٹے تھے۔ کوئی دس گیارہ سال کی عمر ہو گی۔ آپ نے ایک انجمن بنائی۔ اور ایک اشتہار دو شریر لڑکوں کی صحبت سے دوسرے لڑکوں کو اجتناب کرنے کا دیا۔ جو آپ کا پہلا اشتہار ہے۔ اس انجمن کا نام تشحیذ الاذہان رکھا گیا۔ خاکسار ایڈیٹر الحکم اس کا پہلا سیکرٹری تھا اب وہ انجمن قابل قدر انجمن ہے۔ جس کے ماتحت ایک بڑا کتب خانہ ہے، اور ماہوار رسالہ تشحیذ الاذہان جس کے ایڈیٹر کی حیثیت سے آپ کے حالات لکھے جا رہے ہیں۔ سات سال سے شائع ہو رہا ہے۔ اور نہایت کامیابی سے شائع ہو رہا ہے۔ یہ رسالہ پہلے سہ ماہی تھا۔ اب ماہواری چھپتا ہے۔ اشاعت ایک ہزار سے اوپر بیان کی جاتی ہے۔

مدرسہ سے نکل کر شغل

مدرسہ سے نکل کر آپ نے انجمن تشحیذ الاذہان اور اس کے رسالہ کی طرف پوری توجہ کی۔ اور مدرسہ کی انتظامی کمیٹی کے آپ ممبر مقرر ہوئے۔ چونکہ آپ کی طبیعت رسا واقع ہوئی تھی۔ اس لئے آپ کو شعر گوئی کا بھی شوق ہوا۔ اور ایک مختصر سا مشاعرہ کیا۔ مگر تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ بند کر دیا گیا۔ اب بھی آپ ضرورتاً نفع للدین کے لئے کبھی کبھی نظم لکھتے ہیں۔

اولوالعزمی کے کام

۱۹۰۵ء میں جب آپ کی عمر ۱۶ سال ہی کی تھی۔ ایک ضروری مسئلہ احمدی قوم کے سامنے پیش ہوا۔ اور وہ مدرسہ تعلیم الاسلام کی اصلاح کا مسئلہ تھا۔ حضرت مسیح موعود نے چاہا تھا۔ کہ ایسے لوگ مدرسہ تعلیم الاسلام سے نکلنے چاہئیں۔ جو دین کو دنیا پر مقدم کر کے اشاعت اسلام کا کام کریں۔ اس موقعہ کے لئے مدرسہ تعلیم الاسلام کی مجلس ناظم کے تمام ممبر بہ استثنائے حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب مدظلہ العالی وصاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب یہ چاہتے تھے۔ کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کو توڑ کر ایک نیا مدرسہ قائم کر دیا جائے۔ اسی رائے پر گویا کل تعلیم یافتہ نوجوان اور اہل الرائے لوگوں کا اتفاق ہو چکا تھا۔ اس حالت میں اکیلے صاحبزادہ محمود احمد صاحب تھے۔ جو مدرسہ تعلیم الاسلام کی بقا کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح کے ساتھ تھے۔ انہوں نے اس چھوٹی عمر میں مدرسہ کے قیام و بقا کے لئے جو زبردست اور سلجھی ہوئی رائیں دیں۔ ان کا نتیجہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مدرسہ تعلیم الاسلام ایک کامیاب ہائی سکول کی طرح چل رہا ہے۔ جس کے بورڈنگ ہاؤس پر ۶۰ ہزار کے قریب روپیہ خرچ ہو چکا ہے۔ اور مدرسہ میں ایک لاکھ خرچ ہونے والا ہے۔ گویا یہ بالکل درست ہے۔ کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کا زندہ رکھنے والا مرزا محمود ہے۔ حضرت مسیح موعود کا منشاء ایک دینی شاخ کے اجراء سے ہوا۔ تین سال تک وہ شاخ ادھوری سی چلتی رہی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد پہلے ہی سال اس شاخ کے متعلق اس سے بھی زیادہ زور کے ساتھ بحث شروع ہوئی۔ جو مدرسہ تعلیم الاسلام کے توڑنے کے متعلق ہوئی تھی۔ اور قریب تھا۔ کہ ۱۹۰۸ء کے دسمبر کا اجلاس اس شاخ کو توڑ دیتا۔ جماعت کے کل سرکردہ ممبر ایک طرف تھے صاحبزادہ مرزا محمود دوسری طرف۔ ایڈیٹر الحکم جو مدرسہ تعلیم الاسلام کے توڑنے کے متعلق دوسرے لوگوں کے ساتھ رائے رکھتا تھا اور دینی مدرسہ کا حامی تھا۔ اس وقت اکیلا صاحبزادہ صاحب کا مؤید تھا۔ گویا وہ پہلے وقت بھی مدرسہ دینیہ کا حامی تھا۔ مگر اس وقت وہ لوگ جو پہلے مدرسہ دینیہ کے حامی تھے۔ وہ سب مدرسہ کی ضرورت الگ مدرسہ کی شکل میں نہیں سمجھتے تھے۔ صاحبزادہ صاحب کو اس وقت سخت مقابلہ کرنا پڑا۔ اور بالآخر صاحبزادہ صاحب کامیاب ہوئے۔ اور وہ شاخ مدرسہ احمدیہ کے نام سے ایک مستقل اور جداگانہ مدرسہ بن گئی۔ جو اس وقت نہایت عمدہ حالت میں صاحبزادہ صاحب ہی کے انتظام کے نیچے چل رہا ہے۔ اس طرح پر اگر صاحبزادہ صاحب مدرسہ تعلیم الاسلام کے زندہ رکھنے والے ہیں۔ تو مدرسہ احمدیہ کے جنم داتا بھی وہی ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ کا انتقال

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب نے اس چھوٹی سی عمر میں صبر اور رضا بالقضا کا جو نمونہ دکھایا۔ وہ میرے مکرم بھائی ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن لاہور کے الفاظ میں یوں ہے "اس طرح صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اپنا پورا صبر و استقلال کا نمونہ دکھایا۔ اور ہر طرف سے سوائے حی و قیوم کے الفاظ کے اور کوئی آواز نہ آتی تھی" اس عمر میں جو عظیم الشان بار آپ کے نازک کندھوں پر پڑا۔ اسے خدا کے فضل سے پوری ہمت سے برداشت کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی بیعت نہایت صدق دل اور وفاداری سے کی اور اب تک ایک سچے خادم کی طرح اس عہد پر قائم ہیں۔

خلافت کے متعلق ایک نزاع اور اس میں صاحبزادہ صاحب کی اولوالعزمی

۱۹۱۰ء کے اوائل میں خلیفہ اور انجمن کے تعلقات پر ایک بحث جماعت میں پیدا ہو گئی۔ اس موقعہ پر صدر انجمن کے بعض عہدہ دار اور ان کی اتباع سے دوسرے لوگ خلیفۃ المسیح کی پوزیشن ایک میر مجلس سے زیادہ نہ سمجھتے تھے۔ اور ایک جماعت خلیفۃ المسیح کو خلافت راشدہ کا مظہر اور قدرت ثانی کا مظہر اول یقین کرتی تھی۔ یہ خصوصیت سے صاحبزادہ صاحب کے امتحان کا وقت تھا مگر صاحبزادہ صاحب نے نہایت اخلاص اور وفاداری کے ساتھ اپنے مقام کو نہ چھوڑا۔ اپنے طرز عمل سے دکھا دیا۔ کہ قوم کے شیرازہ کا دھاگا صرف خلیفہ ہی ہے۔ اور یہی ایک پاک وجود ہے۔ جو ہمیشہ اسلام کی شیرازہ بندی کا موجب رہا ہے۔ مسلمان جب تک امام کے ساتھ وہی تعلق نہ رکھیں گے جو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رکھتے ہیں۔ اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہماری جماعت میں سب سے بڑی شخصیت جو سلسلہ کے احیاء کا موجب ہے وہ خلیفہ ہے۔ یہ جھگڑا قریب تھا اور رنگ اختیار کرے۔ مگر خلافت کی قوت خداداد نے خوف کو امن سے بدل دیا۔ اس میں صاحبزادہ صاحب کا نمونہ قابل تقلید تھا۔

صاحبزادہ صاحب بہ حیثیت میر مجلس صدر انجمن

چونکہ حضرت خلیفۃ المسیح اب حضرت مسیح موعود کے نائب اور قائم مقام ہیں اس لئے حضرت امیر المومنین کے حکم سے آپ صدر انجمن کے میر مجلس ہیں۔ اور اب تک اسی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔

تکمیلِ تعلیم

حضرت مسیح موعود کے بعد آپ کی تکمیل تعلیم حضرت خلیفۃ المسیح کے ہاتھوں ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے آپ کو علوم عربیہ اور دینیہ کے تمام شعبوں کی پوری تعلیم دی۔ اور اس دینی تعلیم کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب کو امام مقرر کرا دیا۔ اب حضرت صاحبزادہ صاحب روزانہ نمازوں اور جمعہ اور عیدین کے بھی امام ہیں۔ شاذ حالتوں میں خود حضرت خلیفۃ المسیح نماز جمعہ کی پڑھا دیتے ہیں۔ ورنہ تمام نمازوں کے امام وہی مقرر ہیں۔ اور نکاح کے خطبے بھی وہی پڑھتے ہیں۔ صاحبزادہ صاحب عربی زبان میں اب ایسی مہارت رکھتے ہیں۔ کہ اس کے لکھنے اور بولنے پر خدا کے فضل سے قدرت رکھتے ہیں۔ اسی طرح ذاتی مطالعہ سے آپ نے انگریزی زبان میں مہارت پیدا کر لی ہے۔ اور انگریزی میں مضامین لکھنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کا ایک اور قومی مقابلہ

مدرسہ تعلیم الاسلام اور احمدیہ اور خلافت کے سوالوں کے بعد ایک اور سوال قوم میں پیدا ہو گیا۔ جو تبلیغ سلسلہ اور غیر احمدی لوگوں کے متعلق حضرت مسیح موعود کے انکار کا سوال تھا۔ اس سوال کے لئے بھی حضرت صاحبزادہ صاحب کو بڑی اولوالعزمی سے کام لینا پڑا۔ چنانچہ ۱۹۱۰ء کے سالانہ اجلاس پر حضرت صاحبزادہ

صاحب نے جو تقریر کی۔ اس میں جماعت کو اس مرکز پر جمع کر دیا۔ کہ سلسلہ کی خصوصیات کی تبلیغ کے بدوں سلسلہ کی ترقی محال ہے۔ ایسا ہی آپ نے وہ زبردست مضمون لکھ کر ہندوستان و پنجاب میں تہلکہ ڈال دیا۔ کہ مسلمان وہی ہے جو سب ماموروں کو مانے۔ غیر احمدی لوگوں نے اس پر ایک طوفان پیدا کر دیا۔ کہ مسیح موعود کی نبوّت و مہدیت کے انکار پر ہمیں اسلام کا منکر قرار دیا جاتا ہے۔ مگر صاحبزادہ صاحب نے وہ مضمون احمدی اصولوں کی بنا پر حضرت خلیفۃ المسیح کی اصلاح سے شائع کر کے احمدی قوم کو زندہ کر دیا

صاحبزادہ صاحب کی مختلف انجمنیں

چونکہ صاحبزادہ صاحب نے عملی رنگ میں اپنی زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کر دی ہے۔ اس لئے مختلف اوقات میں آپ قوم میں مبلّغین اسلام پیدا کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اور ایسے مبلّغین جو کہ مختلف ممالک میں بھیجے جانے چاہئیں۔ اس لئے مختلف زبانوں میں تحریر و تقریر کا سلسلہ اور مذاق پیدا کرنے کی فکر آپ کو لاحق رہی ہے۔ اردو زبان میں تحریر و تقریر کے لئے انجمن تشحیذ الاذہان قائم کی عربی زبان میں ایک مجلس مکالمہ کی اور ایسا ہی انگریزی زبان میں نوجوانوں میں مذاق پیدا کرنے کے لئے احمدی ارشاد قائم کی۔ جو اپنا اپنا کام کر رہی ہیں۔ جماعت میں اخوّت اور محبّت پیدا کرنے کے لئے اور تبلیغ سلسلہ کے لئے ایک انجمن انصار اللہ قائم کی ہے۔ اور یہ سب انجمنیں اپنے اپنے رنگ میں کام کر رہی ہیں۔ اللّٰھم زد فزد

صاحبزادہ صاحب اور گورنمنٹ انگلشیہ

صاحبزادہ صاحب چونکہ فطرتاً گورنمنٹ انگلشیہ کی وفاداری کی روح رکھتے ہیں۔ جو احمدی سلسلہ کی خصوصیت ہے۔ اس لئے گورنمنٹ انگلشیہ کے متعلق مناسب موقعہ خدمت سے آپ نے کبھی تامّل نہیں فرمایا۔ ۱۹۰۷ء میں جب ایجی ٹیشن ہو رہی تھی۔ اور بائیکاٹ کی ایک لہر ملک میں چل رہی تھی۔ صاحبزادہ صاحب نے قادیان میں ایک خاص جلسہ کر کے ایک پُر جوش لیکچر دیا۔ اور احمدی جماعت کو اسی صراط مستقیم پر چلنے کی تلقین کی۔ جو آپ کے واجب الاحترام بزرگوار نے مسلمانوں کو سمجھائی ہے۔ اور تمام پولیٹیکل شورشوں سے علیحدہ رہنے کا مشورہ دیا۔ اور اسی طرح ابھی لاہور کی کسی انجمن میں تلوار و قلم کے مناظرہ کو دیکھکر مدرسہ احمدیہ کے طلباء میں اسی مضمون پر مناظرہ کرا کے ثابت کیا کہ قلم کی ضرورت ہے۔ غرض ہر موقعہ پر خود اس پہلو کو مدِّ نظر رکھتے ہیں۔

اب صاحبزادہ صاحب مدرسہ احمدیہ کے ناظم۔ صدر انجمن کے ممبر مجلس لنگر خانہ کے مہتمم اور تشحیذ الاذہان کے ایڈیٹر کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ شاید آپ کے حالات زندگی کا مختصر خاکہ نامکمل رہ جائے۔ اگر میں یہ بیان نہ کروں کہ یہ تمام کام آپ آنریری طور پر کر رہے ہیں۔ بلکہ مدرسہ احمدیہ کے ایک مدرّس بھی ہیں۔ مدرسہ احمدیہ کی بہتری کے لئے ابھی اپریل گذشتہ میں آپ نے اپنے خرچ پر ایک لمبا سفر کیا ہے۔ جس میں ہندوستان کی مشہور اسلامی درسگاہوں کے طریقۂ تعلیم اور طریقۂ اقامت طلباء کا معائنہ کیا ہے اور ابھی اس سلسلہ میں ایک اور لمبا سفر آپ کے زیرِ نظر ہے۔[1]

[1] چنانچہ آپ ستمبر کے آخری ہفتہ میں مکّہ معظّمہ۔ مدینہ منورہ۔ بیت المقدس اور مصر کے سفر پر روانہ ہو گئے ہیں ٭

اللہ تعالیٰ پر اُمید

گو بحرِ گناہ میں بے بس ہو کر
پیہم غوطے کھاتے جاؤ
دل مت چھوڑ دو یار و اپنا
سر لہروں میں اُٹھاتے جاؤ
جس ذات سے پالا پڑتا ہے
وہ دل کو دیکھنے والی ہے
مایوس نہ ہو تم جتنا ڈوبو
اتنی اُمید بڑھاتے جاؤ

(امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

نور احمدیت

(محترم مخدوم جناب نواب اکبر یار جنگ بہادر ریٹائرڈ جج ہائی کورٹ حیدر آباد دکن کی قلم سے)

احمدیت کے نور کا ظہور ان نعمائے الٰہی میں سے ہے۔ جن سے دنیا اپنے پچھلے دور میں برابر مستفید ہوتی رہی ہے۔ اور جس طرح اُن نعمائے الٰہی سے انکار و جمود پچھلے زمانوں میں ہوتا رہا ہے اسیطرح اس تازہ نعمت ہائے الٰہی کے ظہور میں آنے کے بعد وہی ضد اور وہی انکار اپنے پورے عواقب اور نتایج کے ساتھ آج بھی موجود ہے ومن یبدل نعمۃ اللّٰہ من بعد ما جاءتہ فان اللہ شدید العقاب ٥

نعمائے الٰہی کی شناخت، امتیاز اور احساس کا مادہ آجکل اس مادی دنیا سے اگر کلیتاً مفقود نہیں ہوا ہے۔ تو زیادہ سے زیادہ درجہ تک مضمحل، مطرود اور متروک ضرور ہو گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی دینی عقول ویسے ہی سخیف اور تاریک ہو گئی ہیں۔ جیسے کسی پچھلے زمانہ میں تھیں جبکہ کہا گیا تھا هل ینظرون الّا ان یاتیهم اللّٰه فی ظُللٍ من الغمام والملائکۃ وقضی الامر والی اللّٰه ترجع الامور۔ جب ہی تو اس زمانہ کے مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے اس طرح منتظر ہیں کہ گویا وہ دن دھاڑے فرشتوں کے کاندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے ساری دنیا کی آنکھوں کے سامنے منارۂ شرقی مسجد دمشق پر نزول اجلال فرمائیں گے۔ بہت اچھا یہ بھی سہی، لیکن جس کے ہیئے کی پھوٹی ہو۔ اس کو کیا دکھایا جائے اور اس کو کیا نظر آئے ؎

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے
آنکھوں والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے

لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصّدور

میرے لئے موقع نہیں ہے کہ اس اجمال کی تفصیل اور تمہید کی تشریح اس مختصر نوٹ میں کر سکوں جو نہایت عجلت اور عدیم الفرصتی کی حالت میں عزیزی محمود عرفانی کے اصرار پر لکھا جا رہا ہے۔ اور صحیح تو یہ ہے کہ اگر میں چاہوں تو ان نعمائے الٰہی کا نام بھی گنا سکتا ہوں جو احمدیت کے ذریعہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل میں اس اندھی ناقدری دنیا کو عطا کئے گئے ہیں۔ اس کی تفصیل کے لئے بڑی بڑی ضخیم مجلدات واسفار بھی کافی نہ ہوں گے۔ جو صرف علمائے جماعت ہی کی ہمت کے منتظر ہیں۔ لیکن بحکم ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ۔ چند عنوان ہائے نعمت کا ذکر کر دیتا ہوں جو احمدیت کی بدولت ہم کو نصیب ہوئے ہیں۔ ذکر قلب۔ نور بصیرت۔ اور فہم قرآن۔ وہ خاص نعمائے الٰہی ہیں۔ جن کو ان نعمائے عظمیٰ کا گل سرسبد سمجھنا چاہیئے۔ جو احمدیت کے ذریعہ دنیا کو عطا فرمائے گئے ہیں۔

ذکر قلب وہ نعمت الٰہی ہے جس کی نسبت حدیث شریف میں آتا ہے کہ:۔

لیس الایمان بالتمنّی ولا بالتحلّی الا ما وقر فی القلب

احمدیت کا یہ پہلا ثمر شیریں ہے۔ سبحان اللہ کیا شجرہ طیّبہ ہے اور کیا اس کا پھل انظروا الی ثمرہٖ اذا اثمر وینعہٖ جو کامل طور پر بالیدہ اور پختہ ہو جانے کے بعد اس تقویٰ اللہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جس کی نسبت ارشاد الٰہی ہے کہ واتقوا اللّٰه ویعلمکم اللّٰه اور اس طرح ایک امی اور متقی احمدی پر مدینۃ العلم کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ جس میں داخل ہو کر وہ قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللّٰه علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی کے ٹھنڈے سایہ میں بیٹھ کر مطمئن قلب کے ساتھ اپنے مخاصمین سے مخاطب ہو کر نعرہ لگاتا ہے کہ هل عندکم من علم فتخرجوہ لنا۔ گویہ نعرہ محض مخلصانہ اور مخلوق کی ہمدردی کے لئے اس نیت و ارادے کے ساتھ ہوتا ہے کہ جس نعمت سے ہم مستفید ہو رہے اس سے ان کی بھی تواضع کی جائے۔ تاکہ وہ اُس سخت ترین مصیبت کے دن سے محفوظ ہو جائیں جبکہ ان افیضوا علینا من الماء کی حسرت ناک و فقیرانہ صدا لگانے پر مجبور رہ جائیں گے۔ تاہم اس نعرہ لگانے وقت بھی یہ مذاکے بندے ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علیٰ کل شیء قدیر

کی دعا سے غافل نہیں رہتے ہیں اور اس کی برکت سے محسوس کرتے ہیں کہ وہ نور بھی جس کی نسبت ارشاد الٰہی ہے کہ نورهم یسعیٰ بین ایدیهم وبایمانهم اُن کے ساتھ ہے۔ اور یہ نور بصیرت بالآخر اُن کو اُس نعمت عظمیٰ تک پہنچا دیتا ہے۔ جس کو فہم قرآنی کہتے ہیں۔ اور اس سے بڑی کوئی نعمت ایک مسلمان کے لئے نہیں ہو سکتی۔ اگر فضل الٰہی شامل حال ہو اور فہم قرآنی کے بعد اُس پر عمل کی توفیق بھی مل جائے۔ جو انتہائے معراج کمال ہر مسلمان کے لئے ہے تو نور علیٰ نور۔

فہم قرآنی کی ایک چھوٹی سی مثال ایک بہت ہی مختصر سی آیت کی اس عملی تفسیر سے مل سکتی ہے۔ جو جماعت احمدیہ میں رائج ہے۔ قرآن کریم میں حکم ہے حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطیٰ اس صلوٰۃ الوسطیٰ کے معنی حل کرنے کے لئے مفسرین نے بعض روایات کا بھی ذکر کیا ہے اور اس بنا پر اکثر مفسرین نے نماز عصر ہی کو صلوٰۃ الوسطیٰ قرار دیا ہے۔ اور بعض نے ظہر کو بھی۔ اور بعض نے دوسری نمازوں کو بھی صلوٰۃ الوسطیٰ قرار دیا ہے۔ یہ سب تاویلیں اور تفسیریں صحیح ہیں۔ لیکن وسطیٰ کا جو مفہوم ایک اُمّی احمدی کے دماغ میں آتا ہے۔ اور جس پر وہ عمل کرتا ہے۔ وہ بلحاظ اپنی لطافت کے ایک مومن کے صدر میں انشراح اور قلب میں فرح پیدا کر دیتا ہے۔ اور غالب تعداد احمدیوں کی اس پر عامل ہے۔ وسطیٰ کے معنی از روئے لغت بھی من کل شیءٍ اعدلہ ای مصوبون عن الافراط والتفریط مقرر ہیں۔ کلام الٰہی وکذالک جعلناکم امۃ وسطا سے بھی یہی مفہوم پیدا ہوتا ہے اور مشہور مقولہ بھی یہی ہے ــ کہ خیر الامور اوسطها۔ مشہور امام لغت نے جمہرہ میں (اوسطهم) کے معنی خیرهم تسلیم کئے ہیں۔ پس صلوٰۃ الوسطیٰ کے معنی اُس نماز کے ہوئے جو عمدہ طریق پر تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کی جائے۔ یعنی بہترین نماز جو افراط و تفریط سے محفوظ ہو۔ اسلئے آیت کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے مومنین اپنی صلوٰۃ کی حفاظت اور سکو بہترین طریقہ پر ادا کر کے کیا کرو۔ اس معنی کی تائید اس آیت کے آگے الفاظ (وقوموا للّٰه قانتین) سے بخوبی ہوتی ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ ادب و خشیت الٰہی کے ساتھ جناب الٰہی میں کھڑے ہوا کرو۔ ادب اور خشیت الٰہی کے ساتھ نماز ادا کرنا ہی صلوٰۃ الوسطیٰ یعنی بہترین نماز ہوتی ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے نہ صرف عصر و ظہر بلکہ ہر ایک وقت کی نماز۔ نماز وسطیٰ ہی ہو گی۔ اس لئے ان معنوں کو پیش نظر رکھ کر ہر ایک روایت کی جو تفسیروں میں بیان کی گئی ہے۔ اچھی تاویل و تعبیر بھی ہو سکتی ہے۔ اور ان میں جو بظاہر اختلاف نظر آتا ہے اس میں باہم توفیق بھی دیجا سکتی ہے۔ یہ مختصر سی مثال اور چھوٹا سا نمونہ اُس نعمت عظمیٰ کا ہے جو احمدیت کے ذریعہ ہم کو حاصل ہوئی ہے۔ اور جس پر بفضلہ جماعت احمدیہ عامل ہے۔ اور جس سے اغیار محروم ہیں۔ اس لئے اس پر جس قدر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لایا جائے کم ہے۔

اس نعمت الٰہی پر نہایت ذوق شوق کے ساتھ دل سے یہ دعا زبان پر آتی ہے:۔

اللّٰهم اتمم لنا نورنا واغفر لنا
اللّٰهم اتمم لنا نورنا واغفر لنا
اللّٰهم اتمم لنا نورنا واغفر لنا انک علیٰ کل شیءٍ قدیر ٥

الحکم کی اشاعت بڑھانا ہر احمدی کا فرض ہے ــــ

خاندان نبوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی فضل عمر

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب
ایم-اے قمر الانبیاء

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب

بلاد عربیہ میں تبلیغ احمدیت

سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب
دمشق کے پہلے مبلغ

مولانا جلال الدین صاحب شمس
دمشق کے دوسرے مبلغ

جماعت احمدیہ دمشق

استاذ منیر آفندی الحصنی
امیر جماعت احمدیہ دمشق

خاص الحکم کے جوبلی نمبر کے لیئے

محمود اعظم

حضرت مفتی ڈاکٹر محمد صادق صاحب قبلہ کی قلم سے

سلسلہ کا پہلا اخبار

اُنیسویں صدی عیسوی کے آخری سال گذر رہے تھے میں لاہور کے دفتر اکونٹنٹ جنرل پنجاب میں بطور اڈیٹر ملازم تھا۔ جب کوئی فرصت کا دن ملتا۔ دیدار مسیح کے شوق میں لاہور سے قادیان بھاگتا کبھی تین دن کے لئے کبھی زیادہ۔ کبھی ایک ہی دن کے لئے۔ صبح پہنچا۔ شام کو واپس چلا جاتا۔ گاہے گاہے کچھ اور دوست ساتھ ہو جاتے گاہے اکیلا ہی سفر کرتا۔ اور حضرت مسیح موعود کی منہ کی پاک باتیں اور تازہ وحی الٰہی کی خبریں لے کر لاہور جاتا۔ عاشقان مسیح معہود میرے اردگرد جمع ہوتے۔ دار الامان کی خبریں سن کر ان کے ایمان ترقی کرتے۔ اُس وقت سلسلہ کا کوئی اپنا اخبار نہ تھا قادیان میں کوئی پریس نہ تھا۔ مخالف اخبار ہماری خبروں اور مضامین کو شائع نہ کرتے تھے۔ اُن دنوں راولپنڈی سے ایک اخبار بنام چودھویں صدی نکلتا تھا۔ اس میں سلسلہ کے خلاف ایک مضمون چھپا۔ مینے اس کا جواب لکھا۔ اور لکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ملاحظہ کے لئے بھیجا۔ حضور نے مجھے لکھا جواب تو آپنے بہت عمدہ لکھا ہے۔ مگر اخبار والا اس کو نہیں چھاپے گا کیونکہ وہ معاند اور مخالف ہے۔ ایسا ہی ہوا۔ مینے مضمون اڈیٹر کو بھیجا۔ اُس نے مضمون نہ چھاپا۔ مگر ایک نوٹ اخبار میں دے دیا کہ اس قسم کا ایک مضمون آیا۔ اور مجھے چند گالیاں لکھدیں۔ مینے خدا کا شکر کیا کہ بدگو جو خدا کے مسیح کے حق میں ناپاک الفاظ لکھ رہے ہیں۔ اُنھوں نے مجھے اس کا مستحق سمجھا کہ میرے حق میں بھی کچھ ویسے الفاظ استعمال کئے جائیں۔

اُس وقت ہم چند غلامان مسیح موعود ترستے تھے کہ کاش کوئی اپنا پریس ہوتا۔ اپنا اخبار ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری ان دعاؤں کو سنا۔ اور حضرت شیخ یعقوب علی صاحب کو جو اسوقت تراب کہلاتے تھے اور اب عرفانی ہیں۔ یہ القا کیا کہ وہ سلسلہ حقہ کی تائید میں ایک اخبار جاری کریں اسوقت شیخ صاحب امرت سر میں مقیم تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے اخبار "الحکم" جاری کیا۔ اور چند پرچوں کے بعد امرت سر سے قادیان چلے آئے اور اس طرح سلسلہ کا پہلا اخبار شائع ہونے لگا۔ اور اس میں تائید حق کے مضامین چھپنے لگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دوستوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہونے لگیں۔ اور بدخواہوں کی آنکھیں چندھیانے لگیں۔ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ ایسے وقت میں یہ اخبار صحابہ مسیح موعود کو کس قدر پیارا تھا۔ میں اس کا یوم اول سے خریدار اور مداح تھا۔ اور بفضلہ تعالیٰ اب تک ہوں۔ اس میں میرے مضامین بھی وقتاً فوقتاً چھپتے رہے۔ بعد میں عاجز خود بھی ایک اخبار کا اڈیٹر اور منیجر نو دس برس رہا۔ اور وہ اخبار (بدر) بھی قادیان سے ہی نکلتا تھا۔ اور اس طرح ایک خوشگوار رقابت بھی تھی۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ بدر کی اڈیٹری کے زمانہ میں بھی الحکم کے ساتھ میرے انس و تعلق میں کبھی فرق نہ آیا۔ چونکہ بدر اور الحکم ہر دو میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات اور اعلانات شائع ہوتے رہتے تھے۔ اس واسطے حضور فرمایا کرتے تھے کہ بدر اور الحکم ہمارے دو بازو ہیں۔ جن سے اڑ کر ہم اپنی تبلیغ دور و نزدیک پہنچاتے ہیں۔ اب جوبلی کے موقع پر جناب عرفانی صاحب نے مجھ سے فرمائش کی ہے۔ کہ میں الحکم کے جوبلی نمبر کے واسطے ایک مضمون لکھوں۔ اس موقعہ پر مینے اپنے لئے **محمود اعظم** کا مضمون چنا ہے۔ مگر بے اختیار میرا دل چاہا کہ اسوقت اخبار الحکم کی ابتدائی تاریخ پر بھی کچھ لکھوں۔ اس واسطے یہ الفاظ زیر تحریر آ گئے۔ اب میں اصل مضمون شروع کرتا ہوں:۔

لفظ محمود کی تشریح

محمود ایک عربی لفظ ہے۔ جو مادہ حمد سے نکلا ہے اس کے معنے ہیں تعریف کیا گیا۔ پسندیدہ عبرانی زبان میں یہ لفظ بعینہ ان ہی حروف اور اعراب میں استعمال ہوتا ہے اور اس کے معنی ہیں نہایت بیش قیمت۔ چنانچہ عبرانی بائبل کی کتاب نوحہ یرمیاہ کے باب ایک کی آیات سات اور گیارہ میں یہ لفظ ان معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور اس طرح سے لکھا جاتا ہے:۔

واحد מחמד محمود

جمع מחמדים محمودیم

عبرانی میں یم علامت جمع ہے۔ اور کسی بڑے آدمی کا نام جب عزت سے لینا ہو تو اس کے نام کے ساتھ بھی یم کے حروف بڑھا دیتے ہیں۔ جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جہاں توریت کی کتاب غزل الغزلیات میں آتا ہے۔ وہاں آپ کا نام محمدیم کر کے لکھا ہے۔

"محمود" حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے الہامی ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اور جیسا کہ الہامی نام بطور پیشگوئی کے ہوتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ ایک بڑی مخلوق کے دل اُن کی طرف کھینچے جائیں۔ جن کے دل اُن کی تعریف سے لبریز ہوں گے۔ اُن کا وجود ایک بیش قیمت وجود ہوگا۔ اور اُن میں کوئی امر مذمت کا نہ ہوگا آپکے دیگر الہامی نام فضل عمر۔ اولو العزم اور بشیر بھی اپنے اندر آپ کی عظمت۔ شان اور عظیم الشان کارناموں کی پیشگوئیاں رکھتے ہیں۔

قرآن شریف میں لفظ محمود ایک ہی جگہ آیا ہے جہاں رسول پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام محمود کے عطا کئے جانے کی خوشخبری دی گئی۔ اور مفسرین نے عموماً اس کے معنی مقام شفاعت کبریٰ کے کئے ہیں۔ فتوحات میں لکھا ہے کہ مقام محمود مرجع جمیع مقامات اور منظر تمام اسمائے الٰہیہ ہے۔ جو حضرت رسول پاک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے۔

بچپن کا زمانہ

مینے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر ۱۸۹۰ء کے موسم سرما میں بیعت کی تھی۔ اسوقت میں ریاست جموں میں بطور ایک مدرس کے ملازم تھا۔ اکیلا ہی قادیان آیا تھا۔ اور بیعت کرنے کے بعد اکیلا ہی واپس چلا گیا۔ اس کے بعد جب تک جموں میں رہا۔ سال میں ایک دو دفعہ قادیان آتا رہا۔ ۱۸۹۵ء میں جموں کی ملازمت ترک کر کے لاہور میں ملازم ہو گیا۔ قیام لاہور میں عموماً ہر ماہ میں ایک بار بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ جلدی جلدی قادیان آتا رہا۔ اور جنوری ۱۹۰۱ء میں لاہور کی ملازمت ترک کر کے اور ہجرت کر کے قادیان ہی رہا۔ اور یہاں کے مدرسہ تعلیم الاسلام میں ملازم ہو گیا اور اسطرح مجھے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو ان کے بچپن میں دیکھنے اور اُن کے حالات کے مطالعہ کرنے کا موقعہ ملتا تھا۔

جب میں مدرسہ تعلیم الاسلام کا ہیڈ ماسٹر تھا اسوقت وہ اس مدرسہ میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اور ایسی جماعتوں میں بھی شامل رہے۔ جن کو میں خود پڑھاتا تھا۔ جب اُنھوں نے مڈل اور انٹرنس کے امتحان دیئے اُس وقت میں ہی ان کے ساتھ تھا۔ مدرسہ کے وقت کے علاوہ بھی کچھ انھیں پڑھانے کا فخر مجھے حاصل ہوتا رہا (اگرچہ یہ کام زیادہ تر حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب کرتے تھے) جب وہ شادی کے واسطے رڑکی تشریف لے گئے تو اُن کو اسوقت پڑھانے والوں میں سے ایک استاد کو بھی برات میں شامل کرنا ضروری سمجھا گیا۔ اور یہ فخر مجھے عطا ہوا۔ غرض وہ میرے سامنے اور میرے دیکھتے ہوئے بچپن اور جوانی کے عالم میں سے گزرے۔ انکی پیشانی کا نور مومنانہ۔ ان کی چاند سی طلعت۔ ان کا تعلق باللہ اور توکل۔ ان کی ذہانت۔ فراست۔ بصیرت۔ حیا۔ دینی محبت نکوکاری۔ ذکاوت۔ وجاہت۔ عبادت۔ زہد عفت امانت۔ دیانت۔ ہمدردی۔ سخاوت۔ مہمان نوازی حلم۔ حوصلہ۔ تقویٰ۔ طہارت۔ معرفت۔ صوم و صلوٰۃ کی پابندی۔ ہمت۔ عزم۔ شجاعت۔ خلق خدا پر شفقت و رحمت۔ درد و گداز رقت۔ استقلال و صلاحیت تمام خوبیاں میں اُن میں زمانہ بچپن سے دیکھ رہا ہوں۔ اور مجھے ہمیشہ سے یہ یقین رہا کہ کسی وقت وہ کسی بڑے شاندار مقام پر پہنچیں گے۔

ان کے بچپن کے زمانہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کا اکرام کرتے تھے۔ اور اُن کی خوابوں کو بطور یادداشت کے لکھ لیتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت خلیفہ اول نے بڑی توجہ اور محبت کے ساتھ ان کی تعلیم و تربیت کی۔ ایک دفعہ کسی جلسہ کے موقع پر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے تقریر کی۔ اور بعد میں حضرت خلیفہ ثانی نے تقریر کی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جس آیت قرآنی پر حضرت خلیفہ اول نے تقریر کی تھی۔ اسی آیت کی تفسیر حضرت خلیفہ ثانی نے بھی ایسی لطیف اور پر معارف بیان کی کہ آپ کی تقریر کے بعد حضرت خلیفہ اول نے فرمایا "آج میاں ہم سے بڑھ گیا"۔ حضرت خلیفہ اول آپ کی اس قدر عزت کرتے کہ معلوم ہو رہا تھا کہ آپ سمجھتے تھے کہ نوجوان اعلیٰ روحانی مقامات پر پہنچنے والا ہے۔ جب حضرت مولوی صاحب مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ تو اپنی جگہ حضرت خلیفہ ثانی کو صدر انجمن کا صدر مقرر کیا جب کبھی خود نماز میں تشریف نہ لا سکتے فرماتے "میاں جمعہ پڑھائیں" "میاں نماز پڑھائیں"۔ فرمایا کرتے تھے کہ میری خلافت میں جیسی میری اطاعت حضرت مسیح موعودؑ کی بیوی بچوں نے کی ہے ویسی دوسروں نے نہیں کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا حُلیہ

آج سے ۲۴ سال قبل ایک نووارد عالم سیاح نے پہلی دفعہ قادیان آنے پر اپنے تاثرات کا اظہار رسالہ اردو ریویو آف ریلیجنز میں کیا تھا۔ اس مضمون میں سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے حلیہ مبارک کے متعلق اُس کے الفاظ میں درج کرتا ہوں۔ وہ لکھتا ہے:۔

"گورا رنگ۔ میانہ قد۔ نازک بدن۔ روشن اور وسیع پیشانی۔ باریک لب۔ گنجان ریش۔ نیم باز ہمیشہ نیچی نظر رکھنے والی آنکھیں۔ پر حیا اور خلوت پسند عادات۔ عمر اندازاً تیس سال۔ نہایت باریک بین و صائب رائے۔ غائر نظر رکھنے والے۔ اپنی ذمہ واریوں کو سمجھنے والے۔ جماعت سے بڑی محبت کرنے والے۔ بڑی خیر خواہی اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ ان کے طریق سادہ۔ اطوار مخلصانہ اور محبوبانہ ہیں۔ ان کو نہایت منہمک رکھنے والی۔ ان کی صرف یہ خواہش ہے کہ خدمت و تبلیغ اسلام ہو۔ اور دنیا میں ہر انسان کے دروازہ تک صداقت اسلام پہنچ جائے۔ اس عظیم الشان کام کے لئے ان کے مطمئن اور کامیابی کا یقین رکھنے والے دل میں بڑا جوش ہے۔ اس بڑے کام میں وہ عزم و تندہی سے اپنی جماعت کو لئے اس طرح مصروف و محو ہیں کہ ایک دیکھنے والے کو حیرت ہوتی ہے"

بڑائی کی تعریف

شخصیتوں کی بڑائی اور عظمت کا مسئلہ جب پیش ہوتا ہے۔ تو طبعاً یہ سوال ہوتا ہے کہ بڑائی کی تعریف کیا ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ بڑائی کس کو کہتے ہیں۔ اس لفظ کا اطلاق کسی شخص پر کیوں کر ہو سکتا ہے۔ بڑائی کی تعریفیں مختلف کی جا چکی ہیں۔

(۱) بعض کے نزدیک بڑا آدمی وہ ہے۔ جس میں یہ قابلیت ہو کہ بڑی جماعت کو اپنے پیچھے لگا سکے۔ اور اپنا کہنا منوا سکے۔

(۲) امریکہ کا ایک مصنف ڈاکٹر کرین لکھتا ہے کہ سب سے بڑا آدمی وہ ہے۔ جو مخلوق خدا کی سب سے زیادہ خدمت کرے۔

(۳) تاریخ نویس لوگ عموماً دنیا میں سب سے بڑا آدمی اُسے مانتے ہیں جو اپنے جسمانی زور کے ساتھ اوروں کو مغلوب کرے۔ اور ملکوں کو فتح کرے۔ ایسے فاتحوں کو مورخین اعظم کا خطاب دیتے ہیں۔ جیسا کہ سکندر اعظم

جنہوں نے یونان سے لے کر ہندوستان تک کے تمام ممالک فتح کئے۔ قیصر اعظم نپولین اعظم جس نے یورپ کا ایک بڑا حصہ فتح کیا۔ شارل بن اعظم جو خلیفہ ہارون رشید کا ہم عصر تھا۔

(۴) بعض فلاسفروں کی رائے ہے کہ بڑا آدمی وہ ہے۔ جو اپنے اصول پر عمل کرنے میں ایسا مستقل مزاج ہو کہ اپنی جان قربان کردے۔ مگر اپنے اصول کو نہ چھوڑے۔

(۵) روحانیات میں سب سے بڑا وہ ہے۔ جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشق قدمی کرے۔

(۶) فقراء اور سائلین کے نزدیک سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ سخاوت کرے۔

(۷) وطنی آزادی کے دلدادوں کے نزدیک سب سے بڑا وہ ہے۔ جو وطن کی خاطر حکومت ملک کے خلاف جوش پھیلانے کے شوق میں لڑنے اور مرنے کے واسطے ہر وقت طیار رہے۔

(۸) تعلیم کے عشاق میں سب سے بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ علم حاصل کرے۔

(۹) دنیا کے عقلمندوں کے نزدیک سب سے بڑا وہ ہے۔ جو سب سے زیادہ روپیہ جمع کرے۔ اور مالدار بن جائے۔

(۱۰) وہ لوگ جو بادشاہوں یا کروڑ پتیوں کے گھر میں پیدا ہوتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو صرف ایسے گھروں میں پیدائش کے سبب اپنے آپ کو بڑا کہلانے کا مستحق خیال کرتے ہیں۔

(۱۱) حال میں بمبئی کی ہوم لائبریری کلب نے ایک کتاب شائع کی ہے۔ جس کا جواب گریٹ مین آف انڈیا GREAT MEN OF INDIA ہندوستان کے بڑے آدمی۔ اس میں لکھا ہے۔ کہ ہندوستان کی قسمت ہمیشہ کسی بڑے آدمی کے ہاتھ میں رہی ہے۔ اس میں متقدمین میں سے بدھ اشوکا کالی داس چندر گپتا وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ زمانہ متوسط میں بابر۔ کبیر وغیرہ۔ اور اس وقت کے زندہ لوگوں میں سے گاندھی۔ جناح۔ بلیمان۔ حیدری۔ ٹگور۔ رائے۔ جواہر لال۔ آغا خان کا ذکر کیا ہے۔

حقیقی عظمت

غرض بڑائی کی تعریفیں مختلف پہلوؤں سے بہت سی کی گئی ہیں۔ اور ایک حد تک وہ سب تعریفیں اپنے اپنے موقعہ پر درست ہیں۔ مگر میری رائے میں بڑائی کی سب سے صحیح اور سب سے اعلیٰ تعریف یہ ہے کہ بڑا وہ ہے۔ جس کو خدا بڑا بنا دے۔ انسان انسانوں کے صرف ظاہر کو دیکھ سکتے ہیں۔ بہت سے لوگ بظاہر بہت نیک شریف اور چمکدار ہوتے ہیں۔ مگر بباطن ان کی حالت دیہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت حافظؒ فرماتے ہیں۔ ع

چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند

لوگ کیا جانتے ہیں کسی کا اندر ونہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے۔ وہی ہر شخص کے حال سے آگاہ ہے ہر ایک کی دل کی حالت کو جانتا ہے۔ اور مخلوق کی نیتوں سے واقف ہے۔ اسی واسطے فرماتا ہے:۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کی امانت کس کے سپرد کرے اور اپنے رسول کا خلیفہ کس کو بنائے

تعز من تشاء وتذل من تشاء اے خدا تو جسے چاہتا ہے بڑا بنا دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے چھوٹا کردیتا ہے بیدک الخیر بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ انک علی کل شیء قدیر تحقیق تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔

یہ اصحاب جن کا اوپر ذکر ہوا اپنے اپنے دائرہ عمل میں ایک حد تک بڑے لوگ ہیں۔ اور ان کی خدمات اپنی قوم اور اپنے ملک کے واسطے قابل قدر ہیں۔ مگر ان کے کام عموماً دنیوی وجاہتوں اور ارضی فتوحات تک محدود تھے۔ اور ایک خاص قوم یا خاص ملک کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ خود "محمود" نام کے بعض ایسے اصحاب گزر چکے ہیں جو اعظم کہلانے کے مستحق قرار دیئے گئے۔ جیسا کہ محمود غزنوی وغیرہ۔ مگر میں جس محمود کی عظمت کا ذکر اس مضمون میں کر رہا ہوں۔ اس کا دائرہ عمل تمام دنیا پر وسیع ہے۔ اور اس کی وجاہت اور کام زمینی نہیں۔ بلکہ آسمانی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اسے روحانی شوکت۔ رعب۔ جذب اور مقبولیت عطا کی ہے۔ جسے کوئی انسان چھین نہیں سکتا۔ اور نہ اس پر کوئی غالب آسکتا ہے۔ بہتروں نے جو اپنے آپ کو بڑا اور باسامان اور بارسوخ سمجھتے تھے۔ اس کی مخالفت کی مگر سب ناکام رہے۔ کئی اندھیریاں چلیں۔ مگر سب تھک کر زمین پر بیٹھ گئیں۔ اور چاند پہلے سے زیادہ چمک اور رونق کے ساتھ ظاہر ہونے لگا۔ خدا اس کی مدد میں ہے اور رات دن خدا کی خدمت وعبادت میں مصروف ہے۔

دلوں کو فتح کرنا بڑا کام ہے

دنیا میں کئی ایک ایسے آدمی گذرے ہیں جن کے خارق العادت کارناموں کے سبب مورخین نے انھیں اعظم کا خطاب دیا ہے۔ جیسا کہ سکندر اعظم۔ شارلیمین اعظم سلطان محمد اعظم۔ مگر ان اصحاب کی بزرگی ان کی ملکی فتوحات کے لحاظ سے سمجھی گئی ہے۔ مگر میں اس مضمون میں جس بڑائی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ وہ زمینوں کی فتوحات کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی۔ بلکہ دلوں کی فتوحات اس کا خاصہ ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ اس عظمت کا مالک اسے بندوں نے نہیں بنایا بلکہ خدائے پاک کے فضل عظیم نے اسے اس عظمت کے تخت پر مسند نشین کر دیا۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ؎

کام میرا ہے دلوں کو فتح کرنا نے دیار

اس کی اس عظمت کی خبر ہزارہا سال پہلے قوم بنی اسرائیل کے انبیاء نے دی۔ دانیال نبی نے اپنے مکاشفات میں اس کا ذکر کیا۔ بلکہ اس کے ظہور اور اس کے کارناموں کے دور و نزدیک پھیلنے کے وقت سے بھی آگاہی دی۔ طالمود میں اس کا ذکر کیا گیا اولیاء اسلام نے اپنی الہامی پیشین گوئیوں میں اس کا تذکرہ کیا۔ اور اس کی پیدائش سے قبل حضرت مسیح اعظم کو اس کے متعلق وحی الٰہی سے خبر دی گئی کہ اس کا نام محمود ہوگا۔ وہ بشیر الدین ہوگا۔ یعنی اس کا وجود دین اسلام کیواسطے ایک بڑی خوشخبری کا موجب ہوگا۔ اور اس کے ذریعہ اسلام چار اطراف میں پھیلے گا۔ اور جن ممالک میں کبھی کوئی مسلم مبلغ نہ گیا تھا۔ وہاں وہ اسلام کی تبلیغ پہنچائیگا۔ جیسا کہ حضرت مسیح اعظم مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دنیا میں سب سے زیادہ پیاری بات یہ لگی تھی کہ اسلام مغربی ممالک میں پھیلے۔ ایسا ہی ان کے پسر موعود اور خلیفہ موعود حضرت محمود اعظم کو بھی رات دن یہی دھن لگی ہوئی ہے۔ کہ روئے زمین کے کونے کونے میں اسلام پھیلایا جائے۔ اور کوئی ایسی جگہ نہ ہو۔ جہاں اسلام کے مبلغ نہ پہنچیں۔ اسوقت مجھے ذکر حبیب کی ایک بات یاد آتی ہے۔ جس کو ہدیہ ناظرین کرنا اس موقع پر مناسب ہوگا۔

سب سے بڑی خوشخبری

۱۸۹۷ء یا ۱۸۹۸ء کے قریب کا واقعہ ہے میں ابھی لاہور کے دفتر اکونٹنٹ جنرل میں آڈیٹر تھا۔ اور چند یوم کی رخصت پر لاہور سے قادیان آیا ہوا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اندرون خانہ حضور کی نشست گاہ کے کمرے میں حاضر تھا اس وقت اور کوئی صاحب وہاں موجود نہ تھے۔ بس حضرت صاحب تھے۔ اور میں تھا۔ کہ ایک خادم لڑکے نے آکر حضور کو اطلاع دی کہ ایک صاحب سیڑھیوں پر کھڑے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ میں باہر سے ایک ضروری کام کے واسطے آیا ہوں۔ اور اسی وقت حضرت صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔ حضرت صاحب نے مجھے حکم فرمایا کہ مفتی صاحب آپ جاکر معلوم کر آئیں کہ یہ کون صاحب ہیں۔ اور کیا کہتے ہیں۔ میں نے جاکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ حکیم قاضی آل محمد صاحب احمدی ساکن امروہہ ضلع مراد آباد تھے۔ جو حضرت مولوی محمد احسن صاحب مرحوم کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ اور مولوی صاحب نے انھیں امرتسر سے کچھ پیغام دے کر بھیجا تھا۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ میں ایک نہایت ہی عظیم الشان خوشخبری لے کر آیا ہوں۔ اور مجھے مولوی صاحب نے فرمایا تھا کہ خود حضرت صاحب ہی کو سنانا اس واسطے حضور سے عرض کر دیں کہ میں ملنا چاہتا ہوں میں نے اندر جاکر عرض کیا۔ حضور نے فرمایا کہ میں ایک مضمون لکھ رہا ہوں۔ اسے درمیان میں چھوڑ کر اٹھنا اور باہر جانا ٹھیک نہیں۔ آپ قاضی صاحب کو کہہ دیں کہ وہ خوشخبری آپ کو بتا دیں۔ میں نے جاکر قاضی صاحب سے عرض کیا۔ وہ مجھے بتلانا تو نہ چاہتے تھے۔ مگر مجبور ہوکر بادل نخواستہ انھوں نے یہ بتلایا کہ امرتسر میں ایک غیر احمدی مولوی کے ساتھ حضرت مولٰنا سید محمد احسن صاحب مباحثہ کر رہے تھے۔ اور سید صاحب نے اس مخالف مولوی کو ایسا لتاڑا اور پچھاڑا کہ وہ سخت شکست کھاکر بھاگا۔ اور احمدیت کو عظیم الشان فتح ہوئی۔ میں نے پھر اندر جاکر یہ خبر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کی۔ حضور نے تبسم کرتے ہوئے فرمایا:۔ "قاضی صاحب نے خوشخبری کے عظیم الشان ہونے پر اتنا زور دیا کہ میں خیال کرنے لگا کہ یہ خبر لائے ہیں کہ یورپ مسلمان ہوگیا"

حضور کے اس فقرے سے سمجھا جا سکتا ہے کہ حضور کو کس بات کی تڑپ تھی۔ وہی تڑپ اب حضور کے پسر و خلیفہ موعود کو لگی ہوئی ہے۔ جو حسن و احسان میں اپنے باپ کا نظیر ہے۔ کہیں انجمنوں کے انتظام ہو رہے ہیں۔ کہیں تحریک جدید کا سلسلہ جاری ہے۔ کہیں وانصار کو زندہ کیا جا رہا ہے۔ کہیں خدام الاحمدیہ کی جماعت کام کر رہی ہے۔ کہیں مدارس اور کالج اور ہوسٹل کا انتظام ہو رہا ہے۔ کہیں مہمانوں کی ضیافتیں ہو رہی ہیں کہیں نئی عمارتیں بن رہی ہیں۔ کہیں وسیع پیمانہ پر زمینوں کی کاشت ہو رہی ہے۔ کہیں جلسے ہو رہے ہیں۔ کہیں حکام سے ملاقاتیں ہو رہی ہیں۔ کہیں قومی لیڈروں سے گفتگو ہو رہی ہے۔ کہیں مبلغ بھیجے جا رہے ہیں کہیں فوجی کور طیار ہو رہی ہے۔ غرض اس تمام جدو جہد کی یہی ہے کہ حقیقی اسلام دنیا بھر میں پھیل جائے اور زمین کا کوئی گوشہ تبلیغ اسلام سے خالی نہ رہے حضرت خلیفۃ المسیح ان تمام کاموں کی خود نگرانی کرتے اور خود دلچسپی لیتے ہیں۔ اور شب و روز کی متواتر محنت اور جفاکشی سے بیمار ہو جاتے ہیں۔ پھر بھی کام کو جاری رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس نوجوان کی عمر اور صحت میں برکت دے اور فتح مندیوں اور کامیابیوں اور ترقی درجات کے ساتھ اُسے لمبی عمر عطا فرمائے تاکہ دنیا جہان کے لوگ اُسکی راہنمائی کی برکتوں سے بھرپور ہوکر خدائے پاک کی رضامندیوں کو حاصل کرتے ہوئے اس کے آغوش قرب میں ابدی راحت حاصل کریں ع

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

آمین ثم آمین۔

ہمدردی خلق

خلق خدا کی ہمدردی انھیں اپنے بزرگ باپ سے ورثہ میں ملی ہے۔ جس کے وہ حقیقی جانشین ہیں۔ اور ان کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔ وہ ہمدردی جس کے جذبات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان اشعار ذیل میں ظاہر فرمائے ہیں ؎

بدل دردے کہ دارم از برائے طالبان حق
نمی گردد بیاں آں درد از تقریر کوتاہم

(ترجمہ) حق کے تلاش کرنے والوں کے لئے جو درد میرے دل میں ہے اس درد کا اظہار میری چھوٹی تقریر میں نہیں کیا جا سکتا۔

دل و جانم چناں مستغرق اندر فکر او شان است
کہ نے از دل خبر دارم نہ از جاں خود آگاہم

(ترجمہ) میرا دل اور میری جان مخلوق خدا کی بہتری کے فکر میں ایسے غرق ہیں کہ اس فکر میں نہ مجھے اپنے دل کی خبر ہے۔ اور نہ اپنی جان کی کچھ خبر ہے۔

بدیں شادم کہ غم از بہر مخلوق خدا دارم
ازیں در لذتم کز درد مے خیزد ز دل آہم

(ترجمہ) میں اس بات پر خوش ہوں کہ مخلوق خدا کا غم اپنے دل میں رکھتا ہوں۔ میں اس لذت میں ہوں کہ درد کے سبب میرے دل سے آہ نکل رہی ہے۔

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

(ترجمہ) میرا مقصد اور میرا مطلب اور میری آرزو یہی ہے کہ خلقت کی خدمت کروں۔ یہی میرا کاروبار ہے یہی میری رسم ہے۔ اور یہی میرا راستہ ہے

نہ من از خود نہم در کوچہ پند و نصیحت پا
کہ ہمدردی برد آنجا بجبر و زور و اکراہم

(ترجمہ) میں اپنے آپ سے نصیحت و پند کے کوچہ میں قدم نہیں رکھتا۔ بلکہ مخلوق خدا کی ہمدردی مجھے جبر اور زور و اکراہ کے ساتھ وہاں لے جاتی ہے۔

غم خلق خدا صرف از زبان خوردن چہ کار است
گرش صد جاں بپا ریزم ہنوزش عذر میخواہم

(ترجمہ) اگر صرف زبان سے مخلوق خدا کا غم کھایا جائے تو یہ کچھ کام نہیں۔ اگر میں سو جان بھی اس کے قدموں پر نثار کردوں۔ تو پھر بھی معذرت کروں گا کہ مجھ سے کچھ خدمت نہ ہو سکی۔

چو شام پر غبار و تیرہ حال عالمے بینم
خدا بروے فرود آرد دعائے سحر گاہم

(ترجمہ) جب میں جہاں کا حال دیکھتا ہوں کہ ایسا ہے جیسا کہ گرد و غبار سے بھری ہوئی شام سیاہ ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ میری پچھلی رات کی دعائیں اس پر اتارتا ہے۔

یہ مخلوق خدا کی دلی ہمدردی اور سچی خیر خواہی ہے۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کو رات دن عظیم الشان کارناموں میں مصروف رکھتی ہے۔ اور اسی محنت اور

فکر مندیوں کا نتیجہ ہے۔ جناب وہ اکثر بیمار رہتے رہتے ہیں۔ مگر وہ تڑپ ہمدردی کی ویسی ہے کہ بیماری میں بھی کام ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔

علم لدنی

چونکہ دنیا دار الاسباب ہے۔ ظاہری استادوں کے پاس بھی کچھ تھوڑا بہت حضرت خلیفۂ ثانی نے پڑھا مگر در اصل ان کا علم لدنی ہے۔ خدا ہی نے ان کو علمی طاقتیں ایسی دے دی ہیں کہ آج دنیا میں کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جن ایام میں عاجز ان کا پرائیویٹ سکرٹری تھا۔ یہ تماشا بغور دیکھتا رہتا رہا کہ مختلف علوم و فنون کے ماہر جب ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان امور پر گفتگو کرتے جن میں ان کا مطالعہ اور مشق عمر بھر کا تھا۔ ان میں بھی وہ حضرت خلیفۂ ثانی کو معلومات میں اپنے سے بڑھ کر پاتے۔ اور اس امر کا اقرار کرتے کہ میری گزشتہ بیماری کے ایام میں ایک بیرسٹر صاحب تشریف لائے۔ چونکہ وہ ایک زمانہ انگلینڈ کے واقف تھے اس واسطے وہ مجھے بھی ملنے آتے اور فرمانے لگے کہ میں نے عمر بھر لیبر (مزدوروں کے حقوق) کے مسئلہ پر غور کیا۔ اور مطالعہ کیا۔ اور یورپ میں اور ہندوستان میں آکر اسی کام میں مصروف رہا۔ اور میرا یقین تھا کہ اس مسئلہ پر جس قدر میری واقفیت ہے کسی کی نہ ہوگی۔ لیکن حضرت صاحب کو مل کر میں اس بات کا قائل ہو گیا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ وہ ان مسائل میں مجھ سے بڑھ کر علم رکھتے ہیں۔ غرض اسی طرح انھیں اللہ تعالیٰ نے عقل و ذہانت عطا کی ہے۔ جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم

حضرت اولو العزم کے بعض کارنامے

اللہ تعالیٰ جنھیں بڑائی کے واسطے منتخب کرتا ہے ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی ہوتی ہے۔ کیونکہ ان کے سب کام القاء الٰہی کے ماتحت ہوتے ہیں۔ ان کے حرکات و سکنات اور قول و فعل سب منشاء الٰہی کے مطابق چلتے ہیں ما ينطق عن الهوىٰ ان هو الا وحیٌ یوحیٰ۔ وہ اپنی خواہش اور حرص سے کوئی بات نہیں بولتے۔ اور اپنے دل سے کوئی حکم صادر نہیں کرتے بلکہ وحی الٰہی کی راہنمائی سے ان کا کلام ہوتا ہے حضرت رسول پاک محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد الٰہی سے فرماتے ہیں۔ ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العلمین۔ تحقیق میری نماز اور میری قربانی میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے۔ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ تمام معاملات میں حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ کی راہنمائی ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے ہی کی۔ وہ ابھی چھوٹی ہی عمر کے تھے۔ جبکہ بعض ان لوگوں نے جو اپنے آپ کو سلسلہ کے کاموں کا اسوقت ناظم اور مدبر سمجھتے تھے انھوں نے تجویز کی مدرسہ تعلیم الاسلام کو بند کر دیا جائے۔ اسوقت حضرت ہی نے مدرسہ کو اس خیدشہ سے بچایا۔ اور ان لوگوں کے اس خیال کی پر زور مخالفت کی اور اس میں کامیاب ہوئے۔ پھر ایکدفعہ انہی لوگوں نے مدرسہ احمدیہ کو بند کرنا چاہا۔ تب بھی حضور نے ہی مدرسہ کی جان بچائی۔ جس کے ذریعہ سے آج خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ میں مولوی فاضل علماء کا ایک اتنا بڑا لشکر تیار ہو گیا ہے کہ مخالف مولوی مناظر ہر میدان میں ان سے شکست پاتے اور بھاگتے ہیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی وفات پر بعض کوتاہ اندیش لوگوں نے خفیہ سازشیں کیں۔ کہ اس جماعت میں سے امر خلافت کی برکات کو بالکل ہی مٹا ہی دیا جائے۔ اس عظیم الشان مصیبت میں گرنے سے بھی اللہ تعالیٰ نے جماعت کو اس مقدس وجود کے ذریعہ سے بچایا۔ جب پچھلے جنگ کے بعد گورنمنٹ برطانیہ کو ہندوستان میں ایک نیا کانسٹی ٹیوشن دینا چاہا اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہوا کہ ان کے کیا کیا حقوق ہونے چاہئیں۔ اسوقت جو راہنمائی حضرت خلیفۃ المسیح نے کی وہی بالآخر درست اور کار آمد ثابت ہوئی۔ جب مسلم لیڈروں نے ہندوستان سے ہجرت کرنے کی ہدایت مسلم رعایائے ہند کو دی اسوقت بھی حضرت خلیفۃ المسیح نے جو نصیحت مسلمانوں کو کی بالآخر وہی درست اور مفید ثابت ہوئی۔ اگر آپکے کارناموں کو مفصل لکھا جاتے۔ تو ان کے واسطے کئی ضخیم کتابیں چاہئیں۔ ان میں سے بعض کا ذکر اسی جوبلی نمبر میں بالتفصیل ہوگا۔ اس واسطے میں صرف ان اشارات پر اکتفا کرتا ہوں۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد لله رب العلمین ہ

پھل بہارِ شوق

نتیجۂ فکر جناب سیٹھ معین الدین صاحب محشر حیدر آباد (دکن)

ای ہمارے مقتدا ای نائبِ خیر الانام
ای مسیح پاک کے لختِ جگر عالی مقام

ای کہ تیرا نام ہی محمود تیرا کام بھی
صبح افشاں کی طرح روشن ہی تیری شام بھی

ای اسیرانِ جہاں کی رستگاری کے سبب
روحِ آزادی کو تجھ پر ناز ہو تو کیا عجب

ای کہ تیری ذات ہی مجموعۂ عالی صفات
ای کہ تیرے دم سے روشن ہی جبینِ کائنات

ای کہ تیرے دم سے قائم ماہ و انجم کا نظام
ای کہ تجھ سے مالکِ ارض و سما ہی ہمکلام

ای کہ تیرے دم سے قائم محفلِ کون و مکاں
ای کہ تیرے فیض کا ہی چارسو دریا رواں

ای کہ تیرا ہر اشارہ رازِ عرفان و یقیں
گو حیا کے بار سے نظریں تری اٹھتی نہیں

ای کہ تیرے عزم و استقلال کا قائل عدو
ای کہ حیراں تیرے جلووں سے جہاں رنگ و بو

ای کہ ہیں سایہ فگن تجھ پر خدا کی رحمتیں
بادشاہوں کو ملیں کپڑوں سے تیرے برکتیں

صاحبِ فتح و ظفر ای مظہرِ شانِ علیٰ
چشمۂ نورِ ہدایت منبعِ جود و سخا

حسن و احساں میں مسیحِ پاک کے تم ہو نظیر
عاشقِ نامِ محمد دینِ احمد کے بشیر

اس جہانِ تیرہ و تاریک میں تیرا وجود
مشعلِ راہِ ہدایت، شعلۂ جامِ شہود

سیکڑوں عقدے کئے حل نکتہ فہمی نے تری
سیکڑوں مردے جلائے ایک ہستی نے تری

تو نے پائی ہی وہ ہمت صاحبِ عزو وقار
جس کے آگے سطوتِ صحرا ہی اک مشتِ غبار

سازِ ایماں کے لئے مضراب تیرا ہر نفس
تیرے ان قدموں پہ سر رکھتا ہی آئینِ ہوس

پاک فطرت، پاک طینت، متقی، پرہیزگار
ای کہ تیری خاک پا بھی زر کامل عیار

اِک نگاہِ لطف کا تیری ہی محشر منتظر
ایک ادنیٰ سا اشارہ، اِک اچٹتی سی نظر

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی قبولیتِ دعا کا ایک واقعہ

خلافت ثانیہ کا ابتدائی زمانہ تھا۔ میرے والد مرحوم جناب منشی امام الدین صاحب رضی اللہ عنہ ان دنوں موضع لوہ چپ میں جو قادیان سے چار میل کے فاصلہ پر جانب غرب واقعہ ہے ملازم تھے۔ پاس ایک گاؤں بھاگی ننگل ہے۔ وہاں ایک شخص لچھمن سنگھ رہتا تھا۔ جو ابھی تک زندہ ہے۔ اس کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی۔ ایکدن اس نے کہا کہ میرے لئے اپنے حضرت صاحب سے دعا کروائیں کہ خدا مجھے لڑکا دیدے۔ اگر مرزا صاحب سچے ہوں گے۔ تو میرے ہاں اولاد ہو جائے گی۔

والد صاحب مرحوم و مغفور قادیان آئے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور سارا واقعہ عرض کر دیا۔ حضور نے فرمایا میں دعا کروں گا۔ اور انشاء اللہ اس کے ہاں اولاد ہوگی۔ والد صاحب نے اسے یہ خوشخبری سنا دی کچھ عرصہ کے بعد اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام اودھم سنگھ ہے۔ یہ لڑکا میٹرک پاس کر چکا ہے اور اپنے گاؤں میں پہلا نوجوان ہے۔ جس نے اتنی تعلیم حاصل کی ہے۔

جلسہ سالانہ قریب تھا۔ لوگ کثرت سے پیدل اور یکوں میں قادیان آتے تھے۔ لچھمن سنگھ نے اس خوشی میں بٹالہ سے آنے والی سڑک پر احمدی دوستوں کو جو قادیان آتے تھے گنوں کا رس پلایا۔ میں ان دنوں چھوٹا بچہ تھا۔ لیکن مجھے یاد ہے کہ والد صاحب نے اسے ایک کاغذ پر یہ واقعہ لکھ کر دیا تھا تاکہ وہ اسے سڑک پر آویزاں کر دے۔ اور آنے والے دوست اسے پڑھ سکیں۔ والد صاحب اس واقعہ کا ذکر بعد میں بھی فرمایا کرتے تھے۔

اس کاغذ پر سارا واقعہ لکھدیا گیا تھا کہ یہ شخص اس خوشی کا اظہار اس طرح کر رہا ہے کہ جلسہ سالانہ پر آنے والے احباب کو رس پلاتے۔ دوست اس لئے بھی اس کی دعوت قبول کریں تاکہ وہ اس واقعہ کے گواہ رہیں۔ گو اس واقعہ کو کافی عرصہ گزر چکا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ کئی دوست ہماری جماعت میں ایسے ہوں گے۔ جنھیں یہ واقعہ یاد ہوگا۔ لچھمن سنگھ زندہ موجود ہے۔ جس کا دل چاہے اس سے دریافت کر لے۔ وہ اب بھی اس کی تصدیق کرے گا۔

یہ واقعہ لکھنے کے بعد میں نے مناسب سمجھا کہ اسے بھی پڑھ کر سنا دیا جاتے۔ چنانچہ جب اس کے لڑکے اودھم سنگھ نے ہی پڑھ کر سنایا۔ تو اس نے اقرار کیا کہ یہ درست ہے۔ (خاکسار ظہور احمد محلہ دار الرحمت قادیان)

میں موضع بھاگی ننگل کا رہنے والا ہوں۔ لچھمن سنگھ ہمارے گاؤں کا باشندہ ہے۔ مجھے یہ واقعہ خوب یاد ہے۔ جو بالکل درست اور صحیح ہے۔ میرے سامنے ہی اس شخص نے کہا تھا کہ اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو میرے گھر لڑکا پیدا ہوگا۔ اور پھر خدا نے اسے لڑکا دیا۔

(خاکسار عبد الرحیم المعروف لوپہلا۔ ساکن بھاگی ننگل تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور)

دستخط اودھم سنگھ

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی شاعری پر ایک نظر

مخدومی محترمی جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کی قلم سے

الشعراء تلامیذ الرحمٰن

مندرجہ بالا عنوان کی صداقت کی زندہ مثال حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہٖ کا وجود مسعود ہے۔ آپ ایک فطرتی شاعر ہیں کبھی آورد سے کام نہیں لیا۔ نہ کاروبار چھوڑ کر طبیعت کو یکسو کر کے اس طرف متوجہ ہوئے۔ جب کبھی تحریک ہوئی۔ اور آمد کا وقت محسوس کیا تو چند اشعار حوالۂ قلم متانت رقم کر دیئے۔ پھر تکمیل کا خیال نہیں اسلئے کئی نظمیں ناتمام ہی رہ گئیں۔ پھر بھی جو کچھ ہمارے سامنے آیا اس میں جو معارف و حقائق ہیں علاوہ زبان کی سلاست فصاحت اور بندشوں کی چستی کے وہ آنکھوں سے لگانے اور دل میں بٹھانے کے قابل ہے۔

جون ۱۹۰۵ء میں آپ کی عمر ہی کیا تھی یہی ۱۴-۱۵ سال۔ مگر اس وقت بھی آپ شعر کہہ لیتے۔ جن پاکیزہ خیالات کا اظہار فرماتے وہ دوسرے بچوں اور نوجوانوں بلکہ مجھے کہنا چاہیئے بوڑھوں کے لئے بھی ایک قابل تقلید مثال ہیں۔ عزیزم مرحوم عبدالحی نے قرآن مجید ختم کیا۔ آپ اس کے لئے ایک مبارکبادی کی نظم لکھتے ہیں اور دعا فرماتے ہیں ؎

تیرا دلدادہ ہو اور دیں پہ فدا
ہو یہ عاشق احمد مختار کا

غیرت دینی ہو اس میں اس قدر
واسطے دیں کے ہو یہ سینہ سپر

پھر ۱۹۰۶ء حضرت میر محمد اسحٰق صاحب فاضل کی شادی ہوئی۔ تو آپ نے لکھا:- ؎

خدایا اس نبی اور بنے پر فضل کر اپنا
اور ان کے دل میں پیدا جوش کر دے دیں کی خدمت کا

نبی ؐ سے ہو محبت اور تعشق ان کو ہو تجھ سے
کلام پاک کی اُلفت کا ان کے دل میں گھر کر دے

ان دو چار شعروں سے جو بالکل ابتدائی زمانے کے ہیں۔ ظاہر ہے کہ آپ کی تربیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آغوش روحانیت میں کس طرح پر ہو رہی تھی۔ اور آپ کے اندر کیا جذبات پرورش پا رہے تھے۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء کی ایک نظم میں آپ فرماتے ہیں ؎

یہ دم غنیمت ہے کوئی کام کر لو
کہ اس زندگی کا بھروسہ ہی کیا ہے

محمدؐ پہ ہو جان قربان ہماری
کہ وہ کوئے دلدار کا رہنما ہے

قرآن کریم کی عظمت کس درجے آپ کے دل عرفان منزل میں ہے۔ یہ فروری ۱۹۰۷ء کی ایک نظم سے ظاہر ہے ؎

گناہ گاروں کے درد دل کی بس ایک قرآن ہی دوا ہے
یہی ہے خضر رہ طریقت یہی ہے ساغر جو حق نما ہے

ہر ایک مخالف کے زور و طاقت کو توڑنے کو یہی ہے حربہ
یہی ہے تلوار جس سے ہر ایک دشمن دین کانپتا ہے

نگاہ جن کی زمین پہ تھی نہ آسماں کی جنھیں خبر تھی
خدا سے ان کو بھی جا ملایا دکھائی ایسی رہ ہدیٰ ہے

رہ خدا میں یہ جان فدا ہو۔ دل عشق احمدؐ میں مبتلا ہو
اسی پہ ہی میرا خاتمہ ہو۔ یہی میرے دل کا مدعا ہے

یہ ۱۶-۱۷ سال کی عمر کے جذبات و خیالات ہیں۔ اس بحر طویل میں یہ سلیس و پُرمعنی نظم جس کے صرف دو تین شعر ہی نقل کر سکا ہوں۔ بتاتے ہیں کہ ؎

بالائے سرش زہوشمندی
مے تافت ستارۂ بلندی

نوجوانی تمام قویٰ کے نشو و نما کا زمانہ ہے اور ساتھ ہی ایک قسم کی غفلت اور بے پروائی کا بھی خدشہ ہوتا ہے۔ مگر آپکو دیکھیئے فروری ۱۹۰۷ء کی ایک نظم میں فرماتے ہیں ؎

دوستو! ہرگز نہیں یہ ناچنے اور گانے کے دن
سوچ کر دیکھو تو ہیں یہ دیں کے پھیلانے کے دن

آپ علماء زمانہ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکفیر سے رد کتے ہیں ؎

ٹھہراتے ہیں کافر اسے جو ہادی دیں ہے۔
یہ خوب نمونہ ہے یہاں کے علماء کا

وہ قوت اعجاز ہے اس شخص نے پائی
دم بھر میں اسے مار گرایا جسے تاکا

۱۹۰۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر فطرتی و لازمی طور پر آپ کے کلام میں ایک خاص قسم کا درد اور سوز آگیا۔ اکتوبر ۱۹۰۸ء کی ایک نظم ہے ؎

کوئی گیسو مرے دل سے پریشاں ہو نہیں سکتا
کوئی آئینہ مجھ سے بڑھ کے حیراں ہو نہیں سکتا

وہاں ہم جا نہیں سکتے۔ یہاں وہ آ نہیں سکتے
ہمارے درد کا کوئی بھی درماں ہو نہیں سکتا

کوئی یاد خدا سے بڑھ کے ہماں ہو نہیں سکتا
وہ ہو جس خانۂ دل میں وہ ویراں ہو نہیں سکتا۔

خدایا دن گذرتے ہیں تڑپتے تیری فرقت میں
ترے ملنے کا کیا کوئی بھی ساماں ہو نہیں سکتا

بھلاؤں یاد سے کیوں کر کلام پاک دلبر ہے
جدا مجھ سے تو اک دم کو بھی قرآں ہو نہیں سکتا

جی چاہتا ہے ساری نظم ہی زیب صفحۂ قرطاس کر دوں۔ مگر مجھے تو ابھی بہت کچھ لکھنا ہے۔ اس لئے اسی پر اکتفا کرتا ہوا آگے قدم بڑھاتا ہوں۔

جنوری ۱۹۰۹ء کی ایک نظم کا مطلع ہے۔

وہ خواب ہی میں گر نظر آتے تو خوب تھا
مرتے ہوئے کو آکے جلاتے تو خوب تھا

اک عمر دہ کو چہرہ دکھاتے تو خوب تھا
روتے ہوئے کو آکے ہنساتے تو خوب تھا

فروری ۱۹۰۹ء کی ایک نظم کے دو شعر ملاحظہ کیجئے ؎

میں نے جس روز سے پیارے ترا چہرا دیکھا
پھر نہیں اور کسی کا رُخ زیبا دیکھا

تیرے جاتے ہی ترا خیال چلا آتا ہے
ترے جانے میں بھی آنے کا تماشا دیکھا

غرض خدا اور اس کے رسول کی محبت میں گداز ہوئے جا رہے ہیں۔ ہر لحظہ اس کے دیدار کی تڑپ ہے۔ اور اسی دین کی فکر ہے۔ اپنے ساتھیوں کو ہمت دلاتے ہیں ؎

شیطاں ہے ایک عرصہ سے دنیا پہ حکمراں
اٹھو اور اٹھ کے خاک میں اس کو نہاں کرو

دکھلاؤ پھر صحابہ سا جوش و خروش تم
دنیا پہ اپنی قوت بازو عیاں کرو

پھر خاک میں ملا دو یہ سب فتنہ شیطنت
نام و نشاں مٹا کے انھیں بے نشاں کرو

پھر دشمنوں کو حلقۂ الفت میں باندھ لو
جو تم سے لڑ رہے ہیں انھیں ہم زباں کرو

پھر راتیں کاٹو جاگ کے یاد حبیب میں
پھر آنسوؤں کا چشم سے چشمہ رواں کرو

پھر اس کی میٹھی میٹھی صداؤں کو تم سنو
اور اپنے دل کو وصل سے پھر شادماں کرو

اغیار کی اصلاح کے ساتھ اصلاح نفس کے خیال کو مقدم رکھنے کی ہدایت ہے۔ جیسا کہ محررۂ بالا اشعار سے واضح ہے۔ یہ زمانہ جوں جوں بڑھتا جاتا ہے۔ آپ علم و عرفان میں ترقی کے مدارج طے کرتے جاتے ہیں۔ شوق وصال یاری میں آرزوؤں کا ہجوم ہے۔ آپ پکار اٹھتے ہیں ؎

آدمی ہو کے تڑپتا ہوں چکوروں کی طرح
کبھی بے پردہ اگر وہ رخ تاباں کر دیں

اک دفعہ دیکھ چکے موسٰے تو پردہ کیسا
ان سے کہہ دو کہ وہ اب چہرے کو عریاں کر دیں

دل میں آتا ہے کہ دل بیچ دیں دلدار کے پاس
اور پھر جان کو ہم ہدیہ جاناں کر دیں

غرض کئی طرح سے ان جذبات کا اظہار ہوتا ہے۔ جو ہر وقت قلب صافی میں موج زن رہتے ہیں ؎

دل چاہتا ہے طور کا وہ لالہ زار ہو
اور آسماں پہ جلوہ کناں میرا یار ہو۔

ساقی ہو مے ہو جام ہو ابر بہار ہو
اتنی پیوں کہ حشر کے دن بھی خمار ہو

جاں چاہتی ہے تجھ پہ نکلنا او میری جاں
دل کی یہ آرزو ہے کہ تجھ پہ نثار ہو

موسٰی سے تو نے طور پہ جو کچھ کیا سلوک
مجھ سے بھی اب وہی مرے پروردگار ہو

اور رفتہ رفتہ عشق الٰہی کی سرمستی میں کہتے ہیں ؎

میں وہ بے خود ہوں کہ تجھے جس نے اڑائے مرے ہوش
مجھ کو خود وہ نگہ ہوش ربا یاد نہیں

وہ جو رہتا ہے ہر اک وقت مری آنکھوں میں
ہائے کمبختی مجھے اس کا پتہ یاد نہیں

جب سے دیکھا ہے اسے رہتا ہے اسکا ہی خیال
اور کچھ بھی مجھے اب اس کے سوا یاد نہیں۔

تعلقات کی استواری نے یہ دن بھی دکھایا کہ:- ؎

وہی ہے طرز دلداری وہی رنگ ستمگاری
تجسس کیوں کروں اس کا کہ ہے یہ کون محمل میں

بلاتے ہیں مجھے در پہ جو میں اٹھوں تو کہتے ہیں ؛
کدھر جاتا ہے او غافل میں بیٹھا ہوں ترے دل میں

میں سمجھا تھا کہ اس کو دیکھ کر پڑ جائے گی ٹھنڈک
خبر کیا تھی کہ بھاگ جاؤں گا جا کر اس کی محفل میں

سلوک کی منازل طے ہونے لگیں ؎

یہیں سے اگلا جہاں بھی دکھا دیا مجھ کو
ہے ساغر مے الفت پلا دیا مجھ کو

بتاؤں کیا کہ مسیحا نے کیا دیا مجھ کو
میں کرم خاکی تھا انساں بنا دیا مجھ کو

انسان دو نسبتوں سے مرکب ہے۔ اگر ایک جانب اپنے خالق سے اُنس ہے۔ تو دوسری جانب اپنے بھائیوں سے ؎

غم جماعت احمد نہیں سہا جاتا
یہ آگ وہ ہے کہ جس نے جلا دیا مجھ کو

آپ برادران ملت کو ترغیب الی اللہ دیتے ہیں۔ یہ مارچ ۱۹۱۰ء کا کلام ہے ؎

عہد شکنی نہ کرو اہل وفا ہو جاؤ
اہل شیطاں نہ بنو اہل خدا ہو جاؤ

حق کے پیاسوں کے لئے آب بقا ہو جاؤ
خشک کھیتوں کے لئے کالی گھٹا ہو جاؤ

بادشاہی کی تمنا نہ کرو ہرگز تم
کوچۂ یار یگانہ کے گدا ہو جاؤ

قطب کا کام دو تم ظلمت و تاریکی میں
بھولے بھٹکوں کے لئے راہنما ہو جاؤ

رہ مولیٰ میں جو مرتے ہیں وہی جیتے ہیں
موت کے آنے سے پہلے ہی فنا ہو جاؤ

اور ذاتی حال یہ ہے کہ دیدار الٰہی کی تڑپ روز افزوں ہے۔ جون ۱۹۱۰ء کے چند اشعار ؎

وہ میرے چاک جگر کا کریں گے کب درماں ؛
جو دل پہ داغ لگے ہیں انھیں مٹائیں گے کب

محرک احمدیہ خلافت جوبلی

حضرت امیرالمومنین بچپن میں

مولانا درد سیکریٹری خلافت
جوبلی کمیٹی

حضرت امیرالمومنین کا گروپ ۱۹۱۳ء میں عربی مدارس کے
معائنہ کے وقت لکھنؤ میں

حضرت میر محمد اسحاق صاحب
فاضل ناظر ضیافت

چودھری فتح محمد صاحب
ایم اے ناظر اعلیٰ

جماعت احمدیہ فلسطین

جماعت احمدیہ کبابیر فلسطین

رشدی آفندی سیکریٹری انجمن احمدیہ فلسطین

انجمن احمدیہ بغداد

یہ مینے مانا کہ ہے ان کی ذات بے پایاں　　مگر وہ چہرۂ زیبا مجھے دکھائیں گے کب
سنا ہے خواب میں ممکن ہے رویت جاناں　　میں منتظر ہوں کہ وہ اب مجھے سلائیں گے کب

عشق خدا میں حالت یہ ہے۔ کہ مخلوقات کی خیر خواہی تو ہے۔ مگر ان سے کوئی طمع نہیں ؎

مجھے فکر معاش و پوشش و خور کا الم کیوں ہو　　میں عشق حضرت ایزد میں حب مخمور رہتا ہوں

اور ادھر اپنے خالق سے یہ نسبت ہے کہ ؎

قیامت ہے کہ وصل یار میں بھی رنج فرقت ہے　　میں اس کے پاس رہ کر بھی ہمیشہ دور رہتا ہوں

اپریل ۱۹۱۱ء کے دو شعر ہیں ؎

گو مجھے مدت سے یہ اصرار ہے　　منہ دکھانے سے انھیں انکار ہے
میرے دل پر رنج و غم کا بار ہے　　ہاں خبر لیجے کہ حالت زار ہے

پھر خود ہی دل کو تسکین دیتے ہیں ؎

وہ تو بے پرواہیں پر آنکھیں ہیں بند　　کام آساں ہے مگر دشوار ہے

آپ کو اپنے اسلامی بھائیوں کی بھی فکر ہے ؎

خدمت اسلام سے دل سرد ہیں　　گرم کیا ہی کفر کا بازار ہے
تنگ ہوں اس بے وفا دنیا سے میں　　مجھ کو یا رب خواہش دیدار ہے

جنوری ۱۲ء میں اپنے درد بھرے دل سے یوں صدا دیتے ہیں ؎

کیا سبب جو خون ہو کر بہہ گیا میرا جگر　　بھید کیا ہے میری آنکھیں جو رواں ہیں سیل وار
کون ہے صیاد میرا کس کے پھندے میں ہوں میں　　کس کی افسونی نگہ نے کر لیا مجھ کو شکار
مات کرتا ہے مرا دن بھی اندھیری رات کو　　میری شب کو دیکھ کر زلف حسیناں شرمسار

یہ سب کچھ کیوں ؎ ؟

وہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک میرے دل کا نور ہے　　ہے فدا اس شعلہ رو پر میری جاں پروانہ وار
اس کا اک اک لفظ میرے واسطے ہے جانفزا　　اس کے اک اک قول سے گھٹتا ہے دُرِ شاہوار
ہر حسیں کو حسن بخشا ہے اسی دلدار نے　　ہر گل و گلزار نے پائی اسی سے ہے بہار
نور اس کا جلوہ گر ہے ہر در و دیوار میں　　ہے جہاں کے آئینے میں منعکس تصویر یار
طالب دنیا نہیں ہوں طالب دیدار ہوں　　تب جگر ٹھنڈا ہو جب دیکھوں رُخ تابان یار
بات کیا ہے گر وہ میری آرزو پوری کرے　　دے مری جاں کو تسلی دے مرے دل کو قرار
جس قدر رستے ہیں روکیں ہٹا دے وہ انھیں　　جس قدر حائل ہیں پردے ان کو کر دے تار تار
بے ملے اس کے تو جینا بھی ہے بد تر موت سے　　ہے وہی زندہ جسے اس کا ملا قرب و جوار

آخر آپ یہ کہتے ہوئے بیت اللہ کو روانہ ہوئے ؎ ۱۲ء

دوڑے جاتے ہیں بامید تمنا سوئے باب　　تا بہ آجائے نظر روئے دل آرا بے نقاب
میری خواہش ہے کہ دیکھوں اس مقام پاک کو　　جس جگہ نازل ہوئی مولیٰ تری ام الکتاب
ابن ابراہیم آئے تھے جہاں بالتشنہ لب　　کر دیا خشکی کو تو نے ان کی خاطر آب آب
میرے والد کو بھی ابراہیم ہے تو نے کہا　　جس کو جو چاہے بنائے تیری ہے عالی جناب
چشمۂ انوار میرے دل میں جاری کیجئے　　پھر دکھا دیجے مجھے عنوان روئے آفتاب

الحمد للہ یہ نعمت آپ کو حاصل ہوئی ؎

فخر ہے مجھ کو کہ ہوں میں خدمت سرکار میں　　ناز ہے مجھ کو کہ اس کے ناز برداروں میں ہوں
ظلمتیں کافور ہو جائیں گی اک دن دیکھنا　　میں بھی اک نورانی چہرے کے پرستاروں میں ہوں
ساری دنیا چھوڑ دے پر میں نہ چھوڑوں گا تجھے　　درد کہتا ہے کہ میں تیرے وفاداروں میں ہوں

۱۹۱۴ء میں آپ خلعت خلافت سے سرفراز ہوئے اور ہمارے کانوں میں ۱۹۰۸ء کا کلام گونجنے لگا ؎

جو کوئی تقویٰ کرے گا پیشوا ہو جائے گا　　قبلہ رُخ ہوتے ہوئے قبلہ نما ہو جائے گا
دیکھ لینا ایک دن خواہش بر آئیگی مری　　میرا ہر ذرہ محمدؐ پر فدا ہو جائے گا
عشق مولیٰ دل میں جب محمود کہ ہو گا موجزن　　یاد کر اس دن کو تو پھر کیا سے کیا ہو جائے گا

مسند دعوۃ وارشاد پر جلوہ افروز ہوتے ہی حسب سنت قدیمہ کچھ حساد نے بھی سر اٹھایا۔ مگر سب کو نیچا دیکھنا پڑا۔ اور آپ خدمت دین قیم کے لئے بدستور کمربستہ رہے۔ آپ کو وفادار، جاں نثار محبوں کی ایک بڑی جماعت دی گئی۔ اب اس سے آگے کلام معرفت التیام کو انتخاب سے پیش کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ کیونکہ حالت یہ ہے کہ ؎

ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ مے نگرم　　کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا اینجاست

یہاں تک بھی جو لکھا گو میری آنکھوں کی دیکھی بات ہے مگر کسی خاص تیاری سے نہیں۔ اور مجموعہ بھی مجھے وہ ملا جس میں کلام ترتیب سے درج نہیں۔ ادھر وقت کم اسلئے سرسری نگاہ میں جو کچھ سامنے آیا ایک ہی نشست میں لکھتا گیا ہوں۔ البتہ اس خیال سے کہ سعادت سے بالکل ہی محروم نہ ہو جاؤں۔ کچھ اشعار مختلف تبرکاً و تیمناً درج ذیل ہیں۔ جن میں دعوت وارشاد۔ تبلیغ و ترغیب۔ احسان و عرفان سبھی کچھ ہے ؎

سنہ ۲۰ء ——— (۱) ———

ہے دست قبلہ نما لا الہ الا اللہ　　ہے درد دل کی دوا لا الہ الا اللہ
زمیں سے ظلمت شرک ایک دم میں ہو گی دور　　ہوا جو جلوہ نما لا الہ الا اللہ
بروز حشر بھی تیرا ساتھ چھوڑیں گے　　کرے گا ایک وفا لا الہ الا اللہ

ہزاروں ملکہ ہیں لاکھوں علاج روحانی　　مگر ہے روح شفا لا الہ الا اللہ

سنہ ۲۰ء ——— (۲) ———

اس زندگی سے موت ہی بہتر ہے اے خدا　　جس میں کہ تیرا نام چھپانا پڑے ہمیں
پھیلائیں گے صداقت اسلام خواہ کچھ بھی ہو　　جائیں گے ہم جہاں بھی جانا پڑے ہمیں
محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار　　روئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

——— (۳) ———

مٹا دیگا ہمیں کیا تو ہے اپنی جان کا دشمن　　ارے ناداں! کبھی عشاق کو بھی موت آتی ہے
معاذ اللہ مرا دل اور ترک عشق کیا ممکن　　میں ہوں وہ باوفا جس سے وفا کو شرم آتی ہے
وہ کیا سر ہے جو جھکتا ہے آگے ہر کہہ و مہ کے　　وہ کیسی آنکھ ہے جو ہر جگہ دریا بہاتی ہے

سنہ ۲۰ء ——— (۴) ———

تری محبت میں میرے پیارے ہر اک مصیبت اٹھائیں گے ہم　　مگر نہ چھوڑیں گے تجھ کو ہرگز نہ تیرے در سے جائیں گے ہم
خبر بھی ہے کچھ تجھے او ناداں کہ مردم چشم یار ہیں ہم　　اگر کہیں کج نظر سے دیکھا تو تجھ پہ بجلی گرائیں گے ہم
وہ شہر جو کفر کا ہے مرکز ہے جس پہ دین مسیح نازاں　　خدائے واحد کے نام پر اک اسی میں مسجد بنائیں گے ہم

——— (۵) ———

دل میں ہو سوز تو آنکھوں سے رواں ہوں آنسو　　تم میں اسلام کا ہو مغز فقط نام نہ ہو
رغبت دل سے ہو پابند نماز و روزہ　　نظر انداز کوئی حصۂ احکام نہ ہو
عسر ہو یسر ہو تنگی ہو کہ آسائش ہو　　کچھ بھی ہو بند مگر دعوت اسلام نہ ہو
گامزن ہو گے رہ صدق و صفا پر گو تم　　کوئی مشکل نہ رہیگی جو سرانجام نہ ہو

سنہ ۲۱ء ——— (۶) ———

ساغر حسن تو پُر ہے کوئی مے خوار بھی ہو　　ہے وہ بے پردہ کوئی طالب دیدار بھی ہو
ہمسری مجھ سے تجھے کس طرح حاصل ہو عدو　　حال پر تیرے اے ناداں نظر یار بھی ہو

سنہ ۲۳ء ——— (۷) ———

پیٹھ میدان وغا میں نہ دکھائے کوئی　　منہ پہ یا عشق کا پھر نام نہ لائے کوئی
اپنے کوچے میں تو کتے بھی ہیں بنجاتے شیر　　بات تب ہے کہ مرے سامنے آئے کوئی

سنہ ۲۴ء ——— (۸) ———

عشق اک راز ہے اور راز بھی اک پیار کا　　مجھ سے یہ راز صد افسوس چھپایا نہ گیا
کس طرح تجھ کو گنا ہوں یہ ہوئی یوں جرأت　　اپنے ہاتھوں سے کبھی زہر تو کھایا نہ گیا
جان محمود ترا حسن ہے اک حسن کا کان　　لاکھ چاہا پہ ترا نقش اڑایا نہ گیا

سنہ ۲۴ء ——— (۹) ———

چادر فضل و عنایت میں چھپا لے پیارے　　مجھ گنہگار کو اپنا ہی بنا لے پیارے
گر نہ دیدار میسر ہو نہ گفتار نصیب　　کوچۂ عشق میں جا کر کوئی کیا لے پیارے
نام کی طرح مرے کام بھی کر دے محمود　　مجھ کو ہر قسم کے عیبوں سے بچا لے پیارے

سنہ ۲۴ء ——— (۱۰) ———

صید شکار غم ہے تو مسلم خستہ جان کیوں　　اُٹھ گئی سب جہان سے تیرے لئے امان کیوں
خُلق ترے کدھر گئے۔ خَلق کو جن پہ ناز تھا　　دل ترا کیوں بدل گیا۔ بگڑی تری زبان کیوں
ہو کے غلام تو نے جب رسم وداد قطع کی　　اس کے غلام درجو ہیں تجھ پہ ہوں مہربان کیوں

سنہ ۲۴ء ——— (۱۱) ———

نہیں ممکن کہ میں زندہ رہوں تجھ سے جدا ہو کر　　رہوں گا تیرے قدموں میں ہمیشہ خاک پا ہو کر
خدا شاہد ہے اس کی راہ میں مرنے کی خواہش ہے　　مرا ہر ذرہ تن جھک رہا ہے التجا ہو کر

سنہ ۲۴ء ——— (۱۲) ———

ہمسفر سنبھلے ہوئے آنا کہ رستہ ہے خراب　　پر قدم ڈھیلا نہ ہو میں تیز رفتاروں میں ہوں
خود پلائی ہے مجھے اس نے مئے عرفان خاص　　معترض اتا زاں ہوں میں اسیر کہ مے خواروں میں ہوں

(۱۳)

ہے رضائے ذات باری اب رضائے قادیاں
مدعائے حق تعالیٰ مدعائے قادیاں
ایشیا و یورپ و امریکہ و افریقہ سب
دیکھ ڈالے پر کہاں وہ رنگ ہائے قادیاں
میرے پیارے دوستو تم دم نہ لینا جب تلک
ساری دنیا میں نہ لہرائے لوائے قادیاں

سنہ ۲۷ء —— (۱۴) ——

وہ لب سرخ ہے گویائی پہ آمادہ پھر
سخت ارزاں مے گلفام ہوئی جاتی ہے
پھر مٹے جاتے ہیں ہر قسم کے دنیا سے فساد
عقل پھر طالع الہام ہوئی جاتی ہے

سنہ ۲۷ء —— (۱۵) ——

نہیں ہیں میرے قلب پر کوئی نئی تجلیاں
حرا میں تھا جو جلوہ گر میرا خدا وہی تو ہے
نہیں ہے جس کے ہاتھ میں کوئی بھی شئی وہی تو ہوں
جو ہے قدیر خیر و شر میرا خدا وہی تو ہے

سنہ ۲۸ء —— (۱۶) ——

یاران وطن یہ خواب غفلت کس کام
دوزخ میں پہنچ چکے ہو سوتے سوتے
کیا کعبہ کو جاؤ گے یہی تم جس وقت
تھک جاؤ گے کشت ظلم بوتے بوتے

سنہ ۳۰ء —— (۱۷) ——

میں واحد کا ہوں دلدادہ
اور واحد میرا پیارا ہے
گر تو بھی واحد بن جائے
تو میری آنکھ کا تارا ہے

—— (۱۸) ——

نہیں آرام پل بھی میسر
ہے اس ظالم نے کچھ ایسا ستایا
ہوا مایوس جب چارہ و فطرت سے
نہ جب کوشش نے اسکا کچھ بنایا
تو ہر پھر کر یہی تدبیر سوجھی
تری تقدیر کا در کھٹکھٹایا

سنہ ۳۳ء —— (۱۹) ——

چھلک رہا ہے مرے غم کا آج پیمانہ
کسی کی یاد میں میں ہو رہا ہوں دیوانہ
وہ شمع رو کہ جسے دیکھ کر ہزاروں شمع
بھڑک اٹھی تھیں بسوز ہزار پروانہ

سنہ ۳۵ء —— (۲۰) ——

دست عزرائیل میں مخفی ہیں سب راز حیات
موت کے پیالوں میں بٹتی ہے شراب زندگی
غفلت خواب حیات عارضی کو دور کر
ہے تجھے گر خواہش تعبیر خواب زندگی

—— (۲۱) ——

یہ عشق و وفا کے کھیت کبھی خوں سینچے بغیر نہ پنپیں گے
اس راہ میں جاں کی کیا پروا ہے جاتی ہے تو جانے دو
تم دیکھو گے کہ انہی میں سے قطرات محبت ٹپکیں گے
بادل آفات و مصائب کے چھاتے ہیں اگر تو چھانے دو
صادق ہے اگر تو صبر دکھا قربانی کر ہر خواہش کی
ہیں جنس وفا کے ماپنے کے دنیا میں یہی پیمانے دو
یا صدق محمدؐ عربی ہے یا احمد ہندی کی ہے وفا
باقی تو پرانے قصے ہیں زندہ ہیں یہی افسانے دو
محمود اگر منزل ہے کٹھن تو راہنما بھی کامل ہے
تم اس پہ توکل کر کے چلو آفات کا خدشہ جانے دو

—— (۲۲) ——

عبث ہیں باغ احمد کی تباہی کی یہ تدبیریں
چھپی بیٹھی ہیں تیری راہ میں مولیٰ کی تقدیریں
بھلا مومن کو قاتل ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے
نگاہیں اس کی بجلی ہیں تو آہیں اس کی شمشیریں
تیری تقصیریں خود ہی تجھ کو لے ڈوبیں گی اے ظالم
لپٹ جائیں گی تیرے پاؤں میں وہ بن کے زنجیریں

ابھی کلام کا بہت سا حصہ ہے جو جی چاہتا ہے پیشکش محفل مودت منزل احباب گرامی کردوں —— مگر

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

پڑھتا ہوا اسی مقالہ پر ختم کرتا ہوں۔

(خاکسار:۔ اکمل عفا اللہ عنہ)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا ایک ادنیٰ خادم سے سلوک

جناب خواجہ غلام نبی صاحب ایڈیٹر "الفضل" کے قلم سے

اگرچہ میں ۱۹۱۱ء میں حصول تعلیم کے لیے قادیان آیا۔ اور جب حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ گھوڑے سے گر کر سخت علیل ہوئے۔ تو اس خیال سے بیعت کر لی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک پر تو بیعت کرنے سے محروم رہا۔ اب یہ موقع بھی ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ لیکن اس وقت بچپن کی عمر اور تعلیم کی کمی کی وجہ سے احمدیت کے متعلق کچھ زیادہ واقفیت نہ تھی۔ اور جو تھی وہ صرف اتنی کہ چند سر کردہ اصحاب جو اس وقت سلسلہ کے کاموں میں پیش پیش تھے ان سے محبت سی پیدا ہو گئی۔ لیکن جب حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی وفات کے معاً بعد مولوی محمد علی صاحب نے خلافت کے خلاف ایک رسالہ شائع کیا۔ اور پھر بڑے شد و مد سے مخالفت کی کہ کوئی خلیفہ نہیں ہونا چاہیئے۔ تو یہ بات میخ کی طرح دل میں گڑ گئی کہ خلیفہ کے بغیر جماعت کا قیام ممکن نہیں۔ اور جب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے پہلی دفعہ بیعت لی تو میں نے شرح صدر سے بیعت کر لی۔ اور اس کے بعد حقیقی معنوں میں مجھے احمدیت سے وابستگی حاصل کرنے کی توفیق ملی اس لحاظ سے میں خدا تعالیٰ کا یہ خاص فضل سمجھتا ہوں کہ اس نے مجھے خلافت ثانیہ کے روز اول سے اس وقت تک کے عہد کے برکات سے متمتع ہونے کا شرف بخشا۔ اور ابتدائے خلافت ثانیہ سے ہی "الفضل" سے منسلک ہو کر حضور کی ذرہ نوازیوں اور بے پایاں شفقتوں کے نہایت ایمان افروز اور روح افزا نظارے دیکھے چونکہ ان کا ذکر اس مضمون میں ممکن نہیں۔ اسلئے ایک آدھ بات عرض کرتا ہوں۔ اور وہ بھی صرف اپنے متعلق۔

ابتدائے خلافت میں جبکہ حضور دن رات بہت بڑی بڑی مہمات کی سرانجام دہی میں مصروف رہتے مجھ ایسے علم و فہم سے کورے طفل مکتب کو اخبار نویسی سکھانے کے لئے وقت دیتے۔ اور ایسی شفقت فرماتے کہ اسے یاد کر کے اب بھی حیران ہو جاتا ہوں کسی موضوع کے متعلق حضور مجھے نوٹ لکھا کر فرماتے مضمون مرتب کر کے لاؤ۔ اور جب میں الٹا سیدھا مضمون لکھ کر پیش کرتا تو آپ اصلاح فرما دیا کرتے۔ اس دوران میں کئی بار ایسا ہوا کہ میں بوجہ کوتاہ فہمی حضور کا منشاء سمجھنے سے قاصر رہا۔ اور علمی قابلیت کے فقدان کی وجہ سے بالکل غلط پیرایہ میں حتیٰ کہ مضحکہ خیز صورت میں مضمون مرتب کر کے لے گیا لیکن حضور نے اس پر کبھی معمولی ناراضگی کا بھی اظہار نہ فرمایا۔ اور نہ کبھی سخت و سست کہا۔ بلکہ مسکراتے ہوئے ایسے پیرایہ میں اصلاح فرماتے کہ نہ صرف ہمت اور حوصلہ میں بہت کچھ اضافہ ہو جاتا۔ بلکہ ایک ایک لفظ دل پر نقش ہو جاتا۔ چنانچہ آج تک بعض الفاظ مثلاً "مشکور" کی بجائے "شاکر" یا "ممنون" اور "ناکامیابی" کی بجائے "ناکامی" لکھنے کے متعلق مجھے یاد ہے کہ کس وقت اور کس موقع پر حضور نے اصلاح فرمائی تھی

ایک دن جب میں حضور کی خدمت میں مضمون کے نوٹ لکھنے کے لئے حاضر ہوا۔ اور حضور نوٹ لکھانے لگے تو جلدی جلدی لکھتے ہوئے پنسل ٹوٹ گئی میں ابھی کچھ عرض کرنے نہ پایا تھا کہ حضور اٹھے اور الماری سے قلم نکال کر اور خود اس میں سیاہی بھر کر مجھے عنایت فرمایا۔

یہ ایک ادنیٰ ترین خادم سے اس آقا کا جسے خدا تعالیٰ نے اپنے مسیح موعود کا خلیفہ بنایا۔ اور جو لاکھوں انسانوں کا مقتدا ہے اس وقت سلوک تھا۔ جبکہ وہ ایک معمولی طالب علم تھا۔

پھر جب "الفضل" کی ذمہ داریاں مجھ پر عاید ہوئیں۔ کئی مواقع ایسے آئے کہ میری غلطیوں اور کوتاہیوں پر حضور کو ناپسندیدگی اور ناراضگی کا اظہار کرنا پڑا۔ لیکن اس میں بھی مجھے حضور کی شفقت اور محبت کا ہی جلوہ نظر آیا۔ اور وہ اس طرح کہ حضور نے نہ صرف تھوڑے ہی عرصہ بعد اور بعض اوقات تو سامنے کھڑے کھڑے عفو فرما دیا بلکہ جس طرح ایک شفیق باپ اپنے قصور وار بچہ کو سرزنش کرنے کے بعد فطری محبت کے تقاضا سے اس کی دلداری کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اسی طرح حضور بھی ایسا کریمانہ سلوک فرماتے کہ آپ پر قربان ہو جانے کو جی چاہتا۔

میں نے نہایت ہی اجمال کے ساتھ یہ آپ بیتی بیان کی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ خوش قسمت جسے حضور کے دامن سے وابستگی کا شرف حاصل ہے اپنی اپنی جگہ یہی سمجھتا ہے کہ وہی سب سے زیادہ حضور کی عنایات کا مورد ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے ظرف اور اپنے اخلاص کے مطابق حضور سے فیوض و برکات حاصل کر رہا ہے۔

خدا تعالیٰ حضور کے فیوض ہمارے لیے تا ابد جاری رکھے۔

خاکسار:۔
غلام نبی
ایڈیٹر الفضل

جوبلی

ادنیٰ ہو، اعلیٰ ہو یا ہو درمیانی جوبلی
جوبلی آئینِ دنیا کی ہے فانی جوبلی
جوبلی جس کی بنا ہے دین کے اوپر حسن
جوبلی وہ جوبلی ہے قادیانی جوبلی

حسن رہتاسی

خلافت ثانیہ کی حقانیت پر ایک اور روشن دلیل

خاص الحکم کے جوبلی نمبر کیلئے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا رویا اور اس کا شاندار ظہور !!

مولانا مولوی ابو العطاء صاحب جالندھری سابق مبلغ بلاد عربیہ کی قلم سے۔

خدا کے فرستادہ کی صداقت کا ایک زندہ نشان یہ ہوتا ہے کہ اس کی وفات کے بعد بھی اس کا لگایا ہوا پودا پھلتا پھولتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود اس کا نگران ہوتا اور اس کی حفاظت کے لئے اپنی طرف سے خلفاء کو قائم کرتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نبی کی محنت رائیگاں چلی جاتی اور اس کی تیار کردہ کھیتی برباد ہو جاتی۔ خلیفہ اس بشارت کی تکمیل کرتا ہے جس کی بنیاد نبی کے ہاتھوں رکھی گئی ہو۔ وہ اس فصل کا نگہبان ہوتا ہے جس کی تخم ریزی نبی نے کی۔ درحقیقت لفظ خلافت اسی عملی نیابت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خلفاء کی تائید و نصرت فرماتا ہے۔ روح القدس سے ان کی مدد کرتا ہے۔ ان کے کاموں میں برکت بخشتا۔ اور ان کے عزائم کو پورا کرتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا کے ہاتھ میں نبی کے مقصد کی تکمیل کا ذریعہ ہوتے ہیں جماعت کی وہ اسی کشتی کے ناخدا ہوتے ہیں۔ وہ نیکی اور تقویٰ کے راہنما ہوتے ہیں عقلمند ان کو ان کے کاموں سے شناخت کرتے ہیں۔ اور ان کے ارادوں میں آسمانی برکات کو دیکھ کر ہر خدا ترس ان کی راستبازی کا اقرار کرتا ہے۔

نبی کے ذریعہ جن آنے والی فتوحات، اور جن ظاہری ہونے والے نشانات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان کا ایک حصہ انکے خلفاء کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوتا ہے تا ظاہر ہو کہ یہی شجرۂ طیبہ کے شیریں اثمار ہیں۔ اور یہ اسی برگزیدہ کے وارث اور جانشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ تائیدات ان لوگوں پر حجت ملزمہ ہوتی ہیں۔ جو انبیاء پر ایمان کے دعوے کے باوجود ان کے خلفاء سے بغض و دشمنی رکھتے ہیں۔ بلکہ خلفاء کے مٹانے کے درپے ہوتے ہیں۔ نبی کی بعض پیشگوئیوں کے اس کے خلیفہ کے ذریعے سے پورے ہونے میں ایک بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے خلفاء کے ساتھ خدا کی معیت بھی ثابت ہو جاتی ہے اور اس نبی کا منجانب اللہ ہونا بھی روشن ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کی جماعتوں کی تاریخ میں اس قسم کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا کے سچے نبی تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ایک روحانی باغ لگایا۔ اس میں رنگا رنگ کے پودے موجود تھے۔ آپ نے اس باغ کو اچھی طرح سنبھالا۔ اور ان پودوں کے پنپنے کے لئے سب سامان پیدا فرمائے۔ نیم شبی دعائیں۔ تضرع سے لبریز دعائیں ان پودوں کے جلد جلد بڑھنے میں ممد ہوئیں۔ اس برگزیدہ کے مقدس آنسوؤں نے اس چمن کی آبیاری کی۔ آخر کار آپ کو اس جہان سے کوچ کرنے کا حکم ملا تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی اور فرمایا:—

حق علینا نصر المومنین (تذکرہ صفحہ ۶۹۵)

کہ ہم خود ان ایمانداروں کی نصرت کریں گے۔ ان کی تائید کرنا ہمارے ذمہ ہے

نبی کا اپنی اُمت سے جدا ہونا ایک روح فرسا حادثہ ہے۔ ماں یا باپ کی وفات بھی انسان کو حواس باختہ بنا دیتی ہے اس کے جذبات میں ناقابل بیان انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ پھر نبی جو ماں سے زیادہ پیار کرنے والا اور باپ سے زیادہ محبت کرنے والا ہوتا ہے۔ اس کی وفات کیونکر مومنوں کے لئے ہوش ربا نہ ہوگی۔ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت عمر رضہ ایسے جری اور مدبر کی وارفتگی کی حالت تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔ اسی لئے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کی وفات کی خبر دی۔ تو ایک طرف آپکو تسلی دی کہ آپکے بعد خود خدا اس جماعت کا حافظ و ناصر ہوگا۔ اور دوسری طرف آپ کے عشاق کو فرمایا:—

"ڈرو مت مومنو!" (الہام ۱۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

آخر اسی الہام کے گیارہ دن بعد وہ واقعہ ظاہر ہوا جس کے ظہور کی احمدی جماعت کو توقع نہ تھی۔ اور وہ فرط محبت سے اس کو تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔ یعنی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام وفات پا گئے۔ اس وفات کو بے وقت وفات سمجھا گیا دشمنوں نے کہا کہ آج احمدی جماعت یتیم اور لاوارث رہ گئی ہے۔ اب یہ جماعت چند روز میں پراگندہ ہو جائے گی۔ بلاشبہ جماعت احمدیہ یتیم ہو گئی تھی۔ مگر خدا اپنے نبیوں کی جماعتوں کی یتیمی کو دائمی نہیں بناتا۔ ہاں وہ ان کو کبھی لاوارث نہیں چھوڑتا۔ اس کی توحید جس طرح نبیوں …… کی وفات کی مقتضی ہے۔ اسی طرح اس کی ذات نبیوں کے کام کی تکمیل چاہتی ہے۔ چنانچہ اسی آلہی سنت کے مطابق خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کی جماعت میں سلسلہ خلافت کو قائم فرمایا۔ اور حضرت مولانا نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ کو پہلا خلیفہ بنایا۔ چھ برس تک اس بابرکت خلافت سے جماعت احمدیہ متمتع ہوتی رہی۔ ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ اور مشیت ایزدی نے یہ بار گراں اپنے بندے محمود کے کندھوں پر رکھ دیا۔ اور جماعت احمدیہ نے آپ کی قیادت میں غیر معمولی ترقی شروع کر دی اس خلافت ثانیہ پر دنوں کے بعد دن ہفتوں سے ہفتے۔ مہینوں کے بعد مہینے۔ اور سالوں کے بعد سال گزرتے گئے۔ اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس پر ربع صدی گزر چکی ہے۔ کچھ لوگ احمدی کہلانے کے باوجود روز اول سے اس خلافت کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ ان لوگوں (غیر مبائعین) کے اغراض و مقاصد ان کی تحریروں اور ان کے اعمال و اقوال سے عیاں ہیں۔ انھوں نے اپنی زندگی کا مدعا خلافت محمود کو تہ و بالا کرنا قرار دے لیا۔ اور سرگرم عمل ہو گئے۔ پھر کچھ لوگ مار آستین بن کر اس بابرکت خلافت کے خلاف زہر چکانی کرنے لگے۔ اور گاہے ماہے سر نکالنا شروع کیا۔ ناپاک سے ناپاک اور گندے سے گندے ہتھیاروں سے حملہ آور ہوئے۔ میں اس مقالہ میں ان منصوبوں، سازشوں، نیز ظاہری اور خفیہ کوششوں کی تفصیل نہیں بیان کر رہا۔ جو اس خلافت حقہ کے بالمقابل معاندین اور منافقین نے اختیار کیں۔ احمدیت کے اس پچیس سالہ دور کی تاریخ ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں اور فتنہ انگیزیوں کے مفصل اوراق پر مشتمل ہے۔ اس جگہ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اس عرصہ میں فتنے اُٹھے خوفناک فتنے اُٹھے۔ مگر خدا کا زبردست ہاتھ ان کو ناکام بناتا رہا۔ فتنہ پردازوں کو خائب و خاسر کرتا رہا۔ اس نے ہر میدان میں آخر کار اپنے بندے سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ کو ہی فتح بخشی اور آپ کے دشمن مغلوب ہوئے۔ ہمارا خدا اپنے وعدوں کا سچا خدا ہے۔ اس لئے اس کی سنت نہ بدلی ہے۔ اور نہ بدلے گی۔ پہلے بھی یہی ہوتا رہا اور آئندہ بھی یہی ہوتا رہے گا۔ مگر مبارک ہے وہ جو خدا کے غضب کا نشانہ بننے کی بجائے اس کی رحمت سے حصہ لیتا ہے۔

اس خلافت کے عہد سعادت مہد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیسیوں الہامات منصۂ شہود پر آئے۔ اور بیسیوں پیشگوئیاں اس خلافت کے ذریعے پوری ہوئی ہیں۔ میں ان میں سے ایک اصولی پیشگوئی کا ذکر کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو فرمایا تھا کہ:—

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا"

حضرت مسیح موعود اس زمانہ کے مامور ہیں۔ آپکے مشن کی تبلیغ۔ آپ کے نام کی تبلیغ۔ آپ کے دعاوی کی تبلیغ۔ آپ کے نشانات و معجزات کی تبلیغ دنیا کے کناروں تک پہنچنا ضروری ہے — اللہ تعالیٰ کا مندرجہ بالا الہام اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ آج دنیا کے زہریلے جراثیم کا علاج اسی تبلیغ کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے۔ زمین پر تند سیلاب کی طرح بڑھنے والی دہریت اور مادہ پرستی کی روک تھام صرف زندہ خدا اور اس کے زندہ معجزات کو پیش کرنے سے ہی ہو سکتی ہے۔ وہ شخص سخت غلطی خوردہ تھا جس نے کہہ دیا تھا کہ ولایت میں مسیح موعود کا نام لینا سم قاتل ہے۔ ۵۲! اس نے تریاق کو زہر قرار دیا۔ اور اس سے انحراف کر کے آخر کار روحانی صحت سے دور چلا گیا۔ خدا کا کلام صاف طور پر بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچائیگا۔ حضور علیہ السلام نے اپنے الہام "سیر العرب" پر فرمایا:—

"اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ عرب میں جانا شاید مقدر ہو کہ ہم عرب میں جائیں مدت ہوئی کہ کوئی ۲۵-۲۶ سال کا عرصہ گزرا کہ ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شخص میرا نام لکھ رہا ہے۔ تو آدھا نام اس نے عربی میں لکھا ہے۔ اور آدھا انگریزی میں لکھا ہے۔ انبیا کے ساتھ ہجرت بھی ہے۔ لیکن بعض رؤیا نبی کے اپنے زمانے میں پورے ہوتے ہیں اور بعض اولاد یا کسی متبع کے ذریعے پورے ہوتے ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قیصر و کسریٰ کی کنجیاں ملی تھیں۔ تو وہ ممالک حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتح ہوئے"

(تذکرہ صفحہ ۷۰۱ بحوالہ اخبار بدر جلد ۲۳ صفحہ ۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد سے جو آپ نے ۱۹۰۶ء میں فرمایا مسئلہ نبوت و خلافت بھی حل ہو جاتا ہے۔ اور حضور کی تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کی ایک محدود صورت بھی معین ہو جاتی ہے عربی زبان ام الالسنہ ہے۔ مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے۔ انگریزی دنیا کے بیشتر حصے میں رائج زبان ہے محولہ بالا اقتباس میں مندرجہ رؤیا صاف ہے اس کے متحقق ہونے کی یہی صورت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد یا متبعین میں سے کوئی عربی ممالک میں جا کر عربی زبان میں حضور کا نام لوگوں تک پہنچاتے اور انگلستان جا کر انگریزی زبان میں حضور کے نام کی تبلیغ کرے۔ وہ جانے والا شخص ایسا ہوگا کہ اس کا جانا گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جانا ہوگا۔ جس طرح حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں قیصر و کسریٰ کی کنجیوں کا آنا گویا خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں آنا تھا۔

اس کشف کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ ذیل کلمات بھی قابل غور ہیں حضور تحریر فرماتے ہیں:—

ثم يسافر المسيح الموعود او خليفة من خلفائه الى ارض دمشق فهذا معنى القول الذى جاء فى حديث مسلم ان عيسى ينزل عند منارة دمشق فان النزيل هو المسافر الوارد

من ملك آخر (حمامة البشرى ص۳۷)

یعنی دمشق کے منارہ کے پاس مسیح موعود ع کے نزول سے یہ مراد ہے کہ خود مسیح موعود یا اس کا کوئی خلیفہ سرزمین دمشق کی طرف جائے گا۔ کیونکہ عربی زبان میں نزیل مسافر کو کہتے ہیں۔ جو دوسرے ملک سے آیا ہو۔

اس عبارت کو پہلی عبارت مذکورہ رؤیا اور الہام "میر العرب" سے ملاکر نتیجہ یہ نکلا۔ کہ مشیت ایزدی میں پہلے سے مقدر تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خلیفہ دوم (فضل عمر) ملک عرب یا ارض دمشق میں جائے گا۔ اور وہاں پر حضور کے نام کی عربی زبان میں تبلیغ کرے گا۔ پھر وہ انگریزی ممالک میں جائے گا۔ اور وہاں پر انگریزی زبان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام لکھے گا۔ تحریر و تقریر میں آپ کی تبلیغ کرے گا۔

یقیناً کوئی منصف مزاج انسان اس نتیجہ سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ ہر شخص خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو متذکرۃ الصدر بیانات کو پڑھ کر وہی نتیجہ نکالے گا۔ جو میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ سچ مچ یہ ایک پیشگوئی ہے اور عظیم الشان پیشگوئی۔ جس کا پورا ہونا خدا کی قدرت کا زبردست نشان ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رؤیا قریباً ۱۸۸۰ء کا ہے۔ ۱۹۰۵ء کے اخبار بدر اور الحکم میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیان شائع ہوتا ہے۔ ۱۹۱۴ء میں خلافت ثانیہ کے وقت بعض لوگ خلیفہ برحق کی بیعت سے روگردانی کرتے ہیں اور لاہور میں اپنی علیحدہ انجمن قائم کرکے مولوی محمد علی صاحب کو اس کا پریذیڈنٹ مان لیتے ہیں۔ اس کے دس سال بعد ۱۹۲۴ء میں انگلستان میں مذاہب عالم کی کانفرنس ہوتی ہے حضرت امیر المومنین سیدنا حضرت محمود لخت جگر مسیح موعود خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ اس موقع پر بنفس نفیس لندن تشریف لے جاتے ہیں۔ راستہ میں پہلے مصر۔ شام اور فلسطین ٹھہرتے ہیں۔ خاص دمشق میں منارہ کے قریب نزول فرما ہوتے ہیں۔ عمائد شہر اور علماء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ پہنچائی جاتی ہے۔ حضور ایک عربی ٹریکٹ بھی تصنیف فرماتے ہیں سارے عربی اخبارات میں ایک شور مچ جاتا ہے پھر اسی سفر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دمشق میں مشن شروع ہوتا ہے۔ اور آج وہ مشن ترقی کرکے سینکڑوں اصحاب کے داخل احمدیت ہونے کا موجب بن چکا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ کے لئے وہاں سے ماہوار عربی رسالہ "البشریٰ" جاری ہے۔ غرض ۱۹۲۴ء کے سفر میں ہی حضرت فضل عمر رض نے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام عربی میں لکھا۔ اور پھر اس کے بعد لندن پہنچ کر "احمدیت" ایسا شاندار لیکچر دیا۔ اور انگریزی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام کی تبلیغ کی مستقل اور مضبوط بنیاد قائم فرمائی۔ لندن میں مسجد فضل کا سنگ بنیاد رکھا۔ حضور کا یہ سفر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رؤیا اور الہام کو کھلے کھلے طور پر پورا کرنے والا ثابت ہوا۔ اس سے ہمارے خدا کا عالم الغیب ہونا ثابت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نبی برحق ہونا ثابت ہے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کا خلیفہ ثانی ہونا ثابت ہے۔ حضرت مسیح موعود ع کا جانشین ہونا ثابت ہے۔ پھر جماعت احمدیہ کا حق پر ہونا اور عقائد احمدیہ کا درست ہونا ثابت ہے۔

غیر مبائعین تو حضرت مسیح موعود ع کی تبلیغ سے ہی منحرف ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب کو تو اپنی شخصیت اور اپنی ہر دلعزیزی کا ہی روز و شب فکر رہتا ہے۔ نہ عربی میں اور نہ انگریزی میں انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ پہنچانے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ نہ وہ عرب ممالک میں گئے اور نہ ہی اس کار خیر کے لئے انہیں انگلستان جانے کا موقع ملا۔ یہ سعادت خدا تعالیٰ نے ازل سے ہی اپنے برگزیدہ بندے حضرت محمود ایدہ اللہ الودود کے لئے مقدر فرمائی تھی تا اس آخری زمانہ میں خدا کی ہستی۔ اسلام کی صداقت۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی خلافت کے برحق ہونے پر زبردست اور محکم دلیل ہو۔

خلافت ثانیہ کے اس پچیس سالہ دور میں جس رنگ میں مشرق و مغرب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ اور آپ کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچایا جا رہا ہے۔ وہ ایک زریں کارنامہ ہے۔ وہ اس خلافت کی حقانیت پر برہان قاطع ہے۔ پھر ۱۹۲۴ء کا سفر دمشق و انگلستان بھی حضرت مسیح موعود کے رؤیا اور الہام کی تصدیق سے اس بات پر نص صریح ہے کہ سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ فی الواقع خدا کے مقدس انسان اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے برحق خلیفہ دوم ہیں۔ آپ کے مخالف باطل پر ہیں۔ اسلام اور احمدیت کے دشمن ہیں۔ وہ ناکام رہیں گے۔ اور خدا کا قائم کردہ خلیفہ ہی مظفر و منصور ہوگا۔ مبارک وہ جو اس کے دامن سے وابستہ ہو جائیں۔

حضرت امیر المومنین کے پاکیزہ اخلاق میں سے کچھ

الحاج مولانا مولوی عبدالرحیم صاحب نیرّ سابق پرائیویٹ سکرٹری حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی قلم سے

مجھے اللہ نے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جوتیوں کے اٹھانے کا موقع دیا۔ وہاں باوجود بے حیثیت، کم لیاقت اور غلط کار ہونے کے حضرت امیر المومنین خلیفہ ثانی کے کئی سال پرائیویٹ سکرٹری رہنے کا شرف بھی بخشا۔ اس خدمت پر رہکر مجھے حضرت امام کے اخلاق و عادات کا قریب سے مطالعہ کرنے کی عزت حاصل ہوئی۔ اس حیثیت سے فائدہ اٹھا کر میں آپ کے چند ایک پاکیزہ اوصاف کا ذکر کرتا ہوں :-

انصاف

سیدنا حضرت عمر رض کا انصاف مشہور ہے ہم نے پڑھا ہے۔ مگر حضرت عمر ثانی کا انصاف ہم نے دیکھا ہے۔ جس کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں :—

(۱)

حضرت قاضی امیر حسین صاحب مرحوم رض کی طبیعت جوشیلی تھی۔ مسجد اقصیٰ میں لوکل انجمن کا اجلاس تھا۔ میں سکرٹری تھا میں نے کوئی بات کہی۔ مرحوم کو غصہ آیا۔ اور مجھے کچھ سخت الفاظ کہدیئے۔ مینے حضرت امیر المومنین کو مسجد مبارک میں مخاطب کرکے پبلک ہی میں واقعہ پیش کر دیا اور حضرت نے وہیں باوجود حضرت قاضی صاحب کا اعزاز، عظمت اور وقار محسوس کرنے کے شہادت کے بعد میرے حق میں فیصلہ دیا اور مرحوم کو پہل کرکے ملنے کا ارشاد ہوا۔ جس کی فوری تعمیل ہوئی۔

(۲)

ایک دوکاندار نے ہمیں شکایت کی کہ اس نے (بحیثیت سکرٹری لوکل کمیٹی) گوشت بند کرا کے ہمارے بچوں کو بھوکا مارا ہے۔ اور شکایت کرنے پر کہا کہ تمہارے بچے بھوکے مرتے ہیں تو مریں میں کیا کروں یہ شکایت ایسے الفاظ میں تھی کہ غریب پرور انصاف پسند خلیفہ کا چہرہ متغیر ہونا ضروری تھا۔ حضرت نے مسجد مبارک ہی میں فوری تحقیقات فرمائی۔ شہادتیں لیں۔ میں اس الزام سے بری قرار دیا گیا اور شکایت کنندہ کی غلط بیانی پر تنبیہ فرمائی۔

یہ تو ابتدائی خلافت کی باتیں ہیں اب ۱۹۳۶ء کا واقعہ سنیئے :—

(۳)

ایک شخص نے ملاقات کے لئے نام دیا۔ جسے مینے لکھ لیا۔ لیکن ایک افسر عہدہ دار نے کہلا بھیجا کہ اسے ملاقات کا موقع نہ دیا جائے۔ مینے وہ بھی نوٹ کر لیا۔ اور درخواست کنندہ کے نام کے ساتھ ان عہدہ دار صاحب کا اشارہ بھی لکھ کر پیش کر دیا۔ اسپر انصاف مجسم خلیفۃ المسیح نے فرمایا :—

"پہلے تو میرا ارادہ تھا کہ اس سے نہ ملوں۔ مگر اب ضرور ملوں گا۔ کیونکہ میرے اور مجھ سے ملنے والوں کے درمیان حائل ہونے کا کسی کو کیا حق ہے"

محنت

میرے سامنے حضرت کے اوسط خطوط ۳۰۰ روزانہ تھی اور اس ڈاک کی طرف توجہ کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی لفظ خط کے کونے پر بھی لکھا ہے تو حضرت کو یاد ہے۔ اور پیشی کے وقت فرماتے ہیں کہ فلاں امر خط کے کونے پر لکھا ہے وہ بھی مد نظر رکھیئے اسقدر ڈاک کا التزام سے روزانہ پڑھنا۔ دعائیں کرنا اور اس کاوش کے ساتھ مطالعہ کرنا جو ایک محبت کرنیوالے قلب کو مطالعہ ڈاک سے ہو سکتی ہے۔ خدا سے طاقت پانے والے انسان کا کام ہی ہے۔ مثلاً ڈاک پڑھتے ہوئے جو جذبات پیدا ہوتے ہیں ملاحظہ ہو :-

(ا) ایک لکھتا ہے "حضور میرا ایک ہی بچہ تھا۔ جو محنتوں سے پالا تھا۔ اے آقا! میں لٹ گیا۔ وہ کھیلتا کھیلتا۔ میٹھی میٹھی باتیں کرتا ہمیشہ کے لئے تلق دے گیا۔ ہائے اللہ میں کیا کروں۔ اے حضور میرے لئے اور اسکی ماں کے لئے جسے غشی پر غشی آتی ہے دعا کریں"

(ب) دوسرا لکھتا ہے میری سرکار! میرے امام! میرا کھلیان تیار تھا۔ میں ایک برات پر گیا۔ آکر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کھلیان جس سے روزی کی امید تھی۔ وہ اناج جو بچوں کو سال بھر کھلاتا تھا۔ کسی ظالم دشمن نے آگ لگا کر تباہ کر دیا۔ ہائے میں برباد ہو گیا۔ دعا فرمایئے۔ بھوک کے مارے بچے روتے بلکتے ہیں ہائے میں کیا کروں۔ دعا۔ دعا۔ دعا

(ج) تیسرا اور چوتھا یا پانچواں اپنے قرض اور قرض خواہوں کی زیادتی۔ بیماری سے انتہائی تکلیف اور گھوڑے یا بیل کے لئے دعا کے لئے لکھتا ہے۔

غرض دماغی محنت۔ وقت۔ کاوش۔ توجہ سب کا مجموعہ ڈاک ہے۔ جدید انتظام۔ جماعت اور امام جماعت کے تعلقات کے انحصار رہے اور ایسے وجود سے (۱) نمازیں پانچوں وقت اور جنازے (۲) جمعہ اور نکاح کے خطبات پڑھانا (۳) اہل و عیال کثیر کی جملہ ضروریات پوری کرنا (۴) میرے اور آپ کے جھگڑوں کو نپٹانا۔ (۵) نزدیک و دور کے افسروں اور مبلغین افراد جماعت کو مردوں اور عورتوں کو مشورے دینا (۶) ذاتی جائیداد کی نگہداشت رکھنا (۷) راتوں کو مطالعہ کرنا (۸) دن کو ملاقاتیں فرمانا (۹) بیماروں کا علاج کرنا (۱۰) درس بھی دینا اور تصنیف کا کام بھی جاری رکھنا۔ ایسے منصب کو وہ ہی نبھا سکتا ہے اس کے نقش سے محض فضل عمر ہوں۔

احباب کی دلداری

حضرت نے ایک مرتبہ مجھے لکھا۔ پہلے خط جس میں تنبیہ تھی کہ بعد یہ دوسرا اللہ تعالیٰ کے اوصاف رحیمی سرزنش بھی رحم ہی کو مد نظر رکھ کر لکھتا ہوں۔ مطلب یہ کہ حضرت جہاں خادم کی اصلاح کے لئے تنبیہ فرماتے ہیں۔ وہاں ان کی دلداری بھی کرتے ہیں اور جیب خاص سے انعامات بھی دیتے ہیں۔ جذبات کا خیال رکھتے ہیں ۵۵۵

۵۵۵ (۱) ساتھی پیچھے رہجاتے ہیں تو ان کا انتظار فرماتے ہیں (۳) کوئی کھانا نہ کھائے تو اسے بار بار کہلا کر کھلاتے ہیں۔ (۴) سب سے آگے بڑھ کر مصافحہ کرتے ہیں اور اپنے سامنے کرسی پر بٹھاتے ہیں (۵) کسی کی نسبت نا ملائم کلمہ اس کی غیبت میں نہیں سنتے (۶) اگر کسی کو کچھ اسکی حالت کے مطابق سرزنش ہوتی تو وہیں چھوڑ دیتے ہیں جس سے ناراضی ہوئی۔ وقتی اظہار ناراضگی کرکے پھر عفو سے کام لیتے ہیں۔ (۷) خطاکاروں کو اصلاح کا موقع دیتے ہیں اور کوشش یہی فرماتے ہیں کہ خود کسی کو علیحدہ نہ کریں کوئی بدقسمتی سے آپ ہو جائے تو اس کی شامت اعمال (۸) مسیح موعود کے قدیم خدام کی عزت فرماتے ہیں (۹) غرباء کی اپنی جیب خاص سے پرورش کرتے رہتے ہیں۔

اللہ پر ایمان

اللہ پر وہ ایمان ہے جو انبیاء کا حصہ ہے۔ خدمت سلسلہ منصب خلافت کا احساس اس کی قوت کا پاس ہر وقت ہے خدمت اسلام کی دھن ہے۔ اور مبلغین کو اپنے رنگ میں رنگین کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے ایک دفعہ لندن میں لکھا "قیامت کے دن اللہ یہ نہیں پوچھے گا کہ کتنے مسلمان کیے ہیں بلکہ ع۵

۵ یہ پوچھا جائے گا کیسے مسلمان کئے ہیں؟" یہ ہے ہمارا پاک امام اللہ تعالے اس کی عمر میں برکت دے۔ اور اس کے پاک ہاتھوں سے دین کا شوکت قائم فرمائے۔

حضرت امیر المومنین اور رواداری

(محترمی جناب سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کی قلم سے)

مکرم ایڈیٹر صاحب الحکم کی تاکید ہے۔ کہ میں الحکم کے جوبلی نمبر کے متعلق کچھ لکھوں۔ دوسری طرف میری عدیم الفرصتی کا یہ عالم ہے۔ کہ مجھے سر کھجلانے کی بھی فرصت نہیں۔ اس عدیم الفرصتی کی وجہ سے مدّت سے میں نے بارہ بجے کا کھانا بھی چھوڑ رکھا ہے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹے ہیں۔ دل یہی چاہتا ہے۔ کہ یہ زیادہ نہیں تو تیس ضرور ہو جائیں۔ مولوی علی محمد صاحب اجمیری ایک ماہ سے مجھے زور دے رہے تھے۔ کہ ریویو کے "پیشوایان مذاہب" نمبر کے لئے ضرور کچھ لکھوں پہلے تو میں ٹالتا رہا۔ آخر میں اُن کے زور دینے پر مجبور ہو گیا۔ اور انہیں کہا۔ کہ آپ اپنے آدمی کو بھیجیں۔ میں انشاء اللہ ڈکٹیٹ کرا دوں گا۔ اور ایسا ہی انہوں نے کیا۔ الحکم کے موجودہ ایڈیٹر صاحب میرے عزیز ہیں۔ اور مجھے ان سے محبت ہے۔ اس لئے باوجود غیر معمولی عدیم الفرصتی کے بھی مجھے ان کا کہنا ماننا پڑا۔

رواداری ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو ملک کی موجودہ بگڑی ہوئی فضاء کو خوشگوار بنا سکتی ہے۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی جھجک نہیں۔ کہ حضرت امیر المومنین بہترین روادار واقع ہوئے ہیں۔ غالباً یہ ۱۹۱۵ء یا ۱۹۱۶ء کی بات ہے۔ کہ مہاشہ کرشن مالک پرکاش و پرتاب قادیان آریہ سماج کے جلسہ پر آئے۔ اور میرے پاس بھی تشریف لائے۔ خواہش کی کہ میں حضرت صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں اسی وقت مہاشہ موصوف کو اپنے ساتھ لے کر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور جس خندہ پیشانی سے ملے۔ اور میرے ذریعے دعوت کے لئے جس قدر زور دیا۔ اس کا نیک اثر ابھی تک مہاشہ صاحب موصوف پر ہے۔ اور انہوں نے ایک آدھ دفعہ اخبار میں بھی اس کا ذکر بھی کیا ہے۔

غالباً یہ ۱۹۱۸ء کا ذکر ہے۔ کہ کرتارپور کے مہنت صاحب قادیان تشریف لائے۔ حضرت صاحب کو جب علم ہوا۔ تو حضور نے مجھے اور مولانا عبدالمغنی خانصاحب کو (جو غالباً ان دنوں ناظر امور عامہ تھے) قریباً دو میل پران کی پیشوائی کے لئے بھیجا۔ مکان کے صحن میں ایک دری بچھائی گئی۔ حضور اور مہنت صاحب اور بھی بہت سے دوست اس دری پر بیٹھ گئے۔ اور قریباً ڈیڑھ دو گھنٹہ ان سے سکھ مسلم تعلقات پر گفتگو ہوتی رہی۔ اور پھر حضور نے مجھے یہ ارشاد فرمایا کہ مہنت صاحب کو قادیان کی چیدہ چیدہ مقامات اور درسگاہیں دکھلائی جائیں۔ اسے میں اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں۔ کہ مجھے یہ خدمت بجا لانے کا موقعہ ملا۔ حضور نے دعوت پر بہت زور دیا۔ مگر وقت تنگ تھا۔ اس لئے فروٹ سے مہنت صاحب موصوف کی خاطر تواضع کی گئی۔ وہ وہ یہاں سے بہت ہی نیک اثر لیکر گئے۔

یہ غالباً چھ سات سال کا ذکر ہے کہ قادیان کے سکھوں کا ایک وفد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور شکایت کی۔ کہ سکھ مذہب کے متعلق جو فلاں شخص نے کتاب لکھی ہے۔ وہ دل آزار ہے۔ براہ کرم اس کا انسداد فرمایا جائے۔ گو مجھے ٹھیک معلوم نہیں۔ اس کتاب کا حجم کتنا تھا۔ میرا خیال ہے۔ کہ دو سو صفحات کے قریب قریب ضرور ہوگا۔ اس کتاب پر اس شخص کا دو اڑھائی سو سے کم خرچ نہ آیا ہوگا۔ اور جب حضور کو معلوم ہوا۔ کہ وہ کتاب دل آزار ہے۔ یا اس سے دل آزاری کا کوئی پہلو نکل سکتا ہے۔ تو فوراً اس کتاب کے ضبط کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔ مذہبی دنیا میں ایسی نظیر کا ملنا قریباً ناممکن ہے۔ اگر یہی ذہنیت دوسرے لیڈران مذہب میں پیدا ہو جائے۔ تو ہندوستان کے آج ہی بھلے دن آسکتے ہیں۔ دور کیوں جاؤ۔ ستیارتھ پرکاش کا چودھواں باب جس قدر دل آزار ہے اس کتاب کی دل آزاری کو اس سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ اگر آریہ صاحبان اس باب کو نکال نہیں سکتے تو کم از کم واجبی اصلاح ہی فرما دیں۔ تو آج ہی فرقہ وارانہ تلخی کافی حد تک دور ہو سکتی ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ جب بھی کبھی مقامی ہندوؤں اور سکھوں کا کوئی وفد شکایت لیکر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور نے اُسے نوازنے میں دریغ نہیں فرمایا۔ میرا خیال نہیں بلکہ یقین ہے کہ اگر قادیان کے ہندو اور سکھ صاحبان سلامت روی کو اختیار کرتے۔ تو یہاں مذبح کبھی بھی نہ بنتا۔ گو یہ چھوٹا منہ اور بڑی بات والا معاملہ ہے مگر میں حضور کی وسیع القلبی اور رواداری پر بھروسہ کرتا ہوا کہہ سکتا ہوں۔ کہ اگر اب بھی قادیان کے ہندو صاحبان سلامت روی اختیار کریں۔ تو میں حضور کی خدمت میں عرض کر سکتا ہوں۔ اور مجھے قوی امید ہے کہ حضور میری عرض کو شرف قبولیت بخشیں گے۔

پٹنہ سری گورو گوبند سنگھ صاحب مہاراج کی جنم بھومی اور وہاں سکھوں کا ایک بڑا بھاری گوردوارہ ہے۔ بھونچال میں اس گوردوارہ کی عمارت گر گئی۔ ۱۹۳۵ء میں چند سکھ لیڈروں کے ساتھ مجھے اس گوردوارہ کے متعلق گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا۔ سکھ لیڈروں نے کہا۔ کہ اگر آپ کا سلسلہ اس کار خیر میں حصّہ لے سکے۔ تو نہ صرف یہی کہ یہ بات سکھ مسلم اتحاد کے لئے بہت مفید ہو سکتی ہے۔ بلکہ ہندوستان کے فرقہ وارانہ فضاء پر بھی اس کا نہایت ہی خوشگوار اثر پڑ سکتا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ میں حضرت خلیفۃ المسیح امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں عرض کروں گا۔ اور مجھے حضور کی بے نظیر رواداری اور وسعت قلبی پر یہ بھروسہ ہے۔ کہ حضور ضرور ہی اسے شرف قبولیت بخشیں گے۔

چنانچہ جب میں نے حضور کی خدمت میں اس کے متعلق عرض کیا۔ تو حضور نے اسے بہت پسند فرمایا۔ ارشاد کیا کہ اس فنڈ میں کتنا روپیہ دینا چاہیئے۔ میں عرض کیا۔ کہ ہماری جماعت کی شان کو مدنظر رکھتے ہوئے پانصد سے کم نہ ہونا چاہیئے۔ حضرت نے بخوشی منظور فرمایا۔ میں اور مولوی جلال الدین صاحب شمس بطور وفد یہ روپیہ لے کر پٹیالہ گئے (کیونکہ سرگ باشی سری مہاراجہ صاحب بہادر اس گوردوارہ فنڈ کے پریذیڈنٹ اور نگران تھے) جب ہمیں شری حضور مہاراجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ تو شری مہاراجہ صاحب بہادر نے جماعت احمدیہ کے اس غیر معمولی روادارانہ مستحسن قدم کو بہت ہی پسند کیا۔ اور فرمایا:۔ کہ:۔

"احمدی جماعت اور اس جماعت کے واجب الاحترام امام نے رواداری کا یہ بے نظیر قدم اُٹھا کر دوسری مذہبی سوسائٹیوں کے لئے ایک نمونہ پیش کیا ہے اگر دیگر مذہبی اداروں اور سوسائٹیوں میں بھی ایسی ذہنیت پیدا ہو سکے۔ تو ہندوستان کا فرقہ وارانہ سوال آج ہی طے ہو کر خوشگوار فضا پیدا ہو سکتی ہے"

اس پر سکھ پریس نے خصوصاً اور دوسرے پریس نے عموماً جو احمدی جماعت اور اس کے واجب الاحترام امام کی رواداری کی داد دی۔ وہ اخبار بین اصحاب سے پوشیدہ نہیں۔

گو مجھے اس کا ذاتی علم نہیں۔ مگر مجھے دوسرے دوستوں کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ آج سے چھ سات سال قبل قادیان کے سکھوں کے سالانہ جلسہ پر سردار کھڑک سنگھ اور گیانی شیر سنگھ بحیثیت ایڈیشنل یا لیکچرار تشریف لائے۔ تو مقامی احمدی جماعت کی طرف سے نہ صرف یہی کہ پھولوں کے ہاروں سے ہی ان کا استقبال کیا گیا۔ بلکہ ان کے اعزاز میں مدرسہ احمدیہ کے صحن میں ایک شاندار ڈنر دیا گیا۔ اور یہ صاحبان بہت اچھا اثر لیکر یہاں سے گئے۔

یہ مذکورۃ الصدر واقعات اس بات کی بہترین شاہد ہیں۔ کہ احمدی جماعت اور اس کا واجب الاحترام امام کس قدر وسیع القلب اور روادار واقعہ ہوئے ہیں۔ اگر ایسی رواداری دیگر مذہبی سوسائٹیوں میں بھی پیدا ہو سکے۔ تو یقیناً آج ہی ہندوستان کے بھلے دن آسکتے ہیں۔ دور کیوں جاؤ۔ قادیان میں احمدیوں کی آبادی زیادہ ہے۔ ہندو اور سکھ شاید ہی آٹھ یا دس فیصدی ہوں گے۔ میں نے کئی دفعہ یہ نظارہ دیکھا ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین خطبہ جمعہ دے رہے ہیں یا درس قرآن مجید یا وعظ فرما رہے ہیں۔ تو مسجد کے پاس سے ہندوؤں کی برأتیں اور جلوس غیر معمولی باجے گاجے کے ساتھ گذر رہے ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ ایسی حالت میں میں نے بعض سکھوں اور آریوں کے جلوسوں کو اس حالت میں بھی دیکھا ہے کہ نہ صرف ڈھول اور باجے ہی بج رہے ہیں۔ بلکہ کھڑے ہو کر وہ نعرے بھی لگا رہے ہیں۔ اور ان نعروں میں بلا واسطہ یا بالواسطہ تلخی اور فرقہ وارانہ جھلک بھی نمایاں ہو رہی ہے۔ مگر کیا مجال کہ اسکی روک تھام کے لئے کبھی کوئی قدم اٹھایا گیا ہو۔ یہ نہیں کہ سوسائٹی کے ممبر اس بات کو بُرا نہیں مناتے۔ سوسائٹی مختلف طبائع کا اجتماع ہوتی ہے۔ بعض ایسے بھی ہیں جن کا مجھے علم ہے۔ جو ان باتوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ مگر حضور کی غیر معمولی رواداری اور وسعت قلبی کو دیکھ کر اس قابل تعریف ذہنیت کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیا کوئی دوسری اکثریت اقلیت کے لئے ایسی رواداری کی مثال پیش کر سکتی ہے۔ قریباً مشکل۔ حالانکہ یہی ذہنیت ہے۔ جو ہندوستان کے بھلے دن لا سکتی ہے۔ اور احمدی جماعت کے لئے یہ بات موجب فخر ہے کہ اس رواداری اور وسعت قلبی کی ذہنیت پیدا کرنے کے لئے ان کا واجب الاحترام امام رہنمائی فرما رہا ہے۔ لہذا آؤ ہم سب مل کر صدق دل سے کہیں۔

"حضرت امیر المومنین کی جے"

درخواست دعا

برادر عزیز شیخ محمد ابراہیم علی صاحب عرفانی جو مغل لائن کمپنی کے جہازوں میں ملازم ہیں اسوقت سمندر میں سفر کر رہے ہیں۔ چونکہ حالات مخدوش اور پُرخطر ہیں۔ اسلئے میں اپنے عزیز بھائی کے لئے احباب سے درخواست دعا کرتا ہوں۔ تا کہ اللہ تعالےٰ ان کو اپنی پناہ اور حفاظت میں رکھے۔ برادرم شیخ ابراہیم علی صاحب نے جوبلی نمبر میں میری کئی قسم کی مدد فرمائی۔ اس لئے بھی میرے قلب میں اُن کے لئے جذبہ امتنان ہے۔

محمود احمد عرفانی

نوجوانانِ احمدیت کا محبوب رہنما

(چوہدری خلیل احمد صاحب ناصر۔ بی۔ اے مجاہد تحریک جدید کی قلم سے)

آج ہم مسرت و انبساط کے ساتھ حضرت سیدنا و مطاعنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی حیات طیبہ کے پچاس سال اور عہد خلافت مبارکہ کے پچیس برس پورے ہونے دیکھ رہے ہیں۔ وہ سعید روحیں جنہیں خدائے قدوس نے انقطاع عالم سے سیدنا فضل عمر ایدہ اللہ تعالیٰ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کی توفیق دی۔ وہ ایک زاویہ نگاہ سے اس عہد گذشتہ کو اپنے سامنے لاتی ہیں۔ وہ لوگ جو ابھی تک اس لذتِ ایمان سے ناآشنا اور اس سعادت سے محروم ہیں۔ وہ ایک دوسرے زاویہ نگاہ سے۔ آج ہر احمدی اپنے قلب کی انتہائی گہرائیوں میں طمانیت و تسکین پاتا ہے۔ کہ ہر طلوع ہونے والا دن اور ہر محیط ہو جانے والی رات اس پیغام سرمدی کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر رہی ہے۔ جس کو اس نے قبول کیا۔ اس کی پاکیزہ روح اپنے خدائے ودود کے حضور تشکر و امتنان کے جذبات کے ساتھ سجدہ ریز ہوتی ہے کہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ۔ احمدیت کے ... غلبہ اور شریعتِ مصطفوی کی ابدی فتح کے آثار خدا کے فضل کے ماتحت اور محمود ایدہ اللہ الودود کی قیادت میں جماعت احمدیہ کی مساعی سے دن بدن نمایاں اور ممتاز تر ہوتے جا رہے ہیں۔ وہ اپنے خیالات کی وسعتوں میں ان اطمینان بخش اور بہجت زا جذبات کو لہریں لیتے ہوئے محسوس کرتا ہے۔ کہ حقیقی اسلام یا احمدیت کا وہ شیریں اور خوشگوار مستقبل جس کا وعدہ الٰہی نوشتوں میں دیا گیا تھا۔ جس کی پیشگوئی خدائے پاک نے فرقان حمید میں ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ کے الفاظ میں کی تھی ہاں وہ موعودہ زمانہ جس کا بار بار حضرت مسیح موعود کی پاک وحی میں ذکر آیا قریب تر ہو رہا ہے۔ اور خلافت ثانیہ میں جماعت احمدیہ کی ترقی کا ہر زینہ ہمیں اس رفیع الشان منزل کے نزدیک کر رہا ہے۔ اس کے خلاف، دنیا حیران ہے۔ کہ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے اس چھوٹے سے گروہ کی تاریخ نے کونسا زرین ورق الٹ دیا ہے اس کی حیرت زا نگاہوں کے سامنے سلسلہ احمدیہ کا وہ نہایت ہی ابتدائی زمانہ آتا ہے۔ جب اس عالمگیر ربانی تحریک کو کچلنے کے لئے ایک معمولی قصبہ بٹالہ کا ایک مُلاں اپنے علم و عقل اور قوت و طاقت کو ہی بزعم خود کافی سمجھتا تھا۔ اور پھر اس کی تحیر خیز نظریں اس زمانہ پر آکر جم جاتی ہیں۔ جب مولوی ظفر علی جیسے دشمنانِ احمدیت اس اعتراف پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کہ اب احمدیت کے تناور درخت کی جڑیں مشرق و مغرب کو اپنے احاطہ میں لے چکی ہیں۔ مختلف براعظموں کے باشندے اس کی شاخوں کے نیچے جمع ہو گئے ہیں۔ اور اعلیٰ علمی طبقہ کے افراد۔ تاجر۔ ڈاکٹر۔ بیرسٹر و کلا سب اسے قبول کر رہے ہیں۔

(۲) حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جماعت احمدیہ کا مقدس امام خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن اوصاف سے متصف کیا گیا ہے۔ جو جماعت احمدیہ کی اس ترقی کا عمود ہیں۔ حضرت امیر المومنین کے علم و فضل اور عزم و استقلال کے سامنے ہر دشمن عاجز ہے۔ حضور کے وجود باجود میں اس قدر خوبیاں جمع ہیں۔ جن کا احاطہ آسان امر نہیں۔ حضور پُر نور نے جماعت احمدیہ کے ہر حصہ کی طرف اپنی چشم توجہ مبذول فرمائی ہے۔ مرد اور عورت۔ نوجوان اور بوڑھے۔ زمیندار اور ملازم۔ امیر اور غریب۔ ان پڑھ اور عالم۔ تاجر اور پنشنر یہ سب ہی یہ محسوس کرتے ہیں۔ کہ حضور کے خطبات تقاریر۔ تصانیف اور دوسرے ارشادات میں ان کے لئے ہدایات کا خزینہ موجود ہے۔

میرے قلم میں طاقت نہیں۔ کہ اس مقدس قائد اعظم کے تمام ارشادات کی تفصیل کو بیان کر سکے۔ میں نوجوان ہوں۔ اس لئے اسی شق کو انتخاب کر کے حضور کی اُن توجہات کے ایک حصہ کا ذکر کروں گا۔ جو نوجوانان احمدیت کی رہنمائی کے حضور نے منعطف فرمائیں۔

سب سے پہلے تو میرے سامنے حضرت فضل عمر کا وہ زمانہ ہے۔ جب ہمارے آقا خود عنفوانِ شباب میں تھے۔ کتنا پاکیزہ نظارہ ہے۔ کہ اپنے ہم جولیوں کو جن کو دوسرے انسان اس عمر میں صرف کھیل کود اور لہو و لعب کے لئے تلاش کرتے ہیں۔ حضور جمع کر کے تعداد کے لحاظ سے چھوٹی مگر نتائج کے لحاظ سے بہت ہی بلند مرتبہ انجمن تشحیذ الاذہان کے نام سے قائم کرتے ہیں۔ اراکین بالعموم اُن مہاجرین کے بیٹے ہیں۔ جو خدا کی خاطر اپنے عزیز وطنوں کو چھوڑ کر۔ اعزا و اقربا سے علیحدہ ہو کر اور اپنے وسائل آمدنی کو بہت بڑی حد تک منقطع کر کے مسیح پاک علیہ التحیۃ والسلام کا ہم نشینی کے لئے دار الامان میں آکر بس گئے ہیں۔ یہ سب نوجوان مالی عسرت میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مگر حضور ان کے اندر تبلیغ اسلام کا درد اور اشاعتِ احمدیت کا حقیقی تڑپ کا احساس پیدا کر دیتے ہیں۔ اور وہ بشاشت قلب کے ساتھ اپنی تھوڑی تھوڑی پونجی کا معتدبہ جزو سلسلہ کی خاطر وقف کر دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ تشحیذ الاذہان جیسے بلند پایہ رسالہ کی اشاعت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس رسالہ کی علمی ثقاہت سے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اہلِ نظر جانتے ہیں۔ کہ اس میں حقائق و معارف کا کس قدر بیش بہا گنجینہ موجود ہے۔

پھر کتنا لطیف وہ وقت ہے۔ جب انصار اللہ جیسی پاک جماعت کا قیام حضور کے مقدس ہاتھوں سے ہوتا ہے۔ جس کی رکنیت کی شرائط میں سے ضروری امر یہ ہے۔ کہ ہر امیدوار پہلے استخارہ کرے۔ اور اس کے بعد پورے بسط کہ تبلیغ اسلام کے آہنین عزم اور پکے ارادہ کے ساتھ اس پاک جماعت میں داخل ہو۔

زمانہ گذرتا جاتا ہے۔ اس ربع صدی میں جماعت پر مختلف دور آتے ہیں۔ اور جماعت کے ارتقار کے ساتھ ساتھ حالات زمانہ کے لحاظ سے ہمارا محبوب رہنما ہمارے لئے شمع ہدایت بنتا ہے۔ فتنۂ ارتداد کا وہ زمانہ بھی کون بھول سکتا ہے۔ جب جماعت احمدیہ نے بالعموم اور نوجوانوں نے بالخصوص حضور کی قیادت میں اپنے آپ کو اس لئے پیش کیا۔ کہ وہ ملکانہ کے میدان جنگ میں بھولے مسلمانوں کو آریہ سماج کے شدھی کے چنگل سے بچانے کے لئے اپنے ہی خرچ پر تین تین ماہ تک جہاد کریں۔ یہ خدمات مخالفین کو بھی احمدیوں کے جوش اور ولولہ کی تعریف و توصیف کرنے اور جماعت کے ایثار و درد کو تسلیم کرنے کے لئے مجبور کر دیتی ہیں۔

سلسلہ کی ترقی حریفوں کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتی ہے۔ دشمن جو یونہی طریق کی اقتدار کرتا ہوا اپنے آپ کو کینہ و غضب کے التہاب انگیز شعلوں میں جلا کر ایک مجتمع اور زوردار حملہ کی تیاری کرتا ہے۔ بعض افراد جو اپنے کریہ اعمال کے لحاظ سے ملتِ اسلامیہ کے باعثِ عار و ننگ ہیں۔ جہلاء کو اپنے ساتھ شامل کر کے "احرار اسلام" کے نام سے ایک مجلس قائم کرتے ہیں۔ امیر المومنین کی دور بین نگاہیں محسوس کرتی ہیں۔ کہ جہاں جماعت کو صبر و ضبط اور عفو و ایثار کی تعلیم دینی ضروری ہے۔ وہاں نوجوانان سلسلہ کے عسکری نظام کو استوار کرنا بھی لازمی ہے۔ چنانچہ حضور احمدیہ کور کی ابتدا فرماتے ہیں۔ جس کی غرض حضور کے ہی مبارک الفاظ میں یہ ہے:۔

"میں نے یہ ضروری سمجھا۔ کہ جماعت کے تمام افراد خصوصاً نوجوانوں میں استقلال اور ہمت اور قربانی کی روح پیدا کرنے کے لئے احمدیہ کور قائم کی جائے۔"

پھر فرمایا:۔

"تمہاری اس طاقت سے اشاعت اسلام میں کام لینا چاہتا ہوں۔ میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ اگر میرے بتائے ہوئے طریق پر چل کر صبر کے مراحل کو تم طے کرو گے۔ تو ایک دن ایسا آئیگا۔ کہ تم اخلاص و عشق کا ہتھیار لیکر کھڑے ہو جاؤ گے۔ اور ساری دنیا میں ایک آگ لگا دو گے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ جو مظالم تم پر کئے جاتے ہیں وہ تمہارے دلوں میں انگارے بن بن کر جمع ہوتے چلے جائیں۔ لیکن ان کا دھواں باہر نہ نکلے۔ یہاں تک کہ تم ان انگاروں سے جلکر اندر ہی اندر راکھ ہو کر بھسم ہو جاؤ۔"

اسی سلسلہ میں حضور کا یہ ارشاد بھی ملاحظہ فرمایئے:۔

"میں بھی چاہتا ہوں۔ کہ تمہارے اندر ایک آگ ہو۔ جو جہنم کی آگ کی طرح بند ہو۔ کہ جب اُسے باہر نکلنے کا اذن ملے۔ تو دنیا کی کوئی طاقت تمہارے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ پس جس دن وہ روح تمہارے اندر پیدا ہو گئی۔ جو میں پیدا کرنی چاہتا ہوں۔ اس دن نہ کوئی طاقت ہمیں مار سکتی ہے۔ اور نہ کوئی قوم تمہارے ارادوں میں مزاحم ہو سکتی ہے۔ تب تم ہی تم دنیا کے بادشاہ ہو گے۔ حکومتیں تمہاری ہوں گی۔ تجارتیں تمہاری ہوں گی۔ زراعتیں تمہاری ہوں گی۔ اور تم اسی طرح دنیا پر حاوی ہو گے جس طرح آسمان زمین پر حاوی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۶ ردسمبر ۱۹۳۵ء)

پھر ہمارے سامنے ارتقائے احمدیت کا وہ اہم منزل آتی ہے۔ جب حضرت امیر المومنین نے جماعت کے سامنے تحریک جدید کا ربانی لائحہ عمل رکھا۔ جب حضور نے یہ محسوس فرمایا۔ کہ دنیا کے حالات، اس امر کے متقضی ہیں۔ کہ جماعت احمدیہ اپنے اندر ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کرے۔ ایسا انقلاب جو جماعت کے فرد فرد کو یکسر تبدیل کر دے۔ جو سب کو قربانی مجسم اور پیکر ایثار بنادے۔ جو جماعت کے عملی پہلو کی کایا پلٹ کر دنیا کو احمدیت کے سامنے جھک جانے پر مجبور کر دے۔ ہاں وہی انقلاب حقیقی جو دلوں میں آگ سی لگا دے۔ اور ایسے زندہ ولولے اور فروزاں جذبات پیدا کر دے۔ جو واقعی حشر انگیز ہوں۔ کیونکہ اس کے بغیر قلوب کی دنیا میں اس روحانی بادشاہت کا نزول ممکن نہیں تھا۔ جس میں ایک نئی زمین اور نیا آسمان ہو گا۔ ہمارے مقدس و محبوب آقا نے جو مطالبے ہم سے فرمائے۔ اُن میں سے بیشتر ایسے تھے جو صرف نوجوانوں سے متعلق تھے۔ اس طرح حضور نے احمدی نوجوانوں کے سامنے ان کی زندگیوں کا ایسا باب کھول دیا۔ جس میں وہ اپنی خلقت کے حقیقی مقصد کو بدرجہ اتم حاصل کر سکتے تھے۔ سیدنا محمود ایدہ اللہ الودود نے نوجوانوں کو سادہ زندگی اختیار کرنے۔ ہر قسم کے لہو و لعب اور کھیل تماشوں سے بچنے کا ارشاد فرمایا اور جماعت کے ان نوجوانوں کو بلایا۔ جن کو تبلیغ بیرون ہند کے لئے حضور نے یہ ارشاد فرمایا:۔

"پھیل جاؤ دنیا میں۔ پھیل جاؤ مشرق میں۔ پھیل جاؤ مغرب میں۔ پھیل جاؤ شمال میں۔ پھیل جاؤ جنوب میں۔ پھیل جاؤ یورپ میں۔ پھیل جاؤ امریکہ میں۔ پھیل جاؤ افریقہ میں پھیل جاؤ

جزائر میں۔ پھیل جاؤ چین میں۔ پھیل جاؤ جاپان میں۔ اور پھیل جاؤ دنیا کے کونے کونے میں۔ یہاں تک کہ دنیا کا کوئی گوشہ دنیا کا کوئی ملک اور دنیا کا کوئی علاقہ ایسا نہ ہو۔ جہاں تم نہ ہو۔ پس تم پھیل جاؤ جیسے صحابہ پھیلے پھیل جاؤ جیسے قرون اولیٰ کے مسلمان پھیلے۔ تم جہاں جہاں جاؤ۔ اپنی عزت کے ساتھ سلسلے کی عزت کرو جہاں پھرو اپنی ترقی کے ساتھ سلسلے کی ترقی کا موجب بنو"

(الفضل جلد ۲۳ نمبر ۲)

سیّد وآقا ایدہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں زندگی کے صحیح مفہوم سے ان الفاظ میں آشنا کیا:۔

"زندگی کی علامت یہ ہے۔ کہ تم میں سے ہر شخص اپنی جان لیکر آگے آئے اور کہے کہ اے امیرالمومنین! یہ خدا اور اُس کے رسول اور اس کے دین اور اس کے اسلام کیلئے حاضر ہے۔ جس دن سے تم یہ سمجھ لوگے۔ کہ تمہاری زندگیاں تمہاری نہیں۔ بلکہ اسلام کے لئے ہیں۔ جس دن سے تم یہ محض دل میں ہی یہ سمجھ نہ لیا۔ بلکہ عملاً اس کے مطابق کام بھی شروع کر دیا۔ اس دن تم کہہ سکوگے۔ کہ تم زندہ جماعت ہو"

(الفضل جلد ۲۳ ع ۱۵)

"جو قومیں اپنی جان بچانا چاہتی ہیں۔ وہی مرتی ہیں۔ اور جو اپنی جان کو ہتھیلیوں پر لئے پھرتی ہیں۔ وہی ہمیشہ زندہ رہتی ہیں"

(الفضل جلد ۲۵ ع ۲۷)

"پس وہ نوجوان آگے آئیں۔ جو دین کے کام میں مرنا چاہیں۔۔۔ جب تک کوئی یہ نہ سمجھے۔ کہ ناکامی کا میں ذمہ دار ہوں۔ وہ اپنے آپ کو وقف نہ کرے"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۹ نومبر ۳۵ء)

حضورِ پُرنور نے نوجوانوں کو بتلایا۔ کہ وہ اسلامی تعلیم و تمدن کی ترویج و اشاعت کی خاطر اپنے آپ کو مختص کردیں۔ اور اس غلط مغربی روش کو کچل ڈالیں۔ جو انسان کو تکلف و تصنع کے سوا کچھ نہیں دیتی۔ جس کی بنیاد ریاکاری اور منافقت پر ہی ہے ہاں وہی مغربی تہذیب جس نے ہماری زندگی ہی اجیرن کر دی ہے۔ اور اس کے لئے سب سے پہلے وہ اپنے ہاتھ سے کام کرنا سیکھیں۔ چھوٹے سے چھوٹے کام کو بھی ذلیل اور باعث ننگ و عار خیال نہ کریں۔ اور اگر وہ بے کار ہوں۔ تو وہ باہر نکل جائیں۔ لیکن ہر وہ نوجوان جو خواہ تبلیغ کے لئے اور خواہ اپنی روزی کے حصول کے لئے قادیان سے باوجود روحانی قرب و تعلق کے جسمانی بُعد اختیار کریں وہ مرکز کے ساتھ اپنی پیوستگی اور وابستگی کو اپنا شعار بنائے رکھیں۔ اور

"جب تمہیں مرکز سلسلہ سے آواز آئے کہ آجاؤ۔ تو لبیک کہتے ہوئے جمع ہو جاؤ۔ یہ آنا جسمانی طور پر بھی ہو سکتا ہے۔ اور روحانی اور اخلاقی اور مالی طور بھی۔۔۔۔۔۔ پس اے ابراہیم ثانی کے پرندو! اگر اچھا چاہتے ہو۔ تو دنیا میں پھیل جاؤ۔ مگر اس طرح نہیں۔ کہ اپنے گھروں کو بھول جاؤ۔ تمہارا اصل گھر قادیان ہے۔ خواہ تم کہیں رہتے ہو۔ اسے یاد رکھو۔۔۔۔ پس جاؤ اور دنیا میں پھیل جاؤ۔ کہ کامیابی کا ذریعہ یہی ہے۔ اور جب آواز پہنچے۔ تو یوں جمع ہو جاؤ۔ جس طرح پرندے اُڑ کر جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر خواہ کتنی بڑی کوئی فرعونی طاقت تمہارے مٹانے کے لئے کھڑی ہو جائے۔ اسے معلوم ہو جائے گا۔ کہ احمدیت کو مٹانا آسان نہیں ہے"

(تقریر جلسہ سالانہ ۳۷ء)

تحریک جدید کے ذریعہ حضور نے جو نظامِ عمل نوجوانانِ جماعت کے سامنے پیش فرمایا۔ اس کے چلانے کے لئے اور جماعت میں اس کی صحیح رنگ میں اشاعت کرنے کے بعد اُس پر عمل کرانے کے لئے ایک منظم جماعت کی ضرورت تھی۔ ضروری تھا۔ کہ اس پاک اور مقدس تعلیم کو نسلاً بعد نسلٍ محفوظ رکھنے کے لئے کوئی جماعت قائم کی جاتی۔ ہاں اب جب کہ ایک عظیم الشان روحانی انقلاب کی داغ بیل رکھی جارہی تھی۔ کہ نوجوانوں کا ایک ایسا نظام قائم کیا جاتا۔ جس کے لائحہ عمل میں وہ تمام امور آجاتے جو حضور نے وقتاً فوقتاً نوجوانوں کی مجالس کے لئے خواہ وہ تشحیذ الاذہان ہو۔ یا انصار اللہ ہو یا احمدیہ کور ہو۔ پس حضور نے مجلس خدام الاحمدیہ کے نام سے نوجوانانِ احمدیت کی مستقل تنظیم کی وہ رفیع الشان تحریک فرمائی۔ جو ان تمام امور کی حامل تھی۔ خدام الاحمدیہ کے اراکین کو اسی ذہانت اور علمی قابلیت کے حصول کا ارشاد فرمایا گیا۔ جو تشحیذ الاذہان کا مسلک تھا۔ اُسی طرح دیوانہ وار تبلیغ کرنے کی تعلیم دی گئی۔ جس طرح انصار اللہ کو دی گئی تھی۔ اور اسی "استقلال اور ہمت اور قربانی کی روح پیدا کرنے کے لئے" اسے قائم فرمایا۔ جس کے لئے احمدیہ کور قائم کی گئی تھی۔ الغرض خدام الاحمدیہ کا پروگرام اُن تمام گذشتہ پروگراموں پر محیط ہے۔ جو نوجوانوں کی گذشتہ تنظیموں کے لئے اقتضائے وقت کے ماتحت حضور نے مقرر فرمائے تھے۔ خدام الاحمدیہ کے قیام کی غرض حضور کے الفاظ میں ہی یہ ہے:۔

"جب کوئی قوم ایک خاص مقصد اور مدعا کیکر کھڑی ہوئی ہو۔ تو اس کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کہ وہ اس مقصد اور مدعا کو نوجوانوں کے ذہنوں میں پورے طور پر داخل کرے۔ اور ایسے رنگ میں ان کی عادات اور خصائل کو ڈھالے۔ کہ وہ جب بھی کوئی کام کریں۔ خواہ عادتاً کریں یا بغیر عادت کے کریں وہ اس جہت کی طرف جا رہے ہوں جس جہت کی طرف اس قوم کے اغراض و مقاصد اسے لئے جارہے ہوں۔ جب تک کسی قوم کے نوجوان اس رنگ میں کام نہیں کرتے۔ اس وقت تک اسے ترقی حاصل نہیں ہوسکتی"

(الفضل ۲۲۔ اپریل ۳۸ء)

"میری غرض اس مجلس کے قیام سے یہ ہے۔ کہ جو تعلیم ہمارے دلوں میں دفن ہے۔ اُسے ہوا نہ لگ جائے بلکہ وہ اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ دلوں میں دفن ہوتی چلی جائے۔ آج وہ ہمارے دلوں میں دفن ہے۔ تو کل وہ ہماری اولاد کے دل میں دفن ہو۔ اور پرسوں اُن کی اولاد کے دلوں میں۔ یہاں تک یہ تعلیم ہم سے وابستہ ہو جائے۔ ہمارے دلوں کے ساتھ چمٹ جائے۔ اور ایسی صورت اختیار کرے۔ جو دنیا کے لئے مفید اور بابرکت ہو"

(۱۷ فروری ۱۹۳۹ء)

اس سلسلہ میں حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے ان نہایت ہی قیمتی اشعار میں سے چند ایک ملاحظہ فرمایئے۔ جو نوجوانوں کی رہنمائی کے لئے حضور کی مبارک قلم سے نکلے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

خدمت دین کو اک فضل الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالب انعام نہ ہو

دل میں ہو سوز تو آنکھوں سے رواں ہوں آنسو
تم میں اسلام کا ہو مغز فقط نام نہ ہو

عُسر ہو یُسر ہو تنگی ہو کہ آسائش ہو
کچھ بھی ہو بند مگر دعوت اسلام نہ ہو

کام مشکل ہے بہت منزل مقصود ہے دُور
اے مرے اہلِ وفا سست کبھی گام نہ ہو

جی تو یہی چاہتا ہے۔ کہ ساری نظم ہی نقل کر دوں۔ کہ اس کا ایک ایک مصرعہ احمدیت کی تعلیم کا گوہر بے بہا ہے۔ مگر مضمون کی طوالت مانع ہے۔ ایک دوسری نظم کے چند اشعار سنیئے:۔

میں اپنے پیاروں کی نسبت
ہرگز نہ کروں گا پسند کبھی

وہ چھوٹے درجہ پر راضی ہوں
اور اُن کی نگاہ رہے نیچی

وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر
اُمید لگائے بیٹھے ہوں

وہ ادنےٰ ادنےٰ خواہش پر
مقصود بنائے بیٹھے ہوں

ہے خواہش میری الفت کی
تو اپنی نگاہیں اونچی کر

تدبیر کے جالوں میں مت پھنس
کر قبضہ جا کے مقدر پر

تو ایک ہو ساری دنیا میں
کوئی ساجھی اور شریک نہ ہو

تو سب دنیا کو دے نیکی
خود تیرے ہاتھ میں بھیک نہ ہو

مقدس مطاع! تیرے ارشادات کا ایک ایک نقطہ ہمارے لئے روشن ترین شمع ہدایت ہے۔ محبوب آقا! تو نے ہمیں ہماری زندگیوں کی حقیقی لذت سے آشنا کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی بے انتہا برکات اور افضال و انعام تجھ پر ہوں۔ کہ تیرے ذریعے ہمیں اللہ العلمین پر کامل ایمان نصیب ہوا۔ تجھ پر بے انتہا سلامتی ہو۔ خدائے رحیم کی۔ کہ تو نے ہمیں بتایا۔ کہ ہم اپنی اس عارضی اور فانی زندگی کو کس طرح احسن ترین طریق پر بسر کر کے اپنے خدا کو راضی کر سکتے ہیں۔ ہاں اے ہمارے سیّد و امام! خدا تعالیٰ ہمیں نہایت ہی طویل زمانہ تک تیری قیادت و رہنمائی میں خدمت سلسلہ کی توفیق دے۔ کہ اس وقت تو ہی کشتی اسلام کا حقیقی پاسبان ہے۔ علیک التحیۃ والسلام ایدک اللہ بنصرہ العزیز المتعال ✣

یہ مضمون حضرت بھائی جی کی عینی شہادت پر مبنی ہے۔ حضرت بھائی جی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خاندان نبوت سے ایک سچا اور والہانہ عشق ہے۔ اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے لیکر آج تک اس زمانہ کو نہایت باریک اور دقیق نگاہ سے دیکھا ہے۔ اللہ تعالےٰ بھائی جی کی زندگی میں برکت دے۔ وقت آئے گا۔ کہ سلسلہ کی تاریخ میں

ظہور قدرت ثانیہ

کا مضمون ایک بنیادی مضمون قرار دیا جائیگا مجھے فخر ہے۔ کہ میں اس مضمون کی اشاعت کی عزت کا فخر حاصل کر رہا ہوں ؎

(محمود احمد عرفانی)

؎ گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار

نبوت و خلافت خدا کی دین ہے۔ جو کسبی نہیں۔ بلکہ وہبی نعمت ہے۔ مجاہدہ و ریاضت یا محنت و عبادت روحانی ترقیات کی سیڑھی اور خدا کے فضل کی جاذب تو ضرور ہیں۔ مگر یہ مقام بلند اور رتبۂ عالی خدا تعالےٰ کی خالص موہبت پر موقوف ہے۔ یعنی نبی اور خلیفہ خدا بناتا ہے۔ انسانی سعی و کوشش یا جوڑ توڑ اور حیلے منصوبوں کو اس چیز کے حصول میں قطعاً کوئی دخل نہیں۔ زر و جواہر اس نعمت کو پا سکتے ہیں نہ خفیہ سازشیں۔ اور جب یہ خلعت نبوت یا رِدائے خلافت کسی منعم علیہ کو مل جاتی ہے۔ تو وہ خود اس امانت کو اپنے کندھوں سے اتار سکتا ہے نہ کسی اور کو طاقت و قدرت ملتی ہے۔ کہ وہ اس سے چھین یا اتار سکے۔ بلکہ خدا اس کو ایک ایسا پہاڑ بنا دیتا ہے کہ جو بھی اس سے

ٹکرائے چکنا چور

اور جس پر وہ گرے وہ بھی مخذول و مردود ہو کر رہ جاتا ہے۔ انبیاء و خلفاء کی مخالفت کرنے اور مقابل پر کھڑے ہونے والے نہ کبھی کامیاب و سربلند ہوئے نہ ہوں گے۔ بلکہ ہمیشہ ہی سرنگون و ذلیل ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ خدا کا یہی فیصلہ۔ راستبازوں کا یہی قول اور مومنین کا یہی تجربہ و مشاہدہ ہے۔ اور جماعت احمدیہ کو تو یہ مسئلہ اس طرح پڑھایا۔ سمجھایا اور ذہن نشین کرایا گیا ہے۔ جس کا بھول جانا ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ جو چیز ایک لمبے عرصہ تک عمل میں آچکی ہو۔ دل و دماغ پر اس کا اتنا گہرا اور نہ مٹنے والا اثر ہوتا ہے۔ کہ وہ ذہن سے اتر سکتی ہے نہ اس کی یاد محو ہوتی ہے۔ بشرطیکہ انسان کا جسم یا روح کسی مرض کا نشانہ بن کر ماؤف نہ ہو چکے ہوں۔

جماعت احمدیہ کا سب سے پہلا اجماع مسئلہ خلافت پر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ روحی کے وصال پر ہوا۔ جبکہ بالاتفاق تمام جماعت نے حضور پُر نور کے جسد اطہر کی موجودگی میں حاجی الحرمین الشریفین حضرت مولانا مولوی نورالدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

مطابق الوصیت خلیفہ

تسلیم کر کے آپ کی بیعت حضرت احمدؑ کے نام پر کی۔ جماعت کے جیّد علماء بھی موجود تھے اور صحابہ کبار بھی معتمد بھی حاضر تھے اور جماعت کی روح و رواں بھی۔ امراء بھی تھے اور غرباء بھی۔ مگر کسی نے اختلاف کیا نہ انکار۔ دل میں اگر کسی کے کوئی مخالفانہ خیال تھے تو واللہ حسیبہٗ۔ اظہار کی جرأت اس وقت تو کسی کو نہ ملی۔ اور امر خلافت متفقہ طور سے انجام پذیر ہوا۔ اور نہ صرف مرکزی جماعت بلکہ جہاں جہاں کے بھی احمدی آئے۔ تمام کے تمام ہی حضرت خلیفہ اوّلؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر جمع ہو کر سلک وحدت میں پروئے گئے۔ چنانچہ بغیر معمولی پرچہ الحکم مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء میں سکرٹری صاحب صدر انجمن احمدیہ قادیان کی مطبوعہ چٹھی بھی اس بیان کی مؤید ہے۔ جس کے ذریعے صاحب موصوف نے تمام جماعت کو اس فیصلہ اور تعمیل سنت خلفاء راشدین کی اطلاع کی یہ تو تھا وہ فیصلہ اور حقیقی اجماع جو جماعت کے اَعلم و اتقیٰ اور اقرب و اولیٰ بزرگوں۔ خوردوں۔ عورتوں اور مردوں کی ایسے وقت اور حالات کی موجودگی میں ہوا۔ جبکہ خدا کے

نبی و رسول

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود باجود ہماری آنکھوں کے سامنے۔ اور آپ کی صحبت پاک اور انفاس طیبہ کے تاثرات ہمارے دل و دماغ میں تازہ و نمایاں موجود تھے۔ لہذا یہی عمل اور یہی فعل حقیقی اور سچا فیصلہ و اجماع کہلانے کا مستحق ہے۔ جو علیٰ اوّل وھلۃ تمام جماعت نے کیا۔ اور بلا استثنا "قادیان۔ انبالہ۔ جالندھر۔ کپورتھلہ امرتسر۔ لاہور۔ گوجرانوالہ۔ وزیر آباد۔ جموں۔ گجرات بٹالہ۔ گورداسپور وغیرہ مقامات کے معزز احباب کے" دلوں کو نہایت عاجزانہ دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ نے امر خلافت پر انشراح بخش کر حضرت نورالدین اعظم کے ہاتھ پر جمع ہونے کو جھکا دیا۔ اور اس میں کوئی بناوٹ تھی نہ نفس کی ملونی۔ خود غرضی کا کوئی اثر و دخل تھا نہ عزت و آبرو پر دھبے کا وہم۔ نیتیں صاف اور دل نرم تھے۔ اور خدا کا خوف دلوں پر طاری و ساری۔ ہر کوئی اپنے آپ کو یتیم و بیکس سمجھ کر آستانۂ الٰہی پر جھکا ہوا تھا۔ دل تحاسد و تباغض سے پاک اور خالی تھے۔ کسی کو اپنے رتبہ و مرتبہ کے جانے کی فکر تھی نہ اثر و رسوخ اور اختیارات میں کمی کا وسوسہ بلکہ سبھی کے دلوں کی حالت و کیفیت اُس نقطۂ اضطرار کو پہنچی ہوئی تھی۔ جس کا ذکر امن یجیب المضطر اذا دعاہ میں خدائے علام الغیوب نے فرمایا ہے۔ سارے ہی لوگ مل مل کر بھی اور الگ الگ بھی دعاؤں میں لگے ہوئے تھے۔ خدا کی راہ نمائی۔ نصرت اور تائید غیبی کے لئے خدا کے سامنے ہاتھ پھیلا رہے تھے آہ و نالہ اور گریہ و فغاں سے گویا میدان حشر کا نقشہ نظر آتا تھا۔ ان حالات میں خدا نے رحم فرما کر

قدرت ثانیہ کا ظہور

فرمایا۔ جس سے ایک تسلی۔ سکون اور اطمینان پیدا ہوا۔ تمام لوگ مطمئن ہو کر گویا ایک پہاڑ کا بوجھ اُٹھ جانے کی طرح ہلکے پھلکے اور خدا کی مرضی پر راضی و خوش اپنے آقا و امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام بھیجتے خاندان کے لئے دعائیں کرتے ہوئے گھروں کو لوٹے۔ ایسے نازک اور آڑے وقت کی مضطربانہ دعا اور زاری و التجائیں بھی اگر خدانخواستہ اکارت و بیکار رہیں جو بارہ چودہ سو باخدا بندگان الٰہی نے باحال زار اور سینہ فگار ہو کر انتہائی تذلل تضرع و الحاح سے خدائے واحد یگانہ کے حضور اس کی رضا و راہ نمائی کے لئے کیں۔ تو پھر نعوذ باللہ

اَمان کہاں؟

حضرت مولانا سیّد محمد سرور شاہ صاحب اکثر بیان فرمایا کرتے ہیں۔ کہ حضور پُر نور کے وصال کے بعد جب دوسرے روز صبح ۲۷ مئی کو خواجہ صاحب۔ شیخ رحمت اللہ صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحبان وغیرہ قادیان آئے۔ سخت گرمی کے دن تھے۔ اُن کی خدمت تواضع اور ناشتہ پانی وغیرہ کا کام میرے ذمہ لگایا گیا۔ چنانچہ میں مناسب طریق پر یکہ سنکر اُن سب کو باغ سے شہر میں لے آیا۔ حضرت نواب صاحب کے مکان کے نچلے حصہ کے جنوب مغربی خام دالان میں بٹھایا۔ اور موقعہ محل کے مناسب حال اُن کی تواضع کی ؛

اس موقعہ پر خواجہ کمال الدین صاحب نے کھڑے ہو کر نہایت ہی پُر سوز تقریر کی۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ:

"خدا کی طرف سے ایک انسان منادی بنکر آیا۔ جس نے لوگوں کو خدا کے نام پر بلایا۔ ہم نے اس کی آواز پر لبیک کہی۔ اور اس کے گرد جمع ہو گئے۔ مگر اب وہ ہم کو چھوڑ کر اپنے خدا کے پاس چلا گیا ہے۔ سوال ہے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئیے؟"

خواجہ صاحب کا انداز بیان۔ طریق خطاب اور تقریر کچھ ایسا درد بھرا رقت آمیز اور زہرہ گداز تھا۔

(افریقہ میں احمدیت)

مولانا نیر پہلے افریقن مشنری

حکیم فضل الرحمان صاحب دوسرے مشنری

مولانا نیر ایک افریقی بادشاہ کو
تبلیغ کر رہے ہیں

جماعت احمدیہ افریقہ کا ایک سکول

حضرت امیرالمومنین افریقن مبلغوں اور احمدیوں کے درمیان

احمدیان افریقہ

مدرسہ احمدیہ افریقہ

کہ ساری مجلس پر ایک سناٹا چھا گیا۔ سکتہ کا عالم اور خاموشی طاری ہوگئی۔ آخر شیخ رحمت اللہ صاحب نے سکوت کو توڑا۔ اور کھڑے ہو کر ٹھیٹھ پنجابی زبان میں جو کچھ فرمایا۔ اس کا خلاصہ مطلب اردو میں یہ ہے۔ کہ:۔

"میں نے قادیاں آتے ہوئے راستہ میں
بھی بار بار یہی کہا ہے۔ اور اب بھی اسی
کو دہراتا ہوں۔ کہ اس بڈھے کو آگے کرو
اس کے سوا یہ جماعت قائم نہ رہ سکیگی۔"

شیخ صاحب کے اس بیان پر خاموش رہ کر گویا سبھی نے مہر تصدیق ثبت کی۔ اور سر تسلیم خم کر دیا۔ کسی نے اعتراض کیا نہ انکار۔ اس اتفاق کے بعد انہی اصحاب نے مع دیگر اکابر صحابہ و بزرگان جماعت سیدنا نور الدین اعظم رضی اللہ عنہ کے حضور درخواست کی۔ جو باغ سے شہر تشریف لائے ہوئے تھے۔ مگر حضرت ممدوح نے کچھ سوچ اور تردد کے بعد فرمایا۔ کہ میں دعا کے بعد جواب دوں گا۔ چنانچہ وہیں پانی منگایا گیا۔ حضرت نے وضو کر کے دو نفل نماز ادا کی۔ اور دعاؤں کے بعد فارغ ہو کر فرمایا:۔

"چلو ہم سب وہیں چلیں جہاں ہمارے
آقا کا جسد اطہر اور ہمارے بھائی
انتظار میں ہیں۔"

چنانچہ یہ مجلس برخواست ہو کر پھر باغ پہنچی۔ جہاں امر خلافت کے متعلق موجودہ جماعت کے تمام مردوں اور عورتوں کو اللہ تعالےٰ نے انشراح بخش کر خلافت حقہ پر متفق و متحد کر کے سلک وحدت میں پرو دیا۔ اور اس طرح خدا کے فضل سے خلافت قائم ہوئی۔ اور بمطابق الوصیت قائم ہوئی۔ کوئی اختلاف ہوا نہ انکار۔ خدا نے اپنے سلسلہ کو خود سنبھالا اور

نبی اللہ المسیح الموعود
علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی وفات پر جماعت کو حق و صداقت اور سداد و راستی پر قائم کر کے اپنی سنت قدیم کا ظہور فرما دیا۔

مگر آپ تعجب کریں گے۔ حیرت و استعجاب اور تردد میں پڑ جائیں گے۔ جب مذکورہ بالا واقعات کے چھٹے ہی روز بعد وقوع پذیر ہونے والے تغیر کا ذکر آپ کے سامنے آئیگا۔ آپ تاسف کریں گے۔ اور کف افسوس ملنے لگیں گے۔ کیونکہ بات ہی کچھ ایسی ہے۔ کہ اس پر جتنا بھی اظہار حیرت و استعجاب کیا جائے کم ہے۔ واقعہ یوں ہے۔ کہ قدرت ثانیہ کے قیام کے چھٹے روز ہمارے کرتے دھرتے اور اصحاب حل و عقد پھر قادیان تشریف لائے۔ حضرت مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب بیان فرماتے ہیں۔ کہ شہر سے سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالےٰ کو اور مولوی محمد علی صاحب اور بعض اور اپنے ہم خیال آدمیوں کو انہوں نے ساتھ لیا۔ اور

مزار سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود
علیہ الصلوٰۃ والسلام

پر جا کر دعا کی۔ کچھ دیر ادھر ادھر کی باتوں کے بعد شہر کو لوٹے۔ مگر باغ کے شمال مشرقی کونہ پر پہنچکر خواجہ صاحب نے مغربی جانب باغ کی طرف رخ کر لیا۔ اور ادھر اُدھر ٹہلنے لگے۔ ٹہلتے ٹہلتے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کو خطاب کر کے بولے:۔

"میاں ہم سے ایک غلطی ہو گئی ہے
جس کا تدارک اب سوائے اس کے
کچھ نظر نہیں آتا۔ کہ ہم کسی ڈھنگ سے
خلیفہ کے اختیارات کو محدود کر دیں۔
وہ بیعت لے لیا کریں۔ نماز پڑھا دیا کریں
خطبہ نکاح پڑھکر ایجاب و قبول اور
اعلان نکاح فرما دیا کریں یا جنازہ پڑھ
دیا کریں۔ بس۔"

خواجہ صاحب کی بات حضرت محمود ایدہ اللہ تعالےٰ نے سنی۔ اور جواب میں فرمایا:۔

"خواجہ صاحب ہم کون ہیں۔ جو خلیفہ کے اختیارات کی تقسیم کریں؟ خلیفہ بن جانے کے بعد وہ حاکم ہیں نہ کہ ہم۔ ان باتوں کا وقت وہ تھا۔ جب آپ لوگ میرے پاس آئے تھے اور خلافت کے متعلق مجھ سے مشورہ طلب کیا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا۔ میں نے آپ سے کہا تھا۔ کہ اوّل تو میری عمر ہی ایسے اہم امور میں کوئی مشورہ دینے کے لائق نہیں۔ دوسرے اس وقت میرا دماغ بھی اس صدمہ عظیمہ کی وجہ سے کام نہیں کرتا۔ مگر باوجود اسکے میں اتنا کہنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ اس معاملہ کو اچھی طرح سوچ سمجھ کر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جب بیعت کر لی۔ اور ہم بک گئے۔ تو پھر سوائے اس کے کہ ہم ہر رنگ میں ان کی اطاعت کریں چارہ نہ ہوگا۔ مگر آپ لوگوں نے اس وقت اس بات پر اصرار کیا۔ کہ خلیفہ ضرور ہونا چاہیئے۔ خلیفہ کے بغیر جماعت کا شیرازہ قائم نہ رہ سکے گا۔ آخر اس پر اتفاق ہو گیا۔ اور ہم سب نے برضا و رغبت ایک شخص کی بیعت کر لی۔ اور اس کے ہاتھ پر بک چکے۔ تو اب ہم کون ہیں جو اس کے اختیارات میں دخل دیں۔ یا اُن کو محدود کریں؟"

یہ جواب حضرت فضل عمر رضہ کا خواجہ صاحب نے سنا اور خاموش رہ گئے۔ انہوں نے کسی امید پر یہ بات بڑی حکمت اور موقعہ شناسی سے شروع کی تھی۔ مگر حضرت محمود کے جواب نے اُن کی ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اُن کی آرزوئیں خاک میں مل گئیں۔ اور آخر وہ جیل قدمی بھول کر ساتھیوں سمیت شہر میں آ گئے سیدنا محمود اَلْڈ ا ہیں تشریف لے گئے۔ اور خواجہ صاحب وغیرہ اصحاب مولوی محمد علی صاحب والے کمرہ مسجد میں داخل ہوئے۔ تو خواجہ صاحب مولوی محمد علی صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھکر بولے:۔

"مولوی صاحب! میاں سے تو ناامید ہو جاؤ۔
وہ تو اب ہمارے ہاتھ سے گیا۔"

القصہ چھٹے روز بعد یہ لوگ اپنے کئے پر پشیمان ہوئے اور خلافت کے خلاف کوششیں شروع کر دیں۔ اور کالتی نقضت غزلھا من بعد قوۃ انکاثاً والی مثال ان پر صادق آنے لگی۔ حضرت محمود ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کو گانٹھنے کا منصوبہ ناکام رہا۔ ہوتے ہوتے وقت گذرتا گیا۔ اور آخر کار جلسہ سالانہ ۱۹۰۸ء پر تو وہ لوگ کھل کھیلے۔ اور اس کے بعد ان لوگوں نے ایک لمبی چوڑی سوچ بچار اور صلاح مشورہ کے بعد کچھ اور حیلے شروع کئے۔ جن کے نتیجہ میں خواجہ صاحب نے ایک پروگرام مرتب کیا۔ جس کا ماحصل یہ تھا کہ:۔ خواجہ صاحب خود تو باہر نکلیں اور دورہ کر کے بیرونی جماعتوں میں اپنا اثر و رسوخ بڑھا کر لوگوں کو اپنا ہم خیال بنائیں۔ پروپاگنڈا کریں۔ اور قادیان میں مولوی صدر الدین صاحب اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر یہاں مقامی لوگوں میں اپنے خیالات کی اشاعت کر کے انہیں اپنے رنگ میں رنگین کرتے رہیں۔ وہاں باہر سے آنے والے مہمانوں سے میل ملاقات اور راہ و رسم بڑھائیں اُن کی آؤ بھگت و رخاطر مدارات کے ذریعے اُن کے دلوں میں اپنے اور اپنے خیالات کے لئے جگہ بنالیں۔ اس کے علاوہ ایک تجویز یہ بھی کی گئی۔ کہ بیرونی جماعتوں کے خاص خاص آدمی بلوا کر ایک دعوت کر کے ان پر اثر ڈالا جائے۔ وغیرہ۔ چنانچہ خواجہ صاحب اپنے پروگرام کے ماتحت شہر بشہر دورہ کر کے لیکچر دیتے اور اپنے خیالات کی اشاعت کیا کرتے۔ تو جناب مولانا مولوی صدر الدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی مرکز میں رہ کر اپنا کام عقلمندی و ہوشیاری سے کرتے رہے۔ حتیٰ کہ چند ماہ کی متواتر سعی و کوشش سے ان کو یقین ہو گیا۔ کہ جس مقصد کے لئے وہ کھڑے ہوئے تھے۔ اس میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جماعت کے لوگ اُن کا ساتھ دیں گے۔ اور اس طرح وہ

جماعت سے جو کچھ چاہیں گے منوالیں گے

چنانچہ ۱۹۰۹ء کے شروع میں ان لوگوں نے بڑی تیاریوں کے بعد لمبے چوڑے منصوبے گانٹھ کر اپنے ہم خیال لوگوں کو لے کر قادیان پر ہلّا بول دیا۔ مسئلہ بڑا از یر بحث وہی تھا۔ کہ۔

انجمن حاکم یا خلیفہ؟

ان لوگوں کی تگ و دو اور دوڑ دھوپ کی اطلاعات مرکز میں بھی پہنچا کرتیں۔ مگر خلیفہ وقت نہایت رحیم و کریم طبیعت کے انسان تھے۔ کسی کی ٹھوکر کا موجب بننے سے بچنے کی انتہائی کوشش فرماتے۔ اور اکثر چشم پوشی سے کام لیا کرتے۔ اور جب تک کوئی بات اپنی حد سے گذر نہ جاتی۔ اس کی طرف چنداں توجہ نہ دیتے۔ مرکز کے سمجھدار لوگ خواجہ صاحب اور ان کے ساتھیوں کی کارروائیوں کو خطرہ کی نظر سے دیکھتے۔ مگر فتنہ کے خوف سے خاموش رہتے۔ لیکن جب بات بہت بڑھ گئی۔ تو خلیفہ وقت نے بھی توجہ فرمائی۔ اور آخر مجبور ہو کر آپ نے اس قسم کے سوالات کو بعض اصحاب الرائے کے پاس جواب کے لئے بھیجدیا۔ جماعت مرکز یہ نے بھی حتی الوسع اپنا فرض ادا کیا۔ لاہو کے جلسہ کی روئداد معلوم ہونے پر ایک جلسہ کر کے خلافت سے وابستگی اور مقام خلافت کی عظمت اور اس کے واجب الاطاعت ہونے کے متعلق تقاریر کر کے ریزولیشن پاس کیا۔ یہ جلسہ حضرت عرفانی صاحب کی تحریک پر انہی کے مکان کے بالاخانہ پر ہوا۔ جس میں بیالیس ۴۲ اصحاب شریک ہوئے۔ جن میں سے صرف دو نے اختلاف کیا۔ اور باقی تمام متفق تھے۔ ۳۱ر جنوری ۱۹۰۹ء کی تاریخ اس تصفیہ کے فیصلہ کا دن مقرر تھا۔ صبح کی نماز حسب معمول حضرت نور الدین اعظم رضہ خلیفہ وقت نے مسجد مبارک میں پڑھائی۔ جو پیش آنے والے تاثرات کے ماتحت خاص ہی نماز تھی۔ حضرت نے سورۃ البروج تلاوت فرمائی۔ اور اگرچہ آج کی نماز شروع سے لیکر آخر تک ساری ہی سوز و گداز۔ عجز و نیاز۔ گریہ و بکا۔ اور تضرع اور خشوع خضوع کا مجموعہ تھی۔ مگر جب آپ آیت قرآنی ان الذین فتنوا المومنین والمومنٰت ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق پر پہنچے۔ تو آپ کی آواز بھی نہ صرف یہ کہ درد و کرب سے بھرائی ہوئی نکلتی تھی۔ بلکہ چیخیں نکل جاتی تھیں آپ نے اس آیت کو دوہرایا اور پھر تیسری بار پڑھا۔ وہ سماں آج بھی یاد آ کر دل کو پگھلا دیتا اور رنج کا گوہر بن جاتا ہے۔ مسجد آہ و نالہ اور فغاں سے گویا ماتم کدہ بن رہی تھی لوگ بلبلا بلبلا کر سسکیاں لیتے اور دعائیں کرتے تھے۔ سجدہ گاہیں آنکھ کے پانی سے تر اور روتے روتے لوگوں کی گھگیاں بندھ گئی تھیں۔ نماز اپنی کیفیت کے لحاظ سے خاص ہی نماز تھی۔ جو کہ شاذ ہی کبھی اللہ کے فضل سے میسر آیا کرتی ہیں۔

پھر مسجد مبارک کی چھت پر ہوا جو کچھ ہوا۔ سیدنا خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالےٰ عنہ یہ کہتے ہوئے کہ

"میں تمہاری بنائی ہوئی مسجد میں کھڑا بھی نہیں ہوتا"

حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم مغفور والے کمرہ کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے ہوئے تھے۔ اُس نقشہ کو دیکھنے۔ حالات کو جاننے اور حضرت ممدوح کی تقریر کے سننے والے خدا کے فضل سے ابھی بہت وجود موجود ہیں۔ جبکہ آخر تائب ہو کر اُن خیالات کو ترک کرنے کے عہد پر دوبارہ بیعت توبہ کرنی پڑی۔

یہ درست ہے۔ کہ محترم حضرت میر محمد اسحاق صاحب نے وہ چند سوالات حل اور صاف کرانے کی غرض سے لکھکر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پیش کئے تھے۔ مگر وہ سوال پیدا انہیں اکابر کے کئے ہوئے تھے۔ جو عموماً اپنی مجالس اور نشستوں میں اپنے جلسوں اور وعظوں میں۔ بلکہ تقریروں اور تحریروں میں دوہراتے اور سجا سجا کر لوگوں کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ اور جنہوں نے اس سے چند روز قبل سالانہ جلسہ کے موقعہ پر اپنی تقریرات کو انہی باغیانہ خیالات کی اشاعت کا ذریعہ اور آلہ بنایا تھا۔ حضرت مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب بیان فرماتے ہیں۔ کہ وہ ان ایام میں محمود ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کو پڑھانے کے لئے حضور کے مکان پر جایا کرتے تھے۔ ایک دن صبح جو آپ حضرت کے بالاخانہ پر تشریف لے گئے۔ تو سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے سبق شروع کرنے سے قبل حسب ذیل رؤیا سنایا:۔

"میں نے دیکھا۔ کہ بالکل نیا ایک ہال ہے۔
جو وحدت کا ہال معلوم ہوتا ہے۔ اور ابھی لکڑیوں
کے چھلکے وغیرہ ادھر اُدھر پھیلے پڑے ہیں
ہال مکمل ہو چکا ہے۔ بارہ۔ چودہ یا سولہ
شہتیر اس کی چھت کے ہیں۔ اتنے میں
ہمارے ماموں میر محمد اسحاق صاحب کھیلتے
کودتے اس ہال میں آنکلے۔ ان کے ہاتھ میں
دیا سلائی ہے۔ جو انہوں نے رگڑ کر جلائی
اور لکڑی کے خشک چھلکوں کو دکھا دی۔ جو
ادھر اُدھر فرش پر پھیلے پڑے تھے۔"

فرمایا:۔

"میں نے دیکھا۔ کہ آگ بھڑک کر شعلے بلند ہوئے۔
اور چھت کے شہتیروں میں سے بعض شہتیر
جل کر راکھ ہو گئے ہیں۔"

مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ خواب سن کر میں نے عرض کیا کہ "اس کی تعبیر تو ظاہر ہی ہو چکی۔ وہ آگ لگ چکی ہے۔" اس پر حضرت نے دریافت فرمایا۔ وہ کیسے؟

مولوی صاحب فرماتے ہیں:۔

"تب میں نے عرض کیا۔ کہ میر محمد اسحاق صاحب نے بعض سوالات لکھکر حضرت خلیفہ اوّل

رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو دیدئے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہی وہ آگ ہے۔ جس کے نتیجہ میں بعض شہتیروں کا جل جانا لازمی ہے"

حضرت مولوی صاحب بیان فرماتے ہیں۔ کہ میرے اس بیان سے صاحبزادہ والاتبار کو سخت صدمہ ہوا۔ جس کی وجہ سے آپ نے کتاب جو پڑھنے کے لئے کھولی ہوئی تھی بند کردی۔ اور اس رنج وغم میں پھر کچھ نہ پڑھا۔

حضرت کی اس رؤیا کے متعلق ایک روایت یہ بھی ہے۔ کہ:۔

"جب میر محمد اسحٰق صاحب نے دیا سلائی سلگائی۔ تو حضرت نے اُن کو روکا کہ چھپکوں میں نہ لگانا۔ مگر میر صاحب نے باوجود منع کرنے کے آگ لگا ہی دی"

الغرض ہمارے ان غلطی خوردہ بھائیوں نے خلافت کا اقرار کرنے کے بعد انکار۔ بیعت کر لینے کے بعد بغاوت اور سرکشی اختیار کی۔ مگر خدا کا شکر ہے۔ اس انکار پر اصرار نہ کیا۔ آخر جلد ہی نادم و تائب ہوئے۔ اور از سرِ نو بیعت کرکے پھر سے التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ پر عمل پیرا ہو کر نیک۔ پاک احمدی بن گئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی رحمدلی اور شفقت و کرم ملاحظہ ہو۔ کہ ان واقعات کے ذکر کو حکماً روک دیا۔ اور فرمایا۔ کہ متعلقہ کاغذات تک جلا دیئے جائیں۔ اخبارات میں بھی اس وقت کوئی ذکر نہ ہوا۔ غرض آپ کی نیت محض اصلاح تھی نہ کسی کا خوف و ڈر۔ ڈرنے کے وقت نہ ڈرے۔ خوف کے وقت انہوں نے کسی بڑے سے بڑے کی پرواہ نہ کی۔ اور حق بات کے اظہار سے نہ رُکے۔ تو بعد میں کس بات کا خوف اور کس چیز کا ڈر تھا۔ جو آپ نے چشم پوشی فرمائی۔ تو اس خیال سے کہ آپ کسی بدنصیب کی ٹھوکر کا موجب نہ بنیں۔ شاید یہ لوگ اصلاح کرکے خدا کے غضب کی آگ سے بچ جائیں۔ مگر

تہیدستان قسمت را چہ سُود از رہبر کامل

یہ ندامت و پریشانی۔ یہ رجوع و حیرانی اور توبہ و بیعت صرف مسجد کی چھت تک ہی محدود تھی۔ موقعہ کے گواہ اور شاہد ناطق موجود ہیں۔ کہ سیڑھیوں سے اترتے ہی جو کچھ سنا گیا۔ وہ یہ تھا۔ کہ:۔

"خواجہ صاحب! آپ نے بہت ذلیل کرایا۔ جب ایک بات ہو چکی تھی۔ تو صبر اور حوصلہ سے اس کو برداشت کرنا چاہیئے تھا۔ ایک سوتے فتنہ کو جگا کر آپ نے اس حال کو پہنچایا۔ میری غیرت اور حمیت کا تو اب یہی تقاضا ہے۔ کہ میں اس جگہ کو خیرباد کہکر کسی گوشۂ تنہائی و خلوت میں جا رہوں۔ ذلت کی انتہا ہو چکی۔ جو کم از کم میری برداشت سے تو باہر ہے۔ وغیرہ"

چنانچہ خواجہ صاحب کو اس مشکل کے حل۔ رفیق کے جوش کو ٹھنڈا کرنے اور اس کی طبیعت کو سنبھالنے اور سلجھانے کی غرض سے دو تین روز مجبوراً قیام کرنا اور خدا جانے کیا کیا کچھ کہنا۔ سننا اور کرنا پڑا تھا۔ جس کے نتیجہ میں جناب مولوی محمد علی صاحب نے اپنا وہ فیصلہ اور عزم منسوخ کیا۔ اور سردست قادیان میں ٹھیرے رہنے پر رضامند ہو گئے تھے۔

یہ کہانیاں بہت لمبی۔ قصے طویل اور واقعات بہت ہی پیچیدہ ہیں۔ ان کو چھوڑتا اور مختصر کرتا ہوا اب صرف اس قضیۂ نامرضیہ کی طرف اشارہ کرکے آگے چلتا ہوں۔ جو

فتنہ حویلی کا شاخسانہ

تھا۔ اور جس میں ان اکابر اور طالبان حکومت و اختیار نے اپنے ایمان و اخلاص۔ تقویٰ و پرہیزگاری اور توبہ و رجوع کے وہ نمونے دکھائے جن کے ذکر سے بھی کلیجہ منہ کو آتا اور سر مارے ندامت و شرمندگی کے جھکا جاتا ہے۔ وہی جو ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو بہزار منت اور لجاجت بالکل بے غرض ایک ہستی سے التجا و درخواست کر رہے تھے۔ کہ خدا را قوم کی باگ ڈور تھامئے۔ جماعت کو سنبھالئے۔ اور راہ نمائی فرمایئے۔ وہ انکار کرتا اور بار بار کہتا تھا۔ کہ:۔

"میں کبھی امام بننے کا خواہشمند نہیں ہوا۔ یہ ایک بڑا بوجھ ہے۔ خطرناک بوجھ ہے۔ اس کا اٹھانا مامور کا کام ہو سکتا ہے۔ میں اپنے میں اس بوجھ کے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ لیکن جب کہ بلا میری خواہش کے یہ بار میرے گلے میں ڈالا جاتا ہے۔ اور دوست مجھے مجبور کرتے ہیں۔ تو

اس کو خدا کی طرف سے سمجھکر میں قبول کرتا ہوں۔

میں خود ضعیف ہوں۔ بیمار رہتا ہوں۔ پھر طبیعت مناسب نہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جن عمائد کا نام لیا ہے۔ اُن میں سے کوئی منتخب کر لو۔ میں تمہارے ساتھ بیعت کرنے کو تیار ہوں۔ اگر تم میری ہی بیعت کرنا چاہتے ہو۔ تو سُن لو۔ کہ بیعت بک جانے کا نام ہے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے مجھے اشارۃً فرمایا۔ کہ وطن کا خیال بھی کرنا۔ سو اس کے بعد میری ساری عزت اور سارا خیال انہی سے وابستہ ہو گیا۔ اور میں نے کبھی وطن کا خیال تک نہیں کیا۔ پس بیعت کرنا ایک مشکل امر ہے۔ اب تمہاری طبیعتوں کے رُخ خواہ کسی طرف ہوں۔

تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی۔ اگر یہ بات تمہیں منظور ہو۔ تو میں طوعاً و کرھاً اس بوجھ کو اٹھاتا ہوں۔

ان تمام شرائط کو مان کر قبول کرکے آپ کو خلیفہ برحق اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی طرح واجب الاطاعت مان کر۔ سوچ سمجھ کر بیعت کی تھی۔ مگر جلد ہی سب وعدوں کو بھول گئے۔ اور بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ وہی جنہوں نے مسجد مبارک کی چھت پر ایک بہت بڑی جماعت کے روبرو پھر

توبہ کرکے بیعت کی

اپنی طبیعتوں پر قابو نہ رکھ سکے۔ نفس ان کے شتر بے مہار کی طرح بے قابو ہو گئے۔ انہوں نے پختہ عہد کے بعد روگردانی کی۔ اور خلیفۂ وقت کے احکام کی تعمیل سے نہ صرف انکار کر دیا۔ بلکہ مقابلہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور یہاں تک بڑھے۔ کہ جس انسان کو اپنا خلیفہ اور واجب الاطاعت مان کر اس کے ہاتھ پر بک چکے تھے۔ اپنی تحریر و تقریر میں اسی کو

ستّر ابھتّرا

کے نام سے پکارنے اور لکھنے لگے۔ حویلی کے قضیہ کی ذیل میں ان مخلصین نے جو کچھ لکھا اور کہا۔ اس کا مشتِ نمونہ خروارے یہ تھا:۔

۱۔"... خلیفہ صاحب کا تلوّن مزاج بہت بڑھ گیا ہے۔ اور عنقریب ایک نوٹس جاری کرنے والے ہیں۔ جس سے اندیشہ بہت بڑے ابتلا کا ہے .... اگر اس میں ذرا بھی تخالف خلیفہ صاحب کی رائے سے ہو۔ تو برافروختہ ہو جاتے ہیں۔ ..... سب حالات عرض کئے گئے۔ مگر اُن کا جوش فرو نہ ہوا۔ (مرزا یعقوب بیگ)

۲۔ حضرت مولوی صاحب کی طبیعت میں ضد اس حد تک بڑھ گئی ہے۔ کہ دوسرے کی سن ہی نہیں سکتے۔ وصیت کو پس پشت ڈال کر خدا کے فرستادہ کے کلام سے بے پرواہی کرتے ہوئے شخصی وجاہت اور حکومت ہی پیش نظر ہے سلسلہ تباہ ہو تو ہو۔ مگر اپنے منہ سے نکلی ہوئی بات نہ ٹلنے پر نہ ٹلے..... تکبّر اور نخوت کی کوئی حد ہوتی ہے۔ نیک ظنی نیک ظنی کی تعلیم دیتے دیتے بدظنی کی کوئی انتہا نظر نہیں آتی۔ وغیرہ" (سیّد محمد حسین شاہ)

یہ مختصر سا اقتباس ان لوگوں کی دلی حالت۔ قلبی کیفیت اور ایمانی قوت کے دیکھنے۔ سمجھنے اور جانچنے کی سچی کسوٹی۔ صحیح میزان اور بے خطا ناپ ہیں۔ جن سے اُن کے ایمان و اخلاص اور تقویٰ و طہارت کی قدر و قیمت معلوم ہو سکتی ہے۔ جہاں تک ایمان و اخلاص۔ محبت و وفا اور اطاعت و بیعت کے مفہوم و معانی کے متعلق ہمارا علم ہے مندرجہ بالا حالات میں باقی رہتا نظر نہیں آتا۔ مگر نہ معلوم اُن اصحاب کے نزدیک کیا مفہوم و معانی تھے۔ اور کیسا سخت جان وہ ایمان اور اخلاص تھا۔ کہ اتنی تیز اور دو شاخی چھریوں سے بھی کاٹے کٹا نہ توڑے ٹوٹا۔ اور وہ بزرگ اتنا کچھ کہنے اور لکھنے کے باوجود بھی پکے اور مخلص مبائع احمدی بنے رہے۔

بھیرہ کی حویلی کے امتحان میں پھر وہ لوگ اس طرح ناکام و فیل ہوئے۔ اور حالات نے اتنی نزاکت اختیار کر لی تھی۔ کہ

یوم العید

آخر ان کے اخراج از جماعت کے لئے مقرر بھی ہو چکا تھا۔ خواجہ صاحب ان دنوں کشمیر میں تھے۔ ان حالات کی اطلاع پاکر انہوں نے پھر حق رفاقت ادا کیا۔ یا "مصلحت وقتی" کے ماتحت کوشش کرکرا کے کوئی راہ دفع الوقتی کی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ کچھ اپنے رفیقوں کو سمجھایا۔ اور کچھ دربارِ خلافت میں عرض معروض کرکے

خلیفۂ وقت کے جذباتِ رحم

کو ابھارا۔ اور آپ کو ان لوگوں کے تائب اور آئندہ اصلاح کر لینے کے عہد پیش کرکے معافی کے اعلان پر آمادہ کر لیا۔ دوسری طرف حضرت میر حامد شاہ صاحب نے بھی ان لوگوں کے واویلا۔ ندامت اور پشیمانی سے متاثر ہو کر دربار خلافت میں درخواست رحم پیش کی۔ چنانچہ آپ نے اس کا یوں ذکر فرمایا۔ کہ:۔

"باہمی ردوکد ہوتے ہوتے حضرت نورالدین اعظمؓ کی ناراضگی فرد ہوئی۔ اور عید کے دن احباب کے سر سے خدا خدا کرکے یہ بلا ٹلی۔ اور اُن کی طرف سے معافی نامہ حضرت خلیفہ اوّل کی خدمت میں پیش ہوا"

چنانچہ حضرت نورالدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مجسم رحم اور کرم واقع ہوئے تھے۔ جن کی زبان مبارک پر یہ مقولہ عموماً جاری ہوتا۔ کہ

صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اور جن کو یہ فکر لگی رہتی تھی۔ کہ:۔

"میرے پاؤں اب قبر میں لٹکے ہوئے ہیں۔ موت سامنے نظر آتی ہے۔ نہ معلوم کس وقت پیغام اجل آکر دنیا و مافیہا سے جدا کردے اپنے آقا کے حضور حاضر ہو کر کیا یہ جواب دوں گا۔ کہ آپ کے خون جگر کے سینچے ہوئے باغ کے درختوں کو میں نے جڑوں سے اکھیڑا کاٹا اور باغ سے باہر پھینک دیا۔ خشک شاخ۔ درخت اور تنے سے جدا ہونیوالے بدقسمت۔ بدعہد اور بدکردار تو ضرور اپنی کیفر کردار کو پہونچیں گے۔ مگر میں کسی **کی ٹھوکر کا موجب بننے سے حتی الوسع بچتا اور رکتا ہی رہتا ہوں** اس امید پر کہ شاید یہ لوگ اب بھی توبہ کرکے باز آئیں۔ اور اصلاح کر لیں۔

چنانچہ حضور نے یہ فرماتے ہوئے

"مجھے دوبارہ بیعت لینے کی ضرورت نہیں۔ تم اپنے پہلے معاہدہ پر قائم رہو۔ ایسا نہ ہو کہ نفاق میں مبتلا ہو جاؤ۔ اگر تم مجھ میں کوئی اعوجاج دیکھو۔ تو اس کی استقامت کی دعا سے کوشش کرو۔ مگر یہ گمان نہ کرو۔ **کہ تم مجھ بڈھے کو آیت یا حدیث یا مرزا صاحب کے کسی قول کے معنے سمجھا لوگے۔** اگر میں گندہ ہوں۔ تو یوں دعا مانگو۔ کہ خدا مجھے دنیا سے اٹھا لے۔ پھر دیکھو کہ دعا کس پر الٹی پڑتی ہے؟ توبہ کرو۔ اور دعا کرو۔ اور پھر دعا کرو۔ میں فروری دسے؟ گویا نو ماہ سے اس دکھ میں مبتلا ہوں . . . . . بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم تمہاری نسبت نہیں بلکہ اگلے خلیفے کے اختیارات کی نسبت بحث کرتے ہیں۔ مگر تمہیں کیا معلوم۔ کہ وہ ابوبکرؓ اور مرزا صاحب سے بھی بڑھکر آئے"

درگذر فرمایا۔ معافی دیدی۔ اور ستاری اور چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے اخراج از جماعت کے اعلان کو روک لیا۔

یک نہ شد دو شد

قارئین کرام شاید تعجب کریں۔ اور حیرت د

وانتعجاب میں پڑ جائیں گے۔ کہ اتنی عظیم المرتب ہستیاں ایثار و پیشہ و خدمتگذار شخصیتیں۔ کاروبار سلسلہ کے گویا رکن رکین۔ اور یہ تلون۔ عہد شکنی اور بار بار کی توبہ و بیعت ۱۹ اور مجھے تو خود بھی اس بات کا اعتراف ہے۔ کہ واقعی یہ تمام لوگ ابتداءً کمالِ اخلاص و محبت۔ ایثار و قربانی۔ جانثاری و وفاداری کے اوصاف سے متصف۔ مزین اور منور تھے۔ ان کے کارہائے نمایاں۔ ان کی خدمات بے مثال۔ وہ یقیناً

صالح تھے اور نیک ارادے رکھتے تھے

خدائے واحد و یگانہ۔ عالم الغیب والشہادہ نے خود اپنے قول سے ان صفات کی تصدیق فرمائی۔ مگر خدا جیسا کہ نقطہ نواز ہے۔ نقطہ گیر بھی ہے۔ ظلم اس کی ذات اقدس کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا لیس اللّٰہ بظلام للعبید۔ مگر ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم بھی نص صریح ہے۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر فرمایا کرتے۔ بلکہ حضور کا تکیہ کلام تھا۔ کہ:۔

"الٓمٓ احسب الناس یترکوا ان یقولوا آمنا وھم لا یفتنون۔ اور کہ حکم خاتمہ اور انجام پر لگا کرتے ہیں!"

الوصیت حضرت اقدس نے ارقام فرمائی مسودہ خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب دونو کو پڑھنے اور قانونی نگاہ سے غور کرنے کو دیا۔ شیخ رحمت اللّٰہ صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور ہمارے محترم حضرت مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب اسی حجرہ میں جمع تھے مسودہ پڑھا گیا۔ اور سبھی نے سُن لیا۔ اور پھر اپنے مشاغل میں معروف ہو گئے۔ خواجہ صاحب نے اس کو پھر پڑھا۔ اور غور کیا۔ بار بار پڑھا اور گہری سوچ بچار کے بعد بول اُٹھے

واہ او مرزیا

مولوی محمد علی صاحب کچھ لکھنے میں معروف تھے وہ لکھتے اور اپنے کام میں لگے رہے۔ خواجہ صاحب سے نہ رہا گیا۔ اور پھر بولے کہ:۔

"مجھے سمجھ آگئی ہے۔ اور ان کو (مولوی محمد علی صاحب کو) نہیں آئی۔ مرزا صاحب نے تمہاری سلطنت قائم کر دی۔ نہ صرف ملکانہ بلکہ مالکانہ حقوق و اختیارات قائم کر دیے ہیں۔ اب اس سے فائدہ اٹھانا آپ کی عقلمندی اور حسن تدبیر پر منحصر ہے۔ مرزا صاحب نے اپنا کام کر دیا۔ اب یہ آپ کا کام ہے۔ کہ اس کو ورثہ و گدی نہ بننے دیں۔ اور کماحقہٗ فائدہ حاصل کریں!"

قرآن کریم کلام ربانی۔ سراسر نور۔ ہدایت اور رحمت ہے۔ مگر اللّٰہ کریم فرماتے ہیں۔ یضل بہٖ کثیرا و یھدی بہٖ کثیرا۔ اسی طرح ہر رحمت۔ زحمت اور مفید چیز بد استعمال سے مضر بن جاتی ہے۔ الوصیت خدا کے مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تحریر فرمائی۔ وہ خزانہ نور۔ باعثِ رحمت اور موجب صد ہزاراں برکات ہے۔ مگر مثل مشہور ہے۔ کہ کسی نے ایک بھوکے سے پوچھا تھا۔ کہ دو اور دو کتنے ہوتے ہیں؟ مسئول اتفاقاً اس وقت بہت بھوکا تھا۔ اور بھوک کے غلبہ کی وجہ سے طبعاً اس کے دماغ پر روٹی کے خیال کا غلبہ تھا۔ جواب میں بے اختیار بول اٹھا

دو اور دو چار روٹیاں

الغرض ہمارے ان مقتدر اصحاب کو الوصیت میں بڑی سے بڑی چیز جو دکھائی دی۔ وہ حکومت و سلطنت اور اختیار و اقتدار کا ملنا تھا۔ چنانچہ یہی وہ خیال ہے۔ جو میلانِ طبع۔ قلبی کیفیت اور اُن کے خیالات کی رو کے ماتحت اُن کے دل و دماغ میں پرورش پاتا۔ مضبوط ہوتا اور بڑھتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ اُن پر کچھ ایسا مسلط و مستولی ہُوا۔ کہ اس نے اُن کی توجہات کو ہر طرف سے ہٹا کر اسی مرکز پر جمع کر دیا۔ اور اس طرح یہ بزرگ

حکومت و سلطنت کے خواب دیکھنے
اختیارات و اقتدار کے قلعے بنانے

میں ہمہ تن اور ہمہ توجہ معروف ہو گئے۔ چنانچہ آپ کو غور کرنے اور سوچنے سے یہ امر اس طرح مشہور و محسوس نظر آنے لگے گا۔ کہ تمام جھگڑوں۔ سارے فتنوں اور ساری مساعی کی تہ میں آپ اسی جذبہ کو کارفرما پائیں گے۔ یہی خواہشِ حکومت تھی۔ جس کے قیام کی آرزو اُن کو بیعت کے بعد بغاوت پر۔ اقرارِ اطاعت و فرمانبرداری کے بعد سرکشی و روگردانی پر۔ اور اظہار ندامت و پشیمانی کے بعد توبہ شکنی و طغیانی پر آمادہ کرتی اور اُکساتی تھی۔ اور نشۂ حکومت۔ تمنائے سلطنت اور حصولِ اقتدار و اختیار کی خواہش نے دنیا میں کیا کیا کارہائے نمایاں کر دئے؟ تاریخ ایسے واقعات سے پٹی پڑی ہے۔ اور عجب نہیں۔ کہ اس کے علاوہ الوصیت کے سمجھنے میں اُن کو کوئی غلطی بھی لگی ہو۔ جس کی وجہ سے وہ قابل معافی و درگزر سمجھے جانے چاہئیں۔ مگر جب خلیفۂ وقت نے اُن کو نہ صرف ایک مرتبہ بلکہ دو بار معاف کر کے جہاں رجوع و اصلاح اور توبہ و انابت کا موقعہ بہم پہنچایا۔ وہاں یہ فرماتے ہوئے۔ کہ "مگر یہ گمان نہ کرو۔ کہ تم مجھ بڈھے کو

آیت یا حدیث یا مرزا صاحب کے کسی قول کے معنے سمجھا لوگے"

اُن پر اتمام حجت فرما دیا۔ اور الوصیت کے سمجھنے میں کسی غلط فہمی کے عذر کا امکان ہی باقی نہ رہنے دیا تھا۔ لہٰذا اب آئندہ کے لئے تو ان اصحاب کو محتاط اور اپنے عہد کا پابند رہنا چاہیئے تھا۔ مگر افسوس کہ یہ سلسلہ ختم ہُوا پر نہ ہُوا۔ اور چلتا ہی چلا گیا۔ کبھی ظاہر تو کبھی باطن۔ کبھی کھلم کھلا اور علی الاعلان تو کبھی پوشیدہ و در پردہ۔ اور ان لوگوں کی ایسی حرکات اور کارروائیوں سے سیدنا حضرت خلیفہ اوّل رضی اللّٰہ تعالےٰ عنہ کو سخت تکلیف ہُوا کرتی۔ حتیٰ کہ ہوتے ہوتے نوبت بایں جا رسید کہ حضور نے تنگ آکر یہاں تک لکھ دیا۔ کہ:۔

"میرے مرنے پر ان کو ضرور وقت پیش آئے گی۔ اگر اصلاح نہ ہوئی۔ افسوس!"

اسی پر بس نہیں۔ کسی اور معاملہ میں رنج و غم اور افسوس کا اظہار فرماتے ہُوئے یہ بھی لکھا تھا۔ کہ:۔

"آپ کا پیغام جنگ پہنچا۔ مولوی محمد علی

اور خواجہ کمال الدین کی بیعت کر لو۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون"

اور یہ وہ حقایق ہیں۔ جو سنہ ۱۹۱۳ء کے اواخر یعنی حضرت خلیفہ اوّل رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی وفات سے صرف چند ماہ قبل تک ظہور پذیر ہوتے چلے گئے۔ بلکہ ان کی صورت و شکل کو دوسرا رنگ دے دیا گیا۔ اور پہلو بدل کر نئے طریق۔ جدید اسلوب پر اس جنگ کی طرح ڈالی گئی۔ یہ اصحاب حل و عقد اپنے مخالفانہ حرکات سے کبھی باز آئے نہ تائب ہُوئے۔

"مولوی محمد علی اور خواجہ کمال الدین کی بیعت کر لو۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون"

کا فقرہ جس حقیقت کا مظہر ہے۔ وہ عیاں ہے، اور عیاں را چہ بیان؟ مگر تعجب اور طرفہ یہ کہ معاملہ کے اس انتہا کو پہنچ جانے کے باوجود وہ بزرگ نہ صرف یہ کہ پسند نہیں کرتے۔ کہ کوئی زبان پر بھی لا سکے کہ

پھر تو بیعت فسخ ہو گئی۔ اور وہ لوگ خارج از جماعت ہو گئے۔

بلکہ کلمہ حق کہنے اور زبان ہلانے والوں سے دست و گریبان ہونے کو تیار۔ اور آمادہ بہ فساد نظر آتے ہیں۔ الغرض یک نہ شد دو شد۔ بلکہ دو نہ شد سہ شد" اس جنگ کی حد ہی ہو گئی۔ اور اس کے لڑنے والوں نے کمال ہی کر دکھایا۔ اور مثل

آزمودہ را آزمودن

کی صداقت پر بار بار اپنے عمل سے مہر تصدیق ثبت کر دی۔

فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون

میں بہت سی تفاصیل اور واقعات کو چھوڑتا۔ حوالہ بخدا کرتا اور خواہشمندان تفاصیل کو حضرت مولانا مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل کے مرتبہ رسالہ موسوم بہ "خلافت احمدیہ کو مٹانے اور جماعت احمدیہ کو منتشر کرنے کے لئے اہل پیغام کے

بعض خاص کارنامے"

کے مطالعہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ جس میں فاضل اور واجب الاحترام مصنف و مرتب نے نہایت قابلیت کے ساتھ۔ پوری شرح و بسط سے ان حالات پر ایک گہری اور محققانہ نظر ڈالی۔ اور آنے والی نسلوں کے واسطے حقیقت حال سے واقف و آگاہ ہونے اور حق و صداقت تک پہنچنے کا بے نظیر مواد اور معلومات کا خزانہ جمع کر دیا ہے۔ شکر اللّٰہ سعیہ۔ قبل عملہ و اعظم اجرہ۔ بات لمبی ہو گئی۔ اور مقصود ابھی میرا دُور ہے۔ لہٰذا مختصر کرتا اور اشاروں ہی پر اکتفا کرتا ہُوا آگے بڑھتا ہوں۔

حکومت و سلطنت کے حصول کی ہوس اور الوصیت سے پیدا شدہ ایک **خیالی** غلط فہمی کے علاوہ تیسرا بڑا مرض ان اراکین کے دلوں میں

عداوتِ محمود اور بغضِ خاندان

تھا۔ جوان کو کبھی کروٹ چین لینے دیتا نہ وہ آرام کی نیند سو سکتے تھے۔ اور یہ اُن کے ہر شعبۂ زندگی حرکات و سکنات۔ نشست و برخاست۔ خلوت و جلوت اور تحریر و تقریر غرض ہر رنگ میں اتنا نمایاں واضح اور عیاں ہو چکا تھا۔ کہ چھپانے سے چھپتا نہ دبانے سے دبتا بلکہ روز افزوں تھا۔ الزام تراشی۔ سوء ظنی اور بدگمانی سے ایسی ایسی بے پر کی ہانکی اور اڑائی جاتیں۔ اعتراضات کئے جاتے۔ مخالفانہ پروپگنڈا کیا جاتا۔ جو اس معصوم۔ ناکردہ گناہ بلکہ مظلوم ہستی کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوتیں۔ اس اخبار کے اندراج و تکرار کی بجائے میں صرف دو قول ان کی رکن رکین ہستیوں یعنی مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کے لکھنے کے بعد اُن کے اعتراضات کے جواب کا صرف تھوڑا سا حصہ درج کر دیتا ہوں۔ جو میرے آقا سیدنا محمود ایدہ اللّٰہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے مجبور ہو کر۔ تنگ آکر۔ بادل ناخواستہ لکھا۔ اور شائع فرمایا تھا۔ مولوی صاحب نے جہاں بدظنی کر کے خاندان نبوت اور الدار سے بے تعلقی کا اظہار کیا۔ وہاں اُنہوں نے دلی رنج کا بھی اظہار و اعلان کر دیا۔ چنانچہ اپنی رفیقہ حیات محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ مرحومہ کی وفات کے ذکر کی ذیل میں خاندان نبوت کے اراکین کیطرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا۔ کہ:۔

"ہاں سب برابر نہیں ہوتے۔ اگر کسی نے میرا محسن ہونے کے باوجود بجائے اظہار غم و ہمدردی کے کسی گذشتہ رنج کا اظہار اس وفات کے وقت کیا۔ تو یہ شاید میرے لئے سبق تھا۔ کہ دنیا کے کسی گھر کو اپنا گھر سمجھنا غلطی ہے" (ریویو صفحہ ۱۸۰)

اور خواجہ صاحب نے مدرسہ احمدیہ کے ایک کمرہ میں مجلس کی ایک میٹنگ کے وقت جو کچھ کہا۔ وہ جہاں نہایت ہی دلدوز۔ رنجدہ اور روح فرسا ہے وہاں ان لوگوں کی قلبی کیفیت۔ دلی حالت اور تعلّی و استکبار کا بھی آئینہ دار ہے۔

"یہ ہماری غلطی ہے۔ کہ میاں میاں کہہ کہہ کر ہم نے آپ کو سر چڑھا لیا۔ ہم میاں کہنا چھوڑ دیں۔ پھر دیکھیں گے۔ کہ کون آپ کو میاں کہکر محبت و عزت سے یاد کرتا ہے"

اللّٰہ! اللّٰہ!! وہ قوم جس نے علو و استکبار اور تعلّی و استحقار کرنے والوں کے انجام اپنی آنکھوں دیکھے نہ ایک بار بلکہ بار بار۔ اور خدا کے نبی و رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں دیکھے۔ اور بطور نشان ہائے خداوندی اور آیات الٰہی دیکھے۔ اُن کے زبان سے نکلا تو کیا نکلا؟ کبرت کلمۃ تخرج من افواھم وما تخفی صدورھم اکبر۔ سچ ہے۔ اذا نصر اللّٰہ المؤمن جعل لہ الحاسدین فی الارض۔ تذکرہ صفحہ ۸۳۔ پس محمود کا محسود ہونا اس کے منصور و مؤید ہونے کی علامت اور اس کی صداقت کی دلیل ہے۔ جس کی شہادت کلام الٰہی میں موجود ہے۔ سیدنا مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام

انی احافظ کل من فی الدار
الا الذین علوا باستکبار

سچّا۔ درست اور حقیقت حال پر مبنی ہے۔ حضور کے الدار میں رہائش رکھنے والے ایک بزرگ کو ایام طاعون میں کچھ تکلیف ہو گئی۔ نہایت شدت کا بخار اور آثار مرض تھے۔ اُن کو خود بھی شبہ بلکہ یقین طاعون کا ہُوا۔ ڈرے اور سخت خوفزدہ ہُوئے۔ حضرت کے حضور دعا کے لئے التجا کی۔ حضور کو

ان کے دلی خطرہ کا علم ہوا۔ دعا فرمائی۔ اور اس طرح خداوند نے معجزانہ شفا بخش کر اپنے قول کی صداقت کا اظہار فرمایا۔ اور ظاہری مرض اور وبائی بلا سے نجات بخشکر اپنے اعدہ کے ایک پہلو کو پورا کر دکھایا۔ مگر جب انہوں نے روحانی الدار کو چھوڑ دیا۔ تخت گاہ رسول سے الگ ہو کر قطع تعلق کر لیا۔ اور بدظنی۔ تعلّی و استکبار کا ایسا طریق اختیار کیا تو روحانی سزا دیکر الہام کا دوسرا حصّہ بھی پورا کر دکھایا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اب میں ذیل میں سیدنا محمود ایدہ اللہ الودود کے اس جواب کا ایک حصّہ درج کر دیتا ہوں۔ جو حضور پُرنور نے بعض بزدل معترضین کے الزامات اور مخفیہ ٹریکٹ و اشتہارات شائع کرنے والوں کو دیا۔ اور اسی حصۂ جواب ہی سے اُن اعتراضات کا قارئین کرام اندازہ فرمالیں گے۔

"افسوس میں نے اپنے دوستوں سے وہ سنا۔ جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے نہ سنا تھا۔ میرا دل حسرت و اندوہ کا مخزن ہے۔ اور میں حیران ہوں۔ کہ میں کیوں اس قدر مورد عتاب ہوں۔ بے شک وہ بھی ہوتے ہیں۔ جو غم و راحت میں اپنی عمر گذارتے ہیں۔ مگر یہاں تو سے چھاتی قفس میں داغ سے اپنے ہے رشک باغ جوشِ بہار تھا۔ کہ ہم آئے اسیر ہو اگر میں تبلیغ دین کے لئے باہر نکلتا ہوں۔ تو کہا جاتا ہے۔ کہ لوگوں کو پھسلانے کے لئے اپنی شہرت کے لئے اپنا اثر اور رسوخ پیدا کرنے کے لئے اپنی جائتیں بنانے کے لئے نکلتا ہے۔ اور اس کا باہر نکلنا اپنی نفسانی اغراض کے لئے ہے۔ اور اگر میں اس اعتراض کو دیکھ کر اپنے گھر بیٹھ جاتا ہوں۔ تو یہ الزام دیا جاتا ہے۔ کہ یہ دین کی خدمت میں کوتاہی کرتا ہے۔ اور اپنے وقت کو ضائع کرتا ہے اور خالی بیٹھا دین کے کاموں میں رخنہ اندازی کرتا ہے۔ اگر میں کوئی کام اپنے ذمہ لیتا ہوں تو مجھے سنایا جاتا ہے۔ کہ میں حقوق کو اپنے قبضہ میں کرنا چاہتا ہوں۔ اور قومی کاموں کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہتا ہوں۔ اور اگر میں دل شکستہ ہو کر جدائی اختیار کرتا ہوں اور علیحدگی میں اپنی سلامتی دیکھتا ہوں۔ تو یہ تہمت لگائی جاتی ہے۔ کہ یہ قومی درد سے بے خبر ہے۔ اور جماعت کے کاموں میں حصّہ لینے کی بجائے اپنے اوقات کو رائیگاں گنواتا ہے۔ مگر مجھے جاننے والے جانتے ہیں کہ میں عام انسانوں سے زیادہ کام کرتا ہوں حتیٰ کہ اپنی صحت کا بھی خیال نہیں رکھتا۔ مگر اسے جانے دو۔ مجھے تم خود ہی بتاؤ۔ کہ وہ کونسا تیسرا راستہ ہے جسے میں اختیار کروں۔ خدا کے لئے مجھے اس طریق سے آگاہی دو۔ جس پر ان دونوں راستوں کو چھوڑ کر میں قدم زن ہوں۔ للہ مجھے وہ سبیل بتاؤ۔ جسے میں اختیار کروں۔ آخر میں انسان ہوں۔ خدا کے پیدا کئے ہوئے دو راستوں کے علاوہ تیسرا راستہ میں کہاں سے لاؤں۔

صبح شام۔ رات دن۔ اٹھتے بیٹھتے۔ یہ باتیں سن سن کر میں تھک گیا ہوں۔ زمین باوجود فراخی کے مجھ پر تنگ ہو گئی ہے۔ اور آسمان باوجود رفعت کے میری قید خانہ کا کام دے رہا ہے۔ اور میری وہی حالت ہے۔ کہ ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم وظنوا ان لا ملجاء من اللہ الا الیہ۔ افسوس کہ میرے بھائی مجھ پر تہمت لگاتے ہیں۔ اور میرے بزرگ مجھ پر بدظنی کرتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ دنیا میں ڈیڑھ ارب آدمی بستا ہے۔ مگر مجھے تو سوائے خدا کے اور کوئی نظر نہیں آتا۔ لوگ اس دنیا میں تنہا آتے اور یہاں سے تنہا جاتے ہیں۔ مگر میں تو تنہا آیا۔ اور تنہا رہا۔ اور تنہا جاؤں گا۔ یہ زمین میرے لئے ویران جنگل ہے۔ اور یہ بستیاں اور شہر میرے لئے قبرستان کی طرح خموش ہیں۔ میرے دوست اس وقت مجھے معاف فرمائیں۔ میں ان کی محبت کا شکر گذار ہوں لیکن میں کیا کروں۔ کہ جہاں میں ہوں۔ وہاں وہ نہیں ہیں۔ میں ان مہربانوں کے مقابلہ میں جو مجھے آئے دن ستاتے رہتے ہیں۔ اُن کی محبت کی قدر کرتا ہوں۔ ان کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اپنے رب سے ان پر فضل کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ لیکن باوجود اس کے میں تنہا ہوں۔ میری مثال ایک طوطے کی ہے۔ جس کا آقا اس پر مہربان ہے۔ اور اس سے نہایت محبت کرتا ہے۔ اور طوطا بھی اس کے پیار کے بدلہ میں اس سے اُنس رکھتا اور اس کی جدائی کو ناپسند کرتا ہے۔ مگر پھر بھی اس کا دل کہیں اور ہے۔ اس کے خیال کہیں اور ہیں۔

میرے آقا کا دلبند میر امطاع امام حسینؓ تو ایک دفعہ کربلا کے ابتلاء میں مبتلا ہوا لیکن میں تو اپنے والد کی طرح یہی کہتا ہوں۔ کہ

کربلائیست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم (الفضل ۱/۱۹)

فماذا بعد الحق الا الضلال۔ اس جواب کے بعد اور اظہار حقیقت پر بھی اگر کسی کا دل تسلی نہیں پاتا۔ بدظنی کر کے زبان طعن کھولنا اور اعتراضات سے نہیں رکتا تو وہ یقیناً اپنی کور باطنی۔ تعصب۔ ضد اور ہٹ دھرم پر مہر تصدیق ثبت کرتا۔ اور اس پر بینہ

بینا و نابینا کے مل کھانے

کا واقعہ اپنی پوری کیفیت کے ساتھ چسپاں ہوتا ہے

الغرض ایسے اور انہی حالات میں سے گذرتے ہوئے ہم لوگ دن اور دنوں کے بعد ہفتے۔ ہفتوں کے بعد مہینے اور سال بسر کرتے چلے گئے۔ عجیب در عجیب واقعات۔ نئے سے نئے حالات کانوں میں پڑتے اور دلوں کو چھید اکرتے تھے۔ حضرت خلیفۂ اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ قضاء الٰہی سے گھوڑی پر سے گر گئے۔ بہت چوٹیں آئیں۔ حالات نازک ہو ہو جاتے رہے۔ خدا نے فضل کیا شفا بخشی۔ اور پھر آخر وہ موعود و مقدر گھڑی قریب آ پہنچی۔ جو

کل نفسٍ ذائقۃ الموت

میں مفہوم ہے۔ بیماری لمبی ہو گئی۔ ضعف و نقاہت بڑھ گئی۔ ڈاکٹر طبیب اور وید حکیم سبھی ان قابو یافتگان کی مرضی و اشارہ پہ چلتے۔ کوئی علاج اُن کی اجازت کے بغیر ہو سکتا نہ تشخیص۔ اپنے مصالح اور حکمتوں کے ماتحت جو چاہتے وہ کرتے تھے۔ قصّہ مختصر یہ کہ اپنے سوا یہ لوگ کسی دوسرے کا دخل پسند ہی نہ کرتے تھے۔ انہی حالات میں وہ **قضا رہی قضاء مبرم** ثابت ہوئی۔ مگر اس سلسلہ میں جو ناکہ بندی اور محاصرہ حضرت ممدوح کا ان برسر اقتدار اصحاب نے کئے رکھا۔ اور جس طرح اپنے ہم خیالوں کے علاوہ دوسرے مخلصین اور غربا تک کو جہاں نیازداری اور خدمت سے محروم رکھا وہاں صحیح حقیقت حال سے بھی ناواقف رکھنے کی پوری کوشش کی جاتی رہی۔ حتیٰ کہ بعض ایسے راز ہیں۔ جن کی بنا پر حضرت خلیفہ اوّل نے بھی بھاری تکلیف محسوس کر کے کسی دوسری جگہ جانا پسند فرمایا۔ چنانچہ ویسے ہی بعض وجوہ کے ماتحت حیاتِ نور کے آخری چند ایام حضرت نواب صاحب قبلہ نواب محمد علیخاں صاحب کے دولت سرائے میں گذرے۔ اگرچہ کوشش ان بزرگوں کی اس نقل مکانی کے وقت بھی یہی تھی۔ کہ "**سرکاری عمارت**" ہی میں رکھا جائے۔ جہاں ان کے سوا کسی اور کا دخل نہ ہو۔ مگر مصلحت الٰہی نے یہ سعادت حضرت نواب صاحب کے حصّہ میں مقدر کر رکھی تھی۔ جن کا گھر فراخ اور سب کے لئے برابر یکساں کھلا تھا۔ جہاں ہر ممکن سہولت۔ مسکن خدمت اور علاج معالجہ۔ غذا و ہوا اور آرام کے سامان مہیا تھے۔ خدمت تو کی ہوگی ہر کسی نے علیٰ قدر مراتب۔ مگر جس والہانہ طریق عاشقانہ رنگ اور فنائیت کی ادا سے سیدنا محمود ایدہم اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز بے جگری سے آپ پر گرے رہے۔ خدمت کے لئے کھڑے رہے۔ رات آرام کیا نہ دن۔ اس کی نظیر ناممکن اور اندازہ محال ہے۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو جو عشق و محبت سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تھا۔ اطاعت و فرمانبرداری اور فنائیت کا جو مقام ان کو میسر تھا۔ اس سے بھی کہیں بڑھ کر حضرت محمود نے عشق و محبت۔ خدمت و فنائیت اور اطاعت و فرمانبرداری کا نمونہ قائم کر دکھایا۔

۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کی صبح کو آپ دارالسلام سے شہر آئے۔ اور کچھ غیر معمولی فکر۔ تشویش اور پریشانی کے اثرات آپ کے چہرہ سے عیاں تھے آپ جلد جلد ادھر اُدھر آتے جاتے۔ اور بعض ضروری کام سرانجام دیتے رہے۔ فراغت کے بعد فرمایا:۔

"بھائی جی آپ لاہور جائیں

حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کو کل سے لاہور بھیجا ہوا ہے۔ وہ ابھی تک کستوری لے کر نہیں لوٹے۔ حضرت مولوی صاحب کی طبیعت بے حد کمزور ہے۔ کستوری کی ضرورت ہے۔ آپ جا کر لے آئیں۔ اگر حکیم صاحب معہ کستوری مل جائیں تو لوٹ آئیں۔ گاڑی کا وقت بہت تنگ ہے۔ کوشش کر کے اس کو پکڑ لیں۔ اور جس قدر جلد ممکن ہو کستوری لے کر آئیں"

میں نے عرض کیا۔ حضور وقت اتنا تھوڑا ہے کہ کوئی یکہ گاڑی پر پہنچا سکے گا اور نہ ہی دوڑ کر گاڑی کو پکڑا جائے گا۔ کوئی سائیکل ہو تو میں انشاء اللہ تعالےٰ انتہائی کوشش کروں گا۔ فرمایا:۔

"میں اپنا سائیکل لاتا ہوں آپ تیار رہیں"

گھر جا کر جلد جلد خود سائیکل لائے۔ میں نے ہوا بھری اور خدا کا نام لے کر بٹالہ کو روانہ ہوا۔ سڑک ہماری اس زمانہ میں اتنی خراب۔ خستہ اور ریت سے اٹی رہتی تھی۔ کہ آج کل کی سڑک اس کے مقابل میں پختہ کہلانے کی مستحق ہے۔ میں نے پورا زور لگایا۔ اور ساری طاقت خرچ کی۔ باوجود ریت کی کثرت کے کہیں اترا نہ ٹھیرا۔ اور چلاتا ہی چلا گیا۔ تب جا کر میں خدا خدا کر کے اسٹیشن پر پہنچا۔ گاڑی کھڑی تھی۔ حالت میری یہ تھی کہ سائیکل سے اترا تو ٹانگیں میرے جسم کے بوجھ کی برداشت سے عاری اور نکمی ہو چکی تھیں۔ سائیکل پھینک

ہاتھ اور پاؤں کے بل

حیوانوں کی طرح سیڑھیوں پر چڑھا۔ ایک دوست سامنے نظر آئے۔ سائیکل اُن کو سونپ گاڑی میں جا بیٹھا۔ لاہور پہنچکر مکرمی حکیم محمد حسین صاحب کے متعلق معلوم کیا۔ تو پتہ لگا۔ کہ رات وہ گاڑی سے رہ گئے تھے۔ آج صبح کستوری لے کر قادیان چلے گئے ہیں۔ اس طرح واپسی کے لئے مجھے شام کی گاڑی کی انتظار کرنا پڑی۔ جمعہ کا دن تھا۔ قادیان سکول کے طلبا ٹورنامنٹ میں شرکت کی غرض سے لاہور میں تھے۔ وہیں نماز جمعہ ادا کی۔ عصر کا وقت ہوگا کہ حضرت

نور الدین اعظمؓ کی وفات

کا تار پہنچ گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ دل اداس تھا۔ چین تھا نہ قرار۔ خبر سنتے ہی اسٹیشن پر پہنچا۔ جہاں اکّے دکّے احمدی احباب آ اور گاڑی کی انتظار میں جمع ہو رہے تھے۔ بعض کے ہاتھوں میں ٹریکٹ تھا۔ جسے وہ پڑھتے اور ادھر اُدھر ٹہلتے پھرتے تھے۔ میں نے کسی سے پوچھا نہ ہی کسی نے بتایا۔ کہ وہ کیا تھا۔ میرا دل اس صدمہ کی وجہ سے دلگیر اور رنجور تھا۔ کسی سے بات چیت کرنے کی بجائے گوشۂ خلوت کی خواہش و تلاش تھی۔ جہاں علیحدہ بیٹھا دعائیں کروں۔ اور پیش آمدہ حالات کے لئے اپنے خدا سے راہ نمائی و مدد مانگوں۔ فتنے بہت تھے۔ جھگڑے خطرناک اور حالات نازک جن کے خیال سے پریشانی بہت ہی کچھ بڑھی ہوئی تھی۔ اور آنے والے مرحلہ کی فکر سے دل بیٹھا جا رہا تھا۔

اتنے میں شمال اور جنوب سے آنے والی گاڑیاں آئیں۔ اور لاہور کے دوست بھی کثرت سے آن پہنچے ہر طرف اس ٹریکٹ کا چرچا۔ بحث مباحثہ۔ چیں بیں اور شور و غوغا تھا۔ بیرونجات سے آنے والے دوست ٹریکٹ کو پڑھ اور اس کے مضمون سے آگاہ ہو کر آ رہے تھے۔ مگر لاہور والے اکثر ابھی اس کے پڑھنے میں مشغول تھے۔ اس گرماگرمی نے میری توجہ کو اپنی طرف کھینچا۔ اور آخر ایک کاپی اس ٹریکٹ کی میرے ہاتھ پڑ گئی جسے لے کر پڑھنا شروع کیا۔ پڑھا اور حقیقت حال سے آگاہی پائی۔ اور بیساختہ دل سے

انا للہ و انا الیہ راجعون

کی صدا بلند ہوئی۔ مصیبت پر مصیبت۔ اور اس نئے فتنہ کے درد میں سر کو پیٹ لیا۔ اور نیم جان ہو کر ایک طرف بیٹھا۔ کسی گہری سوچ میں پڑ گیا۔

چھ سال قبل بھی قریباً انہی حالات میں۔ اسی گاڑی سے سفر کرنے کا مجھے موقعہ ملا تھا۔ مگر اس وقت اور اس سفر کے حالات میں زمین و آسمان کا فرق اور بعد المشرقین تھا۔ اس میں ہم سب پر ایک اداسی تھی۔ جس نے چھا کر ہم سب کو اپنے دامن میں لپیٹا ہوا تھا۔ رقت تھی۔ جس کے باعث ہر دل پگھل کر موم بلکہ خون بن کر بہے جا رہا تھا۔ انابت تھی۔ تضرع اور ابتہال تھا۔ جس سے دل آستانہ الوہیت پر گرے۔ اور نصرت و مدد۔ دستگیری و راہ نمائی کے لئے چلّا اور فریاد کر رہے تھے۔ عجز و نیاز۔ ذکر و اذکار اور خشوع خضوع کی وجہ سے وہ قافلہ گویا ملائکہ کی مجلس اور کروبیوں کا مجمع معلوم ہوتا تھا۔ جو حمد و ثنا اور تسبیح و تحمید میں مشغول۔ توحید اور جمال و جلال الٰہی کے گیت گاتا جا رہا تھا۔ مگر برخلاف اس کے ہمارے اس سفر کا نقشہ اپنے جنگ و جدال لڑائی جھگڑے۔ تُو تُو۔ مَیں مَیں۔ بحث مباحثے۔ اور فتنہ و فساد کی وجہ سے میدان کارزار کا سماں پیش کر رہا تھا۔ ایک کو دوسرے کے گرانے۔ دبانے اور غلبہ پانے کی کوشش میں دلائل و براہین کی بجائے رعب و تحکم اور جبر و تشدد سے بھی گریز نہ تھا۔ اور معاملہ بعض اوقات

باتوں کی بجائے لاتوں

اور دھمکیوں تک کو جا پہنچتا تھا۔ اسی رنگ میں ہمارا یہ سفر کٹتا گیا۔ میری طبیعت ان حالات سے بیزار تھی۔ برداشت نہ کر سکی۔ اور میں نے گہری سوچ۔ لمبی بچار اور دعاؤں کے بعد فیصلہ کر لیا۔ کہ جس طرح ہو اس ٹریکٹ کو جلد سے جلد مرکز میں پہنچا کر اس فتنہ و فساد کی اطلاع پہنچاؤں۔ اور جو کچھ دیکھ اور سن رہا ہوں۔ حضرت کے حضور حاضر ہو کر سناؤں۔ کہ کن خیالات اور ساز و سامان نیز لاؤ لشکر کے ساتھ مرکز احمدیت اور تخت گاہ رسول پر خلافت کو مٹانے کی غرض سے وہ لوگ اُمنڈے چلے آ رہے ہیں۔

اس فیصلہ کے بعد میں نے اس ڈبے کو چھوڑا اور کسی دوسری جگہ غیروں کے اندر بیٹھ کر بٹالہ پہنچا۔ سٹیشن سے اترا۔ اور رات کے اندھیرے میں قادیان کی طرف دوڑنا شروع کیا۔ باقی دوستوں نے جب تک سواری کا انتظام کیا یا پیدل چلنے والوں نے قافلہ بندی اور ساتھیوں کو جمع کیا۔ میں کم از کم نصف راہ طے کر آیا ہوں گا۔ اور جوں جوں قادیان کی مقدس بستی قریب ہوتی جاتی میرے جوش اور تیزی میں وفور محبت اور حل مقصود کے باعث اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ اللہ کریم نے اپنے فضل سے مجھے غیر معمولی سُرعت سے قادیان دار الامان پہنچا دیا۔ چور یا ڈاکوؤں کا خوف تو خدا کے فضل سے دل میں پیدا نہ ہوا۔ خیال آتا تو صرف یہ کہ مبادا مجھی کو

بھاگتا ہوا چور یا ڈاکو

سمجھ کر کوئی تعاقب نہ کرنے لگے۔ کیونکہ رات کے اندھیروں میں دوڑنا بھاگنا تو درکنار۔ خالی چلنا بھی اس سڑک پر شبہ کی نظر سے دیکھا جایا کرتا تھا۔

قادیان کی مقدس بستی۔ تخت گاہ رسول اور ... دار الخلافت کے گلی کوچوں میں سے ہوتا ہوا میں پہلے بورڈنگ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں داخل ہوا۔ جس کے ایک کوارٹر میں ان دنوں حضرت مولانا مولوی محمد سرور شاہ صاحب رہا کرتے تھے۔ دستک دی۔ سلام عرض کیا اور بہت جلد دار السلام پہنچنے کی تاکیدی عرض کے بعد آگے بڑھا۔ محترم بزرگ حضرت عرفانی کبیر شیخ یعقوب علی صاحب تراب جو اس زمانہ میں ابھی اسی نام سے معروف۔ عرفان و سلوک کی منازل طے کر رہے تھے کا دروازہ کھٹکھٹایا پیغام دیا اور پھر آگے کو دوڑنے لگا۔ مکرمی شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی کے مکان پر پہنچا۔ اور اُن کو بھی حضرت نواب صاحب قبلہ کی کوٹھی دار السلام پر پہنچنے کی تاکید کرتا ہوا آخر

دار السلام پہنچا

جہاں باوجود رات کے دن کا سماں دیکھا۔ بستر خالی اور لوگ نوافل و تہجد میں مصروف پائے۔ کوئی ایک کونے میں پڑا مشغولِ گریہ و بکا تھا۔ اور کوئی دوسرے میں دست بدعا و التجا۔ کوئی سجدے میں تھا تو کوئی قیام میں۔ کسی کو رکوع میں دیکھا تو کسی کو قعدہ میں۔ کوئی سحری سے فارغ ہو چکے تھے تو کوئی اس کے انتظار و انتظام میں تھے۔ اس نقشہ نے مجھ پر بہت گہرا اثر کیا۔ اور میں گاڑی کے وحشت کدہ کے بعد گویا ایک

حصار امن و عافیت

میں آن پہنچا تھا۔ بڑھا اور اندرون خانہ اطلاع کی۔ سیدنا محمودؓ جو نہ خود ہی بیدار تھے۔ بلکہ اوروں کو بھی بیدار و ہشیار اور دعاؤں کی تاکید فرما رہے بہ نفس نفیس تشریف لائے۔ عرض حال کیا۔ ساری کیفیت کہہ سنائی۔ اور

وہ ٹریکٹ

پیش کیا۔ حضور نے لیا۔ ورق گردانی فرمائی۔ اور سرسری نظر سے دیکھ کر ہی اس کی غرض و غائت اور مفہوم و مطلب کو پا گئے۔ احباب کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ شوریٰ طلب فرمائی۔ اور اس ٹریکٹ سے پیدا شدہ صورت حالات پر غور و خوض اور مشورہ میں مصروف ہو گئے۔ وہ ایام رمضان کے نہ تھے۔ روزہ نفلی رکھا جا رہا تھا۔ تا استعینوا بالصبر و الصلوٰۃ کی تعمیل کے ذریعہ خدا کی رضا۔ اسی کی مرضی اور سیدھی و مستقیم راہ کے حصول کے لئے خالی الذہن اور صافی القلب۔ جہو اور نفسانیات سے الگ ہو کر دعائیں کی جائیں۔ التجائیں کی جائیں اور

خدا سے مدد مانگی

جا سکے۔

سیدنا نور الدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی عظیم الشان ہستی فیض مجسم وجود۔ رحمت اور سراسر نور شخصیت سے قوم کا محروم ہو جانا کوئی معمولی نقصان نہ تھا۔ حقیقت شناس اور راز دان عارف تو اسی درد اور سوز سے نہایت درجہ غمزدہ و سوگوار تھے۔ نئے ٹریکٹ سے پیدا شدہ صورت حال نے رنج و غم اور مشکلات میں اور بھی اضافہ کر دیا۔ پہلی مشکل کا حل۔ درد کا درماں۔ زخم کی مرہم اور چارہ کار تو

سیّدنا حضرت محمودؓ ایدہ اللہ الودود

نے اپنی نیکدلی۔ پاک نفسی اور بے لوث و بے غرضانہ حکمت سے پا لیا تھا۔ خاندان کے ارکین اور خواتین مبارکہ کے علاوہ اپنے دوستوں۔ رفیقوں اور ہر طبقہ و درجہ کے لوگوں کو سمجھا بجھا کر۔ وعظ و نصیحت کر کے خطبات دیکر۔ وحدت قومی اور اتحاد کے برکات و فیوض جتا کر۔ اختلاف و شقاق اور تنازع و نفاق کے نتائج و عواقب سے ڈراتے ہوئے سبھی کو اپنا ہم خیال بنا لیا تھا۔ مگر اس نئے فتنہ کی افتاد۔ اور تازہ سازش کا انکشاف حضور کے پہلے فیصلہ کے نفاذ اور عملی قدم اٹھانے کی راہ میں ایک سدِ سکندری کی طرح آن حائل ہوا تھا۔ کیونکہ اس میں سرے سے خلافت کے وجود و قیام۔ نیز ضرورت بیعت ہی سے انکار کر دیا گیا تھا۔ جس کے لئے حضور بہت فکر مند تھے۔ فیصلہ وہی بحال رہا۔ جو رات کے پہلے حصہ میں ہو چکا تھا۔ بلکہ اس ٹریکٹ نے دوستوں کے اس فیصلہ کو اور بھی تقویت پہنچا دی۔

حضور پُر نور نے پہلے کیا فیصلہ کر لیا تھا؟ اور کس امر پر لوگوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا تھا؟ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی مرض میں جب شدت پیدا ہوئی۔ خطرات بڑھنے لگے۔ تو آئندہ کی فکر اور قومی نظام کے خیال کا پیدا ہونا ایک طبعی امر تھا۔ جو ہر دل میں آیا۔ اور ہر دماغ سے اٹھا۔ اور ہوتے ہوتے اس کا اتنا چرچا ہوا۔ کہ جہاں بھی دو چار دوست جمع ہوتے۔ ان کی گفتگو کا مبحث۔ اُن کے خیالات کا مرکز۔ اُن کی فکر کا نقطہ اور تگ و دو کی جولان گاہ۔ یہی

ہونیوالے خلیفہ کا ذکر

ہوتا۔ کوئی دل خالی ہوتا ان خیالات سے نہ دماغ۔ اہالیان قادیان اپنے عرفان و قرب کی وجہ سے ترساں و لرزاں۔ اور لاہور اپنے تصرّف و اقتدار کے باعث غالب و نمایاں اور زور و شور سے کوشاں تھے۔ اپنے مقاصد اور خیالات کی اشاعت و پروپاگنڈا جدوجہد اور حجت و دلائل دیتے۔ اور یہ وہ ایام ہیں۔ کہ مولانا مولوی صدر الدین صاحب۔ بی۔ اے بی ٹی نے خصوصیت سے خدمات مفروضہ کا حق جس خوبی و خوش اسلوبی سے ادا کیا وہ انہی کا حصہ تھا۔ اس طرح مارچ ۱۹۱۴ء کا نصف اوّل ایک قسم کے خیالی گھمسان اور زبانی جنگ کا منظر پیش کر رہا تھا۔

حضرت مولانا مولوی محمد سرور شاہ صاحب خدا تعالےٰ کے فضل سے زندہ و سلامت ہیں۔ اُن کے علم و فضل اور نیکی و تقویٰ اور بزرگی و پاکبازی میں کسی کو کلام نہیں۔ اُن کو اللہ تعالےٰ نے اسبات کی عزت اور جائز شرف بخشا ہے۔ کہ جہاں وہ سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے استاد، اور علوم ظاہری کے معلم ہیں۔ وہاں "امیر قوم" جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب کو بھی پڑھاتے۔ سکھلاتے اور درس دیتے رہے ہیں۔ نہ صرف یہی بلکہ اُن کے تو اتنے گہرے رفیق۔ رازدار و راز داں رہے ہیں۔ کہ اُن کی مجالس کی رونق ہوتے اُن کے خیالات سے واقف اور نہاں در نہاں منصوبوں سے بھی آگاہ رہتے تھے۔ میں جو کچھ لکھتا ہوں۔ اس میں اگر کسی کو کلام ہو۔ شک و شبہ ہو۔ تو میرے بیان کی تصدیق کر لے۔ میں نے جو کچھ اوپر لکھا۔ حقیقت پر مبنی ہے۔ اور جو کچھ آگے لکھوں گا۔ وہ بھی سچے واقعات اور حقائق ثابتہ و محکم اور براہین و بینات ہیں۔ اور نہ صرف صاحب ممدوح ہی ان امور کے عینی شاہد اور موقعہ کے گواہ ہیں۔ بلکہ آپ کے علاوہ بھی خدا کے فضل سے ایک بہت بڑی جماعت ابھی تک موجود ہے جو ان واقعات کی صداقت پر غلیظ سے غلیظ قسم اٹھا کر شہادت دینے کو تیار ہے۔ حضرت مولوی صاحب بیان فرماتے ہیں۔ کہ:۔

" ان ایام میں حضرت میاں صاحب یعنی سیّدنا محمود منطق پڑھا کرتے تھے۔ اوّل اوّل ہم جنگل کو سیر کی غرض سے باہر نکل جایا کرتے۔ جہاں سبق کی بجائے امر خلافت کا ذکر رہتا۔ میری اپنی رائے یہی تھی۔ اور میرے ساتھ میرے خیال کی موید ایک بڑی جماعت تھی۔ کہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفقا میں سے کسی کی بیعت ہرگز نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ایسا کرنے میں خصوصیات سلسلہ رٹ جائیں گی۔ جماعت کا وجود قائم نہ رہ سکے گا۔ اور ہم لوگ اپنا امتیاز کھو کر غیروں میں ملکر نابود و معدوم ہو جائیں گے۔ اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی وہ غرض و غایت اور مقصد جو ہمیں دوسروں سے الگ اور ممتاز کر کے ایک جماعت قائم کرنے میں پنہاں تھا۔ ہم ضائع کر بیٹھیں گے۔ مگر حضرت صاحبزادہ صاحب میری رائے کے خلاف ہوتے۔ اور فرماتے۔ کہ مولوی صاحب یہ طریق ٹھیک نہیں ہوگا۔ **وحدت قومی** قائم نہ رہ سکے گی۔ اتحاد ٹوٹ جائے گا۔ اور جماعت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اس کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ کیونکہ

اُن میں کوئی ایک بھی

ایسا آدمی نہیں۔ جو ہم میں سے کسی کی بیعت کر لے۔ تو دوسرے ساتھی اس کا ساتھ دیں اور سبھی بیعت کر کے ایک ہاتھ پر جمع ہو جائیں۔ برخلاف اس کے مجھے نہ صرف اپنے خاندان پر بلکہ اپنے دوستوں اور سارے ہی ہم خیالوں کے متعلق یقین اور کامل وثوق ہے۔ کہ اگر میں ان میں سے کسی ایک کی بیعت کر لوں۔ تو وہ تمام کے تمام میرا ساتھ دینگے اور بیعت کر کے متحد و یکجان ہو جائیں گے۔ اور اس طرح ہماری قومی وحدت کو جو خطرہ در پیش ہے جاتا رہے گا۔ جماعت بجائے منتشر اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کے ایک ہاتھ پر جمع ہو کر متفق و مستحکم ہو جائیگی۔ رہا خصوصیات کا سوال۔ سو اُن میں جب تک خلیفہ کوئی حکم نہ دیگا۔ ہمیں اجازت ہوگی کہ جس چیز کو ہم حق و صداقت یقین کرتے اور منشاء شریعت سمجھتے ہیں۔ قائم کرنے اور اس کے قائم رکھنے کی کوشش کریں۔ البتہ اگر خلیفہ کبھی حکم دیکر ہمیں روک دے تو اس کا حکم ماننا۔ اور فرمانبرداری کرنا ہمارے لئے ضروری ہوگا۔ اور اس حال میں پھر

سلسلہ کا خود خدا حافظ ہوگا

ہم خاموش ہو رہیں گے"۔
الغرض آخیر وقت تک حضرت ممدوح باوجود عرض معروض اور کئی قسم کے مشکلات ۔ تکالیف اور نقصانات کے ذکر اذکار سننے کے اپنی اسی رائے ۔ اسی فیصلہ اور عزم صمیم پر قائم رہے تا جماعتی اتحاد اور وحدت قومی کو نقصان نہ پہنچے ۔ اس حقیقت کے بعد

چیست عذرے پیش حق اے مجمع المنشاکین

اللہ ۔ اللہ! کہاں وہ بدظنیاں ۔ قیاس آرائیاں اور دروغ بے فروغ کہ محمود خلافت کا خواہشمند اور اس کے حصول کے لئے ساعی وکوشاں رہتا ۔ اور جوڑ توڑ اور منصوبے کرتا رہتا ہے ! اور کہاں یہ حقائق ! افسوس ! دنیا نے اپنے نفسوں پر قیاس کرکے اس پاکباز ۔ راستباز ۔ بے غرض اور بے نفس ۔ حامل حق و حقیقت ۔ عاشق صدق و صداقت ۔ حق جو اور حق گو پر بدظنی کرکے اپنی جانوں پر ظلم کیا ۔ اس کے بیان پر اعتبار کیا نہ اس کی سوگند کو تسلیم ۔ کاش وہ اپنی جانوں پر رحم کرتے ۔ اس کے سوز جگر اور گداز قلب سے نکلے ہوئے کلام سے ہی متاثر ہوتے ۔ اور صداقت کے انکار ۔ بدنتائج و عواقب سے بچ جاتے ۔ مگر صد حیف کہ بغض وعناد اور خود غرضی و خود سری کی پٹی نے کچھ دیکھنے دیا نہ سوچنے اور سمجھنے ۔ برعکس ان کے اس مقدس انسان نے اپنے دشمنوں کو دشمن سمجھا نہ اُن کے بغض وعناد سے اپنے صافی قلب کو ناپاک و مکدر کیا ۔ بلکہ اُن کی جانوں پر رحم اور نسلوں پر احسان کیا ۔ تکبر کے مقابل پہ تواضع دکھائی ۔ اور حقارت کے بدلے محبت کا اظہار کیا ۔ کسی سے حسد رکھا نہ بغض ۔ حتیٰ کہ وحدت قومی اور اتحاد جماعتی کے لئے اُن کی سرداری و خلافت تک قبول کر لینے کے عزم و نیت سے نہ صرف خود ہی اُن کی غلامی و بیعت کا جوا اٹھانے پر آمادہ تھا ۔ بلکہ سارے خاندان ۔ دوستوں اور ہم خیالوں کو اسی زنجیر کے پہن لینے پہ رضامند و تیار کر چکا تھا ۔ اور اس طرح آپ نے ایسی عظیم الشان قربانی پیش کی ۔ جس کی مثال محال اور نظیر ناممکن

فدیناہ بذبح عظیم

خدا کا کلام زندہ اور دائم قائم ہے ۔ اور کذالک نجزی المحسنین اس کا وعدہ ۔ سو اللہ تعالےٰ نے بھی کوئی کمی نہ کی ۔ اور وہ کچھ دیا ۔ جس کا کوئی حساب ہے نہ حد ۔

حضرت محمود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سارے خاندان کو جمع فرمایا ۔ سیدۃ النساء حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہا ۔ حضرت ناناجان قبلہ مرحوم مغفور ۔ حضرت نواب صاحب شاہزادے اور شاہزادیاں ۔ بیگمات اور خواتین سبھی موجود تھے ۔ حضرت ممدوح نے خلافت کے متعلق اپنا نقطۂ نگاہ پیش کیا ۔ اپنی رائے ظاہر فرمائی ۔ اور اپنے فیصلہ کے تمام پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہوئے سارے خاندان اور اہلبیت سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے ساتھ متفق کرکے اُن اصحاب میں سے کسی ایک کی بیعت کرنے پر آمادہ کر لیا ۔ صاحبزادہ نواب عبدالرحیم خاں صاحب نے کچھ اختلاف کیا ۔ مگر آخرکار وہ بھی رضامند اور متفق ہو گئے تھے ۔ ۱۳ر مارچ بعد نماز عصر کا ذکر ہے ۔ نماز سے فراغت کے بعد دعاؤں میں مصروف حضرت محمود ایدہ اللہ الودود حضرت خلیفۂ اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پلنگ کے قریب بیٹھے تھے ۔ دل میں اُبال اٹھا ۔ تحریک دعا اور جوش ذکر پیدا ہوا ۔ تنہائی اور علیحدگی کے لئے اندر سے اُٹھ برآمدہ میں آئے ۔ اور حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب سے فرمایا :۔

"طبیعت بہت گھبرائی ہوئی ہے ۔ میں کچھ دیر کے لئے علیحدہ ہونا چاہتا ہوں ۔ آپ ایسا انتظام کریں ۔ کہ دوست میرے پیچھے نہ آئیں"

مولوی صاحب نے عرض کیا میں احباب کو روک دونگا آپ تشریف لے جائیں ۔ چنانچہ آپ تنہا حضرت نواب صاحب کی کوٹھی سے جانب شرق سیدھے باغ میں سے ہوتے ہوئے جا رہے تھے ۔ کہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے جو کہ اپنے ساتھیوں سمیت کوٹھی کے شمالی جانب لب سڑک کنوئیں پر کھڑے آپس میں مشورے کر رہے تھے ۔ آپ کو باہر جاتے دیکھ کر ساتھیوں کو بتایا ۔ کہ :۔

میاں وہ جا رہے ہیں

چنانچہ مولوی محمد علی صاحب نے تیز قدم اور جلد جلد چلکر پہلے مشرق اور مشرق سے جنوب کو کوٹھی کے شرقی جانب کی سڑک پر حضرت کو آکر روک لیا ۔ اور اس وقت سے شام کی اذان تک دونو اسی سڑک پر شمالاً جنوباً ٹہلتے اور باتیں کرتے رہے ۔ میں کوٹھی کے دروازہ میں سے اور مولوی محمد علی صاحب کے رفیق شمالی کوئیں سے دیکھتے رہے ۔ نہ میں ہی آگے بڑھا ۔ اور نہ وہ ہی آکر مخل ہوئے ۔ اذان سن کر دونو اپنے اپنے راستے واپس ہوئے ۔ حضرت کی واپسی پر میں کچھ آگے بڑھا ۔ جس پر آپ نے فرمایا :۔

"مولوی محمد علی صاحب کہتے تھے ۔ کہ آپ جانتے ہیں ۔ کہ جماعت میں اختلاف موجود ہے ۔ دو گروہ بن گئے ہیں ۔ اور کوئی بھی دوسرے کے ہاتھ پر جمع ہونے اور بیعت کرنے کو تیار نہیں ۔ اس لئے ہمیں چاہیئے ۔ کہ فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کریں ۔ بلکہ چند ماہ توقف کریں ۔ اور بیرونی جماعتوں کو اطلاع دیکر کسی مقررہ تاریخ پر جمع کرنے کا انتظام کرکے مشورہ کے بعد فیصلہ کیا جائے" وغیرہ

فرمایا میں نے مولوی صاحب کو یہ جواب دیا ہے ۔ کہ :۔

"یہ بات درست نہیں ۔ کہ ہم میں ایسا اختلاف موجود ہے ۔ کہ کوئی فریق دوسرے کی بیعت کرنے کو تیار نہیں ۔ آپ اپنے آدمیوں میں سے کسی ایک کو مقرر کر لیں ۔

میں اسکی بیعت کرتا ہوں

اور مجھے یقین ہے ۔ کہ سارے کے سارے میرے ساتھی ان کی بیعت کرلیں گے ۔

میں نے ہر چند زور دیا ۔ سمجھایا اور بار بار کہا ۔ مگر مولوی صاحب انکار ہی کرتے اور کہتے رہے ۔ کہ "آپ یونہی کہتے ہیں ۔ یہ بات ناممکن ہے" اور یہ سارا وقت اسی بحث اور تکرار میں خرچ ہوا ۔ میں نے بار بار ان کو یقین دلانے کی کوشش کی ۔ کہ میں آپ میں سے ہر کسی کو بیعت کرنے کو تیار ہوں ۔ جسے آپ منتخب کریں ۔ اور نہ صرف میں تنہا بیعت کروں گا ۔ بلکہ میرے سارے ساتھی میرے ساتھ ہی بیعت کر لیں گے ۔ کوئی تخلف ہوگا نہ انکار ۔ مگر مولوی صاحب آخر تک اسی بات پہ اصرار کرتے رہے ۔ کہ

"یہ ممکن نہیں ۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکیگا

اور آخر میں اپنی وہی تجویز دہرائی ۔ کہ فیصلہ میں جلدی نہ کی جائے ۔ بلکہ چند ماہ کا وقفہ دیکر مقررہ تاریخوں پر جماعت کو جمع کرکے مشورہ اور مشورہ کے بعد فیصلہ کیا جائے"

سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ۔ کہ جب بار بار کہنے اور یقین دلانے کے باوجود مولوی صاحب اپنے ہی خیال پر جمے رہے ۔ اور میری پیشکش کو ناممکن ۔ ناقابل عمل اور خیالی بتاتے رہے ۔ تب میں نے آخر میں اُن سے یہ کہا ۔ کہ :۔

"مولوی صاحب آپ اور میں دو نو جماعت کے فرد ہیں ۔ ہمیں کیا حق پہنچتا ہے ۔ کہ ہم بطور خود کوئی فیصلہ کرکے قوم کو اس کا پابند ٹھیرائیں ۔ لہذا بہتر ہے ۔ کہ آپ اپنے دوستوں سے مشورہ کرلیں ۔ اور میں اپنے احباب سے مشورہ کر لیتا ہوں ۔ اگر میرے دوستوں نے آپ کی تجویز مان لی ۔ تو بس جھگڑا ختم ۔ ہم آپ کی تجویز کے مطابق عملدرآمد کرلیں گے ۔ اور اگر نہ مانا تو ایک اختلاف کی صورت قائم رہے گی ۔ اسی طرح آپ کے دوستوں نے اگر میری تجویز کے مطابق یہ قبول کر لیا ۔ کہ ایک واجب الاطاعت خلیفہ ہونا چاہیئے ۔ اور فوری طور سے اس کا تقرر و انتخاب لازمی ہے ۔ تب بھی قصہ ختم ۔ اور معاملہ صاف ۔ اور اگر انہوں نے میری اس تجویز سے اتفاق نہ کیا ۔ اور آپ کی تجویز کے مطابق کسی دوسرے وقت جماعت کے اجتماع اور مشورہ پر معاملہ کو اٹھا رکھنے کا فیصلہ کیا ۔ تب بھی اختلاف قائم ۔ اور فیصلہ مشکل ۔

پھر اس صورت میں ہم دونو کل دس بجے ملکر غور و فکر کریں گے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیئے ۔ چنانچہ مولوی صاحب آخر اس بات پر رضامند ہو گئے ہیں ۔ کہ وہ اپنے دوستوں سے مشورہ کرکے کل دس بجے پھر ملیں گے"

حضرت نے اس سمجھوتہ کے ماتحت حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کو ایک فہرست دیکر حکم دیا ۔ کہ ان احباب کو رات کوٹھی دارالسلام میں جمع کرنے کا انتظام کیا جائے ۔ ساٹھ دوستوں کے نام اس فہرست میں تھے ۔ رات کو اجتماع ہوا ۔ اور مشورہ ہوکر بالاتفاق یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک

"واجب الطاعت خلیفہ کا انتخاب ہونا چاہیئے

اور

پہلے خلیفہ کی تدفین سے پہلے ہونا چاہیئے

تاکہ خلیفہ ہی خلیفہ کا جنازہ پڑھے ۔ اور تجہیز و تدفین کا انتظام کرے"

اور اسی مجلس میں یہ بھی قرار پایا ۔ کہ رات کو تہجد میں دعائیں کی جائیں ۔ اور کل روزہ رکھکر اس معاملہ کے لئے خاص طور سے دعائیں کی جائیں ۔ کہ اللہ کریم جماعت کو اپنے فضل سے اپنی رضا کی راہوں اور صراط مستقیم پہ قائم رکھیں ۔

نماز صبح ہوئی ۔ دن چڑھا ۔ مقامی لوگ اکثر حضرت محمود ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی ہدایت کے مطابق روزہ دار تھے ۔ تازہ ٹریکٹ جا بجا تقسیم کئے گئے ۔ لوگ مل مل کر اور جدا جدا پڑھ رہے تھے ۔ مخالف و موافق خیالات میں ٹکراؤ ۔ اور بحث مباحثے جاری تھے ۔ دس بجنے کی انتظار تھی کہ اتنے میں مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی کی طرف سے اطلاع آئی ۔ کہ میں آرہا ہوں انتظار کیا جائے ۔ مولوی محمد علی صاحب کو اطلاع دی گئی ۔ اور دس بجے کی بجائے بعد ظہر کا وقت مقرر کیا گیا ۔ مولانا فاضل امروہی آن پہنچے ۔ مولوی محمد علی صاحب کو اطلاع دی گئی ۔ اور وہ اپنے ساتھیوں سمیت تشریف لے آئے ۔ اور امر خلافت کے متعلق صدر انجمن احمدیہ کی ایک غیر رسمی شوریٰ قائم ہوئی ۔ جس میں زیادہ تر حضرت مولانا سید محمد احسن اور مولانا محمد علی صاحب کے درمیان ردوکد اور تبادلہ خیال ہوتا رہا ۔ اول الذکر خلافت کی ضرورت اور فوری قیام پر زور دیتے اور شرعی دلائل پیش کرتے رہے ۔ تو مولوی محمد علی صاحب اس کے خلاف ۔ اپنے تازہ ٹریکٹ کے دلائل دہراتے رہے ممبران موجودہ کی کثرت گو خلافت کی تائید میں تھی ۔ مگر فیصلہ کوئی نہ ہو سکا ۔ وقت تنگ ہو رہا تھا ۔ مجلس نماز عصر کے لئے برخاست ہوئی ۔ اور حضرت مولانا فاضل امروہی نے یہ اعلان کر دیا ۔ کہ ہم لوگ اب نماز کے بعد انتخاب خلافت کریں گے ۔ جو دوست خلافت کے قائل ہی نہیں ۔ بہتر ہے کہ وہ اس مجلس میں شریک نہ ہوں ۔ اس کے بعد یہ ساری مجلس مسجد نور میں پہنچی ۔ جہاں ڈیڑھ دو ہزار کا مجمع مرکزی اور مختلف بیرونی جماعتوں کا انتظار و اضطراب میں جمع تھا ۔ نماز عصر ہوئی ۔ اور

سیدنا نور الدین اعظم کی وہ وصیت

جو آپ نے ۴ر مارچ ۱۹۱۴ء کو خود لیٹے لیٹے لکھی ۔ پہلے قلم کی خرابی کی وجہ سے اچھی طرح نہ لکھی گئی ۔ تو حضرت مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کو اور قلم لانے کا حکم دیا ۔ چنانچہ مولوی صاحب نے دلیسی قلم پیش کی ۔ تو آپ نے پوری وصیت لکھکر مولوی محمد علی صاحب کو دی ۔ اور فرمایا ۔ پڑھکر دیکھیں پڑھی جاتی ہے یا نہیں ؟ مولوی صاحب نے پڑھی ۔ اور عرض کیا ۔ کہ حضرت پڑھی جاتی ہے ۔ حضرت نے فرمایا پھر پڑھیں ۔ اور پھر پڑھیں ۔ اس طرح تین مرتبہ اس وصیت کو مولوی صاحب موصوف سے بھری مجلس میں پڑھوایا ۔ اور پھر دریافت فرمایا ۔ کہ مولوی صاحب

کوئی اور امر تو باقی نہیں؟

جناب مولوی محمد علی صاحب نے عرض کیا ٹھیک ہے ۔ اور کچھ باقی نہیں ۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے وہی کاغذ جس پر آپ نے

وصیت لکھی تھی۔ حضرت نواب صاحب کو دے کر فرمایا۔ کہ یہ ہماری امانت ہے۔ جو آپ کے پاس رہیگی نواب صاحب نے لیکر عرض کی۔ حضور اس پر دستخط فرمادیں۔" آپ نے دوبارہ کاغذ لے کر دستخط ثبت فرمائے۔ اور پھر نواب صاحب کو لوٹا دیا۔ حضرت نواب صاحب قبلہ نے مزید احتیاط فرمائی۔ اور مولوی محمد علی صاحب۔ صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اور دونین اور دوستوں کے دستخط کرا کر لفافہ بند کرکے اپنے پاس رکھا۔ اور یہی وصیت حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رئیس مالیرکوٹلہ نے مجمع عام میں کھڑے ہو کر سنائی۔ اور دوستوں کو اسی وصیت کی تعمیل میں

انتخاب خلافت

کے لئے تحریک فرمائی۔ جس پر چاروں طرف سے

میاں صاحب۔ میاں صاحب۔ حضرت میاں صاحب

کی آوازیں بلند ہوئیں۔ حضرت نواب صاحب قبلہ کے بیان کے ساتھ بعد مولانا مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے کھڑے ہو کر تقریر شروع کردی۔ جس کے آخر میں اپنی طرف سے کہا۔ کہ

"میں تو صاحبزادہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں"

مولوی صاحب موصوف کی تقریر کے دوران میں بھی چاروں طرف سے بیعت۔ بیعت اور حضرت میاں صاحب۔ میاں صاحب کے نام کی صدائیں اٹھتی رہیں۔ سیدنا محمود ایدہ اللہ الودود گردن ڈالے۔ سر جھکائے خاموش بیٹھے مصروف دعا تھے۔ لوگوں کے اصرار اور مقررین کی تقریروں کے باوجود آپ نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا اور نہ ہی ..... کسی نے آگے بڑھ کر حضرت کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اگرچہ ولولہ اور جوش بے اندازہ اور بے انتہا تھا۔ مگر لوگ اپنے جذبات پر قابو پائے اور سنبھلے رہے۔ حضرت مولانا مولوی عبد المغنی خاں صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ نے جو آج واقعہ ۱۲/۳ کو حضرت مولوی شیر علی صاحب سمیت میری عیادت کو تشریف لائے یہ بالکل آخری حصہ مضمون سنکر فرمایا۔ کہ:۔

"میں بھی سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالے بنصرہ العزیز کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا میں نے دیکھا اور آج بھی وہ نظارہ میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ حضرت قاضی امیر حسین صاحب مرحوم جو مسجد نور کے اندر اگلی صفوں میں سے کسی صف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انتخاب سے پہلے بالکل بے تابانہ والہانہ اور از خود رفتگی کے عالم میں حضرت کے پاس آئے اور ایک درد بھرے لہجہ سے عرض کیا۔

"حضور میری بیعت تو آپ لے لیں"

مگر حضرت بدستور خاموش بیٹھے رہے کچھ نہ فرمایا۔ اس پر قاضی صاحب مرحوم بھی ادب سے خاموش بیٹھ گئے اور اصرار نہ کیا تھا"

مولانا سید محمد احسن صاحب کی تقریر کے فوراً ہی بعد ایک طرف جناب مولوی محمد علی صاحب۔ اور دوسری طرف سید میر عابد علی شاہ صاحب کھڑے ہو گئے۔ دونو کچھ کہنا چاہتے تھے۔ مگر سید صاحب چاہتے تھے کہ پہلے وہ اپنا عندیہ بیان کریں۔ اور مولوی صاحب اپنے خیالات پہلے سنانا چاہتے تھے۔ چنانچہ دونو بزرگوں میں باہم رد و کد ہوتی رہی۔ سید صاحب مرحوم مولوی صاحب سے اور مولوی صاحب سید صاحب سے صبر اور انتظار کرنے کی درخواستیں کرتے رہے۔ وہ کہتے مجھے پہلے کچھ کہہ لینے دیں۔ اور وہ فرماتے مجھے پہلے عرض کر لینے دیں۔ اس طرح ایک مجادلہ کی صورت بن گئی۔ لوگ گھبرا چکے تھے صبر و برداشت کی تاب ان میں باقی نہ تھی۔ جھگڑے اور مجادلے سننے کو وہ جمع نہ ہوئے تھے۔ دلوں کی بےچینی واضطراب کو بھانپ کر حاضرین کی آواز کی ترجمانی کرتے ہوئے اور خلق خدا کی گویا زبان ہی بند

حضرت عرفانی کبیر نے

جرأت کی۔ اور پکار کر عرض کیا۔ کہ:۔

"ان جھگڑوں میں یہ قیمتی وقت

ضائع نہیں ہونا چاہیئے۔ ہمارے آقا حضور ہماری بیعت قبول فرمائیں"

لوگ بھرے بیٹھے تھے۔ بے اختیار لبیک۔ لبیک کہتے ہوئے بڑھنے اور ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ قریب والوں کو ہاتھ میں ہاتھ دینے کا شرف ملا۔ دُور والوں نے پگڑیاں ڈال دیں۔ اور آن کی آن میں

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً

کا منظر سامنے آگیا۔ مخالف خیال گنتی کے چند اصحاب لوگوں کو لتاڑتے اور روندتے ہوئے مسجد سے نکل گئے۔ کسی نے اُن سے .... تعرض کیا نہ گستاخی۔ لوگ دیوانہ وار۔ پروانوں کی طرح

شمع خلافت و ہدایت

کے گرد گرے پڑتے تھے۔ دیر تک کوئی آواز اُٹھی نہ الفاظ ایک خاموشی و سکوت کا عالم طاری رہا۔ دھکوں کیوجہ سے لوگ حضرت کے قریب بیٹھنے والوں کے اوپر گرے ہوئے تھے۔ اور قرب پانے والے لذت و سرور کے بوجھ تلے دبے ہوئے۔ عزیز مکرم مولوی عبید اللہ صاحب شہید کا ہاتھ سب سے پہلے دست خلافت پر پہنچا۔ تو دوسرا اس عزت و شرف سے مشرف ہونے والا ہاتھ حضرت مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کا تھا۔ جن کے بعد ایک دوسرے پر اور دوسرا تیسرے پر یوں پڑے جیسے موسلا دھار بارش کے قطرات متقطر۔ کوئی گنتی رہی نہ امتیاز۔ حتےٰ کہ حضرت نواب صاحب قبلہ جیسی

عظیم المرتب اور واجب الاحترام

ہستی بھی اس دھکم دھکا سے محفوظ نہ رہ سکی۔ حضرت مولوی صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:۔

"جب دیر تک کوئی آواز میرے کان میں نہ پڑی۔ تو میں نے بوجھ تلے دبا ہوا اپنا سر زور کرکے اٹھایا۔ لوگوں کے ہاتھوں کی اوٹ دُور کرکے جھانکا۔ مظہر خلافت کی طرف نظر کی۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضور گویا میری ہی تلاش میں تھے۔ دیکھکر فرمایا۔ مولوی صاحب مجھے تو الفاظ بیعت بھی یاد نہیں۔ بے خیالی میں۔ اچانک اور غیر متوقع یہ بار مجھ پر آن پڑا ہے۔ آپ الفاظ بیعت بولتے جائیں"

چنانچہ مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"میں الفاظ بیعت بولتا گیا۔ اور حضرت دہراتے گئے۔ اور اس طرح حضور نے بیعت لی"

اور ایک لمبی دعا کے بعد مختصر سی تقریر فرمائی۔ اور اس طرح بکھری ہُوئی اور پریشان جماعت خدا کے فضل کر دوبارہ متحد ہو کر سلک وحدت میں پرو دی گئی۔ قلوب پر سکینت اور رحمت الٰہی کا نزول ہُوا۔ رقت کا جو عالم تھا۔ اس کا ذکر قوت بیان سے باہر ہے۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے حضرت نورالدین اعظمؓ کا جنازہ حضرت نواب صاحب کی کوٹھی اور ہائی سکول کے درمیانی میدان میں پڑھا۔ رجوع خلق ہو کر ہجوم اس قدر بڑھا۔ کہ گویا فرشتے بھی شریک نماز تھے۔ جنازہ اٹھا تو کوٹھی اور باغ تک خلق خدا کا ایک تانتا بندھ گیا۔ ہندو۔ سکھ۔ مسلمان۔ احمدی اور غیر احمدی بلکہ عیسائی اور خاکروب بھی۔ عورت کیا مرد اور بچے بوڑھے گھروں کو چھوڑ کر آ گئے تھے۔ خدا کی لاکھوں لاکھ اور کروڑوں کروڑ رحمتیں اور برکات نازل ہوتی رہیں ہمیشہ ہمیش مرحوم انسان اس کے مطاع اور مطاع کے مطاع نیز اولاد پر۔ آمین ثم آمین ؁

الغرض ۱۴۔ مارچ ۱۹۱۴ء کا مبارک دن خدائے بزرگ۔ بالا و برتر کے وعدوں۔ جلال اور نشان کے ظہور کا دن۔ اس کے مقدسین۔ اولیا امت اور صلحا اسلام کے اقوال کی تصدیق کا روز۔ سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو خدا سے ملی ہوئی بشارات کے پورا ہونے کی گھڑیاں اور حضرت نورالدین اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بار بار کے اشاروں۔ کنایوں اور فرمودات کی تکمیل کی وہ ساعات سعیدہ تھیں۔ جن کو

خلافت ثانیہ کا قیام

اور

خدا کی دوسری قدرت کا ظہور

کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور یہی وہ نعمت فضل الٰہی کی ردا اور موہبت کا حُلّہ مقدسہ ہے۔ جس کا وعدہ فرمان ربی لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ میں مذکور اور خدا کے علم و قدرت اور قوت و شوکت کے ذکر کے ساتھ اس میں بتاکید بتایا گیا ہے۔ کہ

خلیفہ خدا بنایا کرتا ہے۔

انسان کی ذاتی خواہش۔ مساعی یا جوڑ توڑ اور حیلے منصوبوں کو اس عالی مقام کے حصول میں قطعاً کوئی دخل و تصرف نہیں۔ بلکہ

گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار

سوء ظنی۔ بدظنی اور بہتان طرازی وافترا پردازی کا دنیا میں کوئی جواب ہُوا نہ ہوگا۔ میرے آقا فداہ روحی پر بھی دنیا کے فرزندوں نے بدظنیاں کیں۔ بہتان باندھے اور اعتراضات کئے۔ مگر آپ نے ایسے لوگوں کو صرف یہی جواب دیا۔ کہ:۔

"میں جواب دینے سے مجبور ہوں۔ اور موجودہ صورت میں اور کیا کہہ سکتا ہوں۔ سوائے اس کہ یہ کہوں کہ خدا تعالےٰ شاہد ہے۔ اور میں اس کو حاضر ناظر جان کر اسی کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ میں نے کبھی اس امر کی کوشش نہیں کی۔ کہ میں خلیفہ ہو جاؤں نہ یہ کہ کوشش نہیں کی۔ بلکہ کوشش کرنے کا خیال بھی میرے دل میں نہیں آیا۔ اور نہ میں نے کبھی یہ امید ظاہر کی۔ اور نہ میرے دل نے کبھی خواہش کی۔ اور جن لوگوں نے میری نسبت یہ خیال پھیلایا ہے۔ انہوں نے میرا خون کیا ہے۔ وہ میرے قاتل اور خدا کے حضور وہ ان الزامات کے جواب دہ ہوں گے" (الفضل ۱۷/۱)

اللہ! اللہ!! ایک صادق و راستباز اور بےنفس و پاکباز انسان کے بیان بلکہ حلفیہ بیان کے بعد بھی جن دلوں سے بے بنیاد بدظنی کی لعنت اور بے سروپا الزامات کا گند و نجاست دُور نہ ہوئی۔ تو اُن کو

دل کہا جائے یا نجاست کے گڑھے؟

قارئین کرام ان حالات کو پڑھیں۔ واقعات پر غور فرمائیں۔ اور حقائق کو سوچیں۔ جو اس "فضل" کی راہ میں روک۔ "نور" کے سامنے اوٹ اور "قدرت" کے ظہور میں حائل تھے۔ آخر خدا نے ان تمام ظلمتوں کو دُور۔ روکوں کو چُور۔ اور اوٹوں کو پاش پاش فرما کر لااراد بفضلہ

فضل کو قبول نور کو ظاہر اور قدرت کو قائم

فرما دیا۔ فالحمد للہ۔ الحمد للہ۔ ثم الحمد للہ صاحب العزۃ والعظمت والھیبت والقدرت والکبریا والجبروت سبوح۔ قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح ؁

احباب کرام! اب اما بنعمت ربک فحدث کے حکم کی تعمیل میں جتنے بھی آپ سجدات شکر بجا لائیں حمد کے گیت گائیں۔ خیرات کریں۔ صدقات دیں

گولڈن اور سلور جوبلیاں منائیں

واقعی ان کا یہی موقعہ ہے اور محل ہے۔ قربانیوں سے نعمتیں ملتی۔ شکر سے بڑھتیں اور خیرات و صدقات سے قائم و دائم رہتی ہیں۔ بڑے انعام بڑی قربانیاں چاہتے اور اُن کے بڑھنے کے ساتھ ہی ذمہ داریاں بھی بڑھ جایا کرتی ہیں۔ جن کا ہمیں احساس رکھنا اور اُن کو ادا کرنا ہے

قادیان کی غریب جماعت! مبارکباد صد ہزاراں

کہ

خلافت کے برکات و فیوض سب سے پہلے تمہیں پر نازل ہوتے ہیں۔

آخر میں صرف ایک بات عرض کرکے ختم کرتا ہوں۔ زندگی ہوئی اور توفیق ملی تو پھر سہی انشاء اللہ تعالےٰ۔

میرے آقا سیدنا محمود ایدہ اللہ الودود نے جو عدیم المثال قربانیاں۔ اور بے نظیر فدیئے۔ توحید الٰہی۔ احکام اسلام۔ سنت خلفاء الراشدین۔

خصوصیات سلسلہ اور وحدت و اتحاد جماعتی کے لئے ہر رنگ - ہر پہلو اور ہر طریق سے پیش کیں - اور جن اخلاق فاضلہ اور کمالات انسانی کا نمونہ دکھلا قائم کیا - نہ صرف اپنوں - دوستوں اور ہم خیالوں کے لئے - بلکہ دشمنی اور عداوت رکھنے والوں - نفرت و حقارت کرنے والوں اور بغض و حسد کے پتلوں تک سے جس حسن سلوک - محبت وعزت اور مروّت و ایثار نیز خیر خواہی سے آپ پیش آئے - وہ خدا کے خاص الخاص بندوں کے سوا ممکن نہ تھا -

قیام خلافت ثانیہ

کے بعد مکرم جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب نے فیصلہ کر لیا - کہ وہ قادیان کو چھوڑ کر چلے جائیں - حضرت کو اُن کے اس ارادہ کی اطلاع ہوئی - حضور پُر نور - غالباً حضرت نواب صاحب قبلہ اور بعض اور دوستوں کو ساتھ لے کر مولوی صاحب کی کوٹھی پر پہنچے - تا کہ اُن کو سمجھا بجھا کر اس ارادہ سے باز رکھا جائے - حضور معہ رفقاء مولوی صاحب کی کوٹھی (موجودہ جامعہ احمدیہ) پر پہنچے - میاں بگّا صاحب مرحوم جو اپنی خلقی کمزوری کے باعث عموماً لوگوں کی دل لگی کا مرکز بنا کرتے - کہیں ادھر آنکلے - مولانا اُن کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گئے - اور عمداً ویسا ایک لا متناہی سلسلہ گپ شپ اور ہنسی مذاق شروع کیا - جو

ختم ہوا پر نہ ہوا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز معہ ہمرکاب ساتھیوں کے انتظار میں بیٹھے رہے - اور بہت دیر تک بیٹھے رہے - مولوی صاحب نے میاں بگّا صاحب مرحوم کو چھوڑا اور نہ ہی حضور کو بات کا موقعہ دیا - ناچار حضور اُن کے اس ارادہ و نیت کو محسوس کر کے اٹھکر واپس تشریف لے آئے - غور کرنے اور سوچنے والوں کے لئے اس میں حقیقت حال کے پانے اور معاملہ کی تہ تک پہنچنے کے سامان ہیں - ہمارا اپنا ایمان بلکہ یقین ہے - اور سیدنا امیرالمومنین حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی ذات اتنی ارفع و اعلےٰ واقع ہوئی ہے - اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا اخلاقی کمال اور بلند روحانی مقام عطا فرمایا ہے - کہ آپکے دل میں کسی دشمن کی دشمنی - عدو کی عداوت اور بغیض و کینہ پرور کی عداوت و بغض کا اثر ہی باقی نہیں رہتا - آج بھی اگر ہمارے وہ قدیم اور پرانے بزرگ رجوع کریں - تو ہمارے آقا ان کو پہلے سے بھی بڑھکر محبت وعزت سے پیش آئیں گے -

ببیں ایں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

رہتی دنیا تک قایم رہے میرا پیارا الحکم - جسے میرے آقا سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کا دائیاں بازو ہونے کی عزت میسر - اور جس کے صفحات میرے واسطے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں اور دلی شکریہ ہے اس کے محترم مدیر کا جس کے دل میں میں جذبات محبت پاتا ہوں - خدا اپنے فضل سے ان پیاروں کو قایم و سلامت رکھے - آمین ثم آمین ؛

جوبلی نمبر دوستوں کو تحفہ دیجئے :-

جماعت احمدیّہ اور اس کا امام

(میاں سلطان احمد وجودی ممبر پنجاب پراونشل کانگریس کمیٹی)

میاں سلطان احمد صاحب وجودی ممبر پراونشل کانگرس پنجاب کا جو ایک مشہور مصنّف اور جرنلسٹ ہیں ممنون ہوں کہ انہوں نے میری درخواست پر الحکم کے جوبلی نمبر کے لئے یہ مضمون سپرد قلم فرمایا ؛ ایڈیٹر

ایک اخبار نویس کی حیثیت سے جہاں مجھے دنیا کے بعض اور بڑے بڑے آدمیوں سے ملنے اور بعض مشہور تاریخی مقامات دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے - وہاں میں موجودہ قادیان کے روح رواں مرزا بشیر الدین محمود احمد امیر جماعت احمدیّہ سے بھی ملا - میں نے جماعت احمدیّہ کے مرکز قادیان کو بھی دیکھا - اور جماعت احمدیہ کو بھی بہت حد تک پڑھنے کی کوشش کی ہے -

مرزا بشیر الدین محمود احمد

مرزا بشیر الدین محمود احمد میں کام کرنے کی قوت حد سے زیادہ ہے - وہ ایک غیر معمولی شخصیت کے انسان ہیں - وہ کئی گھنٹوں تک رکاوٹ کے بغیر تقریر کرتے ہیں - اُن کی تقریر میں روانی اور معلومات زیادہ پائی جاتی ہیں - وہ بڑی بڑی ضخیم کتابوں کے مصنّف ہیں - اُن کو ملکر اُن کے اخلاق کا گہرا اثر ان کے ملنے والوں پر ہوتا ہے - تنظیم کا ملکہ اُن میں موجود ہے - وہ ۵۰ سال کی عمر میں کام کرنے کے لحاظ سے نوجوان معلوم ہوتے ہیں - وہ اردو زبان کے ایک بڑے سرپرست ہیں ؛

جماعت احمدیّہ کا مرکز

جماعت احمدیّہ کا مرکز قادیان ہے - جو ایک چھوٹا سا خوبصورت شہر بنتا جا رہا ہے - قادیان میں اہلِ نظر کے لئے ہر قسم کی دلچسپی موجود ہے - یہاں گھر گھر میں علم کی گنگا بہتی ہے - عورت - مرد - بچہ اور بوڑھا علم کا شیدائی نظر آتا ہے - اردو - ہندی - گورمکھی - انگریزی - فرانسیسی - جرمن وغیرہ دنیا بھر کی زبانوں کے بولنے اور سمجھنے والے اس شہر میں موجود ہیں -

جماعت احمدیّہ

میں مذہبی لحاظ سے اس جماعت کے عقیدہ کو نہیں مانتا - مگر اس کے انتظام کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا - میرے خیال میں اس جماعت کی ترقی کا انحصار زیادہ تر اچھے انتظام پر ہے - مرکزی جماعت احمدیّہ ایک چھوٹی سی حکومت ہے - جو نہایت اچھی طرح سے اپنی جماعت پر ایسی حکومت کر رہی ہے جس طرح وہ افراد حکومت کرتے ہوں - جن کے دل میں عرصہ تک حکومت کرنے کی خواہش موجود ہو ؛

تعلیم جماعت احمدیّہ کی سب سے زیادہ چیز جس نے میرے دل پر اثر کیا - وہ اس میں تعلیم کا کا شوق اور دلچسپی ہے - ہمارا ملک ہندوستان پستی کی انتہا تک پہنچ چکا ہے - اگر ہندوستان کی تعلیمی ترقی کا دوسرے متمدن ممالک سے مقابلہ کیا جائے - تو معلوم ہوتا ہے - کہ ہندوستان تعلیمی حالت کے لحاظ سے دنیا کے اکثر ممالک سے بہت پیچھے ہے - یہاں تک کہ کل روئے زمین کے اَن پڑھ حضرات کا ایک تہائی حصّہ یعنی ۴۳ کروڑ اَن پڑھ صرف ہندوستان میں ہی بستے ہیں - یہ مانی ہوئی حقیقت ہے - کہ جب تک جہالت کی تاریکی کو تعلیم کی روشنی سے نہ بدلا جائے - تمام اصلاحی تدابیر پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتیں - عوام کو اقتصادی مجلسی اور سیاسی ترقی میں حصّہ لینے کے قابل بنانے کے لئے تعلیم بہت ہی ضروری چیز ہے - جماعت احمدیّہ نے اپنی جماعت میں تعلیم کا عام شوق پیدا کر کے وہ قومی خدمت سرانجام دی ہے - کہ اس کی داد نہ دینا ایک قومی گناہ ہوگا -

نماز اور قرآن شریف اس جماعت میں جہاں تک مجھے علم ہے - نماز اور قرآن شریف کے سمجھنے اور پڑھنے کا شوق حد سے زیادہ ہے - چھوٹے چھوٹے بچے قرآن شریف کو اچھی طرح سے سمجھتے اور نماز اور قرآن شریف کو شوق سے باقاعدہ پڑھتے ہیں ؛

اپنی مدد آپ کوئی جماعت اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک وہ اپنی مدد آپ نہ کرے - اس جماعت میں بھی اپنی مدد آپ کرنے کا اصول ہے - جس کی نہایت سختی سے پابندی کی جاتی ہے - جماعت احمدیّہ کے افراد انتہائی کوشش کرتے ہیں - کہ ہر ایک چیز وہ اپنی ہی جماعت کے افراد سے خریدیں - بعض جماعتیں اور افراد ان کے اس اصول پر ان کو تنگ نظر ہونے کا الزام لگاتے ہیں - مگر میرے خیال میں یہ کوئی عیب نہیں - سب کو اپنی حالت کے درست کرنے کا اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا حق حاصل ہے -

تجارت تجارت ہی میں ہمارے ملک کی بہتری کا راز مضمر ہے - اس جماعت نے اس کو خوب سمجھا - اور اس کے لئے اپنے سرمایہ سے قادیان میں چھوٹے چھوٹے پیمانہ پر کارخانے جاری کر کے ایک اچھی قومی خدمت سرانجام دی ہے - اور مجھے امید ہے - کہ وہ اس کام میں ابھی بہت زیادہ ترقی کریگی - چونکہ اس سے ہی ان کے بہت سے بیکاروں کو کام مل سکیگا ؛

اخبارات ہر جماعت کے لئے جو ترقی کرنا چاہتی ہے اخبار ایک ضروری چیز ہے - اس جماعت کے روزانہ - ہفتہ وار اور ماہوار کئی ایک اخبارات اور رسائل موجود ہیں - جو دنیا کی کئی ایک زبانوں میں شائع ہوتے ہیں -

بانٹ کر کھانے کا اصول دنیا بھر کی چھوٹی بڑی انجمنوں اور جماعتوں کی طرح جماعت احمدیّہ کے اخراجات بھی چندہ سے ہی چلتے ہیں - مگر دوسری جماعتوں اور اس میں یہ فرق ہے کہ ان میں بانٹ کر کھانے کا اصول ہے - اس چندہ سے کام کرنے والوں کو تنخواہیں دی جاتی ہیں - اور وہ اپنی خانگی اخراجات کی فکر سے بے پرواہ ہو کر خدمت کرتے ہیں - اور چندہ کا کافی حصہ جماعت کی بہتری اور اشاعت کے کام پر لگا دیا جاتا ہے - چندہ کی وصولی اور خرچ کا باقاعدہ انتظام ہے ؛

ڈسپلن کوئی جماعت اس وقت تک زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہ سکتی - جب تک وہ ایک انتشار پرداز کی طرح تجاویز نہ بنائے اور اُن تجاویز پر عمل نہ کرے - اس جماعت نے جو کچھ کہا - اس پر بہت حد تک عمل بھی کیا - اس جماعت کی آواز پر اس کے افراد بغیر کسی حیل و حجّت کے لبیک کہتے ہیں - اور اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں - نظم و نسق اور ضبط کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے - کہ احکام کی تعمیل نہ کرنے والوں اور جماعت کے اصولوں کو چھوڑنے والوں کے خلاف کوئی عملی قدم اٹھایا جائے - ایک نہیں کئی ایک مثالیں موجود ہیں - کہ انہوں نے ایسے افراد کے خلاف عملی قدم اٹھایا - اور انہیں جماعت سے خارج کر دیا -

مہذب شہری جماعت احمدیّہ کے عام افراد ایسے حضرات کو جو جماعت احمدیّہ میں شامل نہیں ہیں - ان کو جماعت احمدیہ میں داخل کرنا اپنی زندگی کا اوّلین فرض خیال کرتے ہیں - اسی طرح کرتی تو ہندو سکھ اور عیسائی مشنری جماعتیں بھی ہیں - مگر وہ عام طور پر اپنی تعداد زیادہ کرنا ہی ضروری خیال کرتی ہیں - جماعت احمدیّہ نے اپنی جماعت کے ہندوستان میں بسنے والے انسانوں کو علم کے زیور سے آراستہ کر کے مہذب شہری بنا دیا ہے - اور اس طرح ایک نہایت ضروری قومی خدمت سرانجام دی ہے ؛

اردو زبان سے محبت میرزا بشیر الدین محمود احمد اردو زبان کے ایک بڑے سرپرست ہیں - اس جماعت میں بھی اردو زبان کے پڑھنے - لکھنے - سمجھنے اور محبت کرنے والے بہت ہیں - قادیان کی عام بول چال میں اور بہت زیادہ گھرانوں میں عام طور پر اردو زبان ہی بولی جاتی ہے - اور قادیان کے دفتروں میں زیادہ تر اردو زبان میں ہی کام ہوتا ہے ؛

جماعت احمدیّہ کا ڈکٹیٹر اگر مصطفےٰ کمال اتاترک جو ۲۹۴۴۱۶ مربع میل زمین اور ایک کروڑ ۵۲ لاکھ انسانوں پر حکومت کرتا تھا - اگر ہر جوزف دی سٹالین ۱۸۲ قومیتوں اور ۱۴۹ زبانوں والی سترہ کروڑ دس لاکھ انسانوں کی آبادی کا واحد مختار کل ہے - اگر مسولینی چار کروڑ ۲۰ لاکھ اطالوی اور پونٹہ پیپا کے ۸۶ لاکھ باشندوں کا خود مختار بادشاہ ہے - اگر آڈلف ہٹلر ساڑھے چھ کروڑ جرمنوں کا حکمران ہے - تو مرزا بشیر الدین محمود احمد بھی (ان کی جماعت کے قول کے بموجب) تمام دنیا میں بسنے والے - دنیا بھر کی تمام زبانیں جاننے والے افراد پر بلا شرکت غیرے حکومت کرتا ہے - جس کے احکام کی تعمیل کو افراد متذکرہ بالا کی تعداد اپنی زندگی کا اوّلین فرض خیال کرتے ہیں ؛

ناظر اعلیٰ مرزا بشیر الدین محمود احمد اگر اس جماعت کے خود مختار بادشاہ ہیں - تو چوہدری فتح محمد سیال ایم - اے ان کے وزیر اعظم - جو ناظر اعلیٰ کہلاتے ہیں - اور مرزا بشیر الدین محمود احمد کے بعد جماعت کے انتظام اور فلاح و بہبود کے ذمہ دار ہیں - چوہدری فتح محمد صاحب سیال اپنے اور ناظروں کی مدد سے تمام کام سرانجام دیتے ہیں - چوہدری فتح محمد کے دل میں عوام سے ہمدردی اور درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے - وہ ایک بڑے زمیندار ہیں - ان کو کھیتی باڑی کے کاموں ملکی حالات اور کتابوں کے مطالعہ کا زیادہ شوق ہے ؛

خان بہادر احمد الدین صاحب او.بی.ای
جنہوں نے الحکم کے جوبلی نمبر کی اشاعت
میں گراں قدر مدد فرمائی

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی
سلسلہ عالیہ احمدیہ کے پہلے اخبار نویس
جنہوں نے ۱۸۹۷ میں الحکم جاری فرمایا

محمود احمد عرفانی
جنکی پیدائش سے دو ہفتہ پہلے الحکم
نکلا اور پھر بڑے ہو کر الحکم کی خدمت
کی سعادت پائی

۱۹۱۳ء میں حضرت محمود اعظم شملہ کی جماعت کے ساتھ

حضرت امیرالمومنین بیت المقدس میں مسجد عمر کے سامنے

اٹلی میں حضرت امیرالمومنین اپنے قافلے کے ساتھ کچھ خریدوفروخت کے بعد

امریکہ میں احمدیت

حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب
امریکہ کے پہلے مشنری
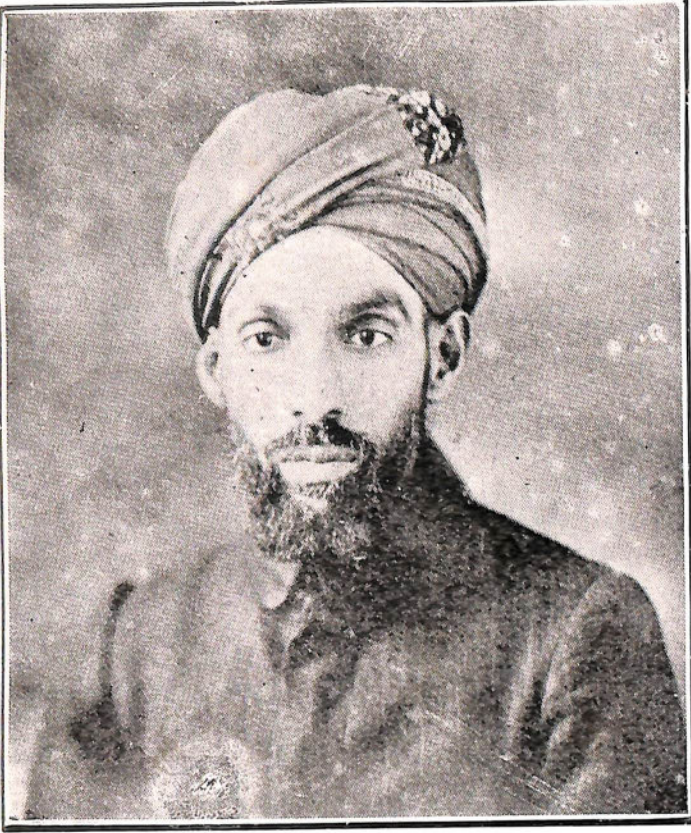
مولوی محمدالدین صاحب بی-اے دوسرے مشنری

مسجد احمدیہ شکاگو

امریکہ کا ایک نو مسلم احمدی

امریکہ کی ایک نو مسلم احمدی
عورت پردہ کی حالت میں
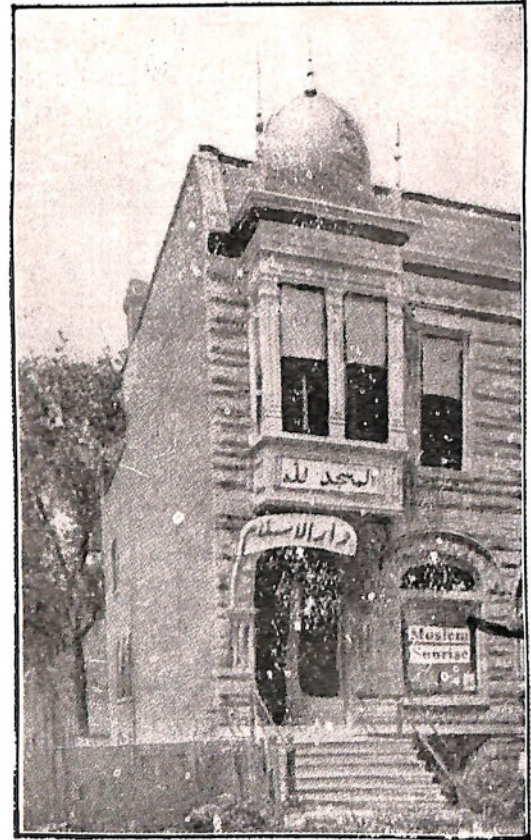
احمدیت کا سفر یورپ

حضرت امیرالمومنین سفر یورپ میں اپنے خدام کی جماعت کے ساتھ
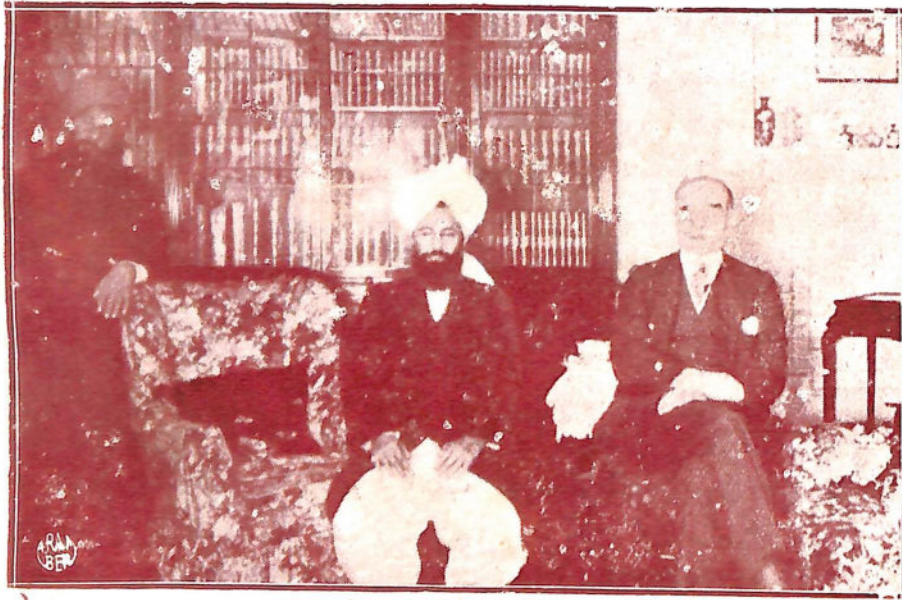
حضرت امیرالمومنین کرنل ڈگلس کے ساتھ انکے مکان پر لنڈن میں

حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی اللہ دین صاحب آف سکندرآباد کی قلم ندرت رقم سے۔

خاکسار کو سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوتے قریبًا ۲۵ سال کا عرصہ گزرتا ہے اس دوران میں کئی بار حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے اشد ضروری امور کے لیے دعائیں کروانی پڑیں وہ سب معجزانہ طور پر قبولیت کا شرف پاتی رہیں۔ مگر افسوس کہ مجھے وہ لکھ کر محفوظ رکھنے کا خیال تک نہ ہوا۔ خدا تعالےٰ میری یہ غفلت معاف فرما وے۔ اس وقت جو کچھ یاد ہے وہ درج کر دیتا ہوں :۔

(۱)

۱۹۱۸ء میں مینے اپنے لڑکے علی محمد صاحب اور سیٹھ اللہ دین ابراہیم بھائی نے اپنے لڑکے فاضل بھائی کو تعلیم کے لیئے قادیان روانہ کیا۔ علی محمد نے ۱۹۲۰ء میں میٹرک پاس کر لیا اُن کو لندن جانا تھا۔ دونوں لڑکے مکان واپس آنے کی تیاری کر رہے تھے کہ یکایک فاضل بھائی کو TYPHOID بخار ہو گیا نور ہاسپٹل کے معزز ڈاکٹر جناب حشمت اللہ صاحب اور حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے جو کچھ ان سے ہو سکا سب کچھ کیا۔ طبیعت درست بھی ہو گئی۔ مگر بد پرہیزی کے سبب پھر ایسی بگڑی کہ زندگی کی کوئی اُمید نہ رہی۔ جب یہ خبر حضرت امیرالمومنین کو پہنچی تو حضور خود بورڈنگ میں تشریف لائے اور بہت دیر تک دعا فرمائی۔ اس کے بعد طبیعت معجزانہ طور پر سدھرنے لگی اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے فاضل بھائی کو نئی زندگی حاصل ہو گئی۔ یقینًا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا کہ موت نہیں ٹلتی مگر دعا سے۔ یہ حقیقت ہم نے صاف طور پر اپنی نظر سے دیکھ لی۔ الحمد للہ

(۲)

اسی طرح ایک اور واقعہ ہوا۔ میری تیسری لڑکی عزیزہ ہاجرہ بیگم کے پیٹ میں یکایک درد ہو گیا۔ ہم نے اپنے قریب رہنے والے سرکاری خطاب یافتہ ڈاکٹر کو جو آنریری مجسٹریٹ بھی ہے بلوایا۔ اُنھوں نے دیکھ کر کہا کہ لڑکی کے پیٹ میں پیپ ہو گیا ہے فورًا آپریشن کر کے نکال دینا چاہیئے۔ ورنہ جان کا خطرہ ہے۔ وہ دسمبر کا مہینہ تھا۔ مجھے قادیان سالانہ جلسہ پر ایک دو روز میں جانا تھا۔ اور یہاں یہ حالت ہو گئی۔ پھر ہم نے یہاں کے ہاسپٹل کے بڑے یورپین ڈاکٹر کو بلوایا اس نے خوب معائنہ کیا۔ اور کہا کہ نہ پیپ ہے۔ اور نہ آپریشن کی ضرورت۔ ہم سب یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور خدا تعالیٰ کا شکر کیا۔ مگر وہ ڈاکٹر اپنی رائے پر ہی اڑا رہا۔ کہ پیپ یقینًا ہے۔ فورًا آپریشن کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر اگر یہ لڑکی بچ جائے تو میں اپنی ڈاکٹری چھوڑ دوں گا۔ مگر ہم نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ میں دوسرے روز قادیان روانہ ہو گیا۔ وہاں سے واپس آنے تک لڑکی اچھی رہی۔ مگر اس کے بعد یکایک لڑکی کی ناف میں سوراخ ہو گیا۔ اور اسقدر پیپ نکلا کہ جس کی کوئی حد نہیں تھی۔ ہم نے پھر اسی ڈاکٹر کو بلوایا جس نے کہا تھا کہ پیپ ہے۔ اب ہم آپریشن کے لئے بھی رضامند ہو گئے۔ مگر اس نے کہا کہ لڑکی کی حالت بہت نازک ہو گئی ہے۔ اب آپریشن کا وقت نہ رہا۔ اب یہ کیس HOPELESS ہو گیا۔ ہمنے دیکھا کہ اب کوئی علاج نہیں سوائے دعا کے۔ میں نے فورًا ایک تار حضرت امیرالمومنین کی خدمت میں اور دوسرا الفضل کو روانہ کیا۔ اور پھر ایک بار حضور کی دعا کا معجزانہ نتیجہ دیکھا کہ بغیر کسی ڈاکٹری علاج کے صرف ایک معمولی دائی کی دوائی سے میری پیاری لڑکی کامل صحت پا گئی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

(۳)

حضرت امیرالمومنین کے ارشاد کے مطابق مینے اپنے لڑکے علی محمد سلمہ کو I.C.S. کے لیئے لندن روانہ کیا۔ وہاں ان کو پہلے M.A کی ڈگری حاصل کرنا ضروری تھا۔ مگر M.A میں اسقدر دیر ہو گئی کہ I.C.S. کے لئے موقع نہ رہا۔ M.A. کے سات مضامین میں سے چھ تو اُنھوں نے پاس کر لیئے۔ مگر آخری مضمون CMSTTITONAL LAW AND CONSTITUTIONAL HISTORV میں متواتر فیل ہوتے گئے۔ اس لئے وہ بیزار ہو کر واپس گھر آنا چاہتے تھے۔ ان کو سات سال کا عرصہ ہو گیا تھا۔ اسلیئے میں نے حضرت امیرالمومنین سے ان کو واپس بلا لینے کی اجازت چاہی مگر حضور نے فرمایا کہ میں نے خواب میں ان کا نام پاس ہونے والوں کی فہرست میں دیکھا ہے۔ اسلیئے انشاءاللہ یہ یقینًا پاس ہو کر آئیں گے۔

میں نے ان کو یہ سارا حال لکھ کر پھر کوشش کرنے کو کہا۔ اسپر اُنھوں نے پھر ایک بار کوشش کی۔ مگر پھر بھی فیل ہو گئے۔ یہ بیحد پریشان تھے کہ اب آیندہ کیا کیا جائے۔ ان کے استاد کو جب معلوم ہوا کہ پھر فیل ہو گئے تو اس نے تحقیق کی۔ معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ کا وہاں کیا کرشمہ ہوا کہ ایک دو روز میں ان کو یونیورسٹی کی طرف سے اطلاع ملی کہ آپکے فیل ہونے کی خبر غلط تھی۔ آپ پاس ہو گئے ہو۔

یہ بہت خوش ہوئے اور سمجھ گئے یہ محض خدا تعالےٰ نے اپنے خلیفہ کا خواب پورا کرنے کے لئے ان پر یہ فضل کیا ہے۔ اُنھوں نے خدا تعالےٰ کا شکریہ ادا کیا۔ اور ڈگری حاصل کر کے حج کا موقع تھا۔ اسلیئے واپس ہوتے ہوئے حج کر کے الحاج علی محمد ایم۔ اے بنکر ہم کو آ ملے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

(۴)

سیٹھ جی۔ ایم۔ ابراہیم بھائی نامی ہمارے ایک ماموں تھے۔ وہ بمبئی کے ایک لکھ پتی سیٹھ تھے ان کو تجارت میں بہت نقصان ہوا۔ وہ ہندوستان چھوڑ کر یورپ امریکہ چلے گئے بیس سال کے بعد یورپین لیڈی سے شادی کر کے اپنی بیوہ بیٹی کو ملنے سکندرآباد آئے۔ بھوپال میں ان کو دو سو روپیہ کی سرکاری ملازمت ملی۔ تو وہاں چلے گئے چند سال کے بعد پھر واپس سکندرآباد آئے۔ وہ پکے شیعہ تھے۔ مینے ان کو احمدیت کی تبلیغ کی۔ آخر وہ احمدی ہو گئے۔ عیسائی ممالک میں رہنے سہنے سے وہ بالکل بے دین ہو گئے تھے۔ مگر احمدی ہونے کے بعد ان میں بڑی تبدیلی ہو گئی۔ پانچ وقت کی نماز کے علاوہ ہمیشہ تہجد پڑھا کرتے تھے۔ ۷۵ سال کی عمر تھی پھر بھی گرمی میں بھی روزے ترک نہ کرتے تھے۔ اپنی آمدنی کا کافی حصہ للہ خرچ کرتے تھے۔ جس رات وہ فوت ہوئے اسی رات خاں صاحب دوست محمد اله دین صاحب جو یہاں کے سپیشل مجسٹریٹ ہیں اُنھوں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے ماموں صاحب کے بنگلہ میں فوجی لوگ جمع ہوئے ہیں۔ اُنھوں نے ان کے افسر سے دریافت کیا کہ آپ لوگ یہاں کس لئے جمع ہوئے ہیں؟ اس نے کہا کہ آج ایک بزرگ کا انتقال ہو گیا ہے۔ انکے اعزاز کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اس مخلص بزرگ کا ایک واقعہ بیان کرتا ہوں :۔

ایک بار ہم دونوں سالانہ جلسہ پر قادیان گئے۔ وہاں ہم کو ایک بھوپال کے دوست ملے۔ وہ ہمارے ماموں صاحب جی۔ ایم ابراہیم صاحب صاحب کا نام سن کر کہنے لگے کہ آپ پر ایک فوجداری مقدمہ تیار ہو رہا ہے اس سلسلہ میں کہ آپ نے وہاں کے ایک بڑے افسر کے خلاف لکھا تھا۔ یہ کیفیت معلوم ہوتے ہی ہمارے ماموں بہت گھبرا گئے۔ مکرم و معظم آنریبل چودھری سر ظفراللہ خاں صاحب سے ان کا بہت دوستانہ تھا۔ ان سے ملے ان کو بہت تسلی دی۔ مگر یہ مطمئن نہ ہوتے اور حضرت امیرالمومنین کی خدمت میں اپنا یہ حال سنایا۔ حضور نے ان کے متعلق دعا فرمائی تو خدا تعالیٰ نے جواب میں فرمایا " یا نار کونی بردًا و سلامًا علیٰ ابراھیم "

یہ قرآن شریف کی وہ آیت ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ " اے آگ تو ابراہیم کے لئے ٹھنڈی اور سلامت والی ہو جا "

الحمد للہ عین اسی طرح اس ابراہیم کے لئے بھی آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ اور یہ ابراہیم اس آگ سے بالکل سلامت نکل آئے۔

یہ کیسا عظیم الشان نشان ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا اپنے موعود خلیفہ کے ساتھ کیسا تعلق ہے۔

(۵)

ہمارے مکرم دوست جناب سید بشارت احمد صاحب جو جماعت احمدیہ حیدرآباد کے امیر ہیں ان کے ایک ماموں نواب غوث الدین صاحب جو حیدرآباد کے ایک امیر اور جاگیردار تھے ان کے لاولد فوت ہو جانے سے ہمارے سید صاحب اپنی والدہ کی جانب سے منجملہ اور ورثار کے نواب صاحب کے اسٹیٹ کی تقسیم وغیرہ کے متعلق مختار اور مجاز تھے۔ ان کی ایک بلڈنگ نواب چال نام کی جو بمبئی میں تھی سید صاحب موصوف نے مع دیگر ورثا رہم سے اس بلڈنگ فروخت کے متعلق معاملات شروع کیے۔ تو ہم نے ایک اپنے بمبئی والے رشتہ دار کے ذریعہ اس کے متعلق دریافت کر کے سوا لاکھ روپے میں خرید لی۔ اس خریداری میں ہمارے بمبئی والے رشتہ دار اور

ہمارے ایک ماموں سیٹھ الہ دین ابراہیم احمدی بھی شریک تھے۔ ہم نے یہ بلڈنگ صرف اس لئے خریدی کہ ہم اس کو فروخت کرکے کچھ نفع حاصل کریں۔ ہم کو اُمید تھی کہ ۱۵-۲۰ ہزار روپیہ منافع ہو جائے گا۔ میں نے یہ شرط پیش کی کہ ہم اس کے متعلق حضرت امیر المومنین سے دعا کرائیں۔ اور اس کا پانچواں حصہ تبلیغ کے لئے قادیان روانہ کریں۔ میرے بھائی خان بہادر سیٹھ احمد بھائی نے اور ہمارے ماموں صاحب نے یہ شرط مان لی۔ مگر ہمارے بمبئی والے رشتہ دار نے نہ مانی۔ خیر اس کے بعد میں نے یہ حقیقت حضرت امیر المومنین کی خدمت میں لکھ بھیجی۔ اس کے بعد غیر معمولی طور پر اس جائیداد کی قیمت تیز ہونے لگی۔ مجھے حج کے لئے جانا تھا اسلئے میں نے اپنے بمبئی والے رشتہ دار کو لکھا کہ قیمت خوب تیز ہو گئی ہے اب اسے فروخت کر دو۔ مگر ان کا خیال تھا کہ قیمت اور تیز ہوگی۔ اسلئے ہم اور ٹھہریں۔ یا جس قیمت میں یہ جائیداد مانگی جاتی ہے اس قیمت پر ہم ان کو فروخت کر دیں۔ ہم نے منظور کر لیا۔ اور ہم کو ۸۰ ہزار روپیہ منافع ہوا جس کا پانچواں حصہ ۱۶۰۰۰ سولہ ہزار روپیہ میں نے قادیان روانہ کیا۔ اس کے بعد میں حج کے لئے روانہ ہوا۔ وہاں سے واپس آنے کے بعد میں نے بمبئی والے رشتہ دار سے جائیداد کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ قیمت تو صرف ہمارے لئے تیز ہوئی تھی۔ ہمارے فروخت کر دینے کے بعد قیمت کم ہوتی چلی گئی۔ حتیٰ کہ اصل قیمت بھی وصول نہ ہو سکی۔ ہمارے رشتہ دار نے اقرار کیا کہ واقعی آپ دعا کروا کے کامیاب ہو گئے۔ اور میں بہت نقصان میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ اس واقعہ کو ۱۸ سال کا عرصہ گزر گیا ہے اب تک وہ جائیداد بغیر فروخت کے ایسی ہی پڑی ہوئی ہے۔ دیکھو یہ خدا تعالیٰ کا کیسا کھلا کھلا معجزہ ہے۔ ایک ہی معاملہ میں تین حصہ دار ہیں۔ دو حصہ دار خدا کے خلیفہ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ دعا کروا تے ہیں تو خدا تعالیٰ ان کو ۸۰ ہزار کا منافع عطا فرماتا ہے اور اس معاملہ کا تیسرا حصہ دار نہ خدا کے خلیفہ کو مانتا ہے اور نہ اس سے دعا کروانے کی پروا کرتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ نہ صرف اس کو منافع سے محروم رکھتا ہے۔ بلکہ اسکو اسی معاملہ کے دو مومن حصہ داروں کو ۸۰ ہزار روپیہ منافع اسی کے جیب سے دلواتا ہے۔ دیکھو یہ احمدیت کی صداقت کا کیا عظیم الشان نشان ہے۔ جس کی آنکھ ہو وہ دیکھے اور عبرت حاصل کرے۔ اور حق قبول کرے۔ ورنہ آخرت میں سخت خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

(۶)

میرے بھائی خان بہادر سیٹھ احمد الہ دین کو حضرت امیر المومنین کی دعاؤں کا علم ہو گیا تھا اس لئے وہ بھی وقتاً فوقتاً حضور سے دعا کرواتے رہتے تھے۔ اس بار اُنھوں نے دو اہم معاملات کے متعلق دعا کروائی۔ دونوں امور میں عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئی۔ جس کے نتیجہ میں ان کو دو لاکھ روپیہ کا منافع ہوا۔ جس کی خوشی میں اُنھوں نے حضور کی خدمت میں بیس ہزار روپیہ کا چیک روانہ کر دیا۔

(۷)

ہماری تجارتی فرم میں ہم چاروں بھائی مختلف کام دیکھتے تھے۔ خان بہادر احمد الہ دین بھائی سیمنٹ اور کوئلہ کا کام دیکھتے تھے۔ غلام حسین بھائی الیس اور سوڈا کا کام۔ قاسم علی بھائی دفتر کا۔ میں پولس (رہڑی) کا۔

میں جب احمدی ہوا تب سے مجھے حضرت امیر المومنین کی دعاؤں کی تاثیرات کا خوب علم تھا۔ اس لئے میرے ذمہ جو کام تھا اس کی ترقی کے لئے حضور سے دعائیں کرواتا رہتا تھا۔ اور حضور کی خدمت میں ماہوار ایک سو روپیہ نذرانہ روانہ کرتا تھا۔ جس کے طفیل ہماری فرم کو سالانہ اوسطاً دس ہزار روپیہ منافع ہوا کرتا تھا۔ میرے بھائی قاسم علی اہل حدیث ہو گئے اور میری مخالفت شروع کی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کو امرتسر سے بلوا کر خوب مخالفت کروائی۔ جس میں میرے غلام حسین بھائی بھی شریک ہو گئے۔ اب یہ دونوں بھائی میں جو کام دیکھتا تھا اس میں دخل دینے لگے۔ اور میں جو ماہوار رقم قادیان روانہ کرتا تھا۔ اس کے متعلق اعتراض کرنے لگے۔ اس لئے میں نے روپیہ بھیجنا موقوف کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری فرم کو جو سالانہ دس ہزار روپیہ منافع ہوتا تھا وہ جاتا رہا۔ بلکہ نقصان ہوتا رہا۔ آخر وہ وقت آیا کہ ہماری فرم نے یہ تجارت ترک کر دی۔ تو میں نے اپنے ذمہ لے لی۔ میں نے حضور سے آگے کے مطابق دعا کروانی شروع کی۔ اور ماہوار آگے جو ایک سو روپیہ روانہ کرتا تھا۔ اس کے عوض دو سو روپیہ روانہ کرنے لگا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھکو سالانہ اوسطاً پندرہ ہزار روپیہ منافع ہونے لگا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

(۸)

اسی تجارتی معاملہ میں میں نے ایک بار دو کنٹراکٹ کئے۔ سولہ سو ٹن مال نوے روپیہ کے حساب سے دینے کا سودا کیا۔ یہ نرخ بہت اچھا تھا اسلئے اتنا بڑا کنٹراکٹ کر دیا گیا۔ مگر چند روز میں نرخ ۱۲۰ ٹن ہو گیا۔ اب سولہ سو ٹن مال دینے میں فی ٹن تیس روپے کے حساب سے ۴۸۰۰۰ ہزار روپیہ کا نقصان تھا۔ میں بہت گھبرایا۔ میں نے حضرت امیر المومنین کی خدمت میں سارا حال لکھا۔ اور خاص دعا کی گزارش کی۔ خدا کے فضل سے معاملہ کی صورت ایسی بدل گئی کہ ۴۸ ہزار روپیہ نقصان کے عوض ۲۰ ہزار روپیہ منافع ہوا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

(۹)

ہمارے دونوں بھائی جب بڑھے اور سمجھدار ہو گئے۔ تب ہم چاروں نے باہمی رضامندی سے ایک شراکت نامہ تیار کیا۔ جس کی مدت دس سال کی تھی ہماری فرم کا قدیم سے یہ دستور تھا کہ ہماری تجارت کا نفع نقصان کا حساب ہر ماہ نکالتے تھے۔ ہر چھ ماہ بعد کھاتوں میں درج کیا جاتا تھا۔ پھر سالانہ حساب دیکھ کر ہم سب بھائی دستخط کرکے اس کی تصدیق کرتے تھے۔ اس طرح دس سال ختم ہو گئے جب نیا شراکت نامہ تیار کرنے کا وقت آیا۔ تو اس وقت دونوں بھائیوں نے انکار کر دیا۔ اور مجھ پر اور خان بہادر احمد بھائی پر ایک ایک لاکھ سے زائد رقم کا مطالبہ کیا۔ جب یہ اختلاف آپس میں دور نہ ہو سکا تو اس کے فیصلہ کے لئے تین مشہور و معروف قانون دان سالیسٹرز کا ایک بورڈ قائم کیا۔ ہر ایک کو ایک ایک ہزار روپیہ فیس دی گئی۔ میں تمام حقیقت صحیح صحیح طور سے حضرت امیر المومنین کی خدمت میں لکھ کر بھیجی اور خاص دعا کے لئے گزارش کی۔ حضور نے جواب میں فرمایا۔ آپ بالکل بے فکر رہیں۔ آپ کو کوئی نقصان نہ ہوگا۔ بلکہ آپکے حق میں فائدہ ہوگا۔ اور اگر سالیسٹرز بھی آپ کو نقصان پہنچانا چاہے پھر بھی ہرگز وہ آپ کو نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔

یہ معلوم کرکے مجھے بہت تعجب ہوا۔ کیونکہ سالیسٹرز جو چاہے سو فیصلہ کر سکتے ہیں۔ ان کے فیصلہ کے خلاف اپیل بھی نہیں ہو سکتی۔ پھر ان کو کون روک سکتا ہے۔ سوائے خدا تعالیٰ کے اور ہوا بھی وہی۔

سالیسٹرز نے ہم چاروں بھائیوں کی سالانہ حسابات کی تصدیقی دستخطیں بھی دیکھیں پھر بھی اُنھوں نے اول سے آخر تک ہمارے ہمارے بھائیوں کے دعوے کی کامل تحقیق کی یہ مقدمہ ایک سال سے زائد مدت تک جاری رہا۔ میرے خلاف ۸۳۷۴۱۱ روپیہ کا دعویٰ تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے تمام کے تمام ڈسمس کر دیئے گئے۔ صرف سفر خرچ کے متعلق ۱۳۰۹ کی ڈگری ہو گئی مگر دوسرے بھائیوں کے خلاف بھی سفر خرچ وغیرہ کی ڈگری ہوئی۔ جس کے نتیجہ مجھے ۴۴۱۴۳ روپیہ کا منافعہ ہوا۔

یہ ساری حقیقت لکھنے کی غرض صرف یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین نے میرے متعلق جو دعا فرمائی اور حضور کو خدا تعالیٰ نے اس معاملہ میں جو کچھ بتا دیا۔ وہ حرف بحرف ثابت ہوا۔ صرف ایک بات باقی رہ گئی کہ سالیسٹرز بھی اگر نقصان پہنچانا چاہیں گے۔ پھر بھی ہرگز وہ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ اس کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے ہمارے مقدمہ کا فیصلہ ہو جانے کے بعد میں ہمارے تین سالیسٹرز جن میں ایک پارسی صاحب اور دو غیر احمدی صاحبان تھے۔ تو میں ایک دن اس پارسی صاحب کے پاس گیا۔ اور ان سے دریافت کیا کہ آپ لوگوں نے ہمارے مقدمہ کا جو فیصلہ کیا۔ وہ آپ تینوں کی اتفاق رائے سے ہوا؟ یا آپ کے درمیان اختلاف بھی ہوا؟ اُنھوں نے فرمایا کہ مقدمہ کے تمام اشوز (ISSUES) کا فیصلہ ہم تینوں کے اتفاقی رائے سے ہوا۔ صرف آپ ہی کے متعلق اختلاف ہوا۔ بمبئی والی جائیداد کے متعلق آپنے خلیفہ قادیان سے دعا کرائی۔ اور اسی ہزار روپیہ نفع ہوا۔ اس کا پانچواں حصہ ۱۶۰۰۰ روپیہ آپ نے قادیان روانہ کر دیا۔ ان دونوں سالیسٹرز کی یہ رائے تھی کہ وہ رقم آپکے ذمہ لگائی جائے۔ میں نے ان سے اتفاق نہیں کیا۔ صرف اسی ایک اشو کے لئے ہمیں تین بار میٹنگ کرنی پڑی۔ آخر وہ میرے ساتھ متفق ہو گئے۔ دیکھو اس مقدمہ سے خدا کی قدرت کا کیسا عظیم الشان نشان ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی عالم الغیب ہونے کی صفت کیسی صاف ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت امیر المومنین یقیناً خدا کے موعود خلیفہ ہیں تب ہی تو ایسی عظیم الشان راز کی بات قبل از وقت آپ پر کھول دی گئی۔

غلام حسین بھائی اور قاسم علی بھائی نے مجھ پر دنیوی اور دینی دونوں معاملوں میں حملے کئے مگر میں حق پر تھا اسلئے خدا تعالیٰ نے مجھے معجزانہ طور پر کامیابی عطا فرمائی۔ اسی طرح انشاء اللہ دینی معاملہ بھی ہوگا۔ مگر اس کا نتیجہ بعد وفات معلوم ہوگا۔ میری درد دل سے دعا ہے کہ خدا تعالیٰ میرے ان دونوں پیارے بھائیوں پر رحم فرمائے اور ان کو حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تا وہ آخرت میں فلاح پائیں۔ آمین

اب میں مضمون ختم کرتا ہوں۔ جس کے دل میں تعصب نہ ہوگا۔ اس پر سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صداقت صاف طور پر کھل جائے گی۔ جو اس سلسلہ میں شریک ہوتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے ایسے محبوب خلیفہ سے اپنا تعلق جوڑتا ہے جس کی تعلیم و دعا سے انسان یقیناً دونوں جہاں میں فلاح پاتا ہے۔

آخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

جذبات شاد

(از جناب گوہر شاد صاحب شاد گلالوی)

اے خامہ چل تو ذرا آج تیرا جاگا نصیب
کہ بھائی! سلسلہ جوبلی میں ہے قریب
ہوئے ہیں پورے خلافت کے اب برس پچیس ۲۵
یہ جوبلی بھی شکر خدا کی اک ترکیب
جسے بھی دیکھو محبت میں آج ہے سرشار
دل و زباں پہ چڑھا ہے اگر تو ذکر حبیب
جہاں میں جس کی کٹے عیش سے وہ کیا جانے
کہ اہل درد ہی تکتا ہے کوئی راہ طبیب
وہ ہونے والی ہے روشن نرالے رنگ میں شمع
کہ دُور دُور سے پروانے آرہے ہیں قریب
نظارہ روز ہے گو قادیان کا پرلطف
سنا ہے اس سے بھی بن کر رہے گا اور عجیب
کتاب اُلفت عشاق حضرت اقدس
جہاں میں آئیگی لے کر کوئی نئی ترتیب
زیر کنیر سے وہ ڈھنگ بدلے جائیں گے
رہ خدا کی ہو ہر ملک و قوم کو ترغیب
چلیں گے چال وہ ایسی خدائی حکم کے تحت
کہ دیکھ دیکھ سراہیں گے آشنا و رقیب
نگینہ لعل کو کہلائے دست کاریگر
پڑا تھا کان میں پتھر سادہ تو ورنہ غریب
نبھاؤ جو کہ ہے ارشاد مہرباں اے شاد
نہیں ہو زور سخن تم بھی ہو کہاں کے ادیب

سلسلہ کی تعلیمی ترقی

جناب ماسٹر محمد ابراہیم صاحب بی اے منیجر مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کی قلم سے

قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی غرض ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:۔

هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلو علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة وان کانو من قبل لفی ضلال مبین کہ آپ اس لئے دنیا میں مبعوث ہوئے کہ خدا کی مخلوق پر آیات الٰہی کی تلاوت فرمائیں اور ان کا تزکیہ فرمائیں اور انھیں کتاب و حکمت سکھائیں۔ یہی کام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔ کیونکہ آپ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز اور مثیل کامل تھے۔ اور آپ کی بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی بعثت تھی اور چونکہ مقام خلافت پر فائز ہونے والا انسان اس مشن کے چلانے کے لئے مامور ہوتا ہے۔ جو انبیاء کا مشن ہوتا ہے۔ اسلئے خلفاء کا کام بھی وہی کام ہوتا ہے۔ جو ان کے متبوع کا کام ہوتا ہے

اسلئے

میں بوضوح تام کہہ سکتا ہوں کہ حضرت امیر المومنین کا وہی مشن ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشن ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن ہے۔ اس مشن کے کاموں میں سے ایک بڑا کام

نشر علم

کا کام ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے انسان تھے جن کی ظاہری اور باطنی علوم کی تکمیل الٰہی ہاتھ سے ہوئی۔ حتی کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے سامنے اپنے عجز کا اظہار کرتے تھے۔ مگر باوجود اس کے آپ

رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا

کی دعا مانگا کرتے تھے۔ اور آپ نے طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة کہہ کر ہر مسلمان کو تعلیم حاصل کرنے کا لابدی حکم دیا۔ پس اسلام کے ساتھ ساتھ نشر علوم کا کام ہونا نہایت ضروری تھا اور جب مسلمانوں پر ادبار کی گھٹا چھائی۔ تو وہ علوم سے بے بہرہ ہو گئے۔ اور پھر جب خدا نے محمدی بعثت ثانیہ کا زمانہ بھیجنا تو ضروری تھا کہ نشر دین کے ساتھ نشر علوم کا کام مکمل طور پر ہوتا ہے۔

چونکہ انبیاء تو ایک بیج بونے والے کی طرح دنیا میں آتے ہیں۔ اور تعمیری کام ان کے بعد ان کے خلفاء کے زمانہ میں ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد **اشاعت دین کے ساتھ نشر علوم** کا کام آپ کے خلفاء کے زمانے میں ہوتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا

اس میں شک نہیں کہ ہر کام کی ابتداء اور بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں رکھی گئی۔ مگر ان کاموں کو فروغ اور ان کی تکمیل آپ کے خلفا کے ذریعے ہوئی۔ چنانچہ حضرت خلیفة المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے مبارک ہاتھوں جو کام ہوئے میں ان تمام کاموں کی تفصیل میں تو جا نہیں سکتا۔ ہاں ایک ایک حصہ کا ذکر کروں گا۔ اور وہ ہے:۔

سلسلہ کی تعلیمی ترقی

حضرت امیر المومنین کی نسبت خدا تعالیٰ کا ایک الہام یہ بھی تھا کہ

"وہ ظاہری و باطنی علوم سے پُر کیا جائیگا"

اس لئے ضروری تھا کہ علوم کی نشر و اشاعت بھی آپ کے ہاتھوں ہوتی۔ سلسلہ میں علوم کی اشاعت کیلئے آپ کے زمانے میں مختلف طریق رائج کئے گئے جو حسب ذیل ہیں:۔

اول:۔ مدارس کے ذریعے

دوم:۔ نشر صحف اور کتب کے ذریعے۔

سوم:۔ درس و تدریس کے ذریعے

چہارم:۔ خطب اور تقریروں کے ذریعے۔

پنجم:۔ لائبریریوں اور مساجد کے ذریعے۔

سب سے پہلا طریق مدارس کا ہے

کسی قوم کی علمی ترقی کے لئے نہایت ضروری ہے کہ نئی نسل میں تعلیم کو پھیلایا جائے۔ اور اسی غرض کے لئے مدارس کا طریق فی زمانہ مقبول و مفید ہے۔ اس غرض کے لئے سلسلہ احمدیہ میں سب سے پہلا ادارہ **مدرسہ تعلیم الاسلام** قائم ہوا۔ مدرسہ تعلیم الاسلام کی مکمل تاریخ لکھنی اس وقت مطلوب نہیں۔ مگر مجھے اس وقت یہ بتلانا ہے کہ مدرسہ تعلیم الاسلام پر دو وقت نہایت خطرناک آیا۔ ایک وقت جبکہ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں ہی اس بڑے بڑے اراکین مدرسہ تعلیم الاسلام کو بالکل توڑنے پر تلے بیٹھے تھے اور اس وقت کوئی بھی اس مدرسہ کا شفیع نہ تھا جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اپنے ہاتھ سے رکھی تھی۔ اور اگر کسی کے دل میں درد تھا تو اسے جرأت نہ تھی کہ کوئی کلمہ کہتا اسوقت حضرت امیر المومنین خلیفة المسیح ثانی نے جو ابھی خود بھی اپنی عمر کی ابتدائی منزل میں تھے۔ اس معاملہ کو پوری طاقت و قوت سے اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور اس مدرسہ کی ڈوبتی کشتی کو بچا لیا۔ یہ آپ کا پہلا علمی احسان تھا۔ مدرسہ تعلیم الاسلام سے اس کے بعد جسقدر لوگوں نے فیض حاصل کیا اور مدرسہ تعلیم الاسلام نے جس قدر ترقی کی۔ وہ صرف آپکے ایک احسان کا نتیجہ ہے۔

دوسرا دور

مدرسہ تعلیم الاسلام کا دوسرا دور پھر اسوقت آیا جبکہ حضرت خلیفة المسیح اول فوت ہو گئے اور خلافت ثانیہ کا چاند پوری شان سے ضوفگن ہونے کے لئے آسمان احمدیت پر چڑھ آیا مخالفین نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اور انھوں نے چاہا کہ قادیان کے کام اور نظام کو درہم برہم کر دیں۔ اسوقت انھوں نے بڑے غلغلے سے یہ بڑ ہانکی اور یہ بلند و بالا دعویٰ سے کہا کہ

مدرسہ تعلیم الاسلام کی بلڈنگ میں اُلّو بولا کرینگے

مگر تعلیم الاسلام کو آپ نے اپنی توجہ کا ایسا مرکز بنایا کہ وہ مدرسہ جس کے متعلق ان کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں کہ اسے مٹتے ہوئے دیکھیں وہ چمکا اور اور ایسا چمکا کہ اس کے نتائج اس کی حاضری وغیرہ ہر لحاظ سے بہتر ہو گئی۔

اس زمانہ کی انتہائی ترقی سے اسوقت سکول کی ترقی دوگنی ہے۔ اور طلباء کی تعداد کو اگر میں دوگنی سے بھی زیادہ کہوں تو درست ہوگا۔ کیونکہ خلافت اولیٰ کے زمانے میں قادیان کے ہندو، سکھوں اور غیر احمدیوں کے لڑکے بھی اس اسکول میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ مگر بعد میں ایک اور ہائی سکول قادیان میں بنا اور اس طرح ایک بڑی تعداد جو غیر مذاہب کے طلباء کی تھی وہ بھی سکول سے نکل گئی۔ مگر اس کے باوجود سکول کے طلباء کی تعداد دوگنی ہے۔ اس وقت اس مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر مولوی محمد الدین صاحب بی۔ اے سابق امریکن مشنری ہیں۔

مدرسہ احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی برہان الدین صاحب کی وفات پر سلسلہ میں علماء پیدا کرنے کی تحریک ہوئی اور اس غرض سے آپ نے مدرسہ احمدیہ کی بنیاد رکھی مگر پہلے یہ مدرسہ ہائی سکول سے ملحق تھا۔ اور ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے۔ جو بعد میں جماعت احمدیہ قادیان سے الگ ہو گئے اسے بالکل ایک کس مپرسی کے عالم میں رکھا ہوا تھا۔ اور یہی نہیں۔ بلکہ جیسے ایک دفعہ مدرسہ تعلیم الاسلام کے خاتمہ کرنے کے لئے کچھ لوگ تلے ہوئے تھے ویسے ہی اب وہی لوگ مدرسہ احمدیہ کا خاتمہ کرنے کا تہیہ کر بیٹھے۔ اسوقت بھی مدرسہ احمدیہ کی کشتی کا ناخدا یعنی حضرت امام ہی ثابت ہوئے۔

اور نہ صرف

ناخدا ہی ثابت ہوتے بلکہ خود مدرسہ کی پتوار اپنے ہاتھ میں لے کر اسے اس مقام پر لا کھڑا کیا جس پر ہندوستان کا کوئی عربی مدرسہ نہ تھا۔ اس مدرسہ سے اسوقت تک سینکڑوں نامور عالم نکل چکے ہیں۔ جو نہ صرف یہ کہ سلسلہ کے مبلغ ہیں بلکہ تجارت۔ زراعت۔ ملازمت وغیرہ کے کاموں میں بھی پھیل گئے ہیں۔

اور ان کو صرف پرانے طریق پر صرف فقہی تعلیم ہی نہیں دی جاتی۔ بلکہ ان کو تمام قسم کے علوم جدیدہ بھی سکھائے جاتے ہیں۔ اردو عربی کے ساتھ ساتھ انگریزی۔ سائنس۔ حساب۔ جغرافیہ تاریخ وغیرہ سے بھی خوب واقف ہوتے ہیں۔ اسوقت اس مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر حضرت میر محمد اسحاق صاحب ہیں جو اپنے تبحر علمی کی وجہ سے ایک لاثانی ہستی ہیں۔

حافظ کلاس

مدرسہ احمدیہ کے ساتھ حضرت خلیفة المسیح ثانی کے زمانہ میں ایک حافظ کلاس کھولی گئی۔ جس میں بچوں کو قرآن کریم علم تجوید کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے۔ اور ان کو قرآن کریم حفظ کرایا جاتا ہے۔ اور اس طرح آپ کے زمانہ میں کئی حافظ قرآن پیدا ہو گئے۔ جو اپنے سینوں میں یہ نور اٹھائے پھرتے ہیں۔

جامعہ احمدیہ

عربی تعلیم کا معیار بلند کرنے کے لئے آپ نے جامعہ احمدیہ کی بنیاد رکھی۔ اس جامعہ میں دو قسم کے طالب علم تیار ہوتے ہیں۔ اول وہ جو پنجاب یونیورسٹی کے معیار کے مطابق مولوی فاضل بنائے جاتے ہیں اور دوسرے وہ جو اس سے آگے چلتے ہیں۔ اور ان کو سلسلہ کا مبلغ بنایا جاتا ہے۔ ان کی تعلیم کو انتہائی طور پر بلند معیار پر لایا جاتا ہے۔ جامعہ احمدیہ کے پہلے پرنسپل حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب تھے اب ان کے ریٹائر ہونے پر حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب بی اے آکسن مولوی فاضل ہیں

جو حضرت امیر المومنین کے لخت جگر اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے ہیں۔

نصرت گرلز سکول

حضرت ام المومنین اطال اللہ بقائہا کے نام پر بچیوں کے لئے ایک سکول قادیان میں جاری ہے جس میں ۵۰۰ کے قریب طالبات تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ اس سکول کے بھی دو حصے ہیں۔ ایک حصہ مدرسہ تعلیم الاسلام کی طرح ان طالبات کے لئے ہے جو دنیوی امور میں ترقی حاصل کرنا چاہیں۔ اور ایک حصہ ان طالبات کے لئے ہے جو زیادہ تر دینی تعلیم حاصل کرنا چاہیں۔ نصرت گرلز سکول کی وجہ سے احمدی بچیوں میں سو فیصدی تعلیم پھیل چکی ہے اس سکول کے ہیڈ ماسٹر جناب ملک غلام فرید صاحب ایم اے سابق لندن مشنری و سابق ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز ہیں۔

نو مسلم بچوں کے لئے سکول

قادیان میں پس ماندہ اقوام کے لوگ اب اسلام قبول کر چکے ہیں۔ ان کے لئے آپ نے اپنے زمانہ میں ایک مدت سے ایک خاص انتظام کر رکھا ہے جس کی وجہ سے ان کے بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

مجاہدین تحریک جدید

پھر مجاہدین تحریک جدید کی تعلیم کا ایک خاص انتظام فرمایا گیا ہے۔

بوڑھوں اور بڑی عمر کے لوگوں کو تعلیم

جماعت کا تعلیمی معیار اور بھی بلند کرنے کے لئے آپ نے خدام الاحمدیہ کے سپرد جماعت کے غیر تعلیم یافتہ اور بوڑھوں کی تعلیم کا انتظام عہد فرمایا تاکہ وہ کسی شخص کو بھی ناخواندہ نہ رہنے دیں۔

بوڑھی اور ناخواندہ مستورات کی تعلیم

اسی طرح آپ نے جماعت کی بوڑھی اور ناخواندہ مستورات کی تعلیم کا انتظام لجنہ اماء اللہ کے سپرد فرمایا۔ جو اپنی جگہ مستورات کی تعلیم کا انتظام کر رہی ہیں۔

مرکز سے باہر کے مدارس

اس کے علاوہ حضور نے مختلف جماعتوں میں پرائمری اور مڈل تک کے مدرسے کھلوائے۔ بیرون میں زنانہ مدارس بھی ہیں اور مردانہ بھی۔ بیرون میں نائٹ سکول بھی ہیں اور بڑی عمر کے لوگوں کے لئے بھی۔ پھر ایسے مدارس ہندوستان کے اندر بھی ہیں اور باہر بھی۔ جیسے مشرقی افریقہ، مغربی افریقہ، جنوبی افریقہ کے علاوہ کبابیر اور ماریشس اور جاوا اور سماٹرا میں ایسے سکول کامیاب طور پر چل رہے ہیں

احمدیہ ہوسٹل

چونکہ اس وقت جماعت کے پاس اپنا کالج کوئی نہیں۔ اسلئے لاہور میں جو پنجاب کے کالجوں کا مرکز ہے ایک احمدیہ ہوسٹل اسلئے بنا دیا تاکہ وہاں ہمارے بچے احمدی فضا میں پرورش پاتے رہیں۔ اور وہاں ان کو دینیات وغیرہ کی تعلیم ملتی رہے۔

نظارت تعلیم و تربیت

اس سارے انتظام کو جو تعلیمی انتظام ہے کنٹرول کرنے کے لئے آپ نے نظارت تعلیم و تربیت قائم فرمائی تاکہ وہ ایک طرف اس تعلیمی نظام کو کنٹرول کرے اور دوسری طرف اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والوں کو مفید مشورے دے اور حتی الوسع ان لوگوں کی اعانت بھی فرماتے۔

دوسرا ادارہ نشر صحف کتب ہے

علوم کی اشاعت میں دوسری چیز جو بڑا کام کر رہی ہے وہ تحریر ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے زمانہ میں بہت بڑا کام ہوا ہے اور علوم کی بڑی اشاعت ہو رہی ہے۔ اخبارات سلسلہ الحکم۔ الفضل۔ فاروق۔ نور۔ مصباح۔ ریویو آف ریلیجنز۔ ریویو اردو۔ سن رائز۔ دور جدید۔ الاصلاح۔ المبشر۔ البشریٰ۔ سن رائز امریکہ۔ وغیرہ وغیرہ رسائل بڑا کام کر رہے ہیں اور واذا الصحف نشرت کی پیشگوئی پوری ہو رہی ہے۔ ان اخبارات کے علاوہ ہر سال بیسیوں کتب شائع ہوتی ہیں۔ اور اسطرح جماعت کے ہزار ہا افراد کی تعلیم کا انتظام ہو رہا ہے۔

تیسرا طریق درس و تدریس

اس کے سوا ایک اور طریق رائج ہے۔ وہ قرآن کریم کے درس اور احادیث اور کتب مسیح موعود کے درس کا طریق ہے۔ جو تمام جماعت میں رائج ہے۔ اور اس سے ہزار ہا بندگان خدا اور مستورات تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ ان درسوں کے سبب احمدیوں کا جاہل سے جاہل آدمی بھی دینی مسائل سے خوب واقف ہے

چوتھا طریق خطبات اور تقریریں

اس کے علاوہ جماعت احمدیہ کا علمی معیار بلند کرنے کے لئے حضرت امیر المومنین کے وہ خطبات جن میں ایک ایک خطبہ بیسیوں کتابوں سے زیادہ معلومات روحانی اور دنیوی علوم کے متعلق بھری ہوتی ہیں اور یہ خطبے نہ صرف اخبارات کے ذریعے اشاعت پاتے ہیں بلکہ ہر جگہ کی احمدیہ جماعتوں میں بطور خطبہ جمعہ پڑھے جاتے ہیں۔ اور ان سے بھی علوم کی اشاعت ہوتی ہے ان خطبوں کے علاوہ مبلغین جگہ جگہ دورے کر کے ہر ایک مضمون پر تقریریں کر کے مضامین لوگوں کے ذہن نشین کراتے ہیں اور اس طرح علم کو عام کرتے ہیں۔

پانچواں طریق لائبریریوں اور مساجد کا قیام

اس کے علاوہ جماعت میں نشر علوم کا ایک اور طریق بھی ہے جو آپ کے ہی زمانہ رائج ہوا۔ وہ لائبریریوں اور مساجد کا قیام ہے۔ بڑی بڑی جماعتوں میں لائبریریاں قائم ہیں۔ اور لوگ آسانی وہاں کتابیں لے کر پڑھتے ہیں۔ اور جہاں لائبریریاں قائم نہیں وہاں مساجد قائم ہیں۔ جن میں جب احمدی احباب جمع ہوتے ہیں تو وہ سلسلہ کے مسائل پر مذاکرہ کرتے ہیں۔ اور یہ مذاکرہ بھی نشر علوم کا باعث ہوتا ہے ان تمام طریقوں سے کام لیتے ہوئے آپ نے جماعت کے ہر طبقہ میں علم پھیلا دیا۔ اور جماعت کے علمی معیار کو بہت اونچا کر دیا۔ اور اسطرح جماعت کا سو فیصدی حصہ علم کی روشنی سے منور کر دیا۔ اس کے سوا آپ نے جو مدارس صناعت وغیرہ قائم فرمائے ان میں بچیوں کی تعلیم کا بھی خاطر خواہ انتظام فرمایا۔

الغرض وہ غرض جو آپکے وجود سے نشر علوم سے متعلق وابستہ تھی ع ۵ (دیکھئے حاشیہ پر)

گلدستۂ تہنیت

نتیجۂ فکر جناب مولوی محمد یعقوب صاحب طاہر مولوی فاضل

الٰہی فضلِ عمر کی ہو آل میں برکت
ہو اس کی شان میں برکت کمال میں برکت
عطا ہو جاہ میں برکت جلال میں برکت
مدام اس کے ہو فکر و خیال میں برکت؛
"ہو اس کے حسن میں برکت
جمال میں برکت"

۱

اٹھائے دستِ دعا منتظر تھے رحمت کے — خدا نے کھول دیئے آج در اجابت کے
اسی نے دن یہ دکھائے ہیں فتح و نصرت کے — کرم کے۔ فضل کے۔ احسان کے عنایت کے
کہاں عدو کو میسر یہ دن سعادت کے — طرب کے، عیش کے، ایمان کی حلاوت کے
ہوئے ہیں فضل سے ساماں ہماری رفعت کے — گرا ہے حاسدِ بدخو گڑھے میں ذلت کے
یہ دن ہیں خیر کے برکت کے عز و عظمت کے — خوشی کے۔ کیف کے۔ فرحت کے اور راحت کے
عروج پر ہے خلافت کا دور با برکت — زمانہ بھر میں ہیں چرچے اسی کی شوکت کے
ملک یہ حوریں بھی رقصاں ہیں فرطِ بہجت سے — زباں پہ نغمے ہیں اس جشن پر مسرت کے
مناؤ عید کہ راضی ہو تم سے ربِّ ودود — تمہارے پاس ہیں انبار اسی کی دولت کے
کھڑے تھے دیر سے اب آؤ جھولیاں بھر لو — برس رہے ہیں گہر آسمان سے رحمت کے
رہے نہ کوئی بھی محروم تاکہ دعوت سے — بچھائے آج فرشتوں نے خوانِ نعمت کے

۲

خوشا نصیب کہ آئی چمن میں فصلِ بہار — خوشی سے مست ہو قمری تو گا رہی ہے ہزار
بڑھا ہے فضلِ خدا سے ہمارا رعب و وقار — ہوا ہے رحمتِ حق سے بلند اپنا منار
ہزار کوئی ہو تکذیب پر کمر بستہ — ہزار دل میں رکھے کوئی اپنے بغض و نقار
قسم خدا کی ہے محمود "مصلح موعود" — یہی ہے "فخر رسل" پاسبانِ راہِ خیار
یہی "مسیح نفس" ہے۔ یہی ہے مظہر حق — یہی خلیفہ ہے۔ دنیا کا ہے یہی سردار
اسی کے دم سے گلستانِ احمدیت میں — کھلے ہیں پھول تو پیدا ہوئے ہیں شیریں ثمار
سخت احمق و ناداں ہیں جو ہوئے منکر — انھیں ہے دیں سے عداوت تو کفر سے ہے پیار
الٰہی فضل سے ان کو بھی تو ہدایت دے — تری گرفت میں آئیں نہ تاکہ روزِ شمار

۳

مسیح پاک کے اے نامدار لختِ جگر — نظیر مہدیٔ دوراں ہمارے نورِ نظر
نہیں ہے کوئی بھی ثانی ترا زمانے میں — بنایا تجھ کو خدا نے ہے آج دیں کا قمر
تری خبر ہے صحائف میں آچکی پیارے — خدا نے عرش سے تجھ کو کہا ہے "فضلِ عمر"
ثریا سے تو ہی ثریا سے لایا ایماں کو — مٹایا ظلمتِ کفر و ضلال کو یکسر
ترقیات ہیں وابستہ تجھ سے دوراں میں — خدا نے تجھ کو کہا ہے کلیدِ فتح و ظفر
ہزار ڈھونڈھے کوئی لاکھ کوئی سر پٹکے — ملے گا اس کو نہ تیرا زمانہ میں ہمسر
علومِ ظاہری میں بھی ہے سب سے تو فائق — علومِ باطنی میں بھی ہے سب سے تو برتر
نہ تیرے عزم سا دنیا میں ہے کسی کا عزم — نہ کوئی تجھ سا زمانہ میں آج ہے راہبر
تری دعاؤں کا شہرہ ہے آج عالم میں — ترے کمال کا چرچا ہے ہو رہا گھر گھر
ترے زمانہ میں ظاہر ہوئے ہیں ایسے نشاں — کہ گویا خود اتر آیا زمیں پہ داور
ہزار شکر ملا ہم کو آستانہ ترا — ہزار شکر ملا تجھ سا قیمتی گوہر

۴

مبارک اے شہ خوباں یہ جوبلی کا سماں — مبارک اے تن عالم کی روح و جانِ جہاں
مبارک آپ کو آقا یہ رعب و عظمت و شاں — مبارک آپ کو یہ عہدۂ امامِ زماں
رہے عروج ترقی کناں قیامت تک
رہے ستارہ ترا ضوفشاں قیامت تک

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا انتخاب
صرف حضور کے تقویٰ کی بناء پر تھا

جناب میاں عطاء اللہ صاحب بی۔ اے ایل ایل بی دکورٹ آکشنر امرت سر

حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال پر جماعت احمدیہ نے جن حالات کے ماتحت خلافت کا انتخاب کیا ان میں سے مندرجہ ذیل امور خصوصیت سے توجہ کے لائق ہیں۔

اوّل یہ کہ حضور کی وفات کا واقعہ جماعت کے لئے سخت ناگہانی تھا۔ احباب اس سانحہ جانگداز کے لئے تیار نہ تھے۔ ایسے حالات میں اپنے محبوب آقا کی محبوب اولاد کے لئے جو جذبات محبت و وفاداری ہر فرد کے دل میں موجزن ہونگے ان کا اندازہ کرنا قریباً محال ہے۔ ان جذبات کا کچھ پتہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے لگ سکتا ہے۔ جو آپ نے فرمایا کہ اگر سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ (جن کی عمر اس وقت صرف چھ سال تھی) کو منتخب کر لیا جائے۔ تو آپ ان کی اطاعت بھی اسی طرح کریں گے جس طرح اپنے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فرماتے رہے۔

دوم یہ کہ انسانی فطرت کا یہ بھی تقاضا ہے۔ کہ کوئی شخص ایک سے زیادہ جگہ اپنا سر جھکانا نہیں چاہتا۔ اگر ایک خاندان سے تعلقات نیازمندی قائم ہو چکے ہوں۔ تو طبعی خواہش یہی ہوتی ہے۔ کہ وہ تعلقات اگلی نسل میں بھی چلتے جائیں۔ روحانی تعلق تو بہت اہم چیز ہے۔ لوگ اس بات کا لحاظ دنیاوی رشتوں میں بھی رکھتے ہیں۔ پرانے صوفیا کے مرید تو یہاں تک کہا کرتے تھے۔ کہ ایک نکاح کے بعد دوسرا نکاح جائز نہیں ہے۔

سوم یہ کہ جماعت کو یہ مایوسی بھی نہ تھی۔ کہ نعوذ باللہ من ذالک حضور کی اولاد میں سے کوئی جانشینی کے لائق نہ تھا۔ بلکہ جماعت کے سامنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیسیوں بشارتوں کے مصداق حضور کے فرزند دلبند سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد موجود تھے۔ جن کی عمر اسوقت ساڑھے انیس سال تھی۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۱۲۔ جنوری ۱۸۸۹ء ہے۔ گویا قانونی لحاظ سے آپ بلوغت پر بھی ڈیڑھ سال سے اوپر گزار چکے تھے۔ آپ اس عمر میں دینی و دنیاوی ذمہ داریوں کا بار اپنے کندھوں پر اٹھانے کے ہر طرح اہل تھے۔

دنیاوی لحاظ سے آپ کی پختگی عقل کو جماعت نے اس طرح بالاتفاق تسلیم کیا ہوا تھا۔ کہ آپ لاکھوں کی صاحب جائداد اور قریباً ڈیڑھ لاکھ سالانہ آمدنی والی صدر انجمن کے صدر تھے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ بار آپ کی قابلیت کے مقابلے میں کچھ بھی نہ تھا۔ اکبر ہندوستان کی عنان حکومت سنبھالتے وقت اس سے کم عمر کا تھا۔ لیکن اکبر بے علم تھا۔ اس کے بالمقابل یہاں ایک ایسا وجود تھا۔ جس کے متعلق خود خدائے علیم و خبیر کا وعدہ تھا۔ کہ وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور سخت ذہین اور فہیم ہو گا

آپ کے دینی ذوق و شوق اور ولولہ خدمت دین کا اعتراف سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے دشمن مولوی محمد علی صاحب نے ۱۹۰۶ء میں جب حضور کی عمر صرف سترہ سال تھی۔ حضور کے رسالہ تشحیذ الاذہان پر تنقید کرتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ میں کہا:۔

"اس رسالہ کے ایڈیٹر مرزا بشیر الدین محمود احمد حضرت اقدس کے صاحبزادہ ہیں۔ پہلے نمبر میں چودہ صفحوں کا ایک انٹروڈکشن ان کی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ جماعت تو اس مضمون کو پڑھے گی۔ مگر میں اس مضمون کو مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بیّن دلیل کے پیش کرتا ہوں۔ جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے۔ اس وقت صاحبزادہ کی عمر اٹھارہ انیس سال ہے۔ اور تمام دنیا جانتی ہے۔ کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور امنگیں کیا ہوتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں۔ تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور آزادی کا خیال ان کے دلوں میں ہو گا۔ مگر دین کی یہ ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا یہ جوش جو اوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ایک خارق عادت بات ہے۔

اب وہ سیاہ دل لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو مفتری کہتے ہیں۔ اس بات کا جواب دیں۔ کہ اگر یہ افترا ہے تو یہ سچا جوش اس بچہ کے دل میں کہاں سے آیا۔ جھوٹ تو ایک گند ہے۔ پس اس کا اثر تو چاہیے تھا۔ گندہ ہوتا۔ نہ کہ ایسا پاک اور نورانی جس کی نظیر نہیں ملتی . . . .

اے بدقسمت لوگو غور کرو۔ کہ کیا مفتری کی اولاد جو اس کے افترا کے زمانہ میں پیدا ہو۔ اور افترا کے زمانہ میں پرورش پائے ایسی ہوا کرتی ہے۔ غور کرو کہ جس کی تعلیم و تربیت کا یہ پھل ہے وہ کاذب ہو سکتا ہے۔ اور اگر وہ کاذب ہے۔ تو صادق کا نشان کیا ہے"

امور متذکرہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ جماعت احمدیہ کے سامنے نہایت زبردست جذباتی محرکات اس امر کے تھے۔ کہ وہ وراثت کے خیال کو اہمیت دیں۔ اور اگر جماعت جذبات کی رو میں بہ جانے والی ہوتی۔ تو یقیناً حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد جن کے وجود باجود میں اسی وقت جماعت کو اپنے یوسف کی خوشبو آتی تھی بطور خلیفہ منتخب ہوتے۔

لیکن جماعت احمدیہ کے اعلیٰ تقویٰ کا یہ ایک نہایت عظیم الشان کارنامہ ہے۔ کہ جماعت نے سیدنا حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تربیت کے نتیجے میں وراثت کے خیال کو یکسر مسترد کر دیا۔ اور اسے قطعاً کوئی اہمیت نہ دی۔ اور بالاتفاق اپنی گردنیں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کے اعلیٰ تقویٰ بےمثال محبت قرآن۔ پختہ عمر۔ وسیع تجربہ اور اسلام پر سراپا فدائیت کے سامنے جھکا دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا تھا۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نوردیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

غرض جماعت احمدیہ کا یہ اجماع اس امر پر ناقابل تردید اور روشن ترین دلیل ہے۔ کہ خلیفہ کے انتخاب میں جماعت احمدیہ نے وراثت کے خیال کو جس کے بروئے کار آنے کے لئے اس بہتر وقت کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ قطعی طور پر رد کر دیا۔

اس انتخاب کے بعد جماعت نے چھ سال حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی تربیت میں گذارے۔ اور جماعت احمدیہ کے کسی شدید ترین معاند حتیٰ کہ خود مولوی محمد علی صاحب کو بھی یہ جرأت نہیں ہو سکتی۔ کہ وہ یہ ادعا کریں۔ کہ جماعت کو اپنی سابقہ روش سے سرِ مو بھی پس و پیش ہونے کی تلقین کی۔ بلکہ انہیں تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ حضور علیہ السلام ہمیشہ جماعت کو یہی تاکید فرماتے رہے۔ کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ خدا کے ہاں لحاظ میں اس کا تعلق تقویٰ والوں ہی سے ہوتا ہے۔ ان اللہ یحب المتقین۔ اور اس کی قطعی اور دستاویزی شہادت وہ وصیت ہے۔ جو حضور نے اپنی وفات سے چند دن پہلے فرمائی۔ جس میں جماعت کو وصیت کی۔ کہ:۔

"میرا جانشین متقی ہو۔ ہر دلعزیز۔ عالم باعمل۔ حضرت صاحب کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک چشم پوشی اور درگذر کو کام میں لاوے"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے صرف چھ سال بعد انتخاب خلیفہ ثانی کا معاملہ پیش آیا۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے سچے فرستادہ تھے۔ اور جماعت احمدیہ نے آپ کی تربیت سے کچھ حاصل کیا تھا تو کوئی مومن ایک سیکنڈ کے لئے بھی یہ خیال نہیں کر سکتا۔ کہ جماعت کی اکثریت صرف چھ سال کے عرصہ میں ہی خدا تعالیٰ کی محبت اور خشیت سے بے بہرہ ہو گئی تھی۔ اور خدا کی نصرت اور تائید نے جماعت کا ساتھ چھوڑ دیا تا وہ (خاکم بدہن) ایک غیر مستحق اور نااہل کے ہاتھ پر جمع ہو کر ہدایت کی تمام راہیں اپنے پر بند کر لیں۔ یہ تو مولوی محمد علی صاحب کا دعویٰ بھی نہیں ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل نے کوئی غلط عقیدہ جماعت کو سکھایا۔ پھر [illegible] چھ سال کے عرصہ میں جماعت خدا کے فضل سے [illegible] کیوں محروم ہو گئی؟

جماعت کا سابقہ عمل جس میں خود منکرین خلافت ثانیہ کا عمل بھی شامل ہے۔ ان کے اس دعویٰ کو مانع ہے۔ کہ جماعت نے خلافت ثانیہ کے انتخاب کے وقت پہلے کی طرح تقویٰ اور علم باعمل کے سوا اور کسی بات کو بنائے انتخاب سمجھا۔

وراثت کا جذبہ جسے جماعت پہلی دفعہ ہی جبکہ وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ دلوں میں موجزن تھا رد کر چکی تھی۔ اب کس طرح قلوب پر اثر انداز ہو سکتا تھا۔

پس بار ثانی جماعت احمدیہ کی اکثریت نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی کے ہاتھ پر جمع ہو کر قطعی طور پر ثابت کر دیا۔ کہ خلیفۃ المسیح کا انتخاب صرف اسی لئے ہوا کہ آپ ساری جماعت میں سے تقویٰ کے بلند ترین مقام پر فائز تھے۔

مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھی جو مصری پارٹی کی پیٹھ ٹھونکنے میں پیش پیش ہیں۔ خدارا غور فرمائیں۔ کہ چار پانچ لاکھ مومنوں کا ایمان آخر کس گناہ کے بدلے میں صرف چھ سال کے عرصہ میں ضائع ہو گیا تھا۔ کہ وہ ایک خالی عقیدہ کے انسان کے ہاتھ پر جمع ہو گئے۔ اور مصری پارٹی کے خیال میں ایسے انسان کے ہاتھ پر جمع ہو گئے۔ جو

جو نعوذ باللہ من ذالک تقویٰ سے ہزاروں کوسوں دور ہے۔ وہ غور تو کریں۔ کہ وہ شخص جو اپنی قوتِ قدسی سے اپنی اولاد۔ اپنے خسر۔ داما دوں۔ صاحبزادیوں۔ پوتوں۔ نواسوں۔ نواسیوں میں سے کسی ایک کو بھی نہ بچا سکا۔ اور سب کے سب بقول مولوی محمد علی صاحب گمراہ ہوئے۔ آخر وہ کس کو ہدایت دینے کے لئے دنیا میں آئے تھے ؎

آنکس کہ خود گم است کس را رہبری کند

کیا یہ عقل باور کر سکتی ہے۔ اور کوئی دیانت دار انسان ایک لمحہ کے لئے بھی دیانت داری سے یہ مان سکتا ہے۔ کہ ایسا انسان خدا کی طرف سے تھا۔ اور وہ خدا کا منتخب کردہ مردِ مزکّی تھا۔ جو دنیا کو پاک کرنے اور انہیں نورِ ہدایت بخشنے کے لئے آیا تھا۔ کیا تاریخ عالم میں اس بات کی ایک مثال بھی ملتی ہے۔ کہ کسی مامور من اللہ کی ساری کی ساری اولاد اور تمام رشتہ دار بلا استثناء واحدے گمراہ ہو گئے ہوں۔ کیا پھر ہم یہ سمجھیں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ جو اپنوں کو تو بچا نہ سکتے تھے۔ وہ مولوی محمد علی صاحب کو ہی ہدایت دینے کے لئے مامور ہوئے تھے۔ مجھے تو ہمیشہ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں کے اس مضحکہ خیز ادّعا پر "ساری برات قصور دار اور اکیلا...... بھلا مانس" والی مثال یاد آیا کرتی ہے ؏

سیدنا حضرت امیر المومنین کے معاندین خدارا پھر غور کریں۔ کہ وہ خدا کا برگزیدہ جس کی انتظار ساڑھے تیرہ سو سال سے ہو رہی تھی۔ وہ جری اللہ جو شیطان کے ساتھ آخری جنگ کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ وہ خدا کے محبوب جو سید الانبیاء صلعم کی اطاعت میں تیرہ سو سال کے جملہ مومنین سے سبقت لے گئے۔ وہ جو سارے اسلام میں قدوسیت و طہارت کا اپنے آقا کے بعد پاک ترین نمونہ تھے۔ کیا ان کی قدوسیت اور طہارت سے ساری جماعت نے یہی فیض حاصل کیا تھا؟ کہ چند سالوں میں اپنی ساری نیکی اور سارے تقویٰ کو برباد کر کے ایک ایسے انسان کے ہاتھ میں ہاتھ دے بیٹھی جو نعوذ باللہ من ذالک ضال اور مضل ہے۔ اگر مولوی محمد علی صاحب اور مصری پارٹی کے بیہودہ دعاوی اور الزامات کو تسلیم کر لیا جائے۔ تو کیا حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا کچھ بھی باقی رہ جاتا ہے۔ کاش مولوی محمد علی صاحب آج سے ۳۳ سال پہلے کی دی ہوئی دلیل پر آج غور کر سکیں۔ کہ جھوٹ ایک گند ہے۔ پس اس کا اثر چاہیئے تھا کہ گندہ ہوتا۔ اب وہ حضرت خلیفۃ المسیح پر الزام تراش کر اور حضور کے عقائد کو عقائد باطلہ قرار دیکر گویا خود اپنے منہ سے یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ نعوذ باللہ من ذالک لوگ اس نتیجہ پر پہنچیں۔ کہ یہ گند ایک گند کا نتیجہ ہے۔ اور اس طرح خود دشمنوں کے ہاتھ میں خدا کے محبوب ترین بندہ کے خلاف ایک دلیل مہیا کرتے ہیں۔ کیا مولوی صاحب کو حضرت نبی کریم صلعم کی پیشگوئی یتزوج و یولد لہ کی پرواہ نہیں رہی۔ کیا انہیں کبھی بھی حضرت نعمت اللہ ولی کا مصرعہ ؎

"پسرش یادگار مے بینم"

یاد نہیں آتا۔ کیا ناخدا ترسی کی یہ حد نہیں کہ انہیں کبھی خیال نہیں آیا۔ کہ خدا تعالیٰ نے تو سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کو یہ فرمایا؎

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد

بشارت تونے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد
بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر تونے یہ مجھ کو بارہا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی!!

لیکن مولوی صاحب اس اولاد کو جس کے متعلق خدا نے اُن کے برباد نہ ہونے کی بارہا خبر دی۔ اُسے برباد شدہ سمجھتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے ارشاد کی نہایت بے باکی سے تکذیب کرتے ہوئے اپنے راستی پر ہونے کے دعویٰ کرتے ہیں۔ کیا خدا کے پیاروں کے پہلے منکرین نے انکار میں کبھی اس سے زیادہ جسارت دکھائی تھی ؟ مولوی صاحب! خدارا غور کریں۔ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو اپنی اولاد کے متعلق آخر کس بات کی بشارت دی تھی؟ کیا یہ بشارت ہوا کرتی ہے۔ کہ ساری اولاد عقائد کے لحاظ سے عقائد باطلہ پر قائم ہو جائیگی۔ ظاہر ہے۔ کہ ایسا خیال نہایت احمقانہ خیال ہے۔ کہ اولاد کے برباد نہ ہونے سے مراد یہ ہے۔ کہ وہ مال و دولت اور اولاد میں بڑھیں گے۔ غرض یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کا یہ دوسرا اجماع بھی پہلے کی طرح تقویٰ اور راستی پر ہوا۔ اور سیدنا حضرت امیر المومنین کا انتخاب صرف اس بناء پر ہوا۔ کہ وہ اپنے زمانہ کے امام المتقین ہے۔ میں نے صرف تقویٰ کی اس بناء پر کہا ہے۔ کہ لحباب کے لئے یہ امر بھی قابل توجہ ہے۔ ظاہری کسبی علوم کے لحاظ سے سیدنا حضرت امیر المومنین کو کوئی خاص درجہ حاصل نہ تھا۔ اُس وقت بھی جماعت میں کسبی علوم کے بڑے بڑے ماہر اور ڈگریاں یافتہ موجود تھے۔ ہاں اتقوا اللہ و یعلمکم اللہ ط کے ماتحت دیئے ہوئے لُدنی علم کا نُور اس وقت بھی حضور کے وجودِ باجود سے ضیا پاشی کرتا تھا۔ اور چند سالوں ہی میں جماعت کے شدید ترین معاندوں نے بھی حضور کے سخت ذہین و فہیم ہونے اور علوم سے پُر ہونے کی گواہی دے دی۔ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب آف مالیر کوٹلہ کی یہ روایت کس قدر پیاری ہے کہ آپ نے خلافت کے انتخاب کے تھوڑا عرصہ بعد فرمایا۔ کہ ہم نے تو میاں کی بیعت یہ سمجھکر کی تھی۔ کہ آپ سب سے زیادہ متقی ہیں۔ یہ معلوم نہ تھا۔ کہ آپ سب سے بڑے عالم بھی ہیں۔

پس یہ قطعی اور یقینی اور ناقابل تردید طور پر ثابت ہوا۔ کہ جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے جس امر پر خود قائم کیا وہی درست تھا۔ اور اب خدا کے اُس برگزیدہ کے وجود میں عیب تلاش کرنا اور اس پر زبانِ طعن دراز کرنا یہی ظاہر کرتا ہے۔ کہ ایسا شخص خود اپنے فسق و فجور پر گواہی دیتا ہے۔ کما قال المسیح الموعودؑ ؎

طعنہ بر پاکاں نہ بر پاکان بود
خود کنی ثابت کہ ہستی فاجرے

حیرت ہے۔ کہ خدا کے اس محبوب انسان میں عیب تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جسے خدا نے یوسف کہا۔ ہر شادی شدہ انسان پر اس کی بیوی ایک نہایت بیدار چشم رقیب ہوتی ہے۔ خدا کا یہ محبوب اپنے چوبیں گھنٹے ایک ایسے مکان میں گذارتا ہے۔ جس کے ایک راستے پر چار نہایت شریف۔ بیدار مغز۔ بیدار چشم رقیب بیٹھے ہیں۔ اور دوسرے راستے پر پرائیویٹ سیکرٹری۔ اور اس کا آٹھ دس کلارکوں کا عملہ۔ ہر اوپر جانے والے شخص سے پرسش کے بعد اُسے اوپر جانے کی اجازت دیتاہے۔ اس خدا کے پیارے کے علم انتظامی اور روحانی مشاغل کا کوئی شخص اندازہ بھی نہیں کر سکتا۔ اور اس پر ناکام بفطرت طعنہ زن اپنی ناکامی کے حسد میں جلا ہوا ایسے الزامات لگانے کی کوشش کرتا ہے۔ جن کی درستی کی امکانی طور پر بھی کوئی گنجائش نہیں ؎

اے پیکرِ جمال تو ماہِ تمام ہے

(نتیجہ فکر جناب حافظ سلیم احمد صاحب اٹاوی)

اے محترم امام تو عالی مقام ہے — اللہ کا خلیفہ ہے برحق امام ہے
احسان اور حُسن میں احمد کا ہے مثیل — اے پیکرِ فیوض تو ماہ تمام ہے
اللہ کے مسیح کا تو جانشین ہے — فرزندِ ارجمند ہے ذی احترام ہے
تبلیغ کر رہا ہے شب و روز دین کی — پہنچا رہا خدا کا ہر اک جا پیام ہے
کرتا ہے نفخِ روح مسیحا نفس ہے تو — مُردے ہوں جس سے زندہ وہ تیرا کلام ہے
ملجا ہے تو ہر ایک امیر و غریب کا — ہر چھوٹے اور بڑے پہ تیرا فیض عام ہے
تجھ سا فصیح اور ذہین و ذکی کہاں — تجھ پر ہر ایک خوبی کا اب اختتام ہے
تجھ سا جہاں میں آج معلّم ہے اور کون — لاکھوں کی تربیت کرے یہ کس کا کام ہے
تو واقفِ رموز ہے اور ماہرِ علوم — تجھ پر عیاں ہر ایک حلال و حرام ہے
یہ تیری خوبیوں پہ ہے واللہ اک دلیل — حاسد جو ہو رہا ترا ہر بدلگام ہے
دنیا کے بادشاہ ترے در کے ہوں غلام — اللہ سے یہ میری دعا صبح و شام ہے
سایہ ترا ہمارے سروں پر رہے مدام — جب تک جہاں میں شمس و قمر کا قیام ہے
ایسی بہت سی جوبلی آئیں خدا کرے — موجود جب تلک کہ یہ شمسی نظام ہے
ہے توتیائے چشم تری خاک پا مجھے — کوچہ ترا مرے لئے دار السلام ہے
آیا ہے عرض لے کے تری بارگاہ میں — حافظ سلیم اٹاوی جو ادنیٰ غلام ہے

اس پر بھی ایک لطف کرم کی نگاہ ہو
اے وہ کہ جس کا میرزا محمودؑ نام ہے

مسیحی انوار کا حامل وجود

اللہ تعالیٰ نے اپنے بے انتہا فضل وکرم کے ماتحت حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کو جو فضائل عطا فرمائے ہیں۔ اُن میں سے ایک اہم ترین فضیلت یہ ہے۔ کہ آپ مسیحی انوار اپنے اندر رکھتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آپ کے ارفع و اعلیٰ مقام کے متعلق جو الہامات نازل فرمائے۔ اُن میں آپ کو "مسیحی نفس" قرار دیا گیا ہے۔ (تذکرہ ص ۱۱۱) خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تصریح کرتے ہُوئے فرمایا۔ کہ:۔

"خدا تعالیٰ نے ایک قطعی اور یقینی
پیشگوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے
کہ میری ہی ذریت سے ایک
شخص پیدا ہوگا۔ جس کو کئی باتوں
میں مسیح سے مشابہت ہوگی"
(ازالہ اوہام ص ۱۵۶)

پھر آپ نے اس بات پر اور زیادہ زور دیتے ہُوئے فرمایا:۔

"اس مسیح کو بھی یاد رکھو جو اس
عاجز کی ذریت میں سے ہے
جس کا نام ابن مریم بھی رکھا گیا
ہے" (ازالہ اوہام ص ۴۱۸)

غرض آپ مسیحی کمالات اور مسیحی انوار و برکات کے حامل ہیں۔ اور آپ کا وجودِ باجود اہلِ زمین کیلئے بے انتہا فیوض کا موجب ہے۔

حسن و احسان میں نظیر

پھر یہیں تک بس نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی جو مسیح اوّل سے بدرجہا بڑھکر ہیں۔ حسن و احسان میں نظیر قرار دیا ہے۔ چنانچہ

ا۔ ۴ دسمبر ۱۸۸۸ء کے مکتوب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے اس الہام کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ:۔

"ایک اولوالعزم پیدا ہوگا۔ یخلق
ما یشاء وہ حسن اور احسان میں
تیرا نظیر ہوگا"

ب۔ ۱۲۔ جنوری ۱۸۸۹ء کے اشتہار میں اس الہام الٰہی کا ذکر ان الفاظ میں کیا۔ کہ:۔

"وہ اولوالعزم ہوگا۔ اور حسن و
احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ
قادر ہے۔ جس طور سے چاہتا ہے
پیدا کرتا ہے"

ج۔ ازالہ اوہام میں یہ خبر ان الفاظ میں درج ہے کہ "ایک اولوالعزم پیدا ہوگا۔ وہ حسن
اور احسان میں تیرا نظیر ہوگا"
(ص ۶۳۵)

پس آپ کو نہ صرف مسیح اوّل سے مماثلت حاصل ہے بلکہ حسن اور احسان میں آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی نظیر ہیں۔ اور واقعات پر گہری نظر ڈالنے سے یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہے۔ کہ آپ حسن اور احسان دونو پہلوؤں کے لحاظ سے اس پیشگوئی کے صحیح مصداق اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نظیر ہیں۔

شکل و صورت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مشابہت

حسن ظاہری شکل وصورت کی دلکشی۔ اعضاء کے تناسب اور ان کی رعنائی و دلکشی کا نام ہے۔ پس ہمیں دیکھنا چاہیئے۔ کہ کیا آپ کو ظاہری حسن حاصل ہے۔ اور کیا یہ ظاہری حسن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حُسن کے مشابہ ہے؟

اس امر سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ خواہ وہ احمدیت کا کس قدر دشمن یا خلافتِ ثانیہ سے بغض و عناد رکھنے والا ہی کیوں نہ ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف روحانی حسن سے آپ کو نوازا۔ بلکہ ظاہری حسن وجمال سے بھی آپ کو حصۂ وافر عطا فرمایا ہے۔ اور کیوں ایسا نہ ہوتا جبکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو "یوسف" بھی قرار دیا تھا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ خصوصیت تمام عالم پر عیاں ہے۔ کہ آپ کی شکل وصورت دلکش تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن الہامات میں "یوسف" قرار دیا ہے۔ اور جن کے نتیجہ میں اُس نے آپ کو "حُسن" کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ وہ یہ ہیں:۔

ا۔ "انی لاجد ریح یوسف لولا
ان تفندون۔
(تذکرہ ص ۸۵ و ص ۶۰۵)

ب۔ "انظر الی یوسف واقبالہ (تذکرہ ص ۸۱۳)

ج۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جو کچھ تھے وہ مصلح موعود کے
ملنے سے ناامید ہوگئے۔ اور انہوں
نے کہا۔ تو اسی طرح اس یوسف
کی باتیں ہی کرتا رہیگا۔ یہاں تک
کہ قریب المرگ ہوجائے گا۔ یا مر
جائے گا" (تذکرہ ص ۱۶۶)

د۔ اشعار میں فرماتے ہیں ؎

"اب تو خوشبو آرہی ہے میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اس کا انتظار"

پس آپ کا حسین ہونا بھی آپ کی صداقت کی ایک دلیل ہے۔ کیونکہ الہامات الٰہیہ میں آپ کو یوسف قرار دیا گیا تھا۔ اور جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے۔ اس حسن کا آپ کے اندر پایا جانا ایسا بدیہی ہے۔ کہ اس کے متعلق سوائے اس کے کچھ اور کہنا تحصیل حاصل ہے۔ کہ

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

رہی یہ بات کہ آپ حُسن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشابہ ہیں۔ سو یہ بھی ایک حقیقت ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل امور سے ظاہر ہے۔

جسم اور قد

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بیان ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسم دبلا نہیں تھا۔ نہ آپ بہت موٹے تھے۔ البتہ آپ دوہرے جسم کے تھے۔ قد متوسط تھا۔ کندھے اور چھاتی کشادہ۔ تمام جسم کے اعضاء میں ایک تناسب پایا جاتا تھا۔ یہ نہیں۔ کہ پیٹ اندازہ سے زیادہ نکلا ہُوا ہو۔ یا ہاتھ بے حد لمبے ہوں۔ غرض کسی قسم کی بدصورتی آپ کے جسم میں نہیں پائی جاتی تھی۔ آپ کا جسم پلپلا اور نرم نہ تھا۔ بلکہ مضبوط اور جوانی کی سختی لئے ہُوئے تھا۔ ان تمام امور کو اگر ایک ایک کر کے دیکھا جائے۔ تو ان میں سے ہر ایک بات حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے جسم اطہر میں پائی جاتی ہے۔ حضور بھی نہ بہت موٹے ہیں نہ دبلے۔ آپ بھی دوہرے جسم کے ہیں۔ آپ کے بھی کندھے چوڑے اور چھاتی کشادہ ہے۔ آپ کے تمام اعضاء میں بھی ایک تناسب پایا جاتا ہے۔ اور کسی قسم کی بدصورتی نظر نہیں آتی۔ جسم بھی نرم نہیں۔ بلکہ مضبوط اور سخت ہے۔ پس اس پہلو کے لحاظ سے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مشابہت تامہ حاصل ہے۔

رنگ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا رنگ اگرچہ نہایت اعلیٰ درجہ کا گندمی تھا۔ مگر جو چیز آپ کے چہرۂ مبارک پر نمایاں طور پر ہر شخص کو نظر آتی تھی وہ یہ ہے۔ کہ کبھی کسی صدمہ رنج۔ دکھ اور مصیبت کے وقت آپ کا رنگ زرد ہوتے نہیں دیکھا گیا۔ بلکہ ہمیشہ آپ کا چہرۂ مبارک کندن کی طرح دمکتا رہتا تھا۔ یہ مشابہت بھی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کو کامل طور پر حاصل ہے۔ کیونکہ بارہا حضور سخت بیمار ہُوئے۔ مگر جب بھی باہر نکلے ہم نے حضور کے چہرہ مبارک کو چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہُوا دیکھا۔ اسی طرح سخت سے سخت ابتلاء آئے۔ مگر کسی ابتلا اور مصیبت کے ایام میں آپ کے چہرہ کا رنگ ہم نے زرد نہیں دیکھا احرار کی شورش جن دنوں زوروں پر تھی۔ جماعت کا ہر شخص فکر و غم میں مبتلا تھا۔ اور جیسے بتلائے تھے۔ کہ کوئی بہت بڑا مقابلہ ہے۔ جو جماعت کو درپیش ہے۔ مگر خدا گواہ ہے۔ ان نازک ایام میں بھی ہم نے آپ کے چہرہ پر ہمیشہ انوار کو درخشندہ پایا۔ بشاشت نہایت اور طمانیت آپ کے چہرہ سے پھوٹ پھوٹ کر ظاہر ہوتی اور تبسم آپ کے ہونٹوں پر کھیلتا رہتا۔

ریش مبارک

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ریش مبارک اچھی گھنی تھی۔ اور وہ آپ کے چہرہ کے تینوں طرف تھی۔ یہ نہیں۔ کہ صرف ٹھوڑی پر ہو۔ یا بال اتنے زیادہ ہوں۔ کہ آنکھوں تک پہنچ جائیں۔ یہی حال حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی ریش مبارک کا ہے۔ حضور کی ڈاڑھی بھی چہرہ کے تینوں طرف ہے۔ اور نہایت خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔

آنکھیں

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں۔ مگر پپوٹے اس وضع کے تھے۔ کہ ہمیشہ قدرتی غضِ بصر کے رنگ میں رہتی تھیں۔ اسی لئے جب آپ گھر میں بھی بیٹھتے۔ تو اکثر آپ کو یہ معلوم نہ ہوتا۔ کہ اس مکان میں اور کون کون بیٹھا ہے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی آنکھیں بھی بالکل اسی وضع کی ہیں۔ اور آپ کے پپوٹے بھی ایسے ہیں۔ کہ آنکھیں جھکی رہتی ہیں۔ چنانچہ

ایک دفعہ اخبار "الفضل" میں شائع ہُوا تھا۔ کہ ایک احمدی دوست کی لڑکی حضرت امیر المومنین کے درس میں شامل ہُوئی۔ اور جب وہ گھر گئی۔ تو اپنے اَبا سے کہنے لگی۔ کہ کیا حضرت صاحب کو نظر نہیں آتا۔ انہوں نے پوچھا۔ کہ کیا بات ہے۔ تو اس نے بتایا۔ کہ وہ تو دیکھتے ہی نہیں۔ اسی قسم کے بعض واقعات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بھی مشہور ہیں۔

پیشانی اور سر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشانی بہت کشادہ تھی۔ اسی طرح آپ کا سر بھی بہت بڑا تھا۔ اور یہ دونوں باتیں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں۔ آپ کی پیشانی بھی کشادہ ہے۔ جس سے نہایت درجہ کی فراست اور ذہانت ٹپکتی ہے۔ اسی طرح آپ کا سر بھی بڑا ہے۔ اور علم قیافہ کی رُو سے ایسی پیشانی اور سر کا ہونا انسان کی اعلیٰ درجہ کی صفات اور اس کے بلند اخلاق کا ثبوت ہوتا ہے۔

رخسار لب اور گردن

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے رخسار نہ پچکے ہُوئے تھے اور نہ اتنے موٹے تھے۔ کہ باہر نکلے ہُوئے ہوں۔ اسی طرح آپ کے لب گو پتلے نہ تھے۔ مگر اتنے موٹے بھی نہ تھے۔ کہ بُرے لگیں۔ دہانہ آپ کا متوسط تھا۔ اور جب آپ بات نہ کرتے ہوں تو منہ کھلا نہیں رہتا تھا۔ اسی طرح آپ کی گردن لمبائی اور موٹائی میں متوسط تھی۔ یہی خصوصیات حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ میں بھی پائی جاتی ہیں۔ حضور کے رخسار بھی ایسے نہیں کہ ہڈیاں ابھری ہُوئی ہوں۔ یا گال پچکے ہُوئے ہوں۔ یا اتنے موٹے ہوں۔ کہ باہر نکلے ہُوئے ہوں۔ آپ کے لب مبارک اور گردن کی بھی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام سے مشابہت ہے۔

صفائی

حسن کے ساتھ صفائی اور زیب و زینت کا بھی تعلق ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لوازمات امور میں توغل نہیں تھا۔ مگر آپ غسلِ جمعہ۔ حجامت مسواک۔ روغن۔ خوشبو۔ کنگھی اور آئینہ وغیرہ کا استعمال مسنون طریق پر فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ امر ظاہر و باہر ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی نفاستِ طبع بھی ان تمام امور مسنونہ کو ملحوظ رکھتی ہے۔

غرض حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحیح معنوں میں نظیر ہیں۔ آپ کے چہرہ پر نورانیت کے ساتھ رعونت اور استکبار نہیں۔ بلکہ فروتنی اور محبت کے نشانات پائے جاتے ہیں۔ اور آپ کے علاوہ اس وقت تمام جماعت میں کوئی شخص ایسا نہیں۔ جو آپ سے بڑھکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی صورت کے مشابہ ہو۔ حتیٰ کہ گفتار اور رفتار میں بھی آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام سے مماثلت حاصل ہے آپ اس قدر تیز چلتے ہیں۔ کہ مضبوط نوجوان جو آپ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ ہانپنے لگ جاتے ہیں۔ اور یہی رنگ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کی رفتار کا تھا۔ پس آج جس نے **احمد** کو دیکھنا ہو۔ وہ **محمود** کو دیکھ لے۔ کیونکہ آپ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حسن میں نظیر ہیں ؎

احسان کی وسعت

احسان کا لفظ حُسن سے بہت زیادہ وسعت اپنے اندر رکھتا ہے۔ کیونکہ حُسن صرف ظاہری خوبیوں کو کہا جاتا ہے۔ مگر احسان باطنی خوبیوں کا نام ہے اور یہ امر ہر شخص جانتا ہے۔ کہ باطنی خوبیاں ظاہری خوبیوں سے بہت زیادہ وسعت رکھتی ہیں۔ پس الہام الٰہی میں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا "احسان میں نظیر" قرار دینے کا مفہوم یہ تھا۔ کہ آپ اپنی باطنی خوبیوں اور کمالات میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشابہ ہوں گے۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا اپنے دوستوں سے سلوک تھا۔ ویسا ہی سلوک آپ کا اپنے دوستوں سے ہوگا۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السّلام دشمنوں سے عفو و درگذر فرماتے رہے۔ اسی طرح آپ اپنے دشمنوں کو معاف کرتے رہیں گے۔ اور جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نہ صرف دشمنوں کے قصوروں سے چشم پوشی فرماتے بلکہ اُن پر مزید احسانات فرماتے۔ اسی طرح آپ بھی اپنے دشمنوں سے احسان کا سلوک فرمائیں گے۔ اور پھر جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے تکالیف پر ہمیشہ صبر سے کام لیا۔ اسی طرح آپ صبر سے کام لینگے۔ غرض وہ تمام اخلاق جو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام سے ظاہر ہُوئے۔ وہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ سے ظاہر ہوں گے۔ اس لحاظ سے اگر غور کرکے دیکھا جائے۔ تو ہمیں اس پہلو میں بھی آپ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے نظیر نظر آتے ہیں۔ اور حُسن اخلاق میں آپ کا وہی رنگ ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔ مگر چونکہ ایک ایک خلق کی اگر مثالیں پیش کی جائیں تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔ اسلئے مختصراً ایک دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

قادیان کے احرار پر احسان

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی سیرتِ طیبہ میں ایسے کئی واقعات پائے جاتے ہیں۔ کہ آپ نے اپنے جانی دشمنوں پر احسانات کئے۔ اور جب کبھی وہ کسی خطرناک مصیبت میں مبتلا ہُوئے۔ آپ نے ان کی اعانت فرمائی۔ اسی قسم کے حسن سلوک کے واقعات سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی حیات طیبہ لبریز ہے۔ احرار نے گذشتہ سالوں میں سلسلہ احمدیہ کو مٹانے اور اس کی عظمت اور وقار کو زائل کرنے کے لئے جو جو کوششیں کیں۔ وہ کسی شخص سے پوشیدہ نہیں۔ قادیان کے احرار نے بھی زور لگایا۔ کہ وہ قادیان کو جو احمدیت کا مرکز ہے۔ لوگوں کی نگاہ میں گرادیں۔ حتیٰ کہ انہوں نے جماعت احمدیہ کی محبوب ترین ہستی حضرت مرزا شریف احمد صاحب پر ایک کمینہ شخص کے ذریعہ لاٹھی سے حملہ کرا دیا۔ اور جھوٹے مقدمات دائر کرکے احمدیت کو نقصان پہنچانے کی تدابیر سے کام لیا۔ مگر باوجود مقامی احرار کی ان ناپاک تدابیر گندے عزائم اور شرمناک منصوبوں کے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے نہایت وسعت حوصلہ سے کام لیتے ہُوئے اور احسان اور حسن سلوک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظیر بنتے ہُوئے قادیان کے احرار کے سامنے یہ تجویز پیش کی۔ کہ:۔

> "احرار دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے اٹھارہ گھماؤں زمین قادیان میں خریدی ہُوئی ہے۔ اگر یہ درست ہے۔ تو احرار اس میں سے ایک گھماؤں زمین قبرستان کے لئے ان کو دے دیں۔ اور اس زمین کی قیمت مجھ سے وصول کرلیں۔ اور اگر وہ انہیں زمین دینے کے لئے تیار نہ ہوں۔ تو وہ مجھے لکھ دیں۔ کہ احرار ہمیں قیمتاً بھی زمین نہیں دیتے۔ پھر میں ان کو خود بخود زمین دیدونگا"

اور حضور نے یہ بھی فرمایا۔ کہ:۔

> "اس کا بوجھ جماعت احمدیہ پر نہیں۔ بلکہ میری ذات پر ہوگا"

(دیکھو الفضل جلد ۲۴ نمبر ۱ مورخہ یکم جولائی ۱۹۳۶ء)

اسی طرح حضور نے یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کے خطبہ جمعہ میں جو ۹ ستمبر ۱۹۳۹ء کے الفضل میں شائع ہُوا فرمایا کہ:۔

> "میں اس بات کے لئے تیار ہوں۔ کہ مقامی احرار کو نماز عید اور استسقاء کے لئے چار کنال زمین دے دوں۔ مگر شرط یہ ہوگی۔ کہ وہ اسے ہمارے خلاف استعمال نہ کرسکیں گے"

حضور نے یہ بھی فرمایا۔ کہ:۔

> "اگر وہ اس تجویز کو مان لیں تو میں وہاں رہٹ والا کنواں بھی لگوا دونگا بلکہ پھلدار درخت بھی لگا دینے کیلئے کچھ زائد زمین بھی دے دوں گا۔ تاکہ ضرورت کے وقت وہ لوگ سایہ سے فائدہ اٹھا سکیں۔ اور پھلوں کی آمد سے محافظ کا خرچ بھی کسی قدر نکلتا رہے"

غور فرمایئے۔ یہ کتنا بڑا احسان ہے۔ کیا آج دنیا میں اپنے دشمنوں سے حسن سلوک کی اس سے زیادہ شاندار مثال کوئی نظر آسکتی ہے۔ یقیناً تاریخ کے اوراق میں اگر ایسی مثالیں تلاش کی جائیں۔ تو بہت شاذ نکلیں گی۔ اور انہی لوگوں کی زندگی میں ثابت ہوں گی۔ جو خدا تعالےٰ کے مقربین ہوتے ہیں۔ پس حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کا مقامی احرار کی شدید مخالفت کے باوجود اُن پر اس قدر احسانات کی پیشکش حضور کے احسان کے باب میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے نظیر ہونے کا ایک روشن ثبوت ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بھی ایسے واقعات نظر آتے ہیں۔ کہ حضور نے اپنے جانی دشمنوں کو نہ صرف معاف کیا۔ بلکہ ان پر مزید احسان فرمایا ؎

عفو و درگذر

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اخلاق کا ایک نمایاں وصف دشمنوں سے عفو و درگذر کرنا تھا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں ؎

وکم من عدّو بعد ما اکمل الاذیٰ
اتانی فلما اصحر وما کنت اصحر

کہ کتنے ہی دشمن ہیں جنہوں نے مجھے تکلیف پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ مگر جب وہ میرے پاس آئے۔ تو میں اُن سے بدخلقی یا ترش روئی سے پیش نہ آیا۔ بلکہ اُن سے محبت اور پیار کا سلوک کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی اس اخلاقی قوت کا نمونہ بھی آپ کے نظیر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی ذات والاصفات میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ حضور نے کئی لوگوں کو نظام سلسلہ کے خلاف بغاوت کرنے کی وجہ سے جماعت سے خارج کیا۔ مگر جب بھی انہوں نے توبہ کی۔ حضور نے انتہائی فراخدلی سے کام لیتے ہُوئے انہیں معاف فرما دیا۔ اور پھر اپنی جماعت میں ان کو شامل ہونے کا فخر بخش دیا۔ حالانکہ وہ حضور کو ایسی ایسی تکالیف پہنچا چکے ہوتے ہیں۔ کہ اگر کوئی دنیادار ہو۔ تو کئی پشتوں تک کینہ رکھتا چلا جائے۔ پھر اس عفو و درگذر کا دوسرا نمونہ یہ ہے۔ کہ آپ کو کئی لوگوں کی خلاف اسلام یا خلاف نظام سلسلہ حرکات کا علم ہوتا ہے۔ مگر حضور انہیں ڈھیل دیتے چلے جاتے ہیں۔ تاکہ اس عرصہ میں اُن کو ہدایت حاصل ہو جائے۔ اور وہ اپنے ناپاک عزائم سے باز آجائیں۔ چنانچہ حضور نے ایک دفعہ منافقین کا ذکر کرتے ہُوئے فرمایا:۔

> "میں ان میں سے بعض کے متعلق دس دس سال سے جانتا ہوں۔ بعض کے متعلق دو سال اور بعض کے متعلق ایک سال سے مجھے علم ہے۔ مگر وہ سمجھتے ہیں۔ کہ وہ اپنی چالاکی سے گذارہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ اُن کا گذارہ صرف مومنانہ عفو اور درگذر سے ہے۔ ورنہ خدا تعالےٰ کے فضل سے مجھے آج سے دس سال چار سال۔ دو سال۔ ایک سال اور اگر وہ حدیث العہد ہیں۔ تو چھ ماہ قبل بھی توفیق تھی۔ کہ اُن کو کان سے پکڑ کر باہر نکال دوں"

(الفضل جلد ۲۵ ع ۹۸)

غرض عفو و درگذر کے باب میں بھی آپ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے نظیر ہیں ؎

صبر

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے اخلاق عالیہ میں سے ایک نمایاں خُلق صبر ہے۔ آپ کو دشمنان سلسلہ نے انتہا درجہ کی تکالیف پہنچائیں۔ مگر آپ ہمیشہ خود بھی صبر سے کام لیتے رہے۔ اور آپ نے جماعت کو بھی یہی نصیحت فرمائی۔ کہ ؎

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

اسی طرح فرمایا:۔

> "اگر تم ان گالیوں اور بدزبانیوں پر صبر نہ کرو۔ تو پھر تم میں اور دوسرے لوگوں میں کیا فرق ہوگا۔ اور یہ کوئی ایسی بات نہیں۔ کہ تمہارے ساتھ ہُوئی۔ اور پہلے کسی سے نہیں ہُوئی۔ ہر ایک سچا سلسلہ جو دنیا میں قائم ہُوا۔ ضرور دنیا نے اس سے دشمنی کی ہے۔ سو چونکہ تم سچائی کے وارث ہو۔ ضرور ہے کہ تم سے بھی دشمنی کریں

سو خبردار رہو۔ نفسانیت تم پر غالب نہ آئے۔ ہر ایک سختی کو برداشت کرو ہر ایک گالی کا نرمی سے جواب دو۔ تا آسمان پر تمہارے لئے (جو لکھا جائے)

(نسیم دعوت صفحہ ۲۵)

ایک اور موقعہ پر آپ نے اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"دیکھو آج میں کھلے کھلے لفظوں سے آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ آپ لوگ ہر ایک مفسدہ اور فتنہ کے طریق سے مجتنب رہیں۔ اور صبر اور برداشت کی عادت کو اور بھی ترقی دیں۔ اور بدی کی تمام راہوں سے اپنے تئیں دُور رکھیں۔ اور ایسا نمونہ دکھلائیں۔ جس سے آپ لوگوں کی ہر ایک نیک خلق میں زیادت ثابت ہو"

(تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۱۶۷ و ۱۷۰)

بعینہٖ اسی رنگ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے بارہا اپنی جماعت کو صبر کی تلقین کی ہے۔ بلکہ ایک دفعہ حضور نے اپنے صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کے متعلق ذکر کیا تھا۔ کہ:۔

"وہ احمدیہ ہوسٹل لاہور میں ایک لڑائی میں شامل ہو گیا۔ اس وجہ سے کہ اُسے کسی نے تھپڑ مار دیا تھا"

آپ فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"مجھے اس امر کا سخت صدمہ ہُوا۔ اور میں نے اسے اس پر زجر کی۔ اور کہا کہ کسی سے مار کھا کر مار لینا تو ایک شریف ہندو اور ایک شریف عیسائی سے بھی متوقع ہے۔ تم جو مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد سے ہو۔ تم نے کیوں اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پر عمل نہ کیا۔ کہ ع

گالیاں سنکر دعا دو پا کے دکھ آرام دو"

(الفضل ۲۰ راگست ۱۹۳۷ء)

اسی طرح آپ نے جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اشتعال کے موقعہ پر ایمان کی آزمائش ہوتی ہے۔ پس اپنے ایمانوں کو درست رکھو۔ اور کبھی کوئی ایسی حرکت نہ کرو۔ جو اسلام اور شریعت کے خلاف ہو"

(الفضل ۲۴ جولائی ۱۹۳۷ء)

پھر عجیب بات یہ ہے۔ کہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ اعلان فرمایا تھا۔ کہ:۔

"جو شخص فتنہ وفساد سے مجتنب رہکر صبر اور برداشت کا اعلیٰ نمونہ نہیں دکھلاتا۔ ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں۔ اور اس کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں۔ جو اس پر عمل نہ کرے"

(تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۱۷۰)

اسی طرح حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے جو حسن و احسان میں حضرت مسیح موعود کے نظیر ہیں فتنہ مصری کے دوران میں فرمایا۔ کہ:۔

"اگر کسی احمدی کی نسبت ثابت ہُوا۔ کہ وہ فساد کرتا یا اس میں شامل ہوتا ہے۔ تو اُسے جماعت سے خارج کر دیا جائے گا"

(الفضل ۱۰ راگست ۱۹۳۷ء)

ایک سائل کا واقعہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا یہ ایک مشہور واقعہ ہے۔ کہ آپ کے پاس ایک دفعہ کوئی سائل آیا۔ اور آپ نے اسے کچھ دینے کا ارادہ بھی فرمایا۔ مگر پھر بھول گئے۔ اور وہ بھی ادھر اُدھر غائب ہو گیا گھر جا کر آپ کو یہ بات یاد آئی۔ تو آپ کو بہت تکلیف ہوئی۔ اور بار بار اس کی تلاش کے لئے لوگوں کو فرمایا۔ آخر خدا خدا کرکے وہ کہیں سے آگیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو کچھ دینا چاہتے تھے۔ وہ آپ نے اُسے دیدیا۔ تب کہیں آپ کو سکون اور اطمینان نصیب ہُوا۔

بعینہٖ اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کا بھی ہے۔ جو حسن و احسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نظیر ہیں۔ جب آپ یورپ تشریف لے جانے کے لئے بمبئی سے جہاز پر سوار ہوئے تو اُس وقت جب کہ آپ حجرہ میں تشریف لے جا رہے تھے۔

"ایک غلی برنگ سائل پیش ہُوا۔ اور کچھ مانگا۔ جہاز کے ایک آفیسر نے جو اس قسم کے لوگوں سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ اس کو گردن سے پکڑا اور دھکے مارتا ہُوا باہر لایا۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کو اس سلوک نے بے قرار کر دیا اور آپ اس کے پیچھے دوڑے۔ جہاز کے قانون کو مدنظر رکھکر اس افسر کو تو کچھ نہ کہہ سکتے تھے۔ آگے آگے وہ مارتا ہُوا لئے جا رہا تھا۔ اور پیچھے پیچھے آپ دوڑتے ہوئے جا رہے تھے۔ اور جب تک اسے جا کر کچھ دے نہ لیا۔ صبر نہیں آیا"

(الفضل ۹ راگست ۱۹۲۴ء)

اسی طرح اخلاق کے ہر شعبہ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مماثلت حاصل ہے۔ اور عقل و خرد سے کام لینے والے کو سینکڑوں نظائر مل سکتے ہیں۔ مگر طوالت کے پیش نظر ان مثالوں کی بجائے اب بعض اور نمایاں مشابہتیں پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعوےٰ سے پہلی زندگی

— اور —

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعویٰ سے پہلی زندگی کے متعلق مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے جو بعد میں سلسلہ احمدیہ کے شدید دشمن بن گئے۔ براہین احمدیہ پڑھکر یہ رائے لکھی تھی۔ کہ:۔

"براہین احمدیہ کا مؤلف اسلام کی مالی وجانی وقلمی و لسانی وحالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے۔ جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے"

اسی طرح حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی خلافت سے پہلی زندگی کے متعلق مولوی محمد علی صاحب نے جو بعد میں خلافت ثانیہ کے شدید دشمن بن گئے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کا ایک مضمون پڑھکر یہ رائے لکھی۔ کہ:۔

"اس وقت صاحبزادہ کی عمر اٹھارہ اُنیس سال کی ہے۔ اور تمام دنیا جانتی ہے۔ کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور امنگیں کیا ہوتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور آزادی کا خیال اُن کے دلوں میں ہوگا۔ مگر دین کی یہ ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا یہ جوش جو اوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ایک خارق عادت بات ہے۔ . . . . اب وہ سیاہ دل لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو مفتری کہتے ہیں۔ اس بات کا جواب دیں۔ کہ اگر یہ افترا ہے۔ تو یہ سچا جوش اس بچے کے دل میں کہاں سے آیا۔ جھوٹ تو ایک گند ہے۔ پس اس کا اثر تو چاہیئے تھا کہ گندہ ہوتا۔ نہ یہ کہ ایسا پاک اور نورانی۔ جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی"

(ریویو آف ریلیجنز جلد ۵ نمبر ۳)

گویا جس طرح مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمات اسلام کو بے نظیر قرار دیا۔ اسی طرح مولوی محمد علی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نظیر کی خدمات دینیہ کو بے نظیر قرار دیا۔ مگر افسوس جس طرح مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بعد میں سلسلہ کے شدید ترین دشمن ہوگئے۔ اسی طرح مولوی محمد علی صاحب خلافت ثانیہ کے دشمن ہوگئے۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ اس مشابہت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"عجیب بات ہے۔ کہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ میں مولوی محمد حسین نے ریویو لکھکر اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ اسی طرح میرے مقابلہ میں مولوی محمد علی صاحب نے میرے اس مضمون پر ریویو لکھ کر جس میں مسیح موعود کو نبی لکھا گیا تھا اپنے ہاتھ کاٹ لئے ہیں"

(عرفان الٰہی صفحہ ۹۵)

مولوی محمد احسن صاحب امروہی کی شہادت

مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے بھی ۱۹۱۱ء کے جلسہ سالانہ میں تقریر کرتے ہوئے حضرت امیر المومنین کے متعلق کہا:۔

"الہامات میں سے ایک الہام یہ بھی تھا۔ کہ انا نبشرک بغلام مظہر الحق والعلا۔ جو اس حدیث کی پیشگوئی کے مطابق تھا۔ جو مسیح موعود کے بارے میں ہے۔ کہ یتزوج ویولد لہ۔ یعنی آپ کے ہاں ولد صالح عظیم الشان پیدا ہوگا۔ چنانچہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب موجود ہیں۔ منجملہ ذریت طیبہ کے اس تھوڑی سی عمر میں جو خطبہ انہوں نے چند آیات قرآنی کی تفسیر میں بیان فرمایا۔ اور سنایا ہے۔ اور جس قدر معارف اور حقائق بیان کئے وہ بے نظیر ہیں"

(ضمیمہ اخبار بدر ۲۶ جنوری ۱۹۱۱ء)

یہ شہادت بھی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی اس شہادت سے ملتی جلتی ہے۔ جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق دی۔ اور اس سے بھی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کا حسن و احسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظیر ہونا ثابت ہے۔

وفات کی جھوٹی افواہ

جون ۱۹۳۰ء میں بعض دشمنان سلسلہ نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی وفات کی خبر لوگوں میں مشہور کر دی تھی۔ اور اخبار ٹریبیون ۳۔ جون نے اس کو شائع بھی کر دیا۔ جس پر جماعت میں اضطراب کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اور گو وقتی طور پر اس خبر سے جماعت کو سخت صدمہ پہنچا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس جھوٹی افواہ کے پردہ کے پیچھے بھی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مماثلت کا ایک اور ثبوت مہیا کر دیا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بھی بعض دشمنوں نے یہ خبر مشہور کر دی تھی۔ کہ آپ فوت ہوگئے ہیں۔ چنانچہ الفضل ۵ جون ۱۹۳۰ء میں یہ الفاظ درج ہیں:۔

"آج (۳ رجون) حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نماز ظہر کے بعد دیر تک مسجد میں تشریف فرما رہے اور ملک کے مختلف اطراف سے آنے والے احمدی احباب سے گفتگو فرماتے رہے۔ اثنائے گفتگو میں فرمایا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک اور سنت پوری ہوئی۔ آپ کے متعلق بھی دشمنوں نے زندگی میں یہ خبر مشتہر کر دی تھی۔ کہ آپ فوت ہوگئے ہیں"

چندوں کے مصارف پر اعتراض

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بعض منافق طبع انسان ہمیشہ چندوں کے مصارف کے بارہ میں اعتراضات کرتے رہتے تھے۔ جس پر آپ نے ایک دفعہ فرمایا:۔

"میں بلند آواز سے کہتا ہوں۔ کہ ہر ایک شخص جو ایک ذرہ بھی میری نسبت اور میرے مصارف کی نسبت اعتراض دل میں رکھتا ہے۔ اس پر حرام ہے کہ ایک کوڑی میری طرف بھیجے۔ مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔ جبکہ خدا مجھے بکثرت

کہتا ہے۔ گویا ہر روز کہتا ہے۔ کہ میں ہی بھیجتا ہوں جو آتا ہے۔ اور کبھی میرے مصارف پر وہ اعتراض نہیں کرتا۔ تو دوسرا کون ہے۔ جو مجھ پر اعتراض کرے" (الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۵ء)

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نظیر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ پر بارہا منافقوں نے چندہ کے مصارف کے بارہ میں اعتراضات کئے۔ حتیٰ کہ آپ کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں ہی کہنا پڑا۔ کہ:۔

"تم پر یہ حرام ہے۔ کہ آئندہ ایک پیسہ بھی سلسلہ کی مدد کے لئے دو اور گو میری عادت نہیں کہ میں سخت لفظ استعمال کروں۔ مگر میں کہتا ہوں۔ اگر تم میں ذرہ بھی شرافت باقی ہو۔ تو اس کے بعد ایک حبہ تک سلسلہ کے لئے نہ دو۔ اور پھر دیکھو کہ سلسلہ کا کام چلتا ہے یا نہیں چلتا۔ اللہ تعالیٰ غیب سے میری نصرت کے سامان پیدا فرمائیگا۔ اور غیب سے ایسے لوگوں کو الہام کریگا جو مخلص ہوں گے۔ اور جو سلسلہ کے لئے اپنے اموال قربان کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھیں گے"

(الفضل ۲ جولائی ۱۹۳۷ء)

دشمنوں کے مقابلہ میں پُر زور تحدّی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بارہا تحدّی کے طور پر فرمایا کرتے تھے۔ کہ میرے دشمن ناکام و نامراد ہوں گے۔ اور خدا مجھے کامیاب و بامراد کرے گا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"نادان مخالف خیال کرتا ہے۔ کہ میرے مکروں اور منصوبوں سے یہ بات بگڑ جائے گی۔ اور سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا۔ مگر یہ نادان نہیں جانتا۔ کہ جو آسمان پر قرار پا چکا ہے زمین کی طاقت میں نہیں۔ کہ اس کو محو کر سکے۔ میرے خدا کے آگے زمین و آسمان کانپتے ہیں۔ خدا وہی ہے جو میرے پر اپنی پاک وحی نازل کرتا ہے۔ اور غیب کے اسرار سے مجھے اطلاع دیتا ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اور ضروری ہے۔ کہ وہ اس سلسلہ کو چلائے اور بڑھائے اور ترقی دے جب تک وہ پاک اور پلید میں فرق کر کے نہ دکھلا دے۔ ہر ایک مخالف کو چاہیئے۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ اس سلسلہ کے نابود کرنے کے لئے کوشش کرے اور ناخنوں تک زور لگائے۔ اور پھر دیکھے۔ کہ انجام کار وہ غالب ہُوا یا خدا... ... یقیناً سمجھو کہ صادق ضائع نہیں ہو سکتا۔ وہ فرشتوں کی فوج کے اندر پھرتا ہے۔ بد قسمت وہ جو اس کو شناخت نہ کرے" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۵)

اسی طرح آپ نے اشعار میں مخالفین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ؎

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم

کہ اے وہ شخص جو مجھے کاٹنے اور تباہ و برباد کرنے کے لئے کلہاڑے اور تبر اٹھا اٹھا کر میری طرف دوڑ رہا ہے۔ تو خدا سے جو میرے باغ کا باغبان ہے ڈر۔ اور جان لے کہ میں پھل دار شاخ ہوں۔ اور کسی شخص کی یہ طاقت نہیں۔ کہ وہ مجھے کاٹ سکے۔

بعینہٖ اسی قسم کے جلالی الفاظ بارہا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے استعمال فرمائے۔ اور اس طرح آپ کا حسن و احسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظیر ہونا ثابت ہو گیا۔ آپ بھی فرماتے ہیں

(الف) "میں واضح سے واضح الفاظ میں دنیا کے سامنے یہ دعویٰ پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔ کہ اگر ان مقابلوں میں مجھے زک پہنچ جائے۔ یا میری قائم کی ہوئی باتیں فیل ہو جائیں۔ تو یقیناً میں جھوٹا ہوں گا"

(ب) "میں ایک لحہ کے لئے بھی اس امر میں شک نہیں کر سکتا۔ کہ کسی میدان میں خدا تعالےٰ کے فضل سے مجھے شکست نہیں ہو سکتی"

(ج) "تم میں سے اکثر لوگ زندہ ہوں گے۔ کہ تم ان تمام فتنوں کو خس و خاشاک کی طرح اڑتے دیکھو گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے جلال اور اسکے جمال کی مدد سے سلسلہ احمدیہ ایک مضبوط چٹان پر قائم ہو جائے گا"

(الفضل ۹ جولائی ۱۹۳۷ء)

پھر عجیب بات یہ ہے۔ کہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا۔ کہ:؎

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالےٰ فیصلہ کر چکا ہے۔ کہ وہ مجھ سے احیاء اسلام کا کام لے۔ اور اسلام کی عظمت کو میرے ذریعہ سے قائم کرے۔ اور یہ کام ہو کر رہیگا جلد یا بدیر۔ مبارک ہے وہ جو اس کام میں میرا ہاتھ بٹاتا ہے اور افسوس اس پر جو میرے راستہ میں کھڑا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ میرا نہیں۔ خدا تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے۔ جس نے مجھ سے گنہگار کو اپنے جلال کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ کاش وہ توبہ کرتا۔ اور خدا تعالیٰ کے اشارہ کو سمجھتا۔ کاش وہ اپنے آپ کو اس خطرناک مقام پر کھڑا نہ کرتا۔ کیونکہ اس قسم کے اعتراضوں سے وہ جس مصیبت کو اپنے اوپر سے ٹلانا چاہتا ہے۔ وہ اس سے ٹلاتا نہیں۔ بلکہ ان کی وجہ سے اپنے آپ کو پہلے سے کہیں زیادہ خدا تعالےٰ کے غضب کے نیچے لے آتا ہے۔ میں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں اخلاص اور درد کے ساتھ اسے یہی کہتا ہوں۔ کہ ؎

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم (الفضل ۲ نومبر ۱۹۳۷ء)

گویا جو الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے نکلے وہی الفاظ آپ کے نظیر کی زبان سے نکلے۔ اور اس طرح دونوں کی مماثلت ظاہر ہو گئی۔

مخرجین کا فتنہ

پھر جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بعض فتنہ پردازوں کے متعلق یہ اعلان کرنا پڑا تھا۔ کہ میں انہیں جماعت سے خارج کرتا ہوں۔ اسی طرح حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے عہد خلافت میں بھی ایسے واقعات رونما ہوئے۔ کہ آپ کو بعض فتنہ پرداز جماعت سے خارج کرنے پڑے۔ اور اس طرح مخرجین کے فتنہ کے رنگ میں بھی آپ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مماثلت ظاہر ہو گئی۔

رؤیاء و کشوف سے صداقت کا اظہار

پھر جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اللہ تعالےٰ نے سینکڑوں لوگوں پر رؤیا و کشوف کے ذریعہ ظاہر کی تھی۔ اسی طرح حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی صداقت بھی سینکڑوں لوگوں پر رؤیا و کشوف کے ذریعہ ظاہر ہوئی۔ اور سینکڑوں لوگوں نے عالم رؤیا میں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شبیہ مبارک میں دیکھا۔ پس اس رنگ میں بھی آپ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک نمایاں مشابہت ہے۔

قیامت تک منکرین پر غلبہ کی پیشگوئی

پھر جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا تھا۔ کہ جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ (تذکرہ صفحہ ۱۰) کہ میں تیرے تبعین کو قیامت تک تیرے منکرین پر غالب رکھوں گا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کو الہاماً فرمایا۔ کہ ان الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ (الفضل ۹ جولائی ۱۹۳۷ء) کہ وہ لوگ جو تیرے تبع ہوں گے۔ انہیں قیامت تک تیرے منکروں پر غلبہ رہیگا۔

ایک ناصر دین لڑکے کی بشارت

پھر جس طرح اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک عظیم الشان ولد صالح کی خوشخبری دی تھی۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کو جو حسن و احسان میں حضرت مسیح علیہ السلام کے نظیر ہیں ایک ناصر دین لڑکے کی بشارت دی۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"مجھے بھی خدا تعالےٰ نے خبر دی ہے کہ میں تجھے ایک ایسا لڑکا دوں گا۔ جو دین کا ناصر ہو گا۔ اور اسلام کی خدمت پر کمربستہ ہو گا"

(الفضل جلد ۲ نمبر ۱۲۱ مورخہ ۸ اپریل ۱۹۱۵ء)

اعانت قتل کا مقدمہ
— اور —
عدالت عالیہ لاہور کا فیصلہ

پھر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک اور نمایاں مشابہت یہ ہے۔ کہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعانت قتل کا مقدمہ دائر کیا گیا تھا۔ اسی طرح شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری کی طرف سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسا مقدمہ دائر کیا گیا۔ اور پھر اس ضمن میں خدا تعالےٰ نے اور بھی کئی مشابہتیں نمایاں فرما دیں۔ چونکہ یہ ایک اہم مماثلت ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس بارہ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے الفاظ ہی پیش کئے جائیں۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"جس طرح مجھ پر مصری نے اعانت قتل کا مقدمہ دائر کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی ایسا مقدمہ کیا گیا تھا۔ میری نسبت کہا گیا ہے۔ کہ میں نے ایسی تقریر کی۔ جس کے نتیجہ میں قتل ہُوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت کہا گیا تھا۔ کہ آپ نے ایک آدمی بھیجا ہے۔ کہ فلاں شخص کو قتل کرا دو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مقدمہ کا ذکر اپنی کتاب کتاب البریہ میں کیا ہے۔ اور اسکے آخر میں اس مقدمہ کی روئداد اور پھر فیصلہ درج کر دیا ہے۔ اور اسے اپنا معجزہ اور انگریزی انصاف کا نمونہ قرار دیا ہے۔ اس فیصلہ کے آخر میں اس جج نے جسے انگریزی راج کا پیلاطوس بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کہا جاتا ہے۔ یہ الفاظ لکھے ہیں:۔ "ہم اس موقعہ پر مرزا غلام احمد کو بذریعہ نوٹس کے جس کو انہوں نے خود پڑھ لیا ہے۔ اور اس پر دستخط کر دیئے ہیں۔ باضابطہ طور سے تنبیہ کرتے ہیں۔ کہ ان مطبوعہ دستاویزات سے جو شہادت میں پیش ہوئی ہیں۔ یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس نے اشتعال اور غصہ دلانے والے رسالے شائع کئے ہیں۔ جن سے ان لوگوں کی ایذا متصور ہے۔ جن کے مذہبی خیالات اس کے مذہبی خیالات سے مختلف ہیں۔ جو اثر کہ اس کی باتوں سے اس کے بے علم مریدوں پر ہو گا۔ اسکی ذمہ داری ان پر ہی ہو گی۔ اور ہم انہیں تنبیہ کرتے ہیں۔ کہ جب تک وہ زیادہ میانہ روی کو اختیار نہ کریں گے۔ وہ قانون کے رُو سے بچ نہیں سکتے بلکہ اس کی زد کے اندر آ جاتے ہیں" (صفحہ ۲۶۱) اس فیصلہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام معجزانہ قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اس میں اصل الزام کو غلط قرار دیا گیا ہے۔ مگر دیکھو۔ کہ اس فیصلہ

میں ویسے ہی لفظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں لکھے گئے ہیں۔ جیسے مقدمہ بنام عزیز احمد میں میری نسبت لکھے گئے ہیں۔ بلکہ مسٹر ڈگلس کے لفظ زیادہ سخت ہیں۔ کیپٹن ڈگلس نے بھی یہ لکھا ہے۔ کہ بے علم مرید حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں سے دھوکا کھا سکتے ہیں۔ اس لئے آپ کو احتیاط کرنی چاہیئے۔ اور ہائی کورٹ نے بھی عام واعظانہ رنگ میں یہ بات کہی ہے کہ مذہبی لیڈروں کو احتیاط کرنی چاہیئے ......

پس اس واقعہ سے تو میری حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مشابہت ثابت ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ مجھ پر اعتراض پڑتا ہے۔ بلکہ عقلمند انسان کے لئے تو اس فیصلہ میں ایک سے زیادہ مشابہتیں ہیں۔ (۱) وہ مشابہت ہو جو میں بتا چکا ہوں۔ یعنی ایک ہی قسم کے الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اور میرے متعلق عدالت نے استعمال کئے ہیں۔ (۲)... (۳) جن مجسٹریٹ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق اس قسم کے الفاظ استعمال کئے تھے۔ ان کا نام کیپٹن ڈگلس تھا۔ اور جس جج نے میرے متعلق اس قسم کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ان کا نام بھی سر ڈگلس ہے ..... کہا جا سکتا ہے۔ کہ جس مجسٹریٹ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدمہ کا فیصلہ کیا تھا۔ اُن کے نام کا آخری حصہ ڈگلس تھا۔ اور موجودہ چیف جسٹس کے نام کا یہ پہلا حصہ ہے۔ اور یہ فرق ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ خدا تعالےٰ نے اس کا علاج بھی کر دیا ہے۔ اور وہ یہ کہ جن صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدمہ کا فیصلہ کیا تھا۔ وہ مسٹر تھے۔ اور چیف جسٹس صاحب نائٹ ہیں۔ اور انگریزی قوم کا دستور ہے۔ کہ جو نائٹ نہ ہوں۔ اُن کے نام کا آخری حصہ بولا جاتا ہے۔ اور جو نائٹ ہوں۔ ان کے نام کا پہلا حصہ پکارا جاتا ہے۔ اس طرح بولنے میں وہ صاحب کیپٹن ڈگلس کہلائینگے اور چیف جسٹس صاحب سر ڈگلس کہلائیں گے۔ اور نام کی مشابہت بولنے کے ذریعے سے پوری طرح قائم رہیگی .... پھر اس مقدمہ میں ایک اور نشان بھی ہے۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قتل کے مقدمہ کے متعلق رؤیا ہو گئی تھی۔ اسی طرح اس مقدمہ میں مجھے بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے رؤیا ہوئی۔ جو بالکل صحیح ثابت ہوئی۔"

(الفضل ۱۸ مارچ ۳۸ء جلد ۲۶ صفحہ ۴۳)

اس پر کسی مزید حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص بآسانی اندازہ لگا سکتا ہے۔ کہ کس طرح اللہ تعالےٰ نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظیر ثابت کیا ہے۔

تحریک جدید میں حصّہ لینے والوں کو جنت کی بشارت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی مشابہت اس رنگ میں بھی ثابت ہے۔ کہ حضور بارہا یہ اعلان فرما چکے ہیں۔ کہ وہ لوگ جو دس سال تک متواتر تحریک جدید کی مالی قربانی میں حصہ لیں گے۔ اُن کے نام مرکز سلسلہ میں ایک بہت بڑا ہال تعمیر کر کے اس کی دیواروں پر کندہ کر دیئے جائیں گے۔ تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں اُن کی بلندی درجات کے لئے دعائیں کرتی رہیں۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی یہ تجویز حضور کو بالصراحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظیر ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ حضور کی یہ تجویز ویسی ہی ہے۔ جیسے منارۃ المسیح کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تجویز فرمائی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے عہد سعادت عہد میں منارۃ المسیح بنانے کی تحریک جاری فرمائی۔ اور یہ قرار دیا کہ جو لوگ اس میں ایک سو روپیہ دینگے۔ اُن کے نام منارۃ المسیح پر کندہ کر دیئے جائیں گے۔ تاکہ آئندہ آنے والی نسلیں اُن کے لئے دعائیں کرتی رہیں۔ چنانچہ اُن خوش قسمت اصحاب کے نام منارۃ المسیح پر کندہ ہیں۔ اور وہ قیامت تک لوگوں کی دعاؤں کے مستحق ہوتے رہیں گے۔ پس جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک ایسی تحریک جاری فرمائی۔ جس کے نتیجہ میں مخلصین جماعت کے اسماء منارۃ المسیح پر کندہ ہوئے۔ اسی طرح مسیح موعود علیہ السلام کے نظیر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے تحریک جدید جاری فرمائی۔ اور جس طرح وہاں ایک مقررہ مقدار میں چندہ دینے والوں کے متعلق حضور نے فرمایا تھا۔ کہ ان کے نام منارۃ المسیح پر کندہ کر دیئے جائیں گے۔ اسی طرح حضرت امیر المومنین نے فرمایا۔ کہ جو لوگ تحریک جدید میں مقررہ قواعد کے مطابق حصہ لینگے اُن کے اسماء مرکز سلسلہ میں ایک بہت بڑا ہال تعمیر کر کے اس کی دیواروں پر کندہ کرا دیئے جائیں گے۔ پھر جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا۔ کہ منارۃ المسیح کی تکمیل انوار الٰہیہ کے نزول کا موجب ہوگی۔ اسی طرح حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے فرمایا۔ کہ تحریک جدید سے جو ایک مستقل فنڈ قائم کیا جا رہا ہے۔ وہ اسلام کی تبلیغ اور اس کے انوار کو دنیا میں پھیلانے کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا۔ پھر اسی ضمن میں حضور کی حضرت مسیح موعود سے ایک عجیب مشابہت یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے منارۃ المسیح کے لئے چندہ کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا۔

"میرا نورِ قلب مجھے اس وقت اس بات کی طرف تحریک کرتا ہے۔ جو ایسے مبارک کام کے لئے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشگوئی پوری ہوتی ہے۔ اپنی مخلص جماعت کو اس مالی مدد کی تکلیف دوں۔ جو مومن کے لئے جنت کو واجب کرتا ہے۔"

(تبلیغ رسالت جلد نہم صفحہ ۵۶)

گویا منارۃ المسیح کی تحریک میں اخلاص سے حصہ لینے والوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جنت کی بشارت دی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح تحریک جدید کے بارہ میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے فرمایا:۔

"میں سمجھتا ہوں۔ اپنے دل میں اسلام کا درد رکھنے والا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ جس کے سامنے یہ تحریک پیش کی جاتی۔ کہ اس چندہ کے ذریعہ ایک ایسا مستقل فنڈ قائم کر دیا جائے گا۔ جو دائمی طور پر اسلام کی تبلیغ کے کام آئے گا۔ اور وہ یہ تحریک سننے کے باوجود اس میں حصہ نہ لیتا۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں۔ اگر ایک مرتے ہوئے باایمان انسان کے کانوں میں بھی یہ تحریک پہنچ جاتی۔ تو اس کی رگوں میں خون دوڑنے لگتا۔ اور وہ سمجھتا کہ میرے خدا نے میرے مرنے سے پہلے ایک ایسی تحریک کا آغاز کرا کے اور مجھے اس میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرما کر میرے لئے اپنی جنت کو واجب کر دیا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۴ اگست ۳۹ء)

ان ہر دو اقتباسات کے آخری فقرات کو ملاحظہ فرمائیں۔ اور پھر دیکھیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظیر ثابت کرنے کے لئے کس طرح اپنے تصرف کے ماتحت حضور کی زبان سے اسی قسم کے الفاظ نکلوائے۔ جس قسم کے الفاظ منارۃ المسیح کی تحریک کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان قلم سے نکلے تھے۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ منارۃ المسیح کے چندہ کی تحریک ایسی ہے۔ کہ اس کے لئے مالی قربانی کرنا "مومن کے لئے جنت کو واجب کرتا ہے" اسی طرح حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے فرمایا۔ کہ اگر ایک مرتے ہوئے باایمان شخص کے کانوں میں بھی اس تحریک کی آواز پڑ جائے۔ تو وہ خوشی سے اپنے جامہ میں پھولا نہ سمائے۔ اور سمجھے کہ:۔

"میرے خدا نے میرے مرنے سے پہلے ایک ایسی تحریک کا آغاز کرا کے اور مجھے اس میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرما کر میرے لئے اپنی جنت کو واجب کر دیا۔"

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کے منکرین کا انجام

پس یہ یقینی اور قطعی بات ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کو حسن و احسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جو نظیر قرار دیا گیا ہے۔ وہ بالکل درست ہے۔ اور واقعات نے اس کی صداقت نیمروز کی طرح ظاہر کر دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص حضور کی خلافت کا انکار کرتا ہے۔ تو وہ رفتہ رفتہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کا بھی منکر ہو جاتا ہے۔ مستریان مباہلہ نے ابتداء میں یہی کہا۔ کہ ہم احمدی ہیں۔ ہمارا اختلاف صرف خلیفہ ثانی کے ساتھ ہے۔ مگر آہستہ آہستہ احمدیت سے وہ بالکل دور ہو گئے۔ یہی حال اور بعض لوگوں کا ہوا۔ کیونکہ حضور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نظیر ہیں۔ اور جب کوئی شخص آپ کا انکار کرتا ہے۔ تو وہ رفتہ رفتہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انکار کی طرف ہی مائل ہو جاتا ہے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بھی فرماتے ہیں:۔

"مجھے یہ یقین ہے۔ کہ جو شخص مجھے چھوڑتا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چھوڑتا ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چھوڑتا ہے۔ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑتا ہے۔ اور جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑتا ہے۔ وہ خدا کو چھوڑتا ہے۔ میں اس یقین پر قائم ہوں قرآن مجید کے ماتحت۔ میں اس یقین پر قائم ہوں حدیث کے ماتحت۔ میں اس یقین پر قائم ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے ماتحت۔ میں اس یقین پر قائم ہوں اُن رؤیا و کشوف اور الہامات کے ماتحت جو مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوئے۔ اور میں اس یقین پر قائم ہوں خدا تعالیٰ کی اُن کھلی کھلی تائیدات کے ماتحت جو ہر وقت میرے شامل حال ہیں۔ اگر کسی کو خدا تعالےٰ کا یہ عمل نظر نہیں آتا تو وہ اندھا ہے۔"

(الفضل ۲۰۔ نومبر ۳۷ء)

آج بیچاروں کا ہی ایک ہی چارہ محمود

(جناب ڈاکٹر منظور احمد منظور بھیروی قادیان)

میرے مہدی کا جگر پارا پیارا محمود
میرا محمود میری آنکھوں کا تارا محمود

اس کے ہی قدموں میں اب پائینگی قومیں برکت
بے نواؤں کا غریبوں کا سہارا محمود

احمدی اُٹھ ذرا دنیا میں منادی کر دے
آج بے چاروں کا ہے ایک ہی چارا محمود

وہ حقارت سے جسے بچہ کہا کرتے تھے
آئیں اب دیکھیں ذرا آکے ہمارا محمود

کاش کہتا کوئی منظور مجھے بھی آ کر
یاد کرتا ہے تمہیں آج تمہارا محمود

بموقعہ طلائی جوبلی سلسلہ عالیہ احمدیہ

مختصر کارنامہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود مرزا غلام احمد عبداللہ الصمد جری اللہ فی حلل الانبیاء علیہ السلام

از۔ "غلام حضرت احمد ہے۔ ذوالفقار علی" گوہر

اے زمین ہند خوش بختی ہے تیری آشکار
جس کی قوموں کو تمنا تھی ہزاروں سال سے
اٹوں طرف اب تک ہیں انسان دیکھتے
تجھ کو وہ رحمت ملی اے خطۂ ہندوستان
وہ کہ جس کی دیتے آئے تھے خبر سب انبیاء
وہ کہ جس کے دیکھنے کے شوق ہی میں رہ گئے
وہ کہ تھی روز ازل سے جس کی تقدیر ابراہیم
وہ کہ جس پر ہر نبوت کو تھا ناز بیکراں
حضرت عیسےٰ نے دی جس کی بشارت قوم کو
تھا محمدؐ کا بروز و مہدئ دوراں لقب
ایک ہی ماہ صلوٰۃ و صوم میں شمس و قمر
جس کو ختم المرسلین نے اپنا بھیجا یا سلام
سورۃ الجمعہ ہے جس کے خیر مقدم کی دلیل
جس کی آمد کی خبر دی تھی کرشن پاک نے
سب نشانات و علامات اس کی آمد کے دیئے
اے زمین ہند جب تجھ کو یہ دولت مل گئی
آگیا تجھ میں مسیح وقت موعود خدا
روشنی اندھوں نے پائی اس کے نور قلب سے
جن کے ایماں تھے نفاق آلود جو [illegible] تھے
طالب ایماں کو اس سے دولت ایماں ملی
اس نے دنیا کو دکھایا پھر صراط مستقیم
ہستی باری تعالیٰ کا دیا اس نے ثبوت
اس نے راہیں کھول دیں آ کر خدا کے قرب کی
ہے دعا کا دخل بے شک عالم اسباب میں
اس نے دنیا کو سکھائے وہ دعاؤں کے طریق
اس نے کھولے راز اسمائے الٰہی کے عجیب
اس نے سمجھایا صفات حق ہیں جاری و قدیم
اس نے فرمایا کہ تخلیق و فنا جاری ہیں سب
سرخ چھینٹے حق نے پیدا کرکے ثابت کر دیا
سب ہیں محتاج خدا اور وہ ہے سب سے بے نیاز
اس کو بیٹے کی ضرورت ہے نہ کفو کی احتیاج
نظم جسمانی و روحانی میں ہے یکسانیت
ہے اسی طرح سے روحانی جہاں کا انتظام
ابر باراں گر نہ برسے مردہ ہوتی ہے زمیں
ابتدا ہی سے چلے آتے ہیں یہ دونوں نظام
ظلم و فساد سے زمیں برباد ہو جاتی تمام
یہ جو ہیں دنیا میں قومیں ہیں یہ نبیوں کا نشان
اک گروہ پاک باطن پاک اعمال و خیال
قابل عظمت ہیں یہ سب انبیاء و اولیاء
اب بغیر اس کے خدا کا قرب ملنا ہے محال
پیروی سے صرف اس کے ہی ملیگا وہ خدا
انبیاء کا قائد اعظم ہے وہ حاشر ہے وہ
جس قدر ادیان سابق ہیں وہ ہیں سب بے ثمر
انبیائے سابقین کے جو اصول دین تھے
ہے یہی اسلام جو انوار کا گنجینہ ہے
آسماں پر جا نہیں سکتا بشر اس جسم سے
جسم خاکی عیسیٰ مریم کا ہے آب و طعام

تجھ کو قسمت سے ملی وہ رحمت پروردگار
ملتیں جس کے لئے تھیں منتظر اور بے قرار
گویا آمد کا کسی کی ہے فلک سے انتظار
آج تک جس کے حجاز و شام ہیں امیدوار
وہ کہ جس کے شوق میں نذر پالئے ہیں پرہیزگار
قبر کے گوشوں میں ہیں صد ہا اپنی چشم انتظار
ہوگا وہ جسم مطہر بھی نبی کا جامہ دار
وہ کہ جس نے ہر نبوت کا کیا قائم وقار
یعنی وہ احمد کہ تھا ان کا مثیل و نامدار
شاہد صادق ہیں جس کے یہ تیرے لیل و نہار
بن گئے گہنا کے مہدی کے گواہ شاندار
اس وصیت کے تھے حامل سارے اصحاب کبار
سورۃ الصف شاں ہیں جسکے ہے عالم آشکار
کہدیا تھا گو یوں سے خوب رہنا ہوشیار
نسل آئندہ کو اس کا کر دیا تھا رازدار
آسمانوں پر بڑھا رتبہ تیرا۔ تیرا وقار
ساتھ تھی ہر وقت جس کے نصرت پروردگار
اس کے دم سے جی اٹھے مردے ہزار اندر ہزار
ہو گئے اس کی دعا سے ہر مرض سے رستگار
پاس آئے اس کے سچے جیالے حق پروانہ وار
دولت ایماں لٹائی اس نے بے حد و شمار
اس کی ہستی تھی خدا کی شان کی آئینہ دار
اس نے انسان کو دعاؤں کا بنایا رازدار
اس نے فرمایا دعاؤں سے چلاؤ کاروبار
جن سے انساں کو ملا شرف کلام کردگار
اس نے سمجھائے کمالات صفات کردگار
ہے تعطل نظم امکاں کے لئے ناسازگار
مادہ اور روح ہیں مخلوق اور بے اختیار
ہیں ہوں خالق مادہ کا مادہ خدمتگذار
ہے اسی کی ذات پر سب اس کے کاموں کا مدار
دوسروں پر منحصر اس کے نہیں ہیں کاروبار
عالم امکاں کا نظم شمس پر ہے انحصار
عالم روحانیت میں ہے محمدؐ شمس وار
وحی حق جب تک نہ ہو ارواح بھی ہیں مردہ وار
گر نہ آتے انبیاء جاری نہ رہتے کاروبار
یہ جہاں دنیا کا بنتا ایک دشت خار دار
انبیاء ہر قوم میں آتے رہے ہیں بار بار
چھوڑ جاتے ہیں کہ وہ دیں کے رہیں خدمتگذار
ہے محمدؐ لیکن ان سب انبیاء کا تاجدار
ہے شریعت اس کی اکمل۔ آخری۔ اور برقرار
ہاتھ میں ہے جس کے عزت اور ہر ذلت کی ہار
زندۂ جاوید ہے۔ باغ اس کا دائم بہار
بس یہی اک باغ ہے لاتا ہے جو تازہ ثمار
ہیں وہ سب قرآں میں محفوظ و قائم برقرار
ہر نبوت کا یہی مقصود اور آئینہ دار
مرنے جینے اور رہنے کا زمیں پر ہے مدار
آسماں پر زندہ رہنا ہے خیال نابکار

موت ہے اسلام کی عیسیٰ کی ایسی زندگی
یہ عقیدہ ہے خلاف عقل و قرآں بالیقیں
عیسےٰ مریم کو خالق اور محیی ماننا
جن بد اندیشوں نے ڈالی ہے بنا اس شرک کی
دی مسیحی دین کو طاقت۔ دین احمد کو شکست
چھین لی ان سے مسیحی قوم نے ہر سلطنت
پہلوان حق ہوں میں آؤ۔ میری بیعت کرو
ہوں محمدؐ کا بروز اور ہوں مسیحا کا مثیل
ہیں کرشن ہند ہوں ہما بیسری گیتا میں ہے
وحی حق سے اس نے دنیا کو دیا حق کا ثبوت
جرمنی کی جنگ سے نو سال پہلے کہدیا
اس نے دی امراض و سیلاب و زلازل کی خبر
اس کے منہ پر جو چڑھا وہ موت کے منہ میں پڑا
پائی آتھم نے سزا گرچہ کی عزت مٹ گئی
جس نے کی اس کی اہانت جس نے کی اسکی مدد
کر دیا اتمام حجت اس نے ہر مذہب پہ خوب
اس نے دی اسلام کو دنیا پہ وہ فتح عظیم
اس کی آمد نے کیا دنیا کو پھر باغ ارم
نسلِ ابراہیم کو پھر اس نے زندہ کر دیا
آل اسرائیل و اسمٰعیل کیوں نازاں نہ ہوں
جس نے مانا اس کو وہ گنجینۂ عرفاں بنا
وہ مبارک قوم ہے جس نے کیا اس کو قبول
نوح کی کشتی ہے یہ تعلیم اس کی بالیقیں
سن رکھو اے، شرق و مغرب کے رہنے والو تم
یہ زمین و آسماں آتش فشاں ہونے کو ہیں
"اسمعو صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح"
آؤ اے دنیا کے لوگو خوان نعمت ہے بچھا
جس سے حاصل ہو تمہیں آرام و اطمینان قلب
دن خوشی کے راحتوں کی راتیں ہوں تمکو نصیب
قادیاں میں آؤ یہ دار الامان و فضل ہے
ہے یہ گھر اقوام عالم کی اخوت کے لئے
حضرت احمدؐ کا مولد مسکن و مدفن ہے یہ
آسماں دشمن ہے اس کا اس کا جو دشمن بنا
دین حق کے واسطے اس سرزمیں میں جوش ہے
آسماں سے اس زمیں کا ہے تعلق بے حجاب
اے زمین ہند فوج حق کا اب مرکز ہے یہ
کہنے کو تو ہے یہاں پر کچھ غریبوں کا قیام
لیکن ان کے دل میں ہے مخلوق خالق کیلئے
ان کے دل میں ہے تڑپ مخلوق خالق سے ملے
آرزو ان کی ہے دنیا شرک و عصیاں سے بچے
جذب ہو جائیں خدا کے عشق میں دنیا کے دل
ظلمتِ الحاد و کفر و شرک و عصیاں دور ہو
ان غریبوں کا ہے یہ مقصود یہ اصل مراد
ہے تمنا ان کی قائم ہو خدا کی سلطنت
امتیاز نسل و رنگ و قوم و ملت دور ہو
حیف ان پر ہے جو سمجھے ہیں حکومت پیر لل
ہے یہی وہ احمدیت جس کی دشمن ہے زمیں

کیوں سمجھ میں یہ نہیں آتا ترے اے ہوشیار
اس حماقت نے مسلمانوں کا کھویا سب وقار
ہے خدا پر افتراء۔ دین محمدؐ پر ہے وار
مشرکوں کو کر لیا ہے اپنی گردن پر سوار
ہے یہی باعث مسلمانوں پہ ہے ذلت کی مار
ان کی چوکھٹ چومتے ہی ہو گئے اسدرجہ خوار
تاکہ پھر تم کو ملے عزت ملے جاہ و وقار
مہدیٔ موعود ہوں میں اور عیسےٰ نامدار
جو میرے پیچھے چلے گا ہو گا آخر رستگار
کر دیا سب کو عذاب آنے سے پہلے ہوشیار
"زار بھی ہوگا تو ہو گا اس گھڑی باحالِ زار"
زلزلوں کا وقت بھی اس نے بتایا ہے بہار
کیا بگٹ اور کیا ڈوئی کیا لیکھرام جاں نثار
مر کے اسمٰعیل و جمونی ہوئے رسوا و خوار
ایک کو ذلت ملی اور ایک کو عزت کے ہار
کر گئی اعدائے حق کے ٹکڑے اس کی ذوالفقار
مندروں کی اور کلیساؤں کی دی قلعی اتار
گلشن اسلام کو دی اس نے پھر تازہ بہار
وہ بنی ہاشم بنی فارس کا تھا عطرِ بہار
وہ ثریا پہ سے بھی ایمان کو لایا اتار
جس نے اس کو رد کیا وہ ہو گیا شیطاں شکار
جس نے کی کامل اطاعت ہو گیا وہ بختیار
اس میں جو بیٹھے گا ہو جائیگا بیڑا اس کا پار
آنے والے ہیں مصائب سخت و بے حد و شمار
چپہ چپہ پر ہلاکت آفریں برسے گی نار
تیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار
کھاؤ وہ جنت کے پھل جو دے رہا ہے کردگار
حزن و خوف و غم سے آزادی ہے انجام کار
تم خدا کے۔ ہو خدا تم سب کا ناصر اور یار
اس سے برکت لو کہ برکت لینگے اس سے شہریار
پھوٹتے ہیں یاں سے چشمے معرفت کے بیشمار
رحمتِ حق اس پہ رہتی ہے ہمیشہ نور بار
رحمتِ حق دوستوں کے واسطے ہے دوستدار
راستی و صدق کے رہتے ہیں یاں پر جاں نثار
عرش اعظم سے بندھی ہیں اس کی تاریں استوار
امن عالم کا یہاں کے فیصلوں پر ہے مدار
جو تکلف سے بری ہیں اور بے حد خاکسار
جذبۂ ہمدردی و الفت کا بحرِ بے کنار
ان کی خواہش ہے زمین و آسماں باہم ہوں یار
حق پرستی۔ خدمتِ مخلوق ہو لیل و نہار
آسماں سے نور برسے مثلِ ابر نو بہار
جگمگا جائے ہر اک ہی گوشۂ تاریک و تار
یہ اسی پر کر رہے ہیں اپنا مال و جاں نثار
دل ہوں محو حمد ہو اللہ اکبر کی پکار
ہو بنی آدم میں پیوند محبت استوار
قادیاں میں بن رہی ہے بہر جنگ و کارزار
ہے یہی وہ احمدیت آسماں جس پر نثار

ہے دعا یہ محمد پر فدا ہوں جان و دل ٭ اس پہ اسکی آل پر فضل خدا ہوں بے شمار
ہر لب انساں ہو ذنف حمد و نعت مصطفےٰ ٭ ہو بروز مصطفےٰ کے واسطے ہر دل میں پیار
حبِّ احمد ہو دلوں میں جاگزیں و جاں پناہ ٭ مانگ لے گوہر دعائیں حق سے رو کر زار زار

ماریشس میں احمدیت

حافظ جمال احمد صاحب موجودہ مبلغ

مولانا عبیداللہ شہید دوسرے مبلغ

صوفی غلام محمد صاحب بی۔اے
پہلے مشنری

جماعت احمدیہ ماریشس

مولوی مبارک علی صاحب
بی۔اے۔بی۔ٹی بولن کے سابق مبلغ

منارۃ المسیح

پیرس

حضرت مفتی محمد صادق صاحب پیرس میں تبلیغ فرما رہے ہیں

حضرت خلیفۃ المسیح معہ اپنے خدام کے پیرس شہر میں
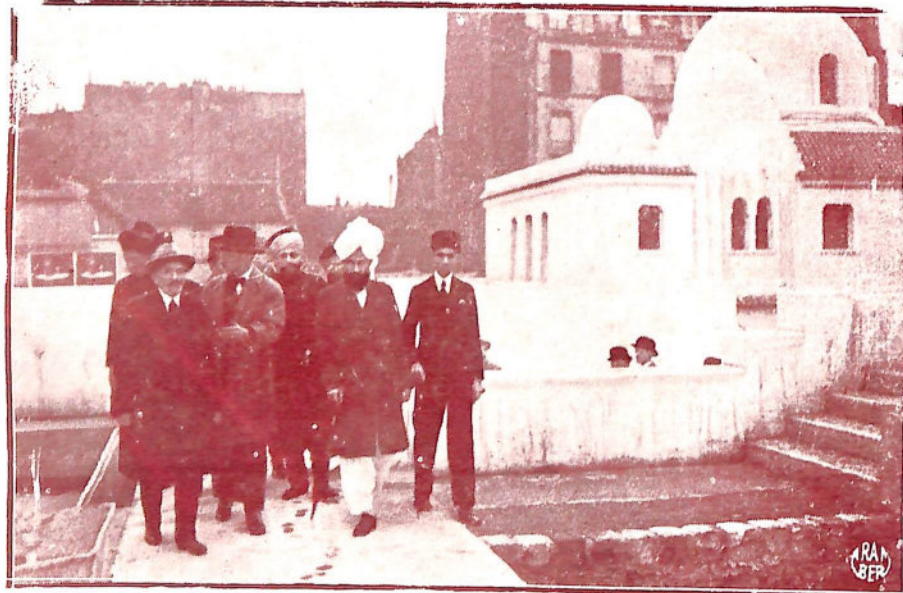
پیرس شہر میں داخل ہونے کے دو منظر

حضرت امیرالمومنین مسجد لندن کا پتھر رکھ رہے ہیں

حضرت امیرالمومنین مسجد لندن میں پتھر رکھنے کے بعد تقریر فرما رہے ہیں

مسجد لندن کی بنیاد کے بعد حضرت امیرالمومنین نماز پڑھا رہے ہیں

مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول جسے حضرت امیرالمومنین نے ٹوٹنے سے بچایا
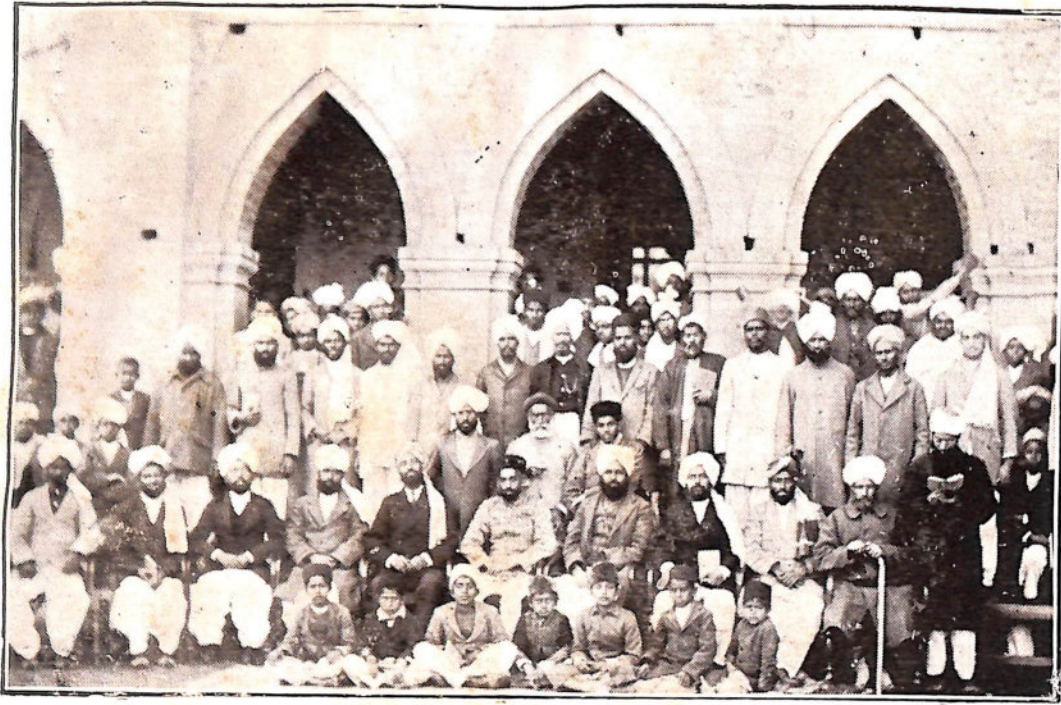
سالانہ جلسہ کے دو منظر

احمدیت کی بڑھتی ہوئی ترقی حضرت امیرالمومنین کے گذشتہ ۲۵ سال میں
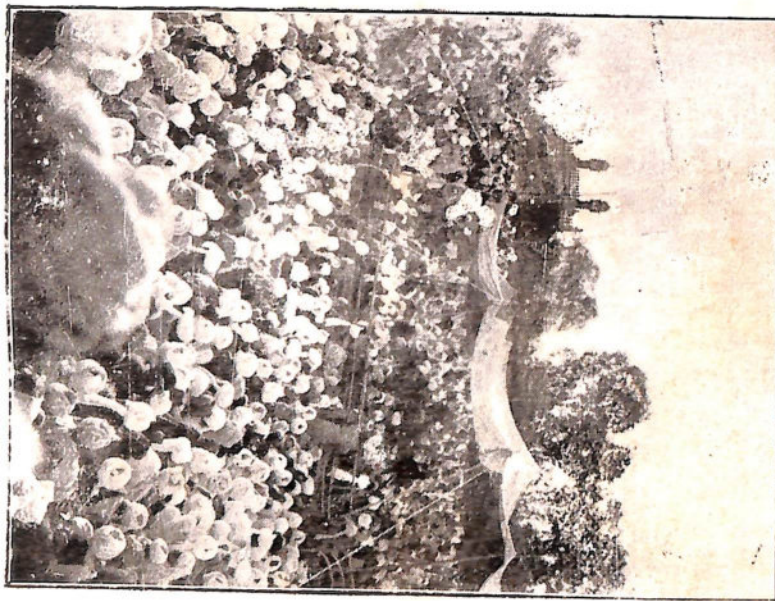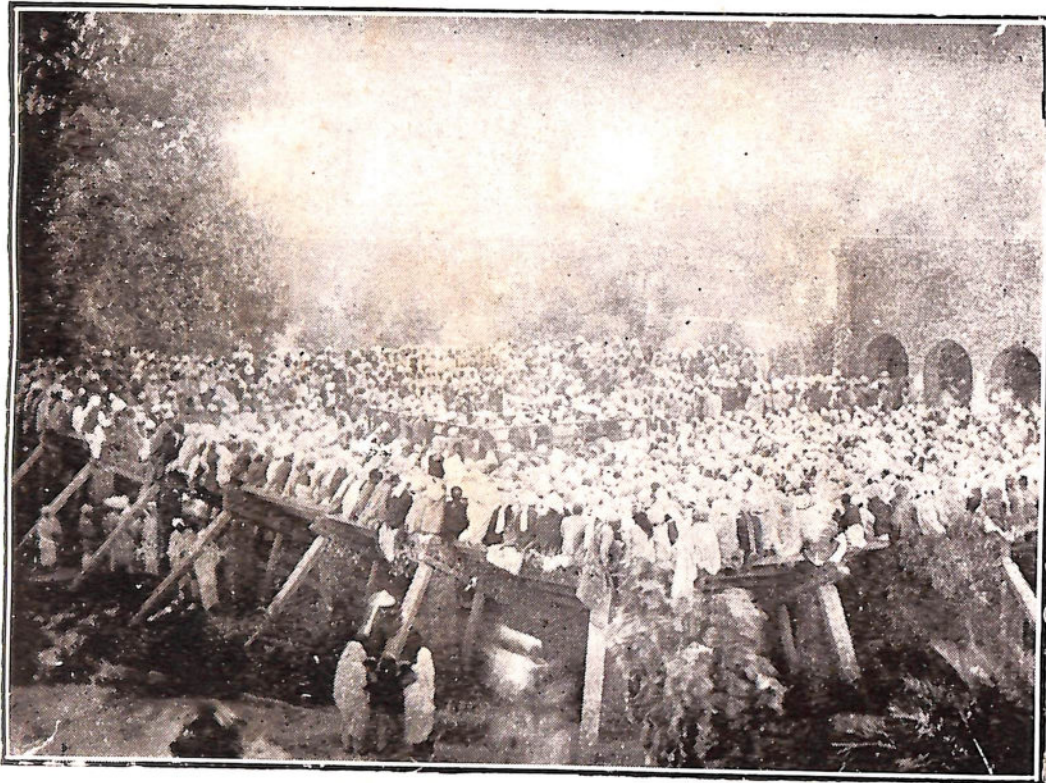
یہ مضمون میرے محترم بھائی چودھری ظہور احمد صاحب نے نہایت توجہ اور محنت سے الحکم کے جوبلی نمبر کیلئے لکھا ہے۔ انھوں نے گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود میرے کہنے پر نہ صرف یہ مضمون تیار کیا۔ بلکہ لِلّٰہ فی اللہ الحکم جوبلی نمبر کے لئے جو میری مدد فرمائی میں اپنے دل میں اس کے لئے جذبات امتنان پاتا ہوں۔ جزاھم اللہ احسن الجزا (محمود احمد عرفانی)

یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُّوْحِیْ اِلَیْہِمْ مِّنَ السَّمَاءِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جبکہ یکہ و تنہا تھے۔ اسوقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس جماعت کے پھیلنے کی صدہا بشارتیں دیں اور جبکہ جماعت کا پھیلنا مقدر تھا تو ضروری تھا کہ اس کام کو چلانے کیلئے اس کی وسعت کے لحاظ سے کارکن بھی عطا کئے جاتے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا وحی میں آپ کو یہ بشارت دی کہ میں تجھے ایک جماعت ایسے لوگوں کی دوں گا جو خدا کی وحی کے ماتحت تیرے مشن کی خدمت پر کمربستہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ جماعت میں ایسے لوگ وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے رہے۔ جو خدمت دین کے لئے کمربستہ رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسے خدمت گاروں کے لئے ایک نظام صدر انجمن کے نام سے قائم کیا۔ حضرت امیر المومنین کے زمانے میں اس نظام نے بڑی وسعت اختیار کر لی۔ ذیل میں اسکی تفصیل پیش کرتا ہوں:۔

صدر انجمن احمدیہ

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی دینی و دنیوی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے جو مرکزی انجمن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت سے قائم ہے اور حکومت برطانیہ کے قانون رجسٹریشن (ایکٹ XXI آف ۱۸۶۰) کے ماتحت سنہ ۱۹۰۶ء سے رجسٹری شدہ ہے۔ اس کا نام صدر انجمن احمدیہ قادیان ہے۔

صدر انجمن احمدیہ کے سپرد جماعت کے مختلف شعبہ جات کا انتظام مثلاً انتظام بہشتی مقبرہ۔ مساجد بیت المال و محاسب۔ صدقات و زکوٰۃ۔ جائداد دعوۃ و تبلیغ۔ تعلیم و تربیت۔ تالیف و تصنیف قضا و افتاء۔ احتساب۔ تعلقات مابین الاقوام و سیاست اندرونی۔ ضیافت و دیگر امور متفرقہ ہیں۔

اراکین صدر انجمن

سوائے ایسے لوگوں کے جو کسی نقص کی وجہ سے صدر انجمن کی ممبری سے علیحدہ کئے جا چکے ہیں۔ یا وہ خود صدر انجمن کی ممبری سے مستعفی ہو چکے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقرر کردہ ممبران صدر انجمن کے ممبر ہیں۔ انکے علاوہ مختلف نظارتوں کے افسران اعلیٰ جو ناظر کے نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ اور وہ اصحاب جن کو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ممبر مقرر کیا ہے۔ صدر انجمن کے ممبر ہیں۔ موجودہ ممبران کے اسمائے گرامی یہ ہیں:۔

(۱) چودھری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ اے ناظر اعلیٰ و صدر مجلس کارپرداز مصالح قبرستان بہشتی مقبرہ۔
(۲) مولوی عبد المغنی خاں صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ
(۳) مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ ناظر تعلیم و تربیت و تالیف و تصنیف۔
(۴) خان صاحب مولوی فرزند علی صاحب ناظر بیت المال۔
(۵) سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ و امور خارجیہ
(۶) میر محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل ناظر ضیافت
(۷) ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب ڈی ڈی ایل ایل ڈی ممبر
(۸) خانصاحب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب ریٹائرڈ سول سرجن ممبر۔
(۹) شیخ بشیر احمد صاحب بی۔ اے ایل ایل بی ایڈووکیٹ لاہور ہائی کورٹ۔ ممبر۔
(۱۰) مرزا عبد الحق صاحب بی۔ اے ایل ایل بی پلیڈر گورداسپور۔ ممبر

ماتحت انجمنیں

ہندوستان کے طول و عرض میں ۷۸۶ مختلف مقامات پر صدر انجمن احمدیہ کی شاخیں قائم ہیں۔ جو مقامی طور پر ان فرائض کو سرانجام دیتی ہیں جو صدر انجمن کے سپرد ہیں۔ ان جماعتوں کے مقامی عہدہ داران کے تقرر کے لئے بھی مرکز کی منظوری ضروری ہوتی ہے۔ امراء صرف خلیفۃ المسیح کی منظوری سے ہی مقرر ہو سکتے ہیں۔ دیگر عہدہ داران کی منظوری نظارت ہائے متعلقہ دیتی ہیں۔

خلافت ثانیہ میں ہندوستان کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک میں پچاس سے زائد مقامات پر خدا کے فضل سے جماعت ہائے احمدیہ قائم ہو چکی ہیں۔ چنانچہ اس وقت مندرجہ ذیل ممالک میں باقاعدہ جماعت ہائے احمدیہ موجود ہیں:۔

انگلستان۔ امریکہ۔ مشرقی افریقہ۔ مغربی افریقہ۔ آسٹریلیا۔ شام و فلسطین۔ مصر۔ عراق۔ عرب جزائر شرق الہند۔ ماریشس۔ برہما۔ سیلون وغیرہ

مجلس مشاورت

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ۱۹۲۲ء سے صدر انجمن احمدیہ کے علاوہ جماعت کی ایک مجلس شوریٰ قائم کر رکھی ہے۔ جو سلسلہ کے اہم کاموں خصوصاً بجٹ آمد و خرچ کے متعلق جماعت کی رائے حضرت امیر المومنین کے حضور پیش کرتی ہے۔ اس مجلس کے ممبران صدر انجمن کے تمام اراکین۔ افسران صیغہ جات اور مختلف انجمن ہائے بیرونی کے نمائندے ہوتے ہیں۔ مجلس مشاورت کا سب سے پہلا اجلاس ۱۵، ۱۶ اپریل ۱۹۲۲ء کو قادیان میں حضرت امیر المومنین کی موجودگی میں منعقد ہوا اس کے بعد ہر سال حضور کی موجودگی میں سال میں ایک یا دو دفعہ حسب ضرورت ہوتا ہے۔ جسمیں بجٹ اور دیگر مشورہ طلب امور کے متعلق جماعتوں کے نمائندے اپنی اپنی جماعتوں کی آراء پیش کرتے ہیں۔ مجلس شوریٰ میں پیش ہونے والے تمام امور بطور ایجنڈا قبل از وقت تمام نمائندوں کو بھجوا دیئے جاتے ہیں۔ تاکہ نمائندگان انپر پورے طور پر غور کر کے اور اپنی جماعتوں کی آراء معلوم کر کے آئیں اور یہاں مفید مشورہ دے سکیں۔ سب سے پہلی مجلس مشاورت میں ۸۲ نمائندگان شامل ہوئے لیکن ۱۹۳۹ء میں جو مجلس ہوئی اس میں ۴۷۲ نمائندگان نے شرکت اختیار کی۔

نظارت ہائے

خلافت ثانیہ میں جماعت احمدیہ نے خدا کے فضل سے دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرنی شروع کی۔ جماعت کی ترقی کے ساتھ ہی نظام مرکزی کو بھی زیادہ مستحکم اور مضبوط کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ شروع جنوری سنہ ۱۹۱۹ء میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے سلسلہ کے کام کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے الگ الگ محکمے قائم فرما دیئے۔ اور یہی نظام اسوقت رائج ہے۔

صدر انجمن کے مختلف صیغہ جات کو نظارت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ نظارتوں کے ماتحت بھی آگے مختلف شعبہ جات ہیں۔ نظارتوں اور مختلف صیغہ جات کی مختصر کیفیت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ جس سے ان نظارتوں اور مختلف صیغہ جات کے کام کا خاکہ سامنے آ سکتا ہے۔ اور ان کے وہ فرائض جو صدر انجمن کی طرف سے مقرر ہیں معلوم ہو سکتے ہیں

صدر انجمن احمدیہ اور نظارتوں کا الحاق

گو یکم جنوری ۱۹۱۹ء سے نظارتیں قائم ہو چکی تھیں لیکن صدر انجمن اور نظارتوں کا نظام علیحدہ علیحدہ تھا۔ آخر یکم اکتوبر ۲۵ء سے حضرت امیر المومنین نے نظارتوں اور صدر انجمن کا الحاق فرماتے ہوئے موجودہ نظام جاری فرمایا

نظارت علیاء

صدر انجمن احمدیہ کے مختلف صیغہ جات کے کام کی نگرانی اور ان میں یکجہتی اور تعاون پیدا کرنے کے لئے جو صیغہ قائم ہے۔ اس کا نام نظارت علیا ہے۔ یہ نظارت تمام نظارتوں اور ان صیغہ جات کے کام کی جو کسی دوسری نظارت کے ماتحت نہیں نگرانی کرتی ہے۔ نظارت علیا ر باقی نظارتوں کے کام میں وحدت اور یکرنگی اور تعاون قائم کرنے کے لئے ذمہ دار ہے صدر انجمن کے تمام کاموں کے متعلق عمومی ذمہ داری بھی اسی نظارت پر ہے۔

اس نظارت کے افسر اعلیٰ آجکل جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ اے (سابق مبلغ انگلستان) ہیں جو ناظر اعلیٰ کہلاتے ہیں۔ خان صاحب منشی برکت علی صاحب نائب ناظر اور قاضی عبد الرحمٰن صاحب دفتر کے ہیڈ کلرک ہیں۔ اس نظارت میں سات کارکن کام کرتے ہیں۔

نظارت ہذا کے ماتحت یکم مئی ۳۳ء سے ایک اسامی سپرنٹنڈنٹ دفاتر کی بھی قائم کی گئی ہے سید محمد اسمٰعیل صاحب اس اسامی پر کام کر رہے ہیں سپرنٹنڈنٹ دفاتر کا کام ہے کہ وہ صدر انجمن کے

محررین کے کام کی عمومی نگرانی رکھے۔ اور ان کے تقرر۔ ترقی اور رخصتوں وغیرہ کے معاملات کے طے کرنے میں افسران بالا کی امداد کرے۔

نظارت دعوۃ و تبلیغ

دوسری نظارت دعوۃ و تبلیغ ہے۔ جو سلسلہ کے تبلیغی فرائض ادا کرتی ہے۔ اور اسلام اور احمدیت کی اشاعت و تبلیغ اکناف عالم میں پہنچانے کے لئے جد و جہد کرتی ہے

مولوی عبدالمغنی صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ ہیں اور مرزا عبدالغنی صاحب معاون ناظر کے فرائض انجام دیتے ہیں ——— ہیڈ کلرک پیر خلیل احمد صاحب ہیں۔ تمام مبلغین سلسلہ چاہے وہ صدر انجمن سے الاؤنس لیتے ہوں یا آنریری طور پر خدمات سرانجام دیتے ہوں۔ اس نظارت کی ہدایات کے ماتحت اور نگرانی میں کام کرتے ہیں۔ اس وقت ۳۳ مبلغین ہندوستان کے اندر اور ۱۳ بیرون ہند میں کام کر رہے ہیں۔ یہ صرف ایسے مبلغین ہیں۔ جن کو صدر انجمن احمدیہ سے باقاعدہ الاؤنس ملتا ہے۔ تحریک جدید کے ماتحت جو مبلغین کام کرتے ہیں۔ وہ ان کے علاوہ ہیں۔ ہندوستان سے باہر جو مبلغین اس وقت کام کر رہے ہیں۔ ان کے اسماء حسب ذیل ہیں:-

(۱) مولوی مطیع الرحمٰن صاحب	امریکہ
(۲) مولوی نذیر احمد صاحب	مغربی افریقہ
(۳) مولوی نذیر احمد صاحب مبشر	ر ر
(۴) مولوی فضل الرحمٰن صاحب حکیم	ر ر
(۵) مولوی جلال الدین صاحب شمس	انگلستان
(۶) مولوی رحمت علی صاحب	جاوا
(۷) مولوی محمد صادق صاحب	سماٹرا
(۸) مولوی مبارک احمد صاحب	مشرقی افریقہ
(۹) مولوی احمد خاں صاحب	برہما
(۱۰) مولوی محمد شریف صاحب	فلسطین و مصر
(۱۱) مولوی عبدالواحد صاحب کاٹھی	جاوا
(۱۲) مولوی عبداللہ صاحب مالاباری	سیلون
(۱۳) حافظ جمال احمد صاحب	مارشیس ؎

نظارت کے مرکزی دفتر کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مثلاً ایک شعبہ نشر و اشاعت ہے۔ مولوی عبدالرحیم صاحب نیر سابق مبلغ مغربی افریقہ و انگلستان اس شعبہ کے انچارج ہیں۔ اس شعبہ کے سپرد تبلیغی لٹریچر اور ٹریکٹوں وغیرہ کی تیاری طباعت و اشاعت ہے۔ ہر سال لاکھوں کی تعداد تبلیغی ٹریکٹ وغیرہ اکناف عالم میں بھیجے جاتے ہیں۔ اور جہاں باقاعدہ مبلغ نہیں پہنچ سکتے۔ وہاں یہ لٹریچر مبلغین کا کام کرتا ہے۔

دوسرا شعبہ ترقی اسلام ہے۔ اس کے انچارج بھی نیر صاحب ہیں۔ یہ صیغہ اسلام کی عام ترقی کے لئے جد و جہد کرتا ہے۔ سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو جلسے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت ۱۹۲۸ء سے ہر سال ہوتے ہیں وہ بھی اسی شعبہ کے ماتحت ہوتے ہیں۔

تیسرا شعبہ دعوت عامہ کا ہے۔ یہ ۱۹۳۹ء سے جاری ہوا ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ احمدی دوستوں کو تحریک کرے کہ وہ سال میں کم از کم پندرہ روز تبلیغ کے لئے وقف کریں۔ اور پھر ان کو تبلیغ کے لئے بھجوایا جائے۔

چوتھا شعبہ انصار اللہ کا ہے۔ انصار اللہ کے ممبران ہفتہ وار تبلیغ کے لئے باہر جاتے ہیں اور اپنے کام کی رپورٹ مرکزی دفتر کو بھجواتے ہیں

ان شعبہ جات کے علاوہ مرکزی دفتر ہے جو ان تمام شعبہ جات کی نگرانی اور بقیہ تمام امور کو سرانجام دیتا ہے

روزنامہ الفضل و مصباح

صدر انجمن کے تبلیغی اخبارات یعنی روزنامہ الفضل اور زنانہ اخبار مصباح بھی اس نظارت کے ماتحت ہیں

روزنامہ الفضل ۱۹۱۳ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا تھا۔ سب سے پہلا پرچہ ۱۹ر جون ۱۹۱۳ء کو شائع ہوا تھا۔ پہلے یہ اخبار ہفتہ وار نکلتا تھا۔ پھر ہفتہ میں دو بار رہا۔ اسکے بعد ہفتہ میں تین بار اور پھر روزانہ ہو گیا۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد یہ صدر انجمن احمدیہ کے سپرد ہو گیا۔

خواجہ غلام نبی صاحب ایڈیٹر و منیجر الفضل ہیں شیخ رحمت اللہ صاحب شاکر مولوی محمد یعقوب صاحب طاہر مولوی فاضل نائب ایڈیٹرز ہیں۔ اور سید احمد علی صاحب مولوی فاضل معاون ہیں۔ چودھری عبدالمجید صاحب بی۔ اے (آنرز) نائب منیجر کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ جناب بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ہیں۔

۱۹۲۶ء میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے منشاء مبارک کے ماتحت ایک زنانہ پندرہ روزہ اخبار کا اجراء ہوا۔ جس کا نام حضور نے مصباح تجویز فرمایا۔ مصباح کا سب سے پہلا پرچہ قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کی ادارت میں ۱۵ر دسمبر ۱۹۲۶ء کو شائع ہوا۔ اور آجکل مولوی محمد یعقوب صاحب طاہر مولوی فاضل اس اخبار کے ایڈیٹر ہیں۔

نظارت تعلیم و تربیت

تیسری نظارت تعلیم و تربیت ہے۔ صدر انجمن کی تمام درسگاہیں اور مقامی اور بیرونی ہوسٹل اور بورڈنگ ہاؤس اس نظارت کی نگرانی میں ہیں۔ یہ نظارت جماعت احمدیہ کی عام تعلیم اور علمی تربیت کا انتظام کرنے کے علاوہ جماعت کی دینی اور اخلاقی تربیت کا بھی انتظام کرتی ہے۔ نیز احمدیوں کو نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ۔ حج اور اعمال صالحہ کی طرف رغبت پیدا کرنے کے لئے ساعی رہتی ہے اور خلاف شریعت امور کو مٹانے کے لئے کوشش کرتی رہتی ہے

اسیطرح مقامی جماعتوں میں درس قرآن مجید و حدیث و کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انتظام بھی یہی نظارت کرتی ہے۔ مرکزی مساجد یعنی مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک اور قادیان کی عیدگاہ کا انتظام بھی اسی نظارت کے سپرد ہے

طلباء۔ یتامیٰ۔ بیوگان اور مساکین و غرباء وغیرہ کے لئے سب گنجائش وظائف و صدقات اور قرضہ حسنہ و امدادی وغیرہ کا انتظام بھی یہی نظارت کرتی ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ ناظر تعلیم و تربیت ہیں۔ چونکہ آجکل آپ تصنیف کے کام میں مصروف ہیں۔ اسلئے آپ کی جگہ آپ کے نائب حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب ناظر کے فرائض بھی ادا فرماتے ہیں۔

اس نظارت میں مولوی قمر الدین صاحب مولوی فاضل انسپکٹر تعلیم و تربیت اور مولوی محمد ابراہیم صاحب واعظ مقامی ہیں۔ عملہ میں بارہ افراد کام کرتے ہیں۔

درسگاہیں

نظارت تعلیم و تربیت کے ماتحت مندرجہ ذیل صیغہ جات ہیں۔ جامعہ احمدیہ قادیان۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان۔ مدرسہ احمدیہ قادیان۔ نصرت گرلز ہائی سکول قادیان۔ احمدیہ ہوسٹل لاہور۔ ہوسٹل جامعہ احمدیہ اور انتظام مساجد

مدرسہ احمدیہ

یہ مدرسہ ۱۹۰۹ء سے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور مولوی برہان الدین صاحب کی یادگار کے طور پر قائم ہوا۔ مدرسہ میں سات جماعتیں ہیں۔ کم از کم پرائمری پاس طالب علم کو داخل کیا جاتا ہے۔ اور طلباء کو جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ جو سات سال کا کورس ختم کرنے کے بعد جامعہ احمدیہ میں داخل ہوتے ہیں آجکل اس مدرسہ کے ہیڈ ماسٹر حضرت میر محمد اسحٰق صاحب ہیں۔ سکول کے سٹاف میں پندرہ اصحاب کام کرتے ہیں۔

بورڈنگ مدرسہ احمدیہ

مدرسہ کے ساتھ ایک دارالاقامہ بھی ہے جس کے سپرنٹنڈنٹ چوہدری غلام حیدر صاحب بی۔ اے ہیں۔ بورڈنگ میں ۶۰ طلباء رہائش رکھتے ہیں۔ جنکی تعلیمی نگرانی کے علاوہ اخلاقی نگرانی کا پورے طور پر انتظام ہے۔ تمام طلباء باقاعدہ پانچوں وقت نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ درسوں میں شریک ہوتے۔ اور دوسرے مذہبی اور قومی کاموں میں دلچسپی سے حصہ لیتے ہیں۔ بورڈنگ کا سٹاف دس افراد پر مشتمل ہے۔

جامعہ احمدیہ

یکم مئی ۱۹۲۵ء سے حضرت امیر المومنین کے ارشاد کے ماتحت جامعہ احمدیہ جاری کیا گیا۔ اور مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب اس کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ مدرسہ احمدیہ کے فارغ التحصیل طلباء کے لئے چار سال کا کورس رکھا گیا ہے۔ جو وہ جامعہ احمدیہ میں پورا کرتے ہیں۔ پہلے دو سالوں میں پنجاب یونیورسٹی کے امتحان مولوی فاضل کی تیاری کرائی جاتی ہے طلبہ امتحان میں شامل ہو کر مولوی فاضل کی ڈگری حاصل کرتے ہیں۔ اور قریباً ہر سال جامعہ احمدیہ کا طالب علم ہی پنجاب بھر میں اول رہتا ہے۔ آخری دو سالوں میں امتحان مبلغین کی تیاری کروائی جاتی ہے جسے پاس کرنے والوں میں سے سلسلہ کے مبلغین چنے جاتے ہیں۔ اسوقت ۳۷ طلباء جامعہ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

جامعہ کے پرنسپل اسوقت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ہیں۔ جو پنجاب یونیورسٹی کے مولوی فاضل اور بی اے ہیں۔ اور آکسفورڈ کے بی اے (آنرز) ہیں۔ سٹاف میں ۹ کس کام کرتے ہیں۔

ہوسٹل جامعہ احمدیہ

جامعہ کے ساتھ ایک ہوسٹل بھی ہے جس میں ۱۵ طالب علم اقامت پذیر ہیں۔ مولوی ارجمند خاں صاحب ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ ہیں سٹاف میں پانچ افراد ہیں۔

تعلیم الاسلام ہائی سکول

تعلیم الاسلام ہائی سکول ۱۸۹۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں جاری ہوا پہلے صرف مڈل تک اسمیں تعلیم کا انتظام کیا گیا۔ مگر سن ۱۹۰۰ء میں باقاعدہ ہائی سکول بنا دیا گیا۔ یہ سکول گورنمنٹ سے منظور شدہ ہے اور ۹۱۵ سینکڑوں طالب علم اسوقت تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

۱۹۱۴ء میں اس سکول کے طلبہ کی تعداد ۳۶۵ تھی۔

اس سکول اور بیرونی مدارس میں ایک نمایاں فرق ہے۔ کیونکہ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں دنیوی تعلیم کے علاوہ دینی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اور جس وقت طلباء میٹرک کا امتحان دے کر سکول سے باہر نکلتے ہیں۔ تو وہ قرآن مجید باترجمہ اور اسلام اور احمدیت کے عام اصولوں سے بھی واقف ہوتے ہیں۔

سکول کے ہیڈ ماسٹر مولوی محمد الدین صاحب بی۔ اے (سابق مبلغ امریکہ) ہیں۔ اور سیکنڈ ماسٹر قاضی محمد عبداللہ صاحب بی۔ اے۔ بی ٹی (سابق مبلغ انگلستان ہیں) سکول کے سٹاف میں ۲۹ کارکن کام کرتے ہیں۔

بورڈنگ تعلیم الاسلام ہائی سکول

سکول کے ساتھ ایک بورڈنگ ہاؤس ہے جس میں ۱۳۰ بورڈران ہیں۔ بورڈنگ کا انتظام ۱۹۳۵ء سے تحریک جدید کے اصولوں کے ماتحت چلایا جا رہا ہے۔ صوفی غلام محمد صاحب بی۔ ایس سی بی ٹی۔ سپرنٹنڈنٹ ہیں اور ۵ کارکن بورڈنگ میں کام کرتے ہیں۔

نصرت گرلز ہائی سکول

مدرسہ نبات ۱۹۰۹ء سے جاری ہے پہلے صرف یہ پرائمری تک تھا۔ اس کے بعد خلافت ثانیہ میں پہلے مڈل ہوا۔ پھر ۱۹۲۸ء سے ہائی سکول بنا دیا گیا۔ ۱۹۳۰ء میں اس سکول کی طالبات نے پہلی دفعہ پنجاب یونیورسٹی کا میٹرکیولیشن کا امتحان دیا۔ اب اس سکول کی قدیم طالبات میں سے خدا کے فضل سے کئی گریجویٹ اور بی ٹی اور ڈاکٹر وغیرہ بن چکی ہیں۔ اس سکول کا نام حضرت ام المومنین کے نام پر نصرت گرلز ہائی سکول رکھا گیا ہے

مڈل کے بعد اس کی دو شاخیں کر دی جاتی ہیں۔

(ف) صدر انجمن احمدیہ سے الاؤنس نہیں ملتا۔

کا ایک حصہ ہیں دو سال کا کورس ہے۔ جس میں پنجاب یونیورسٹی کے امتحان میٹریکولیشن کی تیاری کرائی جاتی ہے۔ اور طالبات یونیورسٹی کے امتحان میں شریک ہوتی ہیں۔

دوسری تاریخ اپریل ۱۹۳۶ء سے حضرت امیر المومنین کے ارشاد کے ماتحت جاری کی گئی۔ اس میں تین سال کا دینیات کا کورس رکھا گیا ہے۔

ملک غلام فرید صاحب ایم۔ اے (سابق مبلغ جرمنی و انگلستان) سکول کے مینیجر ہیں۔ استانی استہ الرحمٰن صاحبہ بی۔ اے۔ بی۔ٹی ہیڈ مسٹرس ہیں سکول میں ۱۲ کارکن ہیں۔ اور اس وقت ۱۳۵ طالبات تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔

احمدیہ ہوسٹل

لاہور کے مختلف کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے والے احمدی طالب علموں کی رہائش کے لئے ۱۹۱۵ء سے احمدیہ ہوسٹل قائم ہے۔ اس ہوسٹل کے بورڈران کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسلامی احکام اور احمدیت کی تعلیم کے مطابق رہیں۔ تمام بورڈران نمازیں باجماعت ادا کرتے ہیں۔ درس کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔ ہوسٹل میں اسوقت ۲۵ طلبا رہائش رکھتے ہیں۔ چوہدری غلام احمد صاحب ایم۔ اے سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ اس میں چار افراد کام کرتے ہیں۔

انتظام مساجد و عیدگاہ

نظارت تعلیم و تربیت کے ماتحت ایک صیغہ انتظام مساجد کا بھی ہے۔ یہ صیغہ مرکزی مساجد یعنی مسجد اقصیٰ۔ مسجد مبارک۔ اور مقامی عیدگاہ کے متعلق ضروری انتظامات کرتا ہے۔ ہر ایک مسجد میں ایک ایک خادم مسجد مقرر ہے جو مسجد کی صفائی اور دیگر ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔

جمعہ کے روز مسجد اقصیٰ میں لاؤڈ سپیکر کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔ تاکہ تمام دوست آسانی سے خطبہ جمعہ سن سکیں گے یہ مسجد خلافت ثانیہ میں پہلے سے قریباً چار گنا وسیع ہو چکی ہے۔ منارۃ المسیح بھی اسی مسجد میں ہے۔ جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۳ مارچ ۱۹۰۳ء جمعہ کے روز رکھی۔ اور یہ منارۃ البیضا دسمبر ۱۹۱۶ء میں خلافت ثانیہ میں تیار ہو کر مکمل ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کو پورا کرنے کے لئے اس پر چاروں گھڑیاں اور رات کو روشنی کے لئے بجلی کے بڑے بڑے لمپ لگا دیئے گئے ہیں۔ جن کی روشنی دور دور تک پہنچتی ہے۔ مؤذن پانچوں وقت اس پر چڑھ کر نمازیوں کو نماز کے لئے بلاتا ہے۔ یہ وہ منارہ ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا پاک مسیح فرماتا ہے:۔

"شاید ہمارے بعض مخلصوں کو معلوم نہیں ہوگا کہ منارۃ المسیح کیا چیز ہے۔ اور اس کی کیا ضرورت ہے سو واضح ہو کہ ہمارے سید و مولیٰ خیر الاصفیاء خاتم الانبیاء سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی ہے کہ وہ مسیح موعود جو خدا کی طرف سے اسلام کے ضعف اور عیسائیت کے غلبہ کے وقت میں نازل ہوگا۔ اس کا نزول ایک سفید منارہ کے قریب ہوگا۔ جو دمشق سے شرقی طرف واقع ہے۔ اس پیشگوئی کو پورا کرنے کے لئے دو مرتبہ اسلام میں کوشش کی گئی۔ اول ۱۱۴۱ء سے پہلے دمشق کی شرقی طرف سنگ مرمر کے پتھر سے ایک منارہ بنایا گیا تھا۔ جو دمشق سے شرقی طرف اور جامع اموی کی ایک جزو تھی۔ اس کو کہتے ہیں۔ کئی لاکھ روپیہ اس پر خرچ آیا تھا۔ اور بنانے والوں کی غرض یہ تھی تا وہ پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری ہو جائے۔ لیکن بعد اس کے نصاریٰ نے اس منارہ کو جلا دیا۔ پھر اس حادثہ کے بعد ۷۴۱ھ میں دوبارہ کوشش کی گئی کہ وہ منارہ دمشق کے شرقی طرف بعیر تیار کیا جائے۔ چنانچہ اس منارہ کے لئے بھی غالباً ایک لاکھ روپیہ چندہ جمع کیا گیا۔ مگر خدا تعالیٰ کی قضاء و قدر سے جامع اموی کو آگ لگ گئی۔ اور وہ منارہ بھی جل گیا۔ غرض دونوں مرتبہ مسلمانوں کو اس قصد میں ناکامی رہی۔ اور اس کا سبب یہی تھا کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ تھا کہ قادیان میں منارہ بنے۔ کیونکہ مسیح موعود کے نزول کی یہی جگہ ہے"

الحمد للہ اس پیشگوئی کی تکمیل کا فخر بھی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو حاصل ہوا۔

نظارت تعلیم و تربیت نے اس سال ۱۳ نومبر ۱۹۳۹ء کو عید الفطر کے موقع پر عیدگاہ میں بھی پہلی دفعہ لاؤڈ سپیکر کا انتظام کیا تھا۔ اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ ہر عید کے موقع پر یہ انتظام ہوا کرے گا۔ اس سے قبل بڑی دقت پیش آیا کرتی تھی۔ مجمع خدا کے فضل سے اسقدر زیادہ ہوتا تھا کہ حضور کی آواز تمام مجمع تک پہنچانے کے لئے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر بعض مبلغین کو کھڑا کیا جاتا جو ساتھ ساتھ حضرت امیر المومنین کی آواز کو دہراتے جاتے اور اس طرح بدقت تمام لوگ خطبہ عید سن سکتے تھے۔

دار البیعت لودیانہ

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے پچاس سال قبل ۲۱ مارچ ۱۸۸۹ء کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں سے بیعت لینی شروع کی لودیانہ کی سرزمین کو یہ فخر حاصل ہے کہ خدا کے فرستادہ نے سب سے پہلے بیعت اسی شہر میں لی۔ جس مکان میں بیعت لی گئی وہ دار البیعت کے نام سے مشہور ہے دار البیعت بھی نظارت تعلیم و تربیت کے ماتحت ہے۔ اس سال اس مقام پر ایک حصہ میں نظارت نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کے ارشاد اور منظوری سے مسجد تعمیر کرائی ہے۔ جو خدا کے فضل سے مکمل ہو چکی ہے۔ اس مسجد کی بنیاد کی اینٹ یہاں سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ سے خاص طور پر دعا کرانے کے بعد بھجوائی گئی تھی۔

قادیان کی مساجد

قادیان میں اسوقت جماعت احمدیہ کی بارہ مساجد ہیں۔ یعنی مسجد اقصیٰ۔ مسجد مبارک۔ مسجد نور۔ مسجد فضل۔ مسجد ناصر آباد۔ مسجد دار الرحمت۔ مسجد دار الفضل مسجد دار البرکات۔ مسجد دار الفتوح۔ مسجد دار السعۃ مسجد دار الانوار۔ مسجد شیخ نور احمد صاحب مرحوم۔

پہلی چار مساجد کے علاوہ باقی تمام مساجد خلافت ثانیہ میں تعمیر ہوئی ہیں۔ مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک کے علاوہ دوسری مساجد کا انتظام محلہ جات کی لوکل انجمنوں کے سپرد ہے۔ لیکن اس وجہ سے کہ یہ سلسلہ کے مرکز کی مساجد ہیں۔ نظارت تعلیم و تربیت بھی ان کی عمومی نگرانی کا خیال رکھتی ہے۔

نظارت بیت المال

چوتھی نظارت نظارت بیت المال ہے۔ جو جماعت کے ہر قسم کے چندوں اور دیگر آمدنیوں کی تشخیص کرکے چندوں کی وصولی کا انتظام کرتی ہے۔ صدر انجمن کی ہر قسم کی مالی ضروریات کو پورا کرنے کی مساعی کی ذمہ داری نظارت پر ہے۔ یہ نظارت چندہ عام۔ زکوٰۃ و صدقات۔ چندہ جلسہ سالانہ و وصایا۔ اور انجمن کے جملہ قرضہ جات جو کسی کے ذمہ واجب الادا ہوں ان کی وصولی کا انتظام کرتی ہے۔ اسیطرح صدر انجمن کا آمد و خرچ کا مفصل بجٹ تیار کرکے صدر انجمن احمدیہ اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حضور پیش کرتی ہے۔

خانصاحب مولوی فرزند علی صاحب ناظر بیت المال ہیں اور خانصاحب منشی برکت علی صاحب نائب ناظر کی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ اور ہر دو بزرگ انجمن سے کسی قسم کا معاوضہ لئے بغیر آنریری طور پر کام کرتے ہیں۔ بابو عبد العزیز صاحب معاون ناظر اور منشی عبد الرحیم صاحب نومسلم ہیڈ کلرک ہیں۔ اس نظارت میں ۴۷ آدمی کام کرتے ہیں۔ جن میں ۲۸ انسپکٹر ہیں جو جماعتوں میں دورہ کرکے ان فرائض کی تکمیل کے لئے کام کرتے ہیں۔ جو صدر انجمن کی طرف سے اس نظارت کے سپرد ہیں

نظارت تالیف و تصنیف

پانچویں نظارت تالیف و تصنیف ہے۔ جو اسلام اور احمدیت کی تائید میں کتب و رسالہ جات وغیرہ تصنیف کرکے شائع کرتی ہے۔ مخالفین احمدیت اور اسلام کی طرف سے جو لٹریچر شائع ہوتا ہے اس کے جوابات بھی یہی نظارت لکھوا کر شائع کراتی ہے۔ افراد جماعت کی طرف سے جو تصانیف ہوتی ہیں۔ وہ اس نظارت میں آتی ہیں۔ اور نظارت کے اس امر پر اطمینان کر لینے کے بعد کہ اس میں کوئی بات سلسلے کے اصول اور تعلیم کے خلاف نہیں اس کی طباعت و اشاعت کی منظوری دی جاتی ہے۔

سلسلہ کی مرکزی لائبریری بھی اسی نظارت کے ماتحت ہے۔ جس میں سلسلہ احمدیہ۔ اسلام۔ اور تمام ادیان عالم کے متعلق ہر قسم کی کتب کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ بیسیوں نایاب کتب بھی اس لائبریری میں موجود ہیں۔ اس لائبریری کو اپ ٹو ڈیٹ رکھنے کے لئے بھی یہ نظارت کوشاں رہتی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصانیف اور ملفوظات کی اشاعت اور حضور کے صحابہ کی روایات کو جمع کرنا اور ترتیب دے کر شائع کرنے کے کام بھی اسی نظارت کے سپرد ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ناظر تالیف و تصنیف ہیں۔ جن کی اپنی قیمتی تصانیف یہ ہیں:۔

(۱) الکلمۃ الفصل ۱۹۱۵ء
(۲) سیرۃ خاتم النبیین حصہ اول ۱۹۱۹ء
(۳) سیرۃ المہدی حصہ اول ۱۹۲۱-۲۲ء
(۴) ،، حصہ دوم ۱۹۲۴ء
(۵) ہمارا خدا ۱۹۲۷ء
(۶) تبلیغ ہدایت
(۷) سیرت خاتم النبیین حصہ دوم ۱۹۳۰ء
(۸) ایک اور تازہ نشان ۱۹۳۴ء
(۹) امتحان پاس کرنے کے گر ۱۹۳۴ء
(۱۰) الحجۃ البالغہ
(۱۱) سیرۃ المہدی حصہ سوم ۱۹۳۹ء

ان کے علاوہ آپ کی انگریزی تصانیف ازالہ بہار اور Sources of the Sirat ۱۹۳۹ء ہیں

آجکل بھی آپ ایک اہم کتاب "سلسلہ احمدیہ" کی تصنیف میں مصروف ہیں۔ جو اس مضمون کی اشاعت کے وقت تک انشاء اللہ شائع ہو چکی ہوگی۔ آپ کی نیابت میں صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب ناظر کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ و نوٹ حضرت مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے کر رہے ہیں۔ جو امید ہے۔ انشاء اللہ بہت جلد شائع ہو جائے گا۔ یہ کام بھی اسی نظارت کے ماتحت ہو رہا ہے۔ مولوی عبد الرحیم صاحب درد ایم۔ اے (سابق امام مسجد لندن) بھی اس کام میں مولوی صاحب موصوف کی امداد فرما رہے ہیں۔

بکڈپو تالیف و اشاعت

اس نظارت کے ماتحت ایک صیغہ بکڈپو تالیف و اشاعت ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور دیگر مصنفین سلسلہ کی تصانیف کی طباعت و اشاعت کا کام ہوتا ہے۔

ریویو آف ریلجنز

صدر انجمن احمدیہ کے رسالہ جات یعنی ریویو آف ریلجنز اردو۔ اور ریویو انگریزی جو جنوری ۱۹۰۲ء سے جاری ہیں۔ اس نظارت کی نگرانی اور انتظام کے ماتحت شائع ہوتے ہیں۔ ریویو انگریزی کے ایڈیٹر صوفی عبد القدیر صاحب نیاز بی۔ اے (سابق مبلغ انگلستان و جاپان) اور ریویو اردو کے ایڈیٹر مولوی علی محمد صاحب اجمیری مولوی فاضل ہیں اس نظارت کے کارکنان کی تعداد ۱۲ ہے۔

نظارت امور خارجہ

چھٹی نظارت امور خارجہ ہے۔ جو حکومت، غیر احمدی اور غیر مسلم انجمنوں اور ریاستوں کے ساتھ سلسلہ احمدیہ کے مفاد کے ماتحت سیاسی تعلقات رکھتی ہے۔ اور بوقت ضرورت حکومت وقت کے ساتھ مناسب تعاون کرتی ہے اور اگر کسی جگہ احمدیوں کو یا مسلمانوں کو تکلیف ہو تو افسران متعلقہ کو خط و کتابت یا ملاقاتوں کے ذریعہ توجہ دلا کر ان کی تکالیف کے انسداد کی کوشش کرتی ہے۔

اسیطرح مجالس واضع قوانین اور دیگر انتخابی مجالس کے انتخابات کے متعلق بھی یہ نظارت ..... سلسلہ کے مفاد کے ماتحت ضروری اور مناسب کارروائی کرتی ہے۔

سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب (سابق مبلغ شام و فلسطین) ناظر ہیں۔ اور ڈاکٹر رشید احمد صاحب آرشد ہیڈ کلرک ہیں۔ اس نظارت میں چار کارکن کام کرتے ہیں۔

سیٹلمنٹ جرائم پیشہ اقوام

حکومت نے ۱۹۱۶ء سے شروع میں جماعت کے سپرد جرائم پیشہ اقوام کی ایک آبادی اس غرض سے کی۔ تاکہ ان لوگوں کو صحیح رنگ میں تربیت دیجائے جس سے ان کے دلوں میں جرائم سے نفرت پیدا ہو۔ اور وہ کھیتی باڑی یا تجارت کرکے اپنے لئے روزی پیدا کریں یہ سیٹلمنٹ چاواہ (بابل) میں تھی سلطان مرزا برکت علی صاحب کو

اسکا انچارج کرکے بھجوایا گیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد حکیم عبدالعزیز خان صاحب کو اس سیٹلمنٹ کا سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا گیا جب یہ لوگ نگرانی سے آزاد کردیئے گئے۔ تو دوسری سیٹلمنٹ ۱۹۲۱ء میں چک ۹۱ $\frac{A}{10R}$ خانیوال میں ملی۔ ان سیٹلمنٹوں کے افسران اور دیگر ملازمین کو تنخواہ پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے ملتی تھی۔ لیکن یہ نظارت امور خارجہ کی عمومی نگرانی میں کام کرتے تھے۔ جماعت کی نگرانی میں ان لوگوں نے بہت ترقی کی وہ لوگ جو کسی وقت چوری اور مار دھاڑ سے اپنا گزارہ کیا کرتے تھے ان میں سے اکثر احمدی ہو چکے ہیں۔ باقاعدہ پانچوں وقت نمازیں ادا کرتے ہیں۔ اور دوسرے احکام شریعت کی پابندی کرتے ہیں۔ اپنی تمام بری عادتوں کو ترک کردیا ہے۔ اور عام زمینداروں کی طرح زندگی بسر کررہے ہیں۔ اسی وجہ سے ۱۹۳۱ء سے حکومت نے ان پر سے تمام پابندیاں کو دور کرکے آزاد کردیا ہے

انڈین ٹیریٹوریل فورس میں احمدیہ کمپنی

۱۹۲۲ء سے انڈین ٹیریٹوریل فورس ۱۵/۱۱ پنجاب رجمنٹ میں خالص احمدیوں کی ایک پوری کمپنی موجود ہے جس کے کمپنی افسر اسوقت سے گزشتہ ماہ فروری تک صاحبزادہ کیپٹن مرزا شریف احمد صاحب رہے ہیں۔ اور آپ کے مستعفی ہو جانے پر آپ کے چھوٹے صاحبزادے مرزا داؤد احمد صاحب (سیکنڈ لفٹیننٹ) کمپنی افسر مقرر ہوئے ہیں۔

اس کمپنی کے لئے ریکروٹ وغیرہ مہیا کرنا اور دیگر متعلقہ امور میں افسران رجمنٹ سے ضروری تعاون بھی اسی نظارت کے سپرد ہے۔

نظارت بہشتی مقبرہ

ساتویں نظارت مقبرہ بہشتی ہے جو بہشتی مقبرہ اور وصایا کے متعلق ضروری انتظامات کرتی ہے اس نظارت کا کام ایک انجمن کے سپرد ہے۔ جس کا نام مجلس کارپرداز مصالح قبرستان ہے۔ مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب (سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ) اس کے سکرٹری ہیں۔ جو اس نظارت کے دفتری اور انتظامی کام کی نگرانی رکھتے ہیں۔ چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم۔اے۔ بحیثیت ناظر اعلیٰ اس مجلس کے صدر اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل و منشی فاضل (سابق پروفیسر جامعہ احمدیہ) اور سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ بحیثیت عہدہ اس کے ممبر ہیں۔ مولوی عطا محمد صاحب اور مولوی نور محمد صاحب، دفتر میں کام کرتے ہیں آٹھ کارکن اس دفتر کے ماتحت کام کرتے ہیں

نظارت امور عامہ

آٹھویں نظارت امور عامہ ہے جس کے سپرد سلسلہ احمدیہ کی سیاست اندرونی ہے۔ اور یہ نظارت رفع تنازعات بیاہ شادی۔ انسداد بیکاری۔ انتظام حصول ملازمت و دیگر ذرائع روزگار تجارت اور صنعت و حرفت۔ احتساب۔ حفاظت شعائر اللہ۔ اور قیام امن وغیرہ کے متعلق جملہ انتظامات اسی نظارت کے سپرد ہیں۔

حفظان صحت۔ اور افراد سلسلہ کی جسمانی صحت اور تندرستی کے لئے بھی یہ مناسب تدابیر اختیار کرتی ہے۔ اسیطرح ان کاموں کے علاوہ وہ تمام امور جو کسی دوسری نظارت یا کمیٹی کے سپرد نہیں ہیں۔ وہ اس نظارت کے متعلق سمجھے جاتے ہیں۔

سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر امور عامہ ہیں۔ شیخ یوسف علی صاحب بی۔اے معاون ناظر اور منشی کظیم الرحمٰن صاحب ہیڈ کلرک ہیں۔

صدر انجمن کے مشیر قانونی بھی اسی نظارت سے تعلق رکھتے ہیں۔ مولوی فضل الدین صاحب وکیل انجمن کے مشیر قانونی اور چوہدری غلام احمد صاحب بی۔اے۔ ایل ایل۔ بی پلیڈر نائب مشیر قانونی ہیں

دفتر کے کام کو احسن طریق پر انجام دینے کے لئے مختلف شعبہ جات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مثلاً شعبہ انسداد بیکاری۔ شعبہ رشتہ ناطہ۔ شعبہ حسابات۔ شعبہ تنفیذ (جو قضاء کے فیصلہ جات کی تعمیل کراتا ہے) شعبہ کا خاص (جو معاندین سلسلہ اور دیگر ضروری خبروں سے نظارت کو باخبر رکھتا ہے) شعبہ حفاظت خاص اور دیگر متفرق امور۔

نور ہسپتال

اس نظارت کے ماتحت ایک ہسپتال ہے۔ جو نور ہسپتال کہلاتا ہے۔ یہ ہسپتال حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے ۱۹۱۸ء میں تعمیر ہوا۔ اس سے قبل دو جگہ اندرون قصبہ اور دارالعلوم میں ڈسپنسریاں تھیں۔ نور ہسپتال کی تعمیر کے بعد مارچ ۱۹۱۹ء میں ان کو ایک جگہ کرکے بڑا ہسپتال قائم کیا گیا۔ اس ہسپتال میں ہر مذہب و ملت کے مریضوں کا مفت علاج کیا جاتا ہے ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب جو پرانے تجربہ کار ڈاکٹر ہیں اس ہسپتال کے انچارج ہیں۔ ڈاکٹر احمد صاحب سب انچارج ہیں ہسپتال میں آٹھ افراد کارکن ہیں۔ اوسطاً ... مریض ماہوار اس ہسپتال سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

نظارت ضیافت

نویں نظارت ضیافت ہے جو سلسلہ کے تمام مہمانوں کی رہائش اور خورونوش کا انتظام کرتی ہے جلسہ سالانہ پر آنے والے تمام مہمانوں کی رہائش و خوراک اور مہمان نوازی کا کام بھی اسی نظارت کے سپرد ہوتا ہے۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب ناظر ضیافت ہیں۔ جو اس نظارت کے تمام فرائض آنریری طور پر نہایت محنت اور تندہی سے سرانجام دیتے ہیں بابو سراج دین ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر آنریری معاون ناظر ہیں۔ اس نظارت کے عملہ میں ۱۷۔ افراد ہیں۔

دارالشیوخ اس نظارت کے ماتحت ایک صیغہ دارالشیوخ ہے۔ جس ۱۷۵ نادار اور معذور لوگ اور یتیم بچے کھانا کھاتے ہیں۔ یہ صیغہ ۱۹۲۴ء سے قائم ہے۔ اور حضرت میر محمد اسحٰق صاحب اسے نہایت احسن طریق پر انجمن پر کسی قسم کا بار ڈالے بغیر چلا رہے ہیں۔ البتہ لنگر خانہ کھانا کھانے والوں کو صرف دال مہیا کرتا ہے۔

دیگر صیغہ جات ان نظارتوں کے علاوہ بعض اور صیغہ جات بھی ہیں۔ جو براہ راست نظارت علیاء کے اسیطرح ماتحت ہیں جس طرح دوسری نظارتیں۔ ان کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

صیغہ پرائیویٹ سکرٹری حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے دفتر کے کام کو چلانے کے لئے ایک صیغہ قائم ہے جس کے افسر اعلیٰ کا نام پرائیویٹ سکرٹری ہے۔ یہ صیغہ حضور کی ڈاک کے جوابات متعلقہ لوگوں کو بھیجتا ہے۔ اسکا ریکارڈ رکھتا ہے۔ حضور کے ساتھ ملاقاتوں اور حضور ارشاد کے ماتحت زکوٰۃ کی تقسیم کا انتظام کرتا ہے۔ اسی طرح بیعت کنندگان کا ریکارڈ رکھنے اور ان کے اسماء اخبارات میں شائع کرنے کا کام بھی اسی صیغہ کے سپرد ہے۔

مجلس مشاورت کے جملہ انتظامات نمائندگان کو قبل از وقت ایجنڈا اور بجٹ بھجوانا اور دیگر متعلقہ امور کی سرانجام دہی اس صیغہ کے ذمہ ہے۔

ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے مولوی فاضل پرائیویٹ سکرٹری ہیں۔ مولوی محمد عبداللہ صاحب اعجاز مولوی فاضل ان کے معاون ہیں۔ اس صیغہ کا عملہ ۱۰۔ افراد پر مشتمل ہے۔

محاسب صدر انجمن کے اموال کا حساب وکتاب رکھنے کے لئے جو صیغہ قائم ہے۔ اس کا نام دفتر محاسب ہے۔ انجمن کے ہر صیغہ کی ہر قسم کی آمد دفتر محاسب وصول کرتا ہے۔ اسیطرح تجارتی اور امانتی صیغہ جات کا روپیہ بھی اسی دفتر میں آتا ہے۔ دفتر محاسب تمام صیغہ جات اور امانات کی آمد و خرچ کی تفصیل رکھتا ہے۔ اور جس صیغہ کی کوئی مخصوص آمد ہوتی ہے۔ اس کی اطلاع متعلقہ صیغہ کو دیتا ہے۔

مرزا محمد شفیع صاحب ریٹائرڈ انسپکٹر ڈاکخانہ جات محاسب ہیں اور اس صیغہ میں بارہ کارکن کام کرتے ہیں۔

صدر انجمن احمدیہ کے ایسے ریٹائرڈ کارکن جن کو پنشن ملتی ہے اور جن کی تعداد ۱۸ ہے۔ اسی دفتر سے ماہوار اپنی پنشن وصول کرتے ہیں۔

صیغہ امانت دفتر محاسب کے ساتھ ایک صیغہ امانت بھی ہے۔ جس میں تمام لوگ مقررہ قواعد کے ماتحت نقد امانت جمع کراسکتے ہیں اور حسب ضرورت واپس لے سکتے ہیں۔

آڈیٹر صدر انجمن کے ماتحت جتنے دفاتر یا صیغہ جات ہیں۔ ان سب کے حسابات کی پڑتال اور چیک کرنے کے لئے ایک افسر مقرر ہے۔ جو آڈیٹر کہلاتا ہے آڈیٹر کا فرض ہے کہ تمام صیغہ جات کا کم از کم ہر تیسرے مہینے تفصیلی معائنہ کرتا رہے۔

مختلف صیغہ جات کے بل ہائے عملہ وسائر تیار ہونے کے بعد آڈیٹر کے پاس آتے ہیں۔ جو انہیں صدر انجمن احمدیہ کے مروجہ قواعد اور صیغہ کے منظور شدہ بجٹ کے مطابق چیک کرکے پاس کرتا ہے۔ اس کے بعد تمام بل دفتر محاسب میں ادائیگی کے لئے چلے جاتے ہیں۔

چوہدری برکت علی خاں صاحب آڈیٹر ہیں۔

امین صدر انجمن کے ماتحت ایک اسامی امین کی بھی ہے۔ انجمن کی روزمرہ کی ضروریات سے جو روپیہ زائد ہوتا ہے۔ وہ محاسب صدر انجمن کی وساطت سے امین کے پاس رہتا ہے۔ خاں صاحب منشی برکت علی صاحب امین کے عہدہ پر کام کررہے ہیں۔

ایک اسامی نائب امین کی بھی ہے۔ جس پر سید محمود عالم صاحب کام کررہے ہیں۔ نائب امین صدر انجمن کے خزانچی کا کام بھی کرتا ہے۔

کمیٹی محاسبہ مال صدر انجمن کے ماتحت ایک کمیٹی محاسبہ مال ہے۔ جس کے تین ممبر ہیں۔ ناظر بیت المال۔ محاسب اور آڈیٹر۔ اس کمیٹی کے صدر ناظر بیت المال اور سکرٹری محاسب ہیں۔

یہ کمیٹی صدر انجمن کو مالی و حسابی معاملات میں اور سالانہ بجٹ آمد و خرچ کے متعلق مشورہ دیتی ہے۔ کوئی ایسا معاملہ جس کا اثر انجمن کے بجٹ پر پڑتا ہو اس کمیٹی کی رائے کے بغیر صدر انجمن میں پیش نہیں ہوتا۔

صیغہ قضاء احمدیوں کے تنازعات کے فیصلہ کیلئے ایک صیغہ قائم ہے۔ جو صیغہ قضاء کہلاتا ہے۔ اس صیغہ میں ایسے تمام تنازعات اور جھگڑوں کا فیصلہ ہوتا ہے۔ جس میں فریقین احمدی ہوں۔ اور وہ قضاء کے فیصلہ کو تسلیم کرنے کا تحریری اقرار کریں قابل دست اندازی پولیس تنازعات میں چاہے فریقین احمدی بھی ہوں ان کو قضاء نہیں سنتا۔ بلکہ اگر کوئی ایسا کیس ہو بھی جائے۔ تو وہ پولیس کے سپرد کردیا جاتا ہے۔

محکمہ قضاء کے انچارج مولوی عبدالرحمٰن صاحب مولوی فاضل ہیں۔ ان کے علاوہ میر محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل مولوی ارجمند خاں صاحب۔ مولوی فاضل مولوی تاج دین صاحب " " ظہور حسین " " حافظ غلام محمد صاحب ہوا ہے مرزا عبدالحق صاحب بی۔اے ایل ایل بی۔ اور بابو اکبر علی صاحب قاضی ہیں۔ یہ تمام کے تمام آنریری طور پر خدمات سرانجام دیتے ہیں ایک قاضی کے فیصلہ کا اپیل دو قاضیوں کے سامنے پیش ہوتا ہے اور پھر ان کے فیصلہ کا اپیل خلیفہ وقت کے پاس ہو سکتا ہے بعض بڑی بڑی جماعتوں میں لوکل قاضی بھی مقرر ہیں جو لوکل تنازعات کا تصفیہ کرتے ہیں۔

صیغہ افتاء مذہبی مسائل کے متعلق فتاویٰ جاری کرنے کا کام صیغہ افتاء کے سپرد ہے۔ مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب مفتی اور اس صیغہ کے انچارج ہیں۔ ان کے علاوہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل بھی مفتی ہیں۔

نظامت جائیداد

صدر انجمن احمدیہ کی تمام منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کا انتظام نظامت جائیداد کے سپرد ہے۔ ملک مولا بخش صاحب ریٹائرڈ کلرک آف دی کورٹ اس صیغہ کے انچارج یعنی ناظم جائیداد ہیں۔ منشی محمد الدین صاحب مختار عام ہیں۔ اور چھ کارکن اس صیغہ میں کام کرتے ہیں۔

نظامت جائیداد کے ماتحت دو مستقل صیغہ جات بھی ہیں ایک صیغہ تعمیرات اور دوسرا صیغہ پراویڈنٹ فنڈ

صیغہ تعمیرات صدر انجمن کی تمام تعمیرات کی نگرانی اور مرمت وغیرہ اور نئی عمارتوں کی تعمیر کا کام اس صیغہ کے ماتحت ہوتا ہے سید سردار حسین صاحب افسر تعمیرات ہیں۔

صیغہ پراویڈنٹ فنڈ صدر انجمن کے تمام اعلیٰ مستقل کارکنان کے معاوضہ میں سے ایک آنہ فی روپیہ کے حساب سے پراویڈنٹ وضع ہوتا ہے۔ ایک آنہ فی روپیہ انجمن اپنے پاس سے بطور عطیہ دیتی ہے یہ رقم ہر ایک کارکن کے اپنے کھاتہ میں جمع ہوتی رہتی ہے جسے تجارت پر لگایا جاتا ہے۔ اور منافع ہر سال بحصہ رسدی کارکنان کے کھاتوں میں جمع ہوتا ہے جو ان کے ریٹائر ہونے پر ان کو مع عطیہ و منافع واپس کردیا جاتا ہے۔ اس سارے کام کو چلانے کے لئے صیغہ پراویڈنٹ فنڈ قائم کیا گیا۔ جو در اصل نظامت جائیداد کا ہی حصہ ہے۔ اور ناظم جائیداد ہی اس کا بھی افسر ہے۔

تحریک جدید

۱۹۳۴ء میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تحریک جدید کے ماتحت ایک نظام قائم فرمایا جس کے دفاتر اور دیگر شعبہ جات بھی مقرر فرمائے۔

تحریک جدید کے ماتحت اسوقت کئی مجاہدین غیر ممالک میں تبلیغ کررہے ہیں۔ چونکہ یہ نظام صدر انجمن احمدیہ کے نظام سے بالکل الگ ہے۔ اسلئے اسکا ذکر اس جگہ نہیں کیا گیا۔

تصوف

کبھی جو طالب دید رُخ نگار ہوا
تو آئینہ میں مرا منہ دکھا دیا مجھ کو

(انور شاہ جہانپوری)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی پاکیزہ زندگی کی ایک جھلک

(جناب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب (طبیب خصوصی) کی قلم سے)

سفر دھرمسالہ اور ایک پاکیزہ صحبت

سنہ ۱۹۲۰ء کے موسم گرما میں تبدیلی آب وہوا کی غرض سے حضور نے دھرمسالہ کا سفر اختیار کیا۔ قادیان سے روانہ ہو کر پٹھان کوٹ ایک روز قیام کیا۔ اس سفر میں حضور کے ہمراہ مرزا شریف احمد صاحب۔ مرزا گل محمد صاحب خلیفہ تقی الدین صاحب ابن ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ان کے بھائی سید محمود اللہ شاہ صاحب۔ مولوی عبدالرحیم صاحب درد اسوقت پرائیویٹ سکرٹری تھے۔ بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی۔ بابا رحیم بخش صاحب سنوری مرحوم ملک محمد خاں صاحب غزنوی۔ اور یہ ناچیز راقم تھے اس روز حضور دریا چکی کی سیر کے لئے تشریف لیگئے اور دریا میں نہانے کا فیصلہ فرمایا۔ حضور کے ساتھ دریا تک جانیوالے ساتھیوں میں سے سب کے سب تو حضور کے ساتھ نہانے میں شریک ہو گئے۔ مگر سید محمود اللہ شاہ صاحب نے اجتناب کیا۔ گو ہم سب کی یہی خواہش تھی کہ وہ بھی شریک ہوں۔ مگر وہ شریک نہ ہوئے ایک وقت وہ دریا کے عین قریب آکر کھڑے ہوئے اسوقت خلیفہ تقی الدین صاحب نے اور حضور نے ان پر کچھ چھینٹے برسائے۔ اور خلیفہ تقی الدین صاحب نے تو پکڑ کر پانی میں لے آنیکا حملہ بھی کیا۔ لیکن وہ بچکر نکل گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ جناب صوفی محمود اللہ شاہ صاحب عین کنارہ پر دوبارہ کھڑے ہوئے ہیں اور بالکل بے فکر ہیں۔ خلیفہ تقی الدین صاحب نے پھر حملہ کیا۔ اور پکڑنے کی کوشش کی۔ اس دفعہ جناب شاہ صاحب اطمینان سے کھڑے رہے۔ بجائے بھاگ جانے کے خود بخود پانی میں داخل ہونے لگ گئے۔ اور جب قدم اندر جما کر ایسے طریق پر لڑکھڑا کر پانی کے اندر گرے گویا ان کا پاؤں پھسل گیا ہے۔ ان کو اس حالت میں دیکھ کر سب ناظرین ہنسنے لگے۔ شاہ صاحب سنبھل کر جو اٹھے تو معلوم ہوا کہ اسوقت جو کپڑے وہ زیب تن کئے ہوئے تھے وہ جناب تقی الدین صاحب کے تھے۔ پھر تو ناظرین کی ہنسی کی کوئی حد نہ رہی اور جناب صوفی صاحب کی ہوشیاری پر صد آفریں کہنے لگے۔

ایک سبق اس سے اگلے روز ٹمٹموں کے ذریعہ دھرمسالہ روانہ ہوئے۔ ایک جگہ ایک شخص برلب سڑک آم کا ٹوکرا بغرض فروخت لئے بیٹھا تھا۔ حضور نے خدام میں سے کسی کو فرمایا کہ کچھ آم خرید لئے جائیں۔ آگے چل کر کہیں ٹھنڈے پانی میں ٹھنڈے کر کے کھائیں گے۔ چنانچہ دو تین خادم آم خریدنے کے لئے ٹمٹم میں سے اتر گئے اور ٹمٹمیں ٹھہر گئیں۔ آم آنے میں کچھ دیر لگی تو فرمایا کہ ابھی تک آم نہیں خرید کئے گئے؟ عرض کیا گیا کہ آم تو خرید لئے گئے ہیں۔ مگر قیمت کا ابھی کچھ جھگڑا ہے۔ فرمایا جھگڑا کیوں ہے؟ قیمت پہلے سے طے نہ ہوئی تھی؟ جواباً عرض کیا گیا کہ نہیں۔ فرمایا یہ بہت غلطی ہے اب تو جھگڑے کا تمہیں حق نہیں اور جو قیمت وہ مانگتا ہے وہ تمہیں دینی چاہیئے۔ حضور دوستوں کی اس غلطی اور بے احتیاطی پر اسقدر خفا ہوئے کہ آموں کو منہ تک نہ لگایا اور دیر تک خاموشی اختیار کئے رکھی۔

سفر ڈلہوزی اور مجاہدات کا ایک نظارہ

ہم دھرمسالہ پہنچے۔ مگر وہاں کی بارش کی زیادتی کی وجہ سے آب وہوا ناموافق ثابت ہوئی۔ اسلئے ڈلہوزی میں مکان تلاش کروا کر وہاں پہنچ گئے۔ یہاں کی آب وہوا موافق آئی

ایک روز حضور نے بعض ساتھیوں کو ہمراہ لیکر دو تین میل کے فاصلے پر جنگل میں جا کر دعا کی اس غرض کے لئے دو رکعت نماز باجماعت ادا کی۔ باوجودیکہ حضور کو انفلوانزا کے گزشتہ حملہ کی وجہ سے کمزوری لاحق تھی اور قریب ہی وقت میں بخار کا حملہ بھی ہو چکا تھا۔ مگر دعا کے لئے اس قدر لمبے سجدے حضور نے کئے کہ مقتدی تھک تھک گئے۔ مگر حضور نے دعا کو جاری رکھا اور ڈیڑھ گھنٹہ سے زائد وقت میں دو رکعت نماز ختم کی۔

مسجد لندن کی خوشی

انہی ایام میں مسجد لندن کے لئے جگہ خرید کئے جانیکی اطلاع جناب چودھری فتح محمد صاحب (اسوقت کے مبلغ لندن) نے بذریعہ تار دی۔ حضور کو اس سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ اور اس تجویز پر مجلس مشاعرہ کی تجویز ہوئی اور ایک اونچے ٹیلہ پر جس کا نام ڈیان کنڈ ہے حضور تشریف لیگئے۔ آپ کی معیت میں تمام اہل قافلہ بھی تھے۔ اور حسب تجویز ہر ایک نے لکھی ہوئی نظم یکے بعد دیگرے پڑھ کر سنائی۔

اپنے دوستوں سے بھی لغویات سنی پسند نہ فرماتے

ڈلہوزی کے قیام میں ایک روز حضور ایک مقام جہاں چیل کے درخت زیادہ تھے سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ اسوقت قادیان سے حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب اور حضرت میاں بشیر احمد صاحب بھی ڈلہوزی تشریف لے آئے تھے۔ اور حضور کے ہمراہ سیر میں شامل تھے۔ اس دن بعض دوستوں نے ایک جگہ بیٹھے ہوئے ذرا اونچے اونچے ہنسنا شروع کر دیا حضور کچھ فاصلہ پر ایک جگہ آرام فرما رہے تھے۔ ہنسی کی کیفیت کچھ ناپسندیدہ ہوگئی اور لغویت کا رنگ پیدا ہوگیا۔ حضور اس حالت کو دیکھ کر اظہار ناراضگی کرتے ہوئے وہاں سے خاموشی کے ساتھ گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور کھانا بھی نہ کھایا۔ حالانکہ کھانا بہت انتظار کے بعد پہنچا تھا۔ اور ہر ایک کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ حضور کی اس حالت ناراضگی کو دیکھ کر سب خائف ہو گئے۔ کئی گھنٹے ناراضگی رہی۔ اور کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ حضور کی مہر سکوت کو تڑوائے۔ گھر پہنچنے تک بمشکل ناراضگی دور ہوئی۔

اللہ تعالیٰ امور غیبیہ کو آپ پر کھول دیتا

۱۹۱۸ء کے انفلوانزا کے بعد بسا اوقات بعض عوارض نمودار ہو جاتے۔ اور جب کوئی تکلیف معمول سے زیادہ ہو جاتی تو حضور خاکسار کو ہمیشہ اپنے پاس اپنے کمرے میں سلاتے۔ ایکدفعہ حضور ام ناصر احمد سلمہا کے مکان میں زینہ کے پاس والے کمرہ میں بستر علالت پر تھے اور خاکسار بھی حضور کی خدمت میں دن رات رہا کرتا تھا ایک روز بعد نماز فجر میری طبیعت حضور کی ایک نظم کے وزن قافیہ اور ردیف کہنے کی طرف مائل ہوئی۔ اور آٹھ دس شعر لکھ لئے۔ تمام تو مجھے یاد نہیں۔ شاید کسی کاپی میں مل جائیں۔ مگر اس کا آخری شعر یاد رہا جو یہ ہے ؎

بڑھے کوئی کسی کے قرب میں خوب
قدم اپنا بھی آگے بڑھاؤں

ان شعروں کا کسی کو علم نہ تھا۔ حضور سوتے ہوئے تھے جبکہ یہ بنے اور صبح کے وقت بنے۔ بعد نماز عشاء جب میں حضور کے کمرے میں قیام کے لئے حاضر ہوا۔ اسوقت میرے ساتھی مولوی عبدالرحیم صاحب درد بھی جو ان دنوں پرائیویٹ سکرٹری تھے عیادت کے لئے حاضر ہوئے۔ ہم دونوں حضور کی چارپائی کے قریب فرش پر خاموشی سے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور نے فرمایا ڈاکٹر صاحب آپ خاموش کیوں بیٹھے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نظم کہی ہے۔ وہ سناتے کیوں نہیں؟ میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ اور میں مجبور ہو گیا۔ کہ سوال کروں کہ حضور کو کس طرح معلوم ہو گیا۔ حضور نے فرمایا کہ کئی دفعہ مجھے اپنے دوستوں کی قلبی کیفیت معلوم ہو جاتی ہے چنانچہ یہ بھی فرمایا کہ بعض اوقات میں اپنی بیویوں کی دل کی بات جو اسوقت ان کے دل میں ہوتی ہے بتلا دیتا ہوں۔ تو وہ بہت گھبرا جاتی ہیں۔ اور فرمایا کہ بعض دفعہ میں نے ان کے سر کے پچھلی جانب کتاب رکھ کر پڑھوا دی ہے۔

سفر کشمیر اور باریک تقوے کی راہ

آب وہوا کی تبدیلی کی غرض سے حضور نے ایک سفر ۱۹۳۱ء میں کشمیر کا بھی کیا۔ کیونکہ ڈاکٹر نے حضور کو مشورہ دیا تھا کہ گلے کی خرابی کے علاج کے لئے کچھ وقت تقریر کرنا چھوڑ دیں۔ اور دریا کے کنارے پر گزاریں۔ اور ساتھ ہی مچھلی کا شکار وغیرہ بھی کریں۔ حضور کو مچھلی کے شکار وغیرہ کا قطعاً شوق نہیں تھا۔ مگر ڈاکٹری ہدایت کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ سامان کنڈیاں وغیرہ منگوانے کا ارشاد خاکسار کو فرمایا اور سفر میں ساتھ رکھ لی گئیں کشمیر پہنچکر معلوم ہوا کہ مچھلی پکڑنے کے شغل کے لئے بعض پانیوں پر پانچ روپے کا لائیسنس ہے۔ اور بعض پر اس سے بھی زیادہ۔ چنانچہ ایک لائیسنس پانچ روپے کا حضور نے اپنے نام سے حاصل کر لیا۔ اور صرف ایک روز بمشکل اس شغل کیلئے دریا کے کنارے پر تشریف لیگئے اور بس — خاکسار کو مچھلی کے شکار کا بچپن سے ہی سے شوق تھا۔ جب حضور گاندربل کے مقام پر کچھ دنوں کے لئے تشریف لیگئے اس نالہ میں اکثر لوگ مچھلی پکڑا کرتے تھے۔ خاکسار نے بزعم اس کے کہ لائیسنس تو ہمارے پاس ہے ہی نالہ میں کنڈی ڈالنا شروع کر دی۔ اور ایک یا دو دفعہ ہی ڈالی تھی حضور نے خاموشی سے میرے اس شوق کو دیکھا اور میرے علم کے بغیر سید محمود اللہ شاہ صاحب کو جو اس سفر میں حضور کے پرائیویٹ سکرٹری تھے میرے نام کا لائیسنس لانے کے لئے بھیجا۔ اور وہ لے آئے۔ اور حضور کے اشارہ سے جبکہ میں کنڈی ڈالے کھڑا تھا اور اپنے دھیان میں لگا ہوا تھا۔ وہ لائیسنس میری جیب میں ڈالدیا۔ اور حضور کے ایماء سے مجھ سے یہ سوال کیا کہ آپ جو نالہ میں کھڑے مچھلی پکڑ رہے ہیں آپ کے پاس لائیسنس بھی ہے؟ میں کچھ دیر تو خاموش رہا۔ پھر کہا کہ حضور کا لائیسنس تو ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ آپکا تو نہیں ہے۔ اور مچھلی آپ پکڑ رہے ہیں۔ پھر خود ہی کہنے لگے کہ آپ شاید بھول گئے ہیں ہوگا تو ضرور۔ ذرا اپنی جیب وغیرہ تو دیکھ لیں۔ مجھے اس میں قطعاً شک نہ تھا۔ کہ میرے پاس کوئی لائیسنس نہیں ہے۔ ان کے کہنے سے میں جیبیں تلاش کیسے کرتا۔ کیونکہ نہ تو میں نے پانچ روپے خرچ کئے اور نہ لائیسنس حاصل کیا تھا۔ لیکن میرا ہاتھ جو جیب میں اتفاقاً پڑا تو ایک کاغذ سا معلوم ہوا نکال کر دیکھا تو میرے نام کا لائیسنس تھا۔ عجب ہے حضور کا تقویٰ عجیب ہے حضور کی غریب نوازی

نا مہربانی عنصری کا ایک نظارہ

اس سفر میں کشمیر سے اسلام آباد اور اسلام آباد سے آسن نور جب حضور تشریف لے جانے لگے۔ اور خاکسار کو جو سفر کے انتظام کا ذمہ دار تھا فرمایا کل دو چھوٹی کشتیاں کرایہ پر لی جائیں۔ پرسوں صبح اسلام آباد کی طرف روانہ ہوں گے۔ حضور کا قافلہ بہت تھا۔ اور تین اہل بیت بھی حضور کے ساتھ تھے مردوں اور عورتوں کی مجموعی تعداد بیس کے قریب تھی۔ اور بہت سا سامان بھی ساتھ تھا۔ دو کشتیوں میں وہ سامان اور سواریاں سما سکتی تھیں۔ خاکسار نے پہلے اپنے مددگار کو بھیجا کہ کشتی تلاش کر لائے۔ مگر وہ خالی واپس آیا۔ پھر میں خود گیا اور صبح نو دس بجے نکل کر شام کو سات بجے بجائے دو کے ایک کشتی لے کر واپس آیا۔ کیونکہ اس دن مہاراجہ کشمیر کی طرف سے کسی خاص سرکاری سفر کی وجہ سے کشتیوں پر بیگار پڑ رہی تھی اور لوگوں نے کشتیاں دینے سے انکار کر دیا تھا۔

گو ایک کشتی کسی صورت میں بھی کافی نہ ہو سکتی تھی لیکن حالات موجودہ میں ایک کو ہی غنیمت جان کر حضور نے سفر کے ارادہ کو قائم رکھا۔ یہ فرما کر کہ عورتوں کو کشتی میں بٹھا دیں گے۔ اور مرد پیدل چلتے چلیں گے۔ مگر دو رنگی میں بعض وجوہ سے دیر ہو گئی۔ بجائے صبح چل پڑنے کے شام کو چار بجے کے قریب کشتی روانہ ہوئی۔ حضور معہ خدام پیدل چل رہے تھے۔ چونکہ دریا کے اوپر کی طرف سفر تھا۔ اسلئے کشتی رسوں سے کھینچی جا رہی تھی۔ اور آہستہ آہستہ چلتی تھی۔ شہر کے قریب ہی دریا کا موڑ تھا۔ اس کی وجہ سے وقت زیادہ لگ گیا۔ مگر اصل فاصلہ بہت کم طے ہوا۔ اور بجائے اس کے کہ اسلام آباد کے قریب پہنچتے۔ سری نگر کے قریب ہی شام ہو گئی۔ اب مجبوراً ٹھہرنا پڑا۔ کشتی ایک تھی۔ جس میں سامان کے علاوہ صرف مستورات ہی بیٹھ سکتی تھیں۔ بارش کے آثار پیدا ہو گئے۔ رات کا اندھیرا چھانے لگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی غریب نوازی دیکھیئے کہ جس جگہ پر کشتی کو ٹھہرانے کے لئے ہم مجبور ہوئے اسی جگہ کنارے پر ایک مکان نظر آیا۔ اسکو جب دیکھا گیا تو بالکل خالی تھا۔ بات یہ تھی کہ یہ مکان چونگی خانہ تھا۔ اور صرف ایک دو روز پہلے خالی کیا گیا تھا۔ اس کے دروازے بالکل کھلے تھے۔ کوئی کنڈی وغیرہ

نہ لگی تھی۔ چنانچہ بیشتر حصہ قافلے کا اس میں سما گیا۔ رات کو اللہ تعالیٰ نے بارش بھی برسائی اور ہمیں آرام کے لئے مکان بھی عطا فرما دیا۔

صبح نمودار ہوئی۔ ایک کشتی کا نہ ملنا کافی ہونا تکلیف دہ تھا۔ حضور نے خاکسار کو فرمایا وہ دیکھو بعض کشتیاں کھڑی ہیں۔ ان سے کہو کہ کرایہ پر ہمیں لے چلیں۔ مگر میں مایوس واپس آیا۔ اور نہ ملنے کی رپورٹ دی۔

اسوقت حضور کے دل میں خیال گزرا کہ سامانوں کا وقت پر مل جانا بھی تو تائید الٰہی سے ہے جبکہ یہ خیال گزر رہی تھا ایک کشتی پیچھے کی جانب سے قریب گزری۔ حضور نے اس کشتی والے سے دریافت کیا کہ اسلام آباد تک کرایہ کرلو۔ وہ خوشی سے تیار ہوگیا۔ فوراً ہمنے کچھ سامان اور سواریاں اس میں منتقل کیں۔ اسوقت حضور نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ میرے دلمیں یہ خیال گزر رہا تھا کہ سامان کا وقت پر مل جانا بھی تو تائید الٰہی سے ہے۔ ہمیں اسی وقت کشتی قریب سے مل گئی۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء

ایک ایمان افروز واقعہ

سرینگر کشمیر اور اسلام آباد کے درمیان بذریعہ کشتی سفر ہو رہا تھا۔ ایک مقام پر پہنچنے سے معلوم ہوا کہ دریا سے آدھا ایک میل کے فاصلہ پر پرانے کھنڈرات نکالے جا رہے ہیں۔ جن سے بہت سی عجیب معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ حضور بھی دیکھنے کے لئے تشریف لیگئے جاتے ہوئے تو کچھ زیادہ معلوم نہ ہوا۔ واپسی پر دھوپ کی سخت شدت محسوس ہوئی۔ اور سفر نسبتاً لمبا بھی ہوگیا تھا کیونکہ کشتی چلتی ہوئی اوپر نکل گئی تھی۔ میرے دلمیں فکر پیدا ہوئی کہ مبادا شدت دھوپ کی وجہ سے حضور کو سر درد وغیرہ کے عوارض نہ لگ جائیں۔ زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ ایک ٹکڑا بادل کا سورج کی ٹکیا کے سامنے نمودار ہوگیا۔ جس کی وجہ سے خدا کے فضل سے تیز دھوپ بند ہوگئی۔ یہ خدائی چھتری تائید الٰہی سے تھی۔

قبولیت دعا کے دو نظارے

اسلام آباد سے ہوتے ہوئے آسنور پہنچے اور خواجہ عبدالرحمٰن صاحب ڈار کے سیبوں کے باغ والے مکان میں قیام ہوا۔ یہاں قریباً ایک ماہ گزارنا تھا۔ ابھی یہاں ٹھیرے ہوئے چند روز ہی گزرے تھے ایک روز احمدی زمینداروں نے حضور کی خدمت میں بارش نہ ہونے کی وجہ سے تکلیف کا ذکر کرتے ہوئے دعا کی درخواست کی۔ حضور نے دعا کرنے کا وعدہ کیا قدرت الٰہی ہے اس سے ایک یا دو دن کے بعد بارش شروع ہوگئی اور اسقدر ہوئی کہ ایک ہفتہ تک بند ہونے کا نام تک نہ لیا۔ اسپر پھر وہی زمیندار آئے اور عرض کی کہ اب تو یہ بارش نقصان دہ ثابت ہو رہی ہے۔ حضور دعا کریں کہ بند ہو جائے۔ چنانچہ اس کے اگلے روز ہی بارش بند ہوگئی۔ اسوقت ہمیں ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ گویا خدا تعالیٰ نے حضور کو بارش برسانے اور بند کرنے کا اختیار دے رکھا ہے۔

خدام کی وفاداری کا ایک منظر

آسنور کے قیام کے دوران میں آپا ناصر احمد سلمہا تیز بخار میں مبتلا ہو گئیں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب معالج تھے۔ بعض دواؤں کی ضرورت پیش آئی جو ہمارے ہمراہ نہ تھیں۔ اور سرینگر سے مل سکتی تھیں۔ سری نگر کا فاصلہ ۸۰ میل تھا نیک محمد خاں غزنوی جو خادم سفر تھے تیار ہوئے اور کہا کہ اگر گھوڑا ملجائے تو میں جلد سے جلد لے آتا ہوں۔ چنانچہ ایک گھوڑا ان کو آسنور سے دیا گیا اور دوسرے کا راستہ میں مل جانے کا انتظام کیا اور خدا کے فضل سے ۱۶۰ میل کا سفر ایک دن اور ایک رات میں طے کر کے مطلوبہ دوائیں حاضر کر دیں۔ اسوقت ہمیں معلوم ہوا کہ جس طرح حضرت سلیمانؑ کو خدا تعالیٰ نے کارکن دیئے تھے اسیطرح حضور کو بھی عطا ہوئے ہیں۔

شفقت پدری کا ایک واقعہ

سیدہ اُمّ ناصر سلمہا کو بخار سے آرام آگیا اور اگلے روز ہی کو سنرناگ کو دیکھنے کے لئے ایک لمبا قافلہ روانہ ہوا۔ یہ سفر لمبا تھا۔ اسلئے گھوڑوں کا انتظام کیا گیا۔ جاتے ہوئے راستہ میں ایک رات ٹھہرنا پڑا اگلے روز بمشکل بارہ ایک بجے پہنچے۔ ابھی تھوڑی دیر ہی ٹھیرے تھے کہ بارش اور ژالہ باری کے آثار پیدا ہو گئے۔ مقام تقریباً ۱۴۰۰۰ ہزار فٹ کی بلندی پر تھا۔ اور اسی جگہ کوئی پناہ نہ تھی راستہ میں سخت بارش میں پکڑے گئے۔ سب اہل قافلہ جن میں مستورات بھی تھیں گھبرا گئے۔ ندی نالے جو پہلے چھوٹے چھوٹے تھے۔ اور ان میں آسانی سے گزر گئے تھے۔ اب بہت بڑے بڑے بن گئے اور گزرنا دشوار ہوگیا۔ ایک نالہ ایسا تھا کہ اس کے دونوں جانب راستہ تھا۔ واپس اترائی کے وقت قافلہ کا ایک حصہ جس میں حضرت میاں شریف احمد صاحب اور میاں ناصر احمد بھی تھے نالے کے دوسرے جانب والے راستے سے واپس ہوا۔ حضور نے اس افراتفری کی حالت کو دیکھتے ہوئے سب کو ٹھیرا کر مردم شماری کی اور فرمایا کہ ناصر احمد کہاں ہیں؟ کسی نے کہا کہ حضور وہ نالے کے دوسری طرف سے آ رہے ہیں۔ حضور چلیں وہ آجائیں گے۔ اس وقت وہ ذرا فاصلے پر تھے اور نظر نہیں آ رہے تھے۔ تو حضور نے جوش کی حالت میں فرمایا کہ میں اپنے بیٹے کو چھوڑ کر چلا جاؤں؟ اور حضور وہیں رہے جب تک میاں ناصر احمد صاحب قریب نہ آگئے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب سلمہ اللہ کا مکتوبِ گرامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم

مکرمی محترمی شیخ صاحب! السلام علیکم

آپ الحکم کا جوبلی نمبر نکال رہے ہیں۔ میری بھی خواہش تھی کہ میں اس میں چند سطور لکھ کر شامل ہونگا مگر گزشتہ دنوں کام کی نوعیت اس قسم کی رہی کہ باوجود خواہش کے میں اس میں حصہ نہیں لے سکا۔

میرا ارادہ یہ بیان کرنے کا تھا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا طرز عمل حضرت خلیفۃ المسیح اول کی وفات سے قبل اور اس کے بعد کیا رہا۔ اور واقعات سے اس بات کو ظاہر کرنا تھا کہ اس موقع پر جبکہ مخالفین خلافت نے ہر ایسے طریق کو خلافت کے خاتمہ کے لئے استعمال کیا جو نہ صرف دیانت اور تقویٰ کے خلاف تھا۔ بلکہ ادنیٰ اخلاق سے بھی گرا ہوا تھا

اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی اپنے مخالفین کی خفیہ کارروائیوں کو خوب اچھی طرح جانتے ہوئے اور اس خطرے کو اچھے طور پر محسوس کرتے ہوئے کہ منکرین اس وقت خلافت کو جڑھ سے اکھیڑنا چاہتے ہیں۔ صرف دعا اور خشیت اللہ سے ان کا مقابلہ کیا۔ میں حضرت مسیح موعود کے خاندان کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے اس بات کا گواہ ہوں کہ اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی ہدایت اور اثر کے ماتحت ہمارے تمام خاندان نے خلافت کو خدا تعالیٰ کی امانت جانتے ہوئے اس کے قیام کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لئے کوشش کی اور حضور کے دل میں کسی وقت میں اور کسی رنگ میں بھی خود غرضی اور ذاتی مفاد کا خیال پیدا نہیں ہوا۔ واللہ علیٰ ما اقول شہید۔

میں اس جگہ ایک بات لکھ دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔ ہم جمعہ کی نماز کے بعد واپس آرہے تھے۔ اور میں اس وقت اس گلی سے گزر رہا تھا۔ جو دفتر ڈاک سے تحریک جدید کے دفتر کے پاس سے ہوتی ہوئی چوک میں آتی ہے۔ اسوقت میں نے ایک شخص سے سنا کہ حضرت خلیفۃ المسیح فوت ہوگئے ہیں۔ اس فقرہ کو سن کر میرا پہلا جذبہ ایک گھبراہٹ کا جذبہ تھا۔ اور میں چند قدم باہر آنے کے لئے دوڑا مگر اچانک میں رک گیا اور اسی گلی میں کھڑے ہو کر میں نے جو دعا کی وہ یہ تھی کہ اے خدا خلیفۃ المسیح وفات پاگئے ہیں۔ اب تو جماعت کو فتنہ اور شقاق سے بچا ہیو۔

اس دعا کے بعد میں آگے بڑھا۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل سے فتنہ سے بچا لیا۔ اور جو لوگ فتنہ پیدا کرنے والے تھے وہ خود اس میں ایسے بہے کہ مرکز سے ہمیشہ کے لئے منقطع ہو گئے

میرا یہ واقعہ بیان کرنے سے صرف یہ مقصد ہے کہ ہماری طبائع نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے اقوال اور افعال سے جو اثر لیا وہ یہ تھا کہ ہمارے دلوں میں صرف ایک ہی تڑپ تھی کہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ سلسلہ اپنی صحیح تعلیم پر قائم رہے۔ اور یہ جذبہ اپنی انتہائی کمال تک حضرت خلیفۃ المسیح ثانی میں اسوقت موجود تھا۔ اور ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو خلافت کے لئے اس لیئے ہی چنا ہو کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں اتحاد ملت کی جو تڑپ اسوقت آپ کے دل میں تھی وہ کسی اور فرد میں موجود نہ تھی۔

خاکسار

مرزا شریف احمد

الخلافۃ حلۃ قدسیۃ

از مولانا جلال الدین صاحب شمس لنڈن

نفسی فدی لامیرنا المحمود ۔۔۔ منجی الاساری المصلح الموعود

بید وجلال اللہ عند ظھورکم ۔۔۔ قول العلیم القادر المعبود

نور علیٰ نور بکون قد ومکم ۔۔۔ واھا لشاھد نورك المشھود

احسانکم یصبی القلوب کحسنکم ۔۔۔ وکلاھما من النعم المعبود

یا ملجای من عصف کل ضلالۃ ۔۔۔ نعم المظل بظلك الممدود

عجبا لشیخ زادنی طغیا لنا ۔۔۔ یا ویلہ فی حظہ المنکود

ظنوا حلیفھم النجاح فاحزروا ۔۔۔ خفی حنین بعد بذل جھود

تعسا لمن یعصی امامنا ماننا ۔۔۔ ولمن یباعد عن رضا محمود

محمود نجم لا افول لنورہ ۔۔۔ واللہ منہ امدہ بجنود

واللہ البسہ قمیص خلافۃ ۔۔۔ واعزہ بتغلب وسعود

یا ایھا الساعی لعزل خلیفۃ ۔۔۔ تلت الشقاء وخبت بالمقصود

اوھل تریدہ بان تغالب ربہ ۔۔۔ المجتبیہ بقلبك المزؤد

لم یقدر الشیطان سلب خلافۃ ۔۔۔ من آدم مکرا ومن داؤد

ان الخلافۃ حلۃ قدسیۃ ۔۔۔ تنکی الاعداء بقلب کل حقود

ما کان من عجب عداء امیرنا

اکرم بہ من ماجد محسود

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور فضل عمر ایدہ اللہ کے درمیان ایک مشابہت

(جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس احمدیہ مشنری لندن)

انبیاء کی بعثت کی سب سے بڑی غرض شرک کو دور کرکے توحید قائم کرنا ہوتی ہے۔ اسلئے ان کی فطرت میں قدرتی طور پر شرک سے بیزاری اور نفرت ودیعت کی جاتی ہے۔ اور وہ کبھی یہ پسند نہیں کرتے کہ کوئی شخص ایسا کام کرے۔ جس میں شرک کی ملونی پائی جاتی ہو۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا ماشاء اللہ وشئت یعنی جو خدا چاہے۔ اور جو آپ چاہیں۔ تو آپ نے فرمایا اجعلتنی للہ ندا قل ماشاء اللہ وحدہٗ یعنی کیا تونے مجھے خدا کا مقابل اور اس کا ہمسر بنا دیا ہے صرف یہ کہہ جو خدا چاہے۔ چونکہ خلیفہ نبی کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے مقاصد کی تکمیل کرنے والا ہوتا ہے۔ جس کے لئے نبی مبعوث کیا جاتا ہے۔ اسلئے انبیاء کے خلفا بھی شرک سے ویسے ہی بیزار ہوتے ہیں جیسے کہ خود انبیاء کرام علیہم السلام۔ اس کی بین اور واضح مثال حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ کے وجود میں پائی جاتی ہے۔

اگرچہ حضرت عمرؓ اور حضرت فضل عمر ایدہ اللہ کے مابین بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن شرک سے طبعًا متنفر اور بیزار ہونے کی مماثلت نمایاں طور پہ پائی جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک فرمان حجر اسود کے متعلق مشہور ہے کہ آپ نے اس ڈر سے کہ مستقبل میں لوگ حجر اسود کی اس خیال سے عبادت نہ شروع کردیں کہ وہ نعوذ باللہ کوئی نفع یا ضرر کا مالک ہے۔ آپ نے فرمایا اناث حجر لا تنفع ولا تضر یعنی تو ایک پتھر ہے، جو نہ نفع دے سکتا ہے۔ اور نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اگر میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا۔ تو میں تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا۔ یعنی میرا تجھے بوسہ دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید میں ہے۔ اس لئے میرے متعلق یہ نہیں خیال کیا جا سکتا کہ میں تجھے ضرر و نفع کا مالک سمجھ کر بوسہ دیتا ہوں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ پاک وجود تھے جنھوں نے شرک اور بت پرستی کا استیصال کیا۔ اور خدا تعالیٰ کی حقیقی توحید کو دنیا میں قائم کیا اور اسی میں اپنی تمام عمر صرف کردی۔ اسلئے جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بوسہ دینے کو اس خیال پہ محمول کرے گا کہ گویا نعوذ باللہ آپ اس پتھر کے نافع و ضار سمجھ کر بوسہ دیتے تھے تو اس سے زیادہ اور کوئی بے وقوف نہیں ہو سکتا۔

اسی طرح آپ کا ایک اور مشہور واقعہ ہے کہ جب آپ نے دیکھا کہ لوگوں میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ اسلام کی جو فتوحات ہو رہی ہیں وہ انؓ کی ذاتی جرأت و قابلیت و مہارت کی وجہ سے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کا نشان لوگوں میں مشتبہ ہونے لگا ہے تو آپ نے خلیفہ ہونے ہی ان کو کمانڈر انچیف کے عہدہ سے معزول کرکے ان کی جگہ عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مقرر کردیا۔ پس آپ طبعًا ہر ایسے خیال سے جس میں ذرا بھی شرک کی بو پائی جاتی ہو یا منجر الی الشرک ہو بیزاری کا اظہار فرماتے تھے۔

یہی بات حضرت فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہٖ کی ان تقاریر سے جو آپنے ابتدائی ایام خلافت میں فرمائیں نمایاں طور پر ثابت ہوتی ہے۔ آپ نے ایک رویا میں دیکھا کہ آپ سمندر میں ایک کشتی پر سوار ہیں دو آدمی اور بھی ہیں۔ ایک جگہ پہنچ کر کشتی چکر کھانے لگی۔ تب اس سمندر میں ایک سر نمودار ہوا۔ جس نے کہا کہ یہاں ایک پیر صاحب کی قبر ہے۔ تم ان کے نام پر ایک رقعہ لکھ کر ڈالدو تا یہ کشتی صحیح سلامت پار نکل جائے۔ آپ نے کہا کہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ وہ آدمی جو ساتھ تھے ان میں سے کسی نے کہا کہ جانے دو کیا حرج ہے۔ رقعہ لکھ کر ڈالدو جب بچ جائیں گے۔ تو پھر توبہ کرلیں گے۔ آپنے کہا کہ ہرگز نہیں ہوگا۔ اس پر اس نے چھپ کر خود رقعہ لکھ کر ڈالنا چاہا۔ آپ نے دیکھ لیا۔ اور پکڑ کر پھاڑنا چاہا۔ وہ چھپاتا تھا۔ آخر اس کشمکش میں سمندر میں گر پڑے۔ مگر آپ نے وہ رقعہ لے کر پھاڑ ڈالا۔ اور پھر کشتی میں بیٹھ گئے۔ تو آپنے دیکھا کہ وہ کشتی بھنور سے نکل گئی

اس خواب میں درحقیقت حضرت فضل عمر ایدہ اللہ کی اس فطرت کا اظہار تھا۔ جو شرک کے خلاف اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔ چنانچہ تقریبًا دو سال کا واقعہ ہے کہ جب سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو بچہ پیدا ہونے کو تھا۔ اور تکلیف اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ خیال کیا جاتا تھا کہ اگر یہی حالت رہی تو شاید زچہ کی زندگی چند گھنٹے کی ہوگی۔ اسوقت کسی نے تعویذ بتایا۔ جس سے وضع حمل آسانی سے ہو جاتا ہے۔ اور یہ آخری علاج خیال کرکے حضور سے پوشیدہ طور پر ان کے تعویذ باندھ دیا گیا۔ جب حضرت فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو اس کا پتہ چلا۔ تو آپنے سخت ناراض ہو کر وہ تعویذ اتروا دیا تب خدا تعالیٰ نے اپنے بندہ کی غیرت کو دیکھ کر جلد اپنا فضل نازل کیا۔ اور بچہ پیدا ہو گیا۔

میں نے لندن آنے سے پہلے مقدمہ بھاولپور کی روئداد ایک کتاب کی صورت میں لکھی۔ جو تقریبًا بارہ سو صفحہ کی ہوگی۔ اور ۷ر جنوری ۱۹۳۶ء کو میں نے وہ مسودہ حضرت فضل عمر ایدہ اللہ کی خدمت میں مع مدیں درخواست بھیجا کہ حضور اجازت فرماویں تو میں اس کتاب کو حضور کے نام پہ معنون کردوں حضور نے اس درخواست پر اپنے قلم سے یہ الفاظ تحریر فرمائے:—

"مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میرے نزدیک آپ کسی کے نام بھی معنون نہ کریں۔ اس نئی بدعت کی کیا ضرورت ہے۔ ہماری ہر کتاب ہمارے خدا کے نام معنون ہے۔ پھر بندوں کا پاؤں درمیان میں کیوں آئے"

خاکسار

میرزا محمود احمد

مجھے یہ جواب پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی اور اسی وقت میرا خیال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف چلا گیا۔ اور میں یہ سمجھا کہ درحقیقت آپنے اس جواب میں شرک کی ایک نہایت خفی قسم کو رد کیا ہے اور سمجھایا ہے۔ اگر ہم اپنے کاموں کو دوسروں کے نام معنون کرنا شروع کریں گے تو ہم بھی آخر کار ان لوگوں کی طرح ہو جائیں گے۔ جو اپنے کاموں کو محض ان لوگوں کی خوشنودی و رضا کے حصول کے لئے کرتے ہیں۔ جن کے نام وہ اپنی کتاب کو معنون کرتے ہیں۔ اور خدا سے غافل ہیں۔

خوارق وکرامات

جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ محدث اور ملہم من اللہ تھے۔ اور آپکے ہاتھ پر کرامات اور خوارق ظہور پذیر ہوئے۔ اسیطرح حضرت فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مکلم اور ملہم من اللہ ہیں اور آپ کے ہاتھ بھی کئی خوارق اور کرامات ظاہر ہوئے ہیں۔ اور ان کرامات اور خوارق کے ظہور کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب انسان توحید کے لئے غیور ہوتا ہے۔ اور اس کے اقوال و افعال شرک ہر قسم کی ملونی سے منزہ ہو جاتے ہیں اور کلی طور پر اپنے مولیٰ کے راستہ میں فنا ہو جاتا ہے — تو اُسے بقا کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور اس مرتبہ کی توج کے اوقات میں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں اقتداری خوارق ظاہر ہوتے ہیں۔

"اور بسا اوقات وہ بغیر کسی دعا کے کہتا ہے کہ فلاں چیز پیدا ہو جائے۔ تو وہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور کسی پر غضب کی نظر سے دیکھتا ہے۔ تو اس پر کوئی وبال نازل ہو جاتا ہے۔ اور کسی کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ تو وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک مورد رحم ہو جاتا ہے اور جیسا کہ خدا تعالیٰ کا کُن دائمی طور پر نتیجہ مقصودہ کو بلا تخلف پیدا کرتا ہے۔ ایسا ہی اس کا کُن بھی اس توج کی حالت میں خطا نہیں جاتا۔ اور ان اقتداری خوارق کی اصل وجہ یہی ہوتی ہے کہ یہ شخص شدت اتصال کی وجہ سے خدائے عز و جل کے رنگ سے ظلی طور پر رنگین ہو جاتا ہے"

(آئینہ کمالات اسلام ص۶۹)

اس جگہ میں حضرت فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہٖ العزیز کی ایک تازہ کرامت کا ذکر کرتا ہوں۔ جو قاہرہ سے سید عبد الحمید خورشید نے گزشتہ ہفتہ مجھے لکھی ہے۔ سید عبد الحمید خورشید پہلے مصری احمدی ہیں۔ جو گزشتہ سال قادیان دارالامان کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ آپ اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں:—

سأقص علیکم نبأ عجیبا من کرامات حضرۃ امیر المومنین الخلیفۃ الثانی المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ وذلک انی لما تشرفت بالمثول بین یدیہ حین زرت الھند قلت یا سیدی انی متزوج من مدۃ عشر سنوات ولم ارزق اولاد۔ فنظر الی نظرۃ الوالد الشفوق علی ابنہ وقال لی انشاء اللہ سیکون لک ولد وان ھذا الکلام الذی تکلم بہ حضرتہ کنت اراہ کلاما تأکیدیا واثقا بما یقول"

یعنی میں آپ کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک عجیب کرامت بتاتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ جب مجھے حضور کے سامنے پیش ہونے کا شرف حاصل ہوا جب میں ہندوستان گیا تھا۔ تو میں نے عرض کی یا سیدی! (حضور) میں دس برس سے شادی شدہ ہوں لیکن میرے کوئی اولاد نہیں ہے۔ تو آپ نے میری طرف ایسے دیکھا جیسے مہربان باپ اپنے بیٹے کی طرف دیکھتا ہے۔ اور فرمایا انشاء اللہ آپ کے لڑکا ہوگا۔ اور آپنے جب یہ بات بیان فرمائی اُسوقت میں یہ خیال کرتا تھا کہ آپ پختہ یقین کی بنا پہ یہ بیان فرما رہے ہیں پھر لکھتے ہیں:—

جب میں واپس آیا تو راستہ میں بغداد و فلسطین کی جماعتوں میں بھی اس کا ذکر کیا کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے میرے لئے دعا کی ہے کہ میرے لڑکا ہوگا۔ اور مصر میں بھی میں نے ذکر کیا تو برادرم یحییٰ آفندی غدری نے اعتراض کیا اور کہا کہ ولد یعنی لڑکے کا لفظ استعمال نہ کر۔ بلکہ مولود یعنی بچہ کا لفظ استعمال کرنا چاہیئے۔ تو میں نے جواب دیا کہ اگر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مولود کا لفظ استعمال فرماتے تو میں وہی کہتا۔ لیکن آپ نے ولد کا لفظ استعمال فرمایا تھا۔ اور اس وقت تک میری بیوی کو حمل نہ ہوا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے میری بیوی کی اصلاح کردی۔ اور پھر وہ حاملہ ہوگئی اور آخر خوبصورت لڑکا پیدا ہوا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ اور میں نے اس کا نام تیمّن کے طور پر جلال الدین خورشید احمدی رکھا ہے۔ کیونکہ آپ کے ذریعہ ہی مجھے احمدیت کی نعمت ملی۔ اور اس شادی کا باعث بھی آپ ہی ہوئے تھے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ آپ کا نام شمس اور میرا نام خورشید۔ اور دونوں کے معنی ایک ہیں گویا کہ میرے بچے کا نام آپ کا پورا نام ہے"

اسی طرح سینکڑوں نہیں ہزاروں ایسے ہیں جن کے حق میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی دعائیں خارق عادت طور پہ قبول ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ حضور کی عمر دراز فرمائے اور ہمیں آپ کے نمونہ پہ چلنے اور آپ کے ارشادات پر تعمیل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سلسلہ عالیہ احمدیہ اور نظامِ قضا

(مولانا مولوی عبد الرحمان صاحب مولوی فاضل ناظم محکمہ قضا کی قلم سے)

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک منصب حکماً عدلاً کا بھی تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ آپ کی جماعت کو ایک ایسا نظام بھی دیا جاتا جو آپ کی ان صفات کا بروز ہوتا۔ اور ہمکو اپنے جھگڑوں کے چکانے کے لئے کسی کے پاس نہ جانا پڑتا۔

مگر خدا تعالیٰ کی مشیت میں یہی تھا کہ سلسلہ کا نظام قضا ئی حضرت امیر المومنین فضل عمر خلیفۃ المسیح ثانی کے زمانے میں عطا کیا جاتا۔ سو آپ نے ایک اعلان کے ذریعے یہ نظام ہمکو عطا فرما کر ہماری ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا فرما دیا۔ وہ اعلان حسب ذیل ہے:۔

انتظام سلسلہ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح کا اعلان

تمام احباب جماعت احمدیہ کی اطلاع کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ کہ ضروریات سلسلہ کو پورا کرنے کے لئے قادیان اور بیرونجات کے احباب سے مشورہ کرنے کے بعد میں نے یہ انتظام کیا ہے کہ سلسلہ کے مختلف کاموں کے سرانجام دینے کے لئے چند ایسے افسران مقرر کئے جائیں جن کا فرض ہو کہ وہ حسب موقع اپنے متعلقہ کاموں کو پورا کرنے میں کوشاں رہیں۔

فی الحال میں نے اس غرض کے لئے ایک ناظر اعلیٰ۔ ایک ناظر تعلیم و تربیت۔ ایک ناظر تالیف و اشاعت۔ ایک ناظر امور عامہ اور ایک ناظر بیت المال مقرر کیا ہے۔ اور ان عہدوں پر سردست ان احباب کو مقرر کیا ہے:۔

ناظر اعلیٰ۔ مکرمی مولوی شیر علی صاحب

ناظر تالیف و اشاعت " " " "

ناظر تعلیم و تربیت مکرمی مولوی سید سرور شاہ صاحب

ناظر امور عامہ۔ عزیزی مرزا بشیر احمد صاحب۔

ناظر بیت المال:۔ مکرمی ماسٹر عبد المغنی صاحب

ان کے علاوہ جماعت کی ضروریات افتاء اور قضا کو مدنظر رکھ کر افتاء کے لئے مکرمی مولوی سید سرور شاہ صاحب۔ مکرمی مولوی محمد اسماعیل صاحب اور مکرمی حافظ روشن علی صاحب کو اور

قضاء کے لئے

مکرمی قاضی امیر حسین صاحب۔ مکرمی مولوی فضل دین صاحب اور مکرمی میر محمد اسحاق صاحب کو مقرر کیا ہے۔ آئندہ جو تغیرات ہوں گے ان سے وقتاً فوقتاً احباب کو اطلاع دیجاتی رہے گی۔ میں امید کرتا ہوں کہ احباب ان لوگوں کے کام میں پوری اعانت کریں گے۔ اور سلسلہ کی کسی خدمت سے دریغ نہ کریں گے۔ ابتدائی کام میں بعض ضروری معلومات حاصل کرنے کے لئے ان احباب کو بیرونجات کے احباب کی بہت مدد کی ضرورت ہوگی جس کے لئے ان کو بہت سا وقت خرچ کرنا ہوگا مگر اللہ تعالیٰ کی رضاء کے حصول اور اس کے قائم کردہ سلسلہ کے استحکام کے لئے مجھے یقین ہے کہ سب احباب اس تکلیف کو خوشی سے برداشت کریں گے۔ اور ہر طرح ان کارکنوں کا ہاتھ بٹا کر ثواب کے مستحق ہوں گے۔ اور ان کی تحریرات کو میری ہی تحریرات سمجھیں گے۔ واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

خاکسار:۔ مرزا محمود احمد

یہ وہ اعلان تھا جس کی رو سے سلسلہ میں نظارتوں اور محکمہ افتا وقضا کا وجود معرض وجود میں آیا۔ اور اس وقت بزرگ علما کو حضرت نے پہلے قاضی مقرر فرمایا یعنی حضرت قاضی سید امیر حسین صاحب۔ حضرت سید میر محمد اسحٰق صاحب اور جناب مولوی فضل دین صاحب کو۔ اور اس کے بعد اب تک بدستور یہ سلسلہ ترقی پذیر ہے

نظام کار

احمدیہ دار القضاء میں طریق کار حسب ذیل طریق یہ ہے۔ اول شکاوی دفتر ناظم قضا میں دیئے جاتے ہیں۔ جن کی سماعت کے لئے ایک قاضی صاحب مقرر کئے جاتے ہیں۔ اور اگر اس فیصلہ پر استیناف کی ضرورت پیش آئے تو اسکو عدالت مرافعہ کے سپرد کیا جاتا ہے۔ جس میں دو قاضی صاحبان سماعت فرماتے ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی خیال کرے کہ اس کی حق رسی نہیں ہوئی ہے تو اسے حضرت امیر المومنین کے حضور میں اپیل لیجانے کا حق دیا جاتا ہے اور حضور کا بحیثیت امام وقت اور امیر المومنین ہونے کے فیصلہ آخری اور قطعی ہوتا ہے۔

تنفیذ آخری فیصلہ کے بعد فیصلہ کی نقل لے کر بذریعہ محکمہ تنفیذ جو نظارت امور عامہ کا ایک حصہ اس فیصلہ کی تنفیذ کروائی جاتی ہے۔

دار القضاء میں کیسے مقدمات کی سماعت ہوتی ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نتیجۂ فکر جناب ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم

وہ جس کی قوت قدسی پہ نازاں ہے مسلمانی
وہ جس نے کفر و باطل شرک کی تاریک دنیا کو
وہ جس نے کر دیا معذور رہبانوں کا سرینچا
وہ جس نے پیدا کر دی پھر مسلمانوں میں بیداری
شریعت کی حقیقت کو بتایا کھول کر جس نے
وہ جس نے علم قرآنی کے جاری کر دیئے چشمے
وہ جس کے عزم عالی پہ جہاں حیران و ششدر ہے
جو پھر سے باغ ملت میں بہار جاوداں لایا
وہ جس نے فتنۂ دجال کا دنیا میں سر کچلا
شہنشاہ جس کے گروں سے ہزاروں برکتیں لیں گے
وہ جس نے گلشن توحید کو تازہ کیا پھر سے
مسیح وقت بھی ہے مہدی موعود بھی ہے وہ
خدا کا نام پہنچایا زمینوں کے کناروں تک
خدا کے بعد وہ عشق محمدؐ میں تڑپتا ہے
بیا در بزم اہل اللہ بیا غفلت مکن ناداں
جو دور اندیش ہیں اسکو وہ کب انکار کرتے ہیں
چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

وہ جس کے دم سے قائم ہوگئی تہذیب انسانی
منور کر دیا فوراً جلا کر نور ایمانی
دکھا کر علم و حکمت اور آئین مسلمانی
جو لے آیا ثریا سے وہی پھر جوش ایمانی
مسلمانوں کو دوبارہ سکھائی پھر مسلمانی
حصول معرفت میں جس نے پیدا کر دی آسانی
وہ جس کی شان سے ظاہر ہے دیکھو فقر سلمانی
کھلائے تازہ تازہ ہمکو پھر اثمار روحانی
جلا کر خاک کر ڈالا در و دیوار شیطانی
امیری اور سلطانی سے بڑھ کر جس کی دربانی
جو لایا آسماں سے خشک کھیتوں کیلئے پانی
کہ جس کے ساتھ ہم نے دیکھی ہے تائید ربانی
فرشتے آسماں پر جس کی کرتے ہیں ثنا خوانی
اگر یہ کفر ہے بارو تو کیا ہے پھر مسلمانی
کہ تاثیر غلامان محمدؐ تو نہ دانی

دار القضاء میں سردست صرف ایسے شکاوی کی سماعت ہوتی ہے جو قابل دست اندازی پولیس نہ ہوں اور جن میں فریقین احمدی ہوں۔ اور ان سے بھی ایک تحریر لے لی جاتی ہے کہ وہ محکمہ قضا کے فیصلہ کو ماننے کے پابند ہوں گے۔

حضرت امیر المومنین کے پاس کس قسم کی اپیل جاتی ہے؟

مالی معاملات میں وہی اپیلیں حضرت کے حضور پیش ہوتی ہیں جو سو روپے کی مالیت سے زائد کی ہوں۔ ورنہ عدالت مرافعہ کا فیصلہ تسلیم کرایا جاتا ہے۔ کبھی جب حضرت امیر المومنین کو دیگر اشغال بکثرت ہوں۔ تو حضور اپنی جگہ ایک بورڈ تجویز فرما دیتے ہیں۔

اس محکمہ میں مقدمات کی سماعت کے لئے کوئی فیس نہیں لی جاتی اور جسقدر قاضی کام کرتے ہیں سب آنریری طور پہ کام کرتے ہیں۔ عام طور پر قاضی صاحبان مقدمات کی سماعت اپنے اپنے مکانوں پہ کرتے ہیں۔

ناظم صاحبان

پہلے ناظم قضا مولوی فضلدین صاحب تھے اور پھر ان کے بعد ڈاکٹر غلام غوث صاحب اور پھر ان کے بعد حضرت میر محمد اسحٰق صاحب ہوئے۔ اور ۱۹۳۴ء سے خاکسار عبد الرحمان اس عہدے کے کام کو سرانجام دے رہا ہے

ناظم قضا کے لئے ضروری نہیں کہ وہ قاضی بھی ہو۔ چنانچہ ایسی مثال ملتی ہے جیسے ڈاکٹر غلام غوث صاحب۔

۱۹۱۹ء سے اب تک

۱۹۱۹ء سے اب تک حسب ذیل اصحاب قاضی سلسلہ عالیہ مقرر ہوتے رہے ہیں:۔ قاضی سید امیر حسین صاحب۔ مولوی فضلدین صاحب۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحب ۱۹۳۱ء سے خاکسار عبد الرحمٰن۔ مولوی ارجمند خاں صاحب۔ مولوی غلام نبی صاحب قاضی مقرر ہوتے ۱۹۳۴ء میں مرزا عبد الحق صاحب قاضی مقرر ہوئے۔ ۳۶-۱۹۳۵ء میں بابو اکبر علی صاحب مولوی تاج الدین صاحب لائل پوری اور صوفی غلام محمد صاحب آف مارشیس کو قاضی مقرر کیا گیا۔ اور ۱۹۳۷ء میں مولوی ظہور حسین صاحب بخارائی مقرر ہوئے۔ اس وقت آٹھ قاضی محکمہ قضا میں کام کرتے ہیں۔ جن کے اسماء حسب ذیل ہیں:۔

حضرت میر محمد اسحٰق صاحب فاضل۔ مولوی عبد الرحمان صاحب فاضل۔ مرزا عبد الحق صاحب پلیڈر۔ بابو اکبر علی صاحب پنشنر۔ صوفی غلام محمد صاحب۔ مولوی ظہور حسین صاحب فاضل

فیصلوں کا اصول

محکمہ قضا میں فیصلوں کا اصل الاصول شریعت حقہ اسلامیہ ہے اور اس طرح حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ذریعے شریعت حقہ کو بھی اس رنگ میں قائم کرنے کا جماعت کو موقع ملا۔

قاضیوں کا تقرر

تمام قاضیوں کا تقرر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز خود فرماتے ہیں۔ یہ محکمہ قانونی طور پر براہ راست حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے ماتحت ہے۔ ہاں انتظامی لحاظ سے نظارت امور عامہ کے ماتحت ہے۔

عملہ

محکمہ قضا کے عملہ میں تنخواہ دار کارکن صرف دو ہیں — ایک کلرک — اور ایک دفتری باقی سب آنریری ہیں۔

جماعت احمدیہ مصر کا گروپ

مولانا ابو العطا صاحب احمدیہ
مشنری سابق بلاد عربیہ

مولوی عبدالمغنی خاں صاحب
ناظر دعوت و تبلیغ

صوفی مطیع الرحمان ایم۔اے
مبلغ امریکہ

شیخ مبارک احمد مبلغ
مشرقی افریقہ

حضرت امیرالمومنین مصر کے اسٹیشن پر

خان صاحب فرزند علی صاحب ناظر بیت المال

مرزا برکت علی صاحب
امیر جماعت احمدیہ عراق

مولوی محمد ابراہیم صاحب
بقاپوری واعظ مقامی

حضرت مرزا
بشیر احمد صاحب
ایم۔اے

میرے لئے باعث فخر ہے۔ کہ میں جوبلی نمبر میں حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ حرم رابع حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے مضمون کو شائع کرنے کی توفیق پاتا ہوں۔ سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ خدا تعالیٰ کے فضل سے خود بہت بڑے علم وفضل کی مالک ہیں۔ اور جس خوبی سے انہوں نے یہ مضمون لکھا ہے۔ وہ انہی کا حصّہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ ان کے علم وفضل اور عمر میں برکت دے۔ میں نہایت ادب سے ان سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ آئندہ بھی اخبار الحکم کے ذریعے اپنے پاکیزہ خیالات سے قوم و ملک کی مستورات کی خدمت فرماتی رہیں۔

(محمود احمد عرفانی)

ہندوستان میں مستورات کی لیتی ایک مسلمہ چیز ہے۔ بڑے بڑے لیڈر اور با اخلاق لوگ بھی مستورات کے حقوق کو پامال کرتے ہوئے یہ خیال کرتے تھے۔ کہ وہ کوئی بڑی نیکی کا کام کر رہے ہیں۔ انکی دینی یا دنیاوی بہبود کی طرف توجہ کرنے کا کیا ذکر۔ حالانکہ محض بچوں کی تربیت کا ہی سارا بار نہیں بلکہ قوموں کی تربیت میں بھی عورت کا ہاتھ ایک بڑا نمایاں کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ بایں ہمہ عورتوں کا وجود مردوں کی طرف سے ناقابل التفات رہا مگر

خوش قسمتی سے طبقۂ نسواں کے لئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا وجود باجود ایک ابر رحمت ثابت ہوا۔ حضور نے عورتوں کے حصّہ کی تمام شقوں کو کامل طور پر قائم فرمایا۔ مثلاً شریعت کے قیام کے لئے مردوں کے ساتھ عورتوں کو برابر کا حصّہ دار قرار دیا ہے۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں بھی ایک زمانہ تک مستورات کی طرف پوری توجہ نہیں ہوئی۔ اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے طرز عمل سے اپنے گھر میں وہ تمام حقوق دے رکھے تھے۔ جو شریعت حقہ کی رُو سے مستورات کو مل سکتے تھے۔ مگر عام لوگوں کی توجہ اس طرف نہ تھی۔ لیکن حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مستورات سلسلہ کو اس قدر بلند کیا۔ کہ وہ ہمیشہ کے لئے آپ کی احسانات کے طفیل سربلند ہوگئیں۔ چنانچہ سب سے پہلا احسان

لجنہ اماء اللہ کا قیام

ہے۔ ۱۹۲۲ء میں آپ نے لجنہ اماء اللہ یعنی احمدی مستورات کی ایک انجمن قائم کی۔ اس انجمن کے ذریعے آپ نے مستورات کی تربیت فرما کر ان میں احساس پیدا کیا کہ وہ بھی بنی نوع انسان کا ایک جزو لاینفک ہیں اور قوموں کی ترقی و تنزل میں ان کا بھی ہاتھ ہے۔ ان میں آپ نے علمی مذاق پیدا کیا۔ اُن کو اجتماع کی برکات بتلائیں۔ ان میں اپنی قوتوں سے کام لینے کے ڈھنگ سکھلائے۔ اور ان کو لجنہ کے ذریعے فن تقریر سے آگاہ کیا۔

لجنہ اماء اللہ کا صیغۂ دست کاری

بیوہ اور بیکس عورتیں یہ خیال کرتی تھیں۔ کہ ہم تو صرف خیرات پر ہی پرورش پا سکتی ہیں۔ مگر آپ نے لجنہ کے ماتحت ایک صیغہ دست کاری قائم فرما کر ایسی عورتوں کے لئے ایک سبیل معاش پیدا کر کے ان میں خودداری کا مادّہ پیدا کر دیا۔ چنانچہ وہ عورتیں جو قومی خیرات پر پلنا ہی اپنا ذریعہ معاش خیال کرتی تھیں۔ اور اس طرح ان کے اور اُن کے بچوں میں ایک پستی پیدا ہوتی تھی۔ اب وہ صیغہ دستکاری کے ذریعہ کئی قسم کے کام کر کے اپنی معاش پیدا کرتی ہوئی ایک خوشی محسوس کرتی ہیں۔ اور ان کے اخلاق بجائے پستی کی طرف جانے کے بلندی کی طرف جاتے ہیں۔ اور آج قادیان میں بہت سی عورتیں ایسی ہیں۔ جو اپنے ہاتھ سے کام کر کے اپنی زندگی بسر کر رہی ہیں۔

قومی کاموں میں حصّہ

۱۹۲۳ء میں حضرت امیر المومنین نے مستورات کو برلن میں ایک مسجد قائم کرنے کے لئے تحریک کی۔ اور اس مسجد میں خالص مستورات سے چندہ مانگا۔ مستورات نے حضور کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ۷۲ ہزار روپیہ جمع کر دیا۔ یہ رقم خالص مستورات کی جیب سے نکلی۔ جو بعد میں لنڈن مسجد کی تعمیر پر خرچ کی گئی۔ اور اس طرح حضرت امیر المومنین نے احمدی مستورات کے سر کو قیامت تک بلند کر دیا اگر حضور پسند فرماتے۔ تو مردوں ہی سے یہ رقم لے لیتے۔ مگر آپ چاہتے تھے۔ کہ قوم کے اس حصّہ کو اٹھائیں جسے عام دنیا پس ماندہ خیال کر رہی ہے اور عیسائی اور مغربی دنیا یہ سمجھتی ہے۔ کہ اسلام میں عورت کی کوئی حیثیت یا جائداد نہیں۔ وہ محض مردوں کی غلام ہیں۔ چنانچہ آپ نے اسے ایسا اٹھایا۔ کہ قیامت تک لوگ مستورات کی اس قربانی کو دیکھ کر سر اہتے رہیں گے۔ الغرض حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ذات کی طفیل عورتوں کو یہ سعادت حاصل ہوئی۔

مستورات کو تعلیم

حضرت امیر المومنین نے احمدیہ جماعت کی ترقی کے لئے اس امر کو ضروری سمجھا۔ کہ مستورات میں علم کی اشاعت ہو کیونکہ ابتدائی زمانہ میں قادیان میں سوائے چند مستورات کے کوئی تعلیم یافتہ نہ تھی۔ استانیوں کی ایسی قلت تھی۔ کہ دو تین عورتیں بمشکل پڑھانے والی تھیں۔ اور وہ بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ نہ تھیں۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی توجہ سے وہ چھوٹا سا پرائمری مدرسہ اس قدر بڑھا۔ کہ وہ ایک شاندار ہائی سکول بن گیا۔ اور تعلیم اس قدر عام ہوئی کہ اس مدرسہ سے نکل کر کئی طالبات بی۔ اے اور بی ٹی ہو گئیں۔ اور کئی ڈاکٹر ہیں۔

شاخ دینیات

چونکہ مستورات کی تعلیم کی غرض ملازمت نہیں۔ اسلئے آپ نے ان کی تعلیم کے لئے نصرت گرلز سکول میں ایک شاخ دینیات قائم فرمائی۔ تاکہ وہ علم دین سے بہرہ ور ہو کر نہ صرف دیندار مائیں اور بیٹیاں بنیں بلکہ سلسلہ کی اچھی مبلغہ بن سکیں۔

ناخواندہ بوڑھی خواتین کی تعلیم

حضرت امیر المومنین نے مستورات میں علم کی اشاعت کو اس قدر عام کر دیا۔ کہ لجنہ اماء اللہ کے ماتحت ایک خاص سکیم بنا کر بوڑھی خواتین کی تعلیم کا انتظام فرمایا۔ جس سے ایک بڑی تعداد ایسی خواتین کی جنہوں نے ساری عمر ایک نقطہ تک نہ پڑھا تھا پڑھنے لگ گئیں۔

حضور کے اپنے درس

مستورات پر آپ کا اس قدر احسان ہے۔ کہ باوجود اس کے کہ آپ کی گوناگوں مصروفیتیں ہیں۔ آپ مردوں کو درس نہیں دے سکتے۔ مگر آپ نے اس کمزور ناتواں طبقہ کو اٹھانے کے لئے اپنے اوقات گرامی میں سے ایک خاص وقت نکال کر ہفتہ کے دن قرآن شریف کا باقاعدہ درس فرماتے ہیں۔ اور یہ ایسی سعادت ہے۔ کہ عورتیں اس کے لئے جس قدر بھی شکر گذار ہوں کم ہے۔

مستورات کا سالانہ جلسہ

پہلے مستورات کے سالانہ جلسہ پر کوئی انتظام نہ تھا۔ اور وہ قادیان میں ایام جلسہ میں آ کر یونہی پھر کر چلی جاتی تھیں۔ مگر آپ نے اپنے زمانہ کے شروع میں ہی مستورات کی اس دینی ضرورت کا شدّت سے احساس کیا۔ اور عورتوں کے لئے الگ جلسہ کا بنیاد رکھی۔ پہلے اس جلسہ کی بنیاد حضرت میرزا بشیر احمد صاحب کے مکان میں رکھی گئی۔ پھر یہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کے مکان میں پڑتا رہا اس کے بعد جب مستورات کی کثرت ہو گئی۔ تو دار الانوار کے راستہ میں صدر انجمن کے وسیع احاطہ میں۔ اور اب ہائی سکول کے وسیع میدان میں مغرب کی جانب ہوتا ہے۔ اس جلسہ کا سارا انتظام مستورات ہی کرتی ہیں۔ مستورات ہزارہا کی تعداد میں باہر سے آتی ہیں۔ اور روحانی فیض سے مالامال ہوتی ہیں۔

احمدیہ مستورات کا اخبار

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے مستورات کی ایک اور ضرورت کو محسوس فرماتے ہوئے انکے لئے ایک اخبار جاری فرمایا۔ جس کا پہلا نام "تادیب النساء" رکھا۔ اور اسی کے نقش قدم پر مصباح جاری ہوا۔ جو خدا کے فضل سے ترقی کر رہا ہے۔

تحریک جدید میں مستورات کا حصّہ

وہ مستورات جو یہ جانتی نہ تھیں۔ کہ ہم پر کوئی چندہ بھی فرض ہے۔ وہ حضرت کی تربیت کے ماتحت ہر شعبے میں چندہ دینے لگیں۔ اور قربانیاں کرنے لگیں مسجد برلن اور مسجد لنڈن کا تو پہلے ذکر آ چکا ہے تحریک جدید کے پہلے سال میں مستورات نے ۴۲۴۰/- روپیہ چندہ دیا۔ اور اب ہر سال بڑھ رہا ہے۔

عام طور پر مستورات نے تحریک جدید کے منشاء کے ماتحت صد درجہ کی سادگی اختیار کر لی ہے۔ اور گوٹہ کناری زیورات وغیرہ اپنی مرغوب اشیاء کے استعمال کو سلسلہ کے مفاد کی خاطر قربان کر دیا ہے۔

وصیّت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مومنوں اور مومنات کے لئے خدا کی وحی کے ماتحت ایک مقبرہ بہشتی کا انتظام فرمایا۔ اس میں بھی عورتوں نے آپ کے زمانہ میں خوب حصّہ لیا۔ چنانچہ اس وقت تک ۱۴۷۰ مستورات موصیہ ہو چکی ہیں۔

خلافت جوبلی فنڈ

خلافت جوبلی فنڈ میں بھی مستورات نے نہایت خوشی سے حصّہ لیا۔ اور اس میدان میں بھی مردوں کے دوش بدوش حضرت امیر المومنین سے عقیدت کا اظہار کیا۔

احمدیہ مجلس مشاورت میں حق نمائندگی

آپ کا یہ بھی ایک بڑا احسان ہے۔ کہ آپ نے مستورات کو اپنی قومی مجلس شوریٰ میں حق نمائندگی عطا فرمایا۔ اور یہ ایسا اقدام ہے۔ جو ہندوستان کی کسی قوم کی عورتوں کو بھی حاصل نہیں۔ اسکے علاوہ آپ کے اور بھی بیسیوں احسانات ہیں۔ مثلاً بچوں کی تربیت کے لئے ناصرات الاحمدیہ کا قیام فرمایا۔ عورتوں کا حق وراثت دلوانے کا مردوں سے عہد لیا۔ بعض جاہل مردوں کے مظالم سے بچانے کے لئے محکمہ قضاء کے دروازے کھولے۔

الغرض احمدی عورت نے علم میں۔ عمل میں۔ قربانی میں۔ نیکی میں۔ تقویٰ اور طہارت میں حضور کے زیر سایہ جس قدر ترقی کی۔ اس کی مثال کسی قوم میں نہیں مل سکتی۔

اسلئے

احمدی مستورات کا فرض ہے۔ کہ ایسے محسن آقا کے لئے دن اور رات دعاؤں میں مشغول رہیں۔ تا اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت دے۔ اور ان کے ارادوں اور عزائم کو پورا کرے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔

تحریک جدید اور اسکی وسعت

(مولانا عبدالرحمٰن صاحب انور انچارج تحریک جدید کی قلم سے)

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ اس نے اپنے مقرر کردہ خلیفۃ المسیح کے ذریعہ سے اپنے ٹھیک وقت پر بذریعہ القاء ایک ایسی تحریک کرائی جس کی ضرورت سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی کیلئے شدت سے محسوس کی جا رہی تھی۔ جس کے الفاظ گو حضور کے ہیں۔ لیکن حکم اللہ تعالیٰ کا ہے۔

ضروریات سلسلہ اور مطالبات تحریک جدید

سلسلہ کو سادات کے قیام کے لئے سادگی کی ضرورت تھی پہلا مطالبہ سادہ زندگی پورا کرتا ہے ضرورت تھی کہ دلوں میں وقت کی قربانی مال اور جان کی قربانی۔ سلسلہ کی بے لوث خدمت کا جذبہ پیدا ہو۔ جسے ساتواں، آٹھواں۔ نواں اور چندہ کا مطالبہ پورا کرتا ہے۔ جفاکشی کا عادی بنانے کے لئے اور وقار کے غلط مفہوم کی اصلاح کیلئے سولھواں مطالبہ موجود ہے۔ انسداد بیکاری کے لئے سترھواں مطالبہ ہے۔ غرضیکہ تحریک جدید کے کل جو بیس مطالبات اپنے اندر ہر روحانی بیماری کا علاج رکھتے ہیں۔

تحریک جدید کی ابتدائی حالت انتظامی

جس طرح ہر بڑے سلسلہ کی ابتداء بھی نہایت معمولی ہوتی ہے۔ اسی طرح تحریک جدید کے ابتدائی ایام میں نومبر ۱۳۳۴ء سے ہی یہ کام واقفین زندگی میں سے ایک نوجوان مرزا محمد یعقوب صاحب کے ذریعہ ہوتا رہا۔ فروری ۱۳۳۵ء سے اس کے لئے علیحدہ عملہ اور دفتر کیصورت ہوئی۔ اور یہ خدمت خاکسار کے سپرد ہوئی۔ اس وقت دس آدمی سروے کے لئے مقرر ہوئے جنہوں نے نہایت محنت اور اخلاص سے اس کام کو بموجب ہدایات سرانجام دیا۔ ان کی رپورٹ کے بموجب بعض علاقوں میں تبلیغی مرکز قائم کر دیئے گئے۔ انہی دنوں دس نوجوانوں کو سینکڑوں وقف کنندگان زندگی میں سے انتخاب کیا گیا۔ اور بیرون ہند کے لئے ان کو تیار ہو کرنے کی اطلاع دی گئی۔

تبلیغ بیرون ہند

ان مبلغین کے ذریعہ سنگاپور چین۔ ہانگ کانگ۔ جاپان جاوا۔ سماٹرا۔ سپین۔ اٹلی۔ البانیہ۔ یوگوسلیویا ہنگری۔ یونان۔ مصر۔ پولینڈ۔ زیکوسلوویکیا۔ اور عرب وغیرہ میں پیغام احمدیت پہنچا۔ اور بفضلہ تعالیٰ بہت سے ممالک میں جماعتیں بھی قائم ہو چکی ہیں۔ اور اپنے اپنے اخلاص اور جوش کے بموجب تبلیغ کا کام کر رہی ہیں۔ ان نوجوانوں کی کوششوں سے جہاں اور کئی فوائد ہوئے۔ وہاں ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوا۔ کہ دنیا کو معلوم ہو گیا۔ کہ خدا کے فضل سے احمدیہ جماعت میں ایسے بیشمار نوجوان ہیں۔ جو وقت آنے پر سر بکف ہو کر دور دراز ممالک میں اپنے امام کے منشا کو پورا کرنے کے لئے اس کے ادنیٰ سے اشارے پر جانے کے لئے تیار ہیں۔ اور اس پہلے دور سے تجربہ حاصل کرنے کے بعد دوسرے دور کے تیرہ نوجوان مجاہدین بھی بیرون ہند کے لئے ہمہ تن تیاری میں مشغول ہیں۔

موجودہ شعبہ جات تحریک جدید

جوں جوں تحریک جدید کے کام میں توسیع ہوتی گئی۔ ضرورت کے بموجب شعبہ جات میں بھی توسیع ہوتی گئی۔ اس وقت بڑے بڑے شعبہ جات بتفصیل ذیل ہیں:۔

(۱) دفتر تحریک جدید۔ ابتداءً دفتر تحریک جدید دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کے ایک حصہ میں تھا۔ بعد میں ایک علیحدہ حصہ کرایہ پر لیا گیا۔ اور اب خدا کے فضل سے تحریک جدید کی اپنی عمارت میں ہے اور تمام ضروریات متعلقہ دفاتر سے مکمل ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس میں اس وقت انچارج تحریک کے علاوہ تین کلرک اور ایک دفتری کام کرتے ہیں۔

(۲) دفتر تجارت جس میں علاوہ ناظم صاحب تجارت وتربیت جو مکرم خانصاحب ذوالفقار علی خانصاحب ہیں۔ ایک کلرک اور ایک دفتری کام کرتا ہے۔

(۳) بورڈنگ تحریک جدید۔ اس میں تحریک جدید کی طرف سے ایک واڈرن جو مکرم خانصاحب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب ہیں۔ ان کے علاوہ ایک سپرنٹنڈنٹ صاحب بورڈنگ ہیں جو مکرمی صوفی غلام محمد صاحب بی۔ ایس۔ سی ہیں۔ ان کے ماتحت پانچ ٹیوٹران اور دو خادم طفلاں ہیں۔ خادم طفلاں کا کام خاص طور پر چھوٹے بچوں کی نگرانی کرنا ہے۔

(۴) دارالصناعت۔ یہ ایک صنعتی ادارہ ہے۔ جس میں طلباء کو لوہے لکڑی اور چمڑے کا کام سکھایا جاتا ہے۔ اس کام کے نگران مکرم بابو اکبر علی صاحب ریٹائرڈ انسپکٹر آف ورکس ہیں۔ جو اس کام کو آنریری طور پر سرانجام دیتے ہیں۔ ان کے ماتحت ایک کلرک ہے۔ اور ایک دفتری۔

(۵) بورڈنگ دارالصناعت۔ جو طلباء صنعتی کام سیکھتے ہیں۔ ان کی رہائش۔ خورد و نوش کے انتظام کے لئے۔ اور اُن کی اخلاقی نگرانی کے لئے بورڈنگ کا انتظام ہے۔ بورڈنگ کے سپرنٹنڈنٹ مکرم مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالوی ہیں۔ جنہوں نے سرکار انگریزی سے پنشن حاصل کرنے کے بعد اپنی خدمات کو حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔

(۶) صیغہ امانت جائداد۔ تحریک جدید کے دوسرے مطالبہ کے بموجب جو لوگ رقوم ارسال کرتے ہیں ان کا حساب رکھنا۔ اور اس رقم کو مناسب طور پر خرچ کر کے اس کے جملہ حسابات کو رکھنا اس شعبہ کا کام ہے۔ اس شعبہ کے سیکرٹری مکرم و محترم حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے ہیں۔ اور دفتر کا کام مکرم بابو فخرالدین صاحب پنشنر سرانجام دیتے ہیں۔

(۷) دفتر فنانشل سیکرٹری۔ یہ کام مکرم چودھری برکت علی خاں صاحب کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ ان کے ماتحت چندہ تحریک جدید کے حسابات رکھنے اور یاددہانی کرانے اور دیگر متعلقہ امور کو سرانجام دینے کے لئے تین کلرک ہیں۔ جو اپنے کام کو نہایت محنت اور کوشش سے سرانجام دے رہے ہیں۔

تحریک کا مستقل ریزرو فنڈ

اگرچہ تحریک جدید کا چندہ ایک معین عرصہ۔ یعنی دس سال کے لئے ہے۔ لیکن چونکہ اس کے مطالبات مستقل طور پر ہیں۔ اور جس مقصد کے لئے اسے قائم کیا گیا ہے وہ ایک عارضی کام نہیں ہے۔ اس لئے اس کے لئے مستقل آمد کا انتظام کرنے کی صورت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے یہ تجویز فرمائی ہے کہ چندہ تحریک جدید کے ایک بڑے حصے سے کئی ہزار ایکڑ اراضی سندھ میں خرید کی ہے۔ جس کی مجموعی قیمت ساڑھے بارہ لاکھ کے قریب ہے۔ تا کہ اس زمین کی پیداوار سے ایک مستقل آمد کا ذریعہ پیدا ہو جائے۔ اور عرصہ دس سال کے گذرنے پر چندہ کی ضرورت پیش نہ آئے۔ اور اسکی آمد سے ہی تبلیغی کام سرانجام دیئے جاتے رہیں۔ خدا کے فضل سے اس اراضی پر تحریک جدید کے قریباً ۲۰ کارکن کام کر رہے ہیں۔

چندہ تحریک جدید

اس وقت تک خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے جس قدر چندہ جماعت کے دوستوں کی طرف سے موصول ہوا ہے اس کی مجموعی میزان چھ لاکھ کے قریب ہے۔

خدا کی ہستی پر ایک دلیل

یعنی:۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی معجزانہ پیدائش

(از حافظ سلیم احمد صاحب اٹاوی)

ہستی پہ ہے دلیل خدا کی یہ بے نظیر
یعنی وہ ذات پاک ہے علام اور خبیر

نادان دشمنوں نے اڑایا بہت مذاق
جس وقت کوچ کر گیا پہلا پسر بشیر

تب قبل از ولادت محمود پاکباز
وحیٔ خدا کا آکے لگا دشمنوں کو تیر

"اک دوسرا بشیر دیا جائے گا تجھے"
آزردہ اپنے دل میں ہوا ای میرے نذیر

پیدا کروں گا میں اُسے نو سال میں ضرور
سب مومنوں کا ہوگا وہ محبوب اور امیر

کاموں میں اپنے ہوگا اولوالعزم وہ پسر
احسان اور حسن میں ہوگا ترا نظیر

وہ صاحب شکوہ بھی ہوگا شکیل بھی
فرزند ارجمند گرامی و دلپذیر

قومیں سب اس سے پائینگی برکت جہان میں
اس کی دعا سے ہونگے رہا سینکڑوں اسیر

ہوگا علوم ظاہری اور باطنی سے پُر
یعنی بہت ذہین و ذکی فاضل و دبیر

وہ تین بھائیوں کو بنا دیگا آکے چار
فضل خدا سے پائیگا دولت بھی وہ کثیر

ہوگا خلافت اور امارت کو اس پہ ناز
جانیں گے جو حقیر اسے ہونگے خود حقیر

دشمن تمام ہونگے مقابل میں سرنگوں
ہوگا خدا کا شیر وہ پر دیکھنے میں شیر

محمود نام مصلح موعود ہے خطاب
ہوگا وہ میر قافلہ اور رہبر دستگیر

الہام جس صفائی سے پورا ہوا سلیم
سرور دیکھکر ہے اُسے ہر جوان و پیر

یہ معجزہ خدا نے دکھایا ہے اسلئے
تا یہ ثبوت ہو کہ وہ خالق ہے اور قدیر

ایسی کریم ذات مسیحی صفات پر
الزام جو لگاتا ہے واللہ ہے شریر

قصیدۂ مدحیّہ

در شانِ امامِ ہمام امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

(از حکیم عبد الرحمٰن خاکی۔ بی۔ اے۔ کوہ مری)

طلوعِ صبحِ صادق نورِ ایمانِ بشیرالدین
فیوضِ ابرِ خاور رنگِ فیضانِ بشیرالدین

دلیلِ منزلِ سالک نجومِ علم و عرفانش
کفیلِ عقدۂ طالب دبستانِ بشیر الدین

عدیلِ عنبرِ عزت شیلِ طرّۂ حکمت
شمیمِ روح افزائے گلستانِ بشیرالدین

فنائے ہستئ کفر و شرارِ خرمنِ بدعت
حیاتِ روحِ مسلم زورِ برہانِ بشیر الدین

زمینِ قادیان شد رشکِ نورِ وادیٔ ایمن
فروغِ جلوۂ طور است درجانِ بشیرالدین

علیم و عالم و عامل سلیم و سالم و واصل
شفیق و مشفق و عادل زہے شانِ بشیرالدین

دعائے او قضائے حق ندائے او ندائے حق
نشانِ اعظم الشان است فیضانِ بشیرالدین

ربیبِ سایۂ رحمٰن حبیبِ حضرتِ یزداں
فروغِ چشمِ عالم نورِ عرفانِ بشیرالدین

امام و عارفِ کامل بحقِ مائل بحق شاغل
مثالِ ابرِ باذل فیضِ احسانِ بشیرالدین

جمالش جانِ محبوبی کمالش معدنِ خوبی
چہ گوہرہائے منثور است درکانِ بشیرالدین

حیا وصفے از و قائم وفا رسمے از و دائم
بقا نقشے است از نقاشِ عنوانِ بشیرالدین

وجودِ اہرمن لرزاں پلنگِ نفسِ دوں ترساں
زخیظ و ہیبتِ شیرِ نیستانِ بشیرالدین

کلامش مایۂ یحی العظام است ار نمے دانی
شنو باگوشِ ہوش درسِ قرآنِ بشیرالدین

بہارِ گلشنِ امکاں ہزارِ گلبنِ عرفاں
حصارِ دین و ایماں جذبۂ آنِ بشیرالدین

براتِ عاشقاں حسنش حیاتِ روحِ احسانش
نجاتِ جانِ مسلم حسن و احسانِ بشیرالدین

تبِ عشقِ خداوندی غمِ تبلیغِ دینِ حق
بہا مجموعۂ درد است درجانِ بشیرالدین

نسیمِ روضۂ رضواں تسنیمِ کوثرِ عرفاں
حریمِ کعبۂ ایقان دربستانِ بشیرالدین

ادب آموزِ ہشیاراں طرب اندوزِ مہجوراں
حدیثِ عشق و شورِ بزمِ مستانِ بشیرالدین

اسیرانِ بلا را رستگاری بخشد احسانش
عزیزِ مصرِ عالم ماہِ کنعانِ بشیر الدین

گذر از غم تو اے مسلم کہ احسانش ترا ملجا
حذر اے دشمنِ ناداں ز میدانِ بشیرالدین

وزیرِ ہادیٔ عالم وجودش مرجعِ عالم
روانِ ابنِ آدم کشتۂ آنِ بشیرالدین

ندارم ہیچ غم از صدمۂ موجِ بلا خاکی
کہ من محکم گرفتم دست و دامانِ بشیرالدین

بحضور مصلح موعود

نتیجۂ فکر جناب خادم حسین صاحب نیاز

(منجانب خدام۔ مجلس خدام الاحمدیہ شملہ)

مہبطِ انوار اے ماہِ تمام
اے حبیبِ کبریا۔ عالی مقام

جانشینِ مہدیٔ آخر زماں
مصلح موعود اے حق کے بشیر

مظہرِ حق و علا۔ فضلِ عمر
گلشنِ احمد میں ہے تجھ سے بہار

ہے کہاں سنکر ذرا دیکھے ادھر
اور اک سے دیکھ لے ہوتے ہزار

اے کہ فرزندِ خلیل اللہ ہے تو
جاں سپار و جانفروش و جاں نثار

اے ترے صبح و مسا دیں کیلئے
ہامیِ دینِ متین۔ اے شاہِ دیں

کشتیٔ اسلام کے اے ناخدا
اے اسیرانِ جہاں کے رستگار

کر دعا اپنے غلاموں کیلئے
ہم اسیرانِ بلائے معصیت

ٹوٹ جائیں کاش زنجیریں سبھی
بڑھتے جائیں تیز پا اور ہوشیار

حق کو پھیلا دیں جہاں میں ایکبار
پرچمِ اسلام ہو در ہر کنار

ہر جگہ توحید کا بجتا ہو ساز

اے خدا کے نور اے ذوالاحتشام
اے امیر المومنین۔ پیارے امام

عیسیٔ دوراں کے زندہ نشاں
حسن و احساں میں مسیحا کے نظیر

شانِ فاروقی میں ہونگیں سربسر
دین کی آغوش ہے پُر از ثمار

سبزہ کی نسل کو بابرگ و بار
شاخ در شاخ اور ثمار اندر ثمار

ہاں ذبیح اللہ ہے واللہ ہے تو
غم میں دیں کے رہنے والے دلفگار

اے ترے فکر و دعا دیں کے لئے
نائبِ حق۔ یادگارِ مرسلین

حجۃ اللہ۔ مسلموں کے راہنما
جلدی جلدی بڑھنے والے شہریار

ان ضعیفوں۔ نیم جانوں کیلئے
خواب غفلت میں پڑی سوتے ہیں مست

نفسِ امّارہ سے پائیں مخلصی
اور چھا جائیں جہاں پر سیل وار

جھوٹ کا فتنہ دبا دیں زیر غار
گلشن اسلام میں پھر ہو بہار

ہو جبینِ شرک بھی غرقِ نیاز

ہر طرف اسلام ہی اسلام ہو
ہر زباں پر اک خدا کا نام ہو

تصاویر کے متعلق ایک ضروری اعلان

تصاویر کے متعلق میں اس قدر اعلان کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ کہ بعض اہم تصاویر اس نمبر میں الگ نظر نہ آئیں گی۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ بعض بزرگ گروپوں میں موجود ہیں۔ مثلاً حضرت خلیفۃ المسیح اوّل۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب رضی اللہ اور اسی طرح بعض اور صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ گروپ میں ہیں۔ حضرت مولوی شیر علی صاحب۔ اور حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب حضرت حافظ روشن علی صاحب مرحوم۔ حضرت قاضی سید امیر حسین صاحب مرحوم صحابہ نمایاں طور پر گروپوں میں موجود ہیں۔ بیرونی مبلغین میں سے جن کے فوٹو ہمارے پاس تھے۔ ان کے فوٹو ہم نے وہ دیئے اور جن کے فوٹو نہ تھے۔ ان کے فوٹو نہیں دیئے جا سکے۔ جس کا افسوس ہے۔ ہندوستان کے مبلغین کے فوٹو نہیں دیئے گئے۔ البتہ مولانا مولوی بقا پوری صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کے مبلغ ہیں۔ اور اس وقت مقامی واعظ ہیں۔ ان کا فوٹو ان کی قدامت اور مرکزی واعظ ہونے کی وجہ سے دے دیا گیا ہے۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کا فوٹو نہیں مل سکا۔ ورنہ میں اسے بھی شائع کرتا۔ آنریبل چودھری سر محمد ظفر اللہ خاں کے فوٹو کے نیچے پریس کی غلطی سے آپ کا نام شائع ہونے سے رہ گیا۔ صرف یہ لکھا گیا ہے۔ کہ محرک خلافت جوبلی۔ احباب نوٹ کرلیں۔ (محمود احمد عرفانی)

سرگذشت

مینے پسند کیا کہ الحکم کے جوبلی نمبر کی اشاعت کی داستان کا نام سرگذشت رکھوں۔ یہ ایک قصہ میرے لئے لطیف۔ حیرت انگیز اور ایمان افروز ہے۔ میں حیران ہوں کہ میں نے کیا اقدام کیا۔ پھر حیران ہوں کہ میں ان دشوار گزار راستوں سے کیسے گزرا۔ پھر حیران ہوں کہ اس طبند بالا پہاڑ کی چوٹی پر کیسے چڑھ گیا۔ میں سوچتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں۔ میں غور کرتا ہوں مگر مجھے اس ساری کہانی کی سمجھ نہیں آتی۔ میں آج الحکم کے جوبلی نمبر کو دیکھ کر کہہ اٹھتا ہوں کہ کیا یہ خواب ہے یا بیداری۔ کیا یہ حقیقت ہے یا تخیل۔

مینے الحکم جوبلی نمبر کا بغیر سوچے سمجھے اور بغیر کسی فکر و تدبر کے اعلان کر دیا۔ مجھے خوب تجربہ تھا کہ میرا ہاتھ کسی نے نہیں بٹانا میں جانتا تھا کہ میں یکہ و تنہا ہوں۔ مجھے علم تھا کہ میں سخت بیمار رہوں۔ اور میں محنت نہیں کر سکتا۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے معلوم نہیں کہ مینے کس تقاضائے طبعی طاقت کے ماتحت اعلان کر دیا۔ اور اعلان بھی کیا خطرناک کہ اخبار سو صفحے سے کم نہ ہوگا

میری حالت ایسی کہ ایک پائی پاس نہ کبھی ہوتی اور نہ اسوقت تھی۔ صحت کی یہ حالت کہ گھنٹوں نہیں بعض دفعہ تو دنوں تک چارپائی پر لیٹیا رہتا۔ اس حالت میں میں نے کئی دن یہ سوچتے ہوئے گزار دیئے کہ کیا ہوگا؟ اور کس طرح ہوگا؟ میں کبھی یہ سوچ رہا تھا کہ معاصر الفضل کی طرف سے بھی جوبلی نمبر کا اعلان ہو گیا۔ الفضل کا وسیع اثر۔ اس کے دائرہ احباب کی فراخی۔ اس کے لئے اسباب کی سہولتوں کا مہیا ہونا۔ یہ سب امور ایسے تھے جنھوں نے میرے قلب پر یہ اثر ڈالا کہ اب الحکم کے لئے مضمون کون لکھے گا۔ اور جب مضامین میں جدت اور ندرت نہ ہوگی تو اسے کون خریدے گا۔ میرے بیمار جسم نے اس کا اثر میرے قلب پر ڈالا۔ اور میں ایک قسم کی تھکاوٹ اور ضعف محسوس کرنے لگا

مینے جن دوستوں کو مضامین کے لئے کہہ رکھا تھا میں نے اب دیکھا کہ وہ مجھ سے آنکھیں چرانے اور بچنے لگے ہیں ان کی کوشش یہ ہونے لگی کہ وہ سلسلہ کے کثیر الاشاعت اخبار کو چھوڑ کر الحکم جیسے اخبار میں اپنا مضمون کیسے دیں۔ مجھے اس حالت نے حیران کر دیا۔ میں ایک دن جبکہ اپنی چارپائی پر لیٹیا ہوا تھا اور میرے سر میں ہزارہا خیالات کا ایک طوفان امڈ رہا تھا۔ اس وقت میری نظر دیوار پر لکھے ہوئے شعروں پر پڑی جو یہ تھے؎

تمہیں اپنی مشکل کو آساں کرو گے۔
تمہیں درد کا اپنے درماں کرو گے
تمہیں اپنی منزل کو آساں کرو گے
کرو گے تمہیں کچھ اگر یاں کرو گے

چھپا دست ہمت میں زور قضا ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے (حالی)

میرے دل میں ایک عزم کی لہر پیدا ہو گئی۔ اور مینے اپنی کمر ہمت کو باندھ لیا۔ مینے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ میں اس نمبر کی اشاعت کا انتظام کروں گا۔ اور اگر ایک بھی مضمون نہ آئے تو میں تنہا سو صفحے کا اخبار اکیلا ہی تیار کروں گا۔

مینے اپنی بیماری کو مخاطب کر کے کہا کہ تو پیچھے ہٹ جا کہ میں اب کام کا عہد کر چکا ہوں۔ میں کام کروں گا اور اس عزم سے کروں گا کہ خواہ آخری کاپی لکھنے پر میری قوت جواب دیدے۔ خواہ میری بیماری ہمیشہ کے لئے بڑھ جائے خواہ میں مدتوں کے لئے بیکار ہو جاؤں مگر اب کوئی طاقت مجھے کام سے نہیں روک سکے گی۔ میں اٹھ بیٹھا۔ اپنے اوپر کی چادر کو پھینک دیا۔ میرے دل میں عزم کے ساتھ قوت پیدا ہوئی۔ قوت نے مجھے ایک کیفیت سرور بخشا۔ میں مست والست تھا۔ میں اس دنیا سے کھویا گیا میں نے قلم ہاتھ میں لے کر لکھا۔ اور لکھا —— اور لکھتا چلا گیا۔ مجھے معلوم بھی نہیں ہوا کہ دن کیسے گزرتا ہے۔ اور مجھے یہ بھی پتہ نہ چلا کہ رات کیسے ختم ہوتی ہے۔ وہ مضمون کیا تھا؟ حدیث دلبری میرے احساس و شعور کے مضراب پر میری قلم کے بار یک ریشے پر چوٹ پڑ رہی تھی۔ اور میں اس میں کھویا ہوا تھا میرے عالم بیخودی کی یہ حالت ہو گئی کہ ایک دن سر راہ ایک دوست کو میں نے پکڑا اور مضمون کا تقاضا کیا۔ وہ اس سے دو دن قبل مجھے اپنا مضمون دے گئے تھے۔ انھیں حیرت ہوئی اور مجھے ہنس کر کہنے لگے کہ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ تب مجھے ہوش آیا۔ اور میں نے کہا ہاں غلطی ہوئی۔

پس اس کام نے مجھے دارو کے بے ہوشی کا سا کام دیا جس کی وجہ سے میری کوفت اور بیماری بھی مجھے بھول گئی۔ نہیں نہیں بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ مجھے چھوڑ گئی تو زیادہ درست اور صحیح ہوگا۔ میرے جاننے والے تعجب کرنے لگے۔ اور بعض تو مجھے کہہ بھی دیتے تھے کہ ان دنوں تمھاری صحت پہلے سے بہت اچھی ہو رہی ہے۔ پس باوجود پریشانی اور حیرانی کے اس نمبر کی برکت سے مجھے ان ایام میں غیر معمولی صحت اور قوت حاصل ہوئی۔

مجھے جب اپنی صحت کی فکر سے نجات ہوئی۔ تو عالم اسباب کی کمی نے مجھے پریشان کر دیا۔ روپیہ موجود نہ تھا۔ کاغذ کی گرانی حیران کن تھی۔ میں نے بہت سے دوستوں کو اپنی مدد کے لئے پکارا مگر ہر طرف سے سوائے ناکامی کے مجھے کچھ میسر نہ آیا۔ اور بعض نے تو جواب دینا پسند نہ کیا۔ وقت نزدیک سے نزدیک تر ہوتا چلا گیا۔ مجھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا میں ہمالیہ کی چوٹی کی مہم کو سر کرنے کا عزم کر چکا ہوں اور یہ اقدام موسم سرما میں کیا گیا ہے جبکہ برف شدت سے برس رہی تھی۔ اور چوٹیاں برف سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ قدم قدم پر پاؤں اور بلندی پر چڑھنے کی وجہ سے سانس پھولنے لگتا ہے۔ میری حالت ایسی تھی کہ میں چند قدم چڑھ کر ستانے لگتا اور آنکھ اٹھا کر دیکھنے لگتا کہ ابھی پہاڑ کی چوٹی کتنی دور ہے میں اس کی بلندی کو دیکھ کر اپنی ہمت کو پست پانے لگتا اور کبھی پھر اپنے قلب میں شعاع امید پیدا کرتا۔ اور اپنے آپکو ابھارتا اور کہتا کہ ہمت کر منزل قریب ہے۔

اس طرح بڑھاوے دیتا ہوا آگے چلتا گیا۔ بالآخر میرے خدا نے میری منزلیں آسان کر دیں۔ اور مجھے میرے ہمالیہ کی چوٹی پر پہنچا دیا۔ ربنا لک الحمد والشکر

اے میرے خدا تیرا ہی حمد و شکر ہے۔

خدا نے روپے کی ایسی صورتیں پیدا کر دیں۔ کہ میں حیران ہوں کہ کیسے کر دیں۔ ایک ایک منٹ میں جیسے کوئی غیبی مدد پہنچ جاتی ہے۔ پہنچتی رہی۔ اس طرح میرے وہ کام جو روپے سے وابستہ تھے۔ پورے ہو گئے۔ مضامین کی اسقدر کثرت ہوئی کہ مجھے بہت سے اپنے دوستوں سے شرمندہ ہونا پڑا کہ میں ان کو شائع نہ کر سکا۔

میرے گرد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۲ صحابی دو فرشتوں کی طرح تھے جو میری کامیابی کے لئے دن رات دعائیں کرتے تھے۔ یہ ساری کامیابی انہی دعاؤں کے طفیل ہے،

ہاں

میں غلطی کروں گا اگر میں ایک اور ہستی کا ذکر نہ کروں اور وہ حضرت والد صاحب قبلہ کا وجود ہے۔ انھوں نے اس نمبر کی اشاعت کے لئے مالی قربانی اس حد تک کی ہے کہ میری زخواستوں پر تاروں کے ذریعے روپیہ سید ریغ بھیجتے رہے۔ اور دعاؤں کی یہ حالت کہ خود دعائیں کرتے اور تاروں کے ذریعے مجھے تسلی دیتے اور فرماتے

خدا پر بھروسہ کرو

پس اس نمبر کی کامیابی میں ان کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ مالی طور پر ان کے سوا تین چار دوستوں نے ہمارے سلسلہ میں میری مالی مدد فرمائی۔ جزاھم اللہ احسن الجزا میں سخت ناشکری کا مرتکب ہوں گا اگر میں خان بہادر سیٹھ احمد الہ دین صاحب آف سکندرآباد (جو ابھی تک ہمارے سلسلہ میں داخل بھی نہیں ہیں) کی اس مہربانی کا شکریہ ادا نہ کروں کہ انھوں نے اس نمبر کی اشاعت کے لئے مجھے میری درخواست پر گرانقدر امداد دی۔ اللہ تعالیٰ ان کے اموال اور عمر میں برکت دے۔ آمین۔

العرض

اللہ تعالیٰ نے اس نمبر کی اشاعت کے لئے میری صحت بھی درست کر دی۔ مالی ضرورتوں کا بھی خود کفیل ہو گیا۔ مضامین بھی آ گئے اور ہر روک کو خود دور کر دیا۔ حتیٰ کہ مجھے ایک کاتب کی ضرورت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے فضل سے منشی حبیب احمد صاحب کو بمبئی سے میرے پاس پہنچا دیا۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ خود خدا تعالیٰ ماسے اپنے اس پاک خلیفہ کی اس جوبلی پر خوش ہے۔ اور اس لئے اس نے ہمارے کام میں برکت ڈالدی۔

اس نمبر کی اشاعت میں حسب ذیل بزرگوں اور دوستوں نے کسی نہ کسی رنگ میں میری مدد فرمائی۔ حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی نے جس ذوق و شوق محبت اور عشق سے میری مدد کی ہے۔ میں اس کے شکریے کے لئے الفاظ نہیں پاتا۔ ان کا عشق تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حسن و احسان میں انکی نظیر سے ایسا ہی ہے۔ اور وہ جو کچھ کر رہے تھے وہ اس عشق کا ادنیٰ جلوہ یا نظارہ تھا

ان کے بعد شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی نے میری دعاؤں سے مدد کی۔ اور چودھری ظہور احمد صاحب نے میرا ہر طرح ہاتھ بٹایا اور دن اور رات میرے ساتھ لگے رہے۔ منشی حبیب احمد صاحب کاتب اور منشی دین محمد صاحب کاتب نے جس محنت اور عرق ریزی کا ثبوت دیا اس کے لئے میں جذبات شکر محسوس کرتا ہوں۔ اسیطرح مکرمی شبلی صاحب بی کام کا شکرگزار ہوں جنھوں نے میرے لاہور کے بوجھ کو خود اٹھا لیا

ملک محمد عبداللہ صاحب فاضل نے بھی میری اخلاقی مدد فرمائی۔ اور قریشی میر محمد صاحب اور منشی محمد ابراہیم صاحب نے بعض چیزوں کی فہرستیں بنانے اور مواد جمع کرنے میں میری مدد کی۔

جناب ماسٹر محمد ابراہیم صاحب بی اے نے بھی میری حوصلہ افزائی میں کوئی کمی نہیں رہنے دی

میں ناشکری کروں گا اگر میں حضرت ام المومنین کی خادمہ جناب مائی کاکو صاحبہ جو سکھوانی مراد اللہ کی ہمشیرہ ہیں کی اس نیکی کا ذکر نہ کروں۔ کہ ایک دن مجھے ایک معقول رقم کی شدید ضرورت تھی۔ اور میں نے جب ان سے ذکر کیا۔ تو انھوں نے چند گھنٹوں کے اندر اپنی ذمہ داری پر کسی سے رقم کا انتظام کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب بزرگوں اور بھائیوں کو خود جزائے خیر دے۔ چونکہ میرا دل ان سب کے لئے جنھوں نے الحکم کے اس نمبر کی خدمت کی ہے شکر کے جذبات محسوس کر رہا ہے۔

اسلئے میں میاں عبدالرحیم صاحب دفتری کے لئے جذبات شکر پاتا ہوں جس نے راتوں کو جاگ جاگ کر اس خدمت کو سر انجام دیا۔

اور اس سلسلہ میں چودھری اللہ بخش صاحب مالک اللہ بخش سٹیم پریس کا بھی شکرگزار ہوں انھوں نے باوجود کثرت کار کے الحکم کے لئے ہر طرح قربانی سے کام لیا۔

جزاھم اللہ احسن الجزا

ایک نہایت ضروری بات

اس اخبار کی اشاعت کے لئے میرے دل کے کسی گوشے میں ذاتی منفعت کا جذبہ کام نہیں کر رہا تھا بلکہ صرف اور صرف ایک ہی جذبہ کارفرما تھا کہ کس طرح قلب کی مخفی محبت کی آگ کا شعلہ بلند ہو سکے۔ ورنہ یہ ایک سچائی ہے کہ جس قدر رقم اس پر خرچ ہوئی ہے اس کے لحاظ سے ۸ روپے فی کاپی پرچہ اس پرچہ پر خرچ آیا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ یہ حقیقت ہے کہ پرچہ کسی ذاتی منفعت کی غرض سے شائع نہیں کیا گیا۔

دعا

اے اللہ! میں نے نہایت صدق دل اور خلوص مندی سے اس خدمت کو سر انجام دیا ہے

دعا ہے تو اسے قبول فرما۔

اور لوگوں میں اس اخبار کی جو تیرے پاک مسیح کے زمانہ کی ایک یادگار ہے محبت ڈال دے۔ تا وہ اس کی اشاعت کے لئے کوشاں ہوں۔ آمین۔ ثم آمین

درخواست دعا

جن احباب کو الحکم کے اس پرچے سے کچھ بھی روحانی مسرت حاصل ہو۔ وہ میرے پیارے والدین اور میرے خاندان کے لئے درد دل سے دعا کر کے مجھے مزید شکریہ کا موقع دیں۔ والسلام

خاکسار

محمود احمد عرفانی

۱۸ دسمبر ۱۹۳۹ء بوقت ۱۰ بجے شب

الحکم کے جوبلی نمبر کی قیمت بعد جلسہ دوگنی کر دی جائے گی۔

قسم اول۔ ایک روپے کی بجائے دو روپے

قسم دوم:۔ آٹھ آنے کی بجائے ایک روپیہ

(مینیجر اخبار الحکم قادیان)

خانصاحب منشی برکت علی صاحب
جائینٹ ناظر بیت المال

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی
جنکی توجہ اور مالی قربانی کا نتیجہ یہ
جوبلی نمبر ہے

حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی جنکی
شبانہ روز کوششوں کا دخل اس جوبلی نمبر
میں ہے

آنریبل سر چودھری محمد ظفر الہ خان صاحب حکومت ہند کے ممبر
محرک خلافت جوبلی

مہتہ عبدالخالق صاحب
پہلے احمدی طالب علم جو
پٹرول کی انجینئرینگ کے
لئے امریکہ گئے

الحاج مولوی عبدالکریم
صاحب آف کراچی جو ۱۹۱۴ء
میں مصر کے آنریری مبلغ
تھے

حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوری مرحوم
بمع حضرت مسیح موعود کے کرتے کے جس پر
سرخ چھینٹوں کے نشان ہیں

حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم

حضرت میر حامد شاہ صاحب مرحوم

قادیاں کا ایک منظر

مدرسہ تعلیم الاسلام
قادیاں
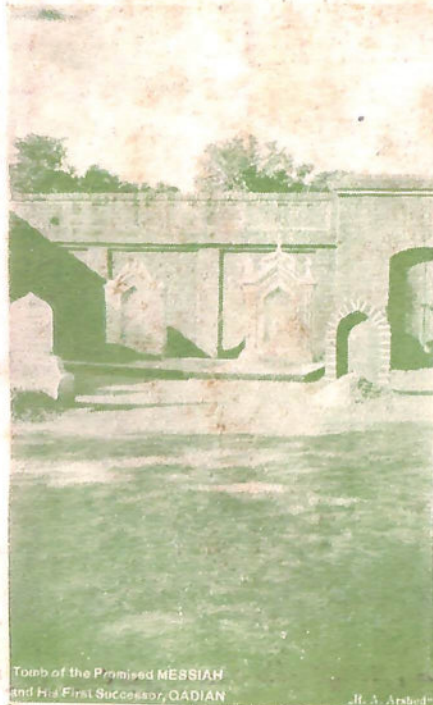
مقبرہ بہشتی

مزار مبارک حضرت مسیح موعود علیہ السلام
و حضرت خلیفة المسیح اول

حضرت امیر المومنین فضل عمر کی سیرت طیبہ میں سے کچھ

مرتبہ محمود احمد عرفانی
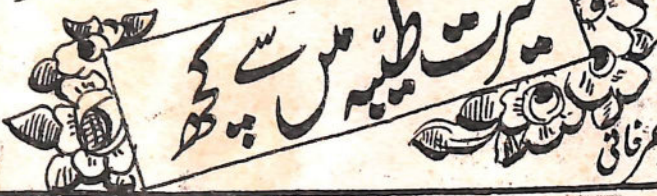
عقیدت جوبلی کی مبارک تقریب پر یہ خاکسار اس محنت کو جو ان مقدس حالات کے جمع کرنے پر کی ہے۔ بطور عقیدت مندی اور خلوص کی نذر کے پیش کرتا ہوں۔ خدا کرے۔ کہ یہ حقیری محنت قبول ہو۔ اور اس خادم در کی طرف کوئی نظر التفات ہو۔ کہ مجھ جیسے کمزور وناتواں کے لئے باعث نجات ہے

۱۳۴۰ھ کا رمضان مجھے پہلی دفعہ مصر میں آیا اور اس رمضان میں میں نے اپنے آقا کے کچھ حالات جوش محبت میں جمع کئے۔ اور لکھکر حضرت والد صاحب قبلہ کی خدمت میں ارسال کئے۔ جو ان کے مسودات میں کئی سال پڑے رہے۔ بالآخر میں نے چاہا۔ کہ ان کو المبشر میں شائع کردوں۔ اور دو قسطیں شائع بھی کیں۔ بعد میں خیال پیدا ہوا۔ کہ دسمبر کے المبشر میں یکجائی شائع کردوں۔ اور اس طرح اس نمبر کو جوبلی نمبر بنادوں۔

مگر

جب اس پر نظر ثانی کر کے دوبارہ لکھنے لگا۔ تو پھر دل نے یہی کہا۔ کہ اسے الحکم میں شائع کردو۔ چنانچہ الحکم کے لئے اس کو نظر ثانی کر کے صاف کردیا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

(خادم محمود احمد عرفانی)

امیر المومنین کی سیرت و سوانح

حضرت امیر المومنین کا مقام اس زمانہ کے لوگوں میں بہت بلند ہے۔ اس لئے نہیں کہ آپ امام جماعت احمدیہ ہیں۔ یا اپنے علم وفضل میں یکتا ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ آپ وہ انسان ہیں۔ جنکی پیدائش کا فیصلہ آسمان میں صدیوں پیشتر ہوچکا تھا۔ اور ہزارہا صلحائے امت آپ کے پیدائش کے متعلق پیشگوئیاں کرچکے تھے۔ ان ہی صلحاء میں سے حضرت نعمت اللہ ولی بھی ہیں۔ جنہوں نے

پسرش یادگار مے بینم

کہکر پیشگوئی کی تھی۔ اور یہی نہیں۔ کہ اولیائے امت آپ کی آمد کی پیشگوئیاں فرماچکے تھے۔ بلکہ خود سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی پیدائش کی پیشگوئی فرمائی۔ چنانچہ فرمایا:۔

ویتزوج ویولد لہ

آنے والا مسیح صاحب اولاد ہوگا۔ اور صاحب اولاد ہونا تو کوئی خصوصیت نہیں رکھتا۔ دنیا میں کروڑوں انسان صاحب اولاد ہیں۔ پیشگوئی میں کسی انسان کی پیدائش کی خبر امتیازی خبر ہوتی ہے۔ اور اسکی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ یہ بتلایا جائے۔ کہ وہ پیدا ہونے والا خاص قوتوں اور طاقتوں کو لے کر آرہا ہے چنانچہ دوسری پیشگوئیوں نے اس بات کو واضح کردیا تھا۔ جیسے آپ نے فرمایا تھا۔ کہ

لو کان الایمان معلقاً بالثریا

لنالہ رجال من ابناء الفارس

کچھ فارسی النسل آخری زمانہ میں ایمان کو ثریا سے لانے کے کام پر مامور کئے جائیں گے۔ پھر فرمایا:۔

خذوا التوحید یا ابناء الفارس

پس مسیح موعودؑ کے کام میں اس کے بعض بیٹوں کی شرکت ضروری تھی۔ اس لئے خاص طور پر ایک وہ بیٹا جو حضرت مسیح موعود کے رنگ میں رنگین ہونے والا تھا۔ اس کی پیدائش اور آمد کی پیشگوئیاں صدیوں سے ہورہی تھیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی کامیابی کیلئے اس آخری دور میں جہاں مسیح موعود کا پیدا ہونا حتمی ہوچکا تھا۔ وہاں آپ کے اس فرزند کا پیدا ہونا بھی یقینی طور پر مقدر ہوچکا تھا۔ اور وہ صلحاء امت جو مسیح موعود کی پیدائش کی انتظار میں عمر گذار گئے۔ وہ فرزند موعود کی انتظار بھی اسی طرح کرتے رہے۔

پس

وہ انسان جو قوموں کی رستگاری کے لئے پیدا ہوا ہو۔ جس کی آمد کی انتظار صدیوں سے ہورہی ہو۔ جس کی ہر حرکت اور سکون خدا کے لئے ہو۔ اس کی سیرت اور سوانح پر مجھ جیسا کوتاہ قلم کچھ لکھے یہ ایک ناممکن سی بات ہے۔

مجھے اس باب میں اپنی کوتاہ قلمی کا پورا اعتراف ہے۔ لیکن میں تو اس عورت کی طرح جو یوسف کی خریداری کے لئے روئی کا گالا لائی تھی۔ اس مضمون کی تحریر کے ساتھ اپنے

خراج عقیدت

کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔

الغرض

آپ کی پیدائش

آپ کی پیدائش ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی پیدائش کے متعلق بہت سی پیشگوئیاں کر رکھی تھیں۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں:۔

"ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دلایا گیا ہے۔ جس کا نام محمود احمد ہوگا۔ اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا"

(اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء)

پھر فرمایا

"دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا۔ کہ دوسرا بشیر دیا جائے گا۔ جس کا دوسرا نام محمود ہے۔ وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے۔ پیدا نہیں ہوا۔ مگر خدا تعالیٰ کے وعدے کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا۔ زمین آسمان ٹل سکتے ہیں۔ پر اس کے وعدے کا ٹلنا ممکن نہیں نادان اس کے الہامات پر ہنستا ہے۔ اور احمق اس کی پاک بشارتوں پر ٹھٹھا کرتا ہے۔ کیونکہ آخری دن اسکی نظر سے پوشیدہ ہے۔ اور انجام کار اس کی آنکھوں سے چھپا ہوا ہے۔"

(سبز اشتہار صک حاشیہ)

پھر فرمایا

"دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین ونبیین وآئمہ واولیاء و خلفاء ہے۔ تا اُن کی اقتدار و ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں۔ اور اُن کے نمونے پر اپنے تئیں بناکر نجات پاجائیں۔ سو خدا تعالےٰ نے چاہا۔ کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعے سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں۔

پس

اوّل اس نے قسم اوّل کے انزال رحمت کے لئے بشیر کو بھیجا۔ تاکہ بشر الصابرین کا سامان مومنوں کے لئے طیار کرائے۔ اپنی بشیریت کا مفہوم پورا کرے۔

اور دوسری قسم رحمت کی جو ابھی ہم نے بیان کی ہے۔ اس کی تکمیل کے لئے خدا تعالیٰ دوسرا بشیر بھیجے گا۔ جیسا کہ بشیر اوّل کی موت سے پہلے ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں اس کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا۔ کہ ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا۔ جس کا نام محمود بھی ہے۔ وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہوگا۔ یخلق اللہ ما یشاء"

(سبز اشتہار صـ۱۵-۱۷ حاشیہ)

پس بشیر اوّل کی وفات کے بعد بشیر ثانی کی پیدائش کا بار بار حضور نے ذکر کیا۔ اور اس کا نام محمود احمد رکھا۔ اور بڑی بڑی تحدیاں فرمائیں۔ اور زمین و آسمان کا ٹلنا ممکن اور اس انسان کی آمد کا رُک جانا ناممکن قرار دیا۔

ایک دوسری جگہ لکھا۔ کہ الہامی طور پر...

آپ کی شان میں یہ شعر جاری ہوا ؎

"اے فخر رسل قرب تو معلومم شد
دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ"

پس وہ فخر رسل وبشیر ثانی۔ وہ موعود بیٹا ۔ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوگیا۔ چنانچہ آپ کی پیدائش پر آپ نے ایک اشتہار شایع فرمایا۔ جس میں لکھا:۔

"خدائے عزوجل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء و اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے اپنے لطف وکرم سے وعدہ دیا تھا...

واٰج

۱۱۔ جنوری ۱۸۸۹ء ہجری میں مطابق ۹۔ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ

روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضل الٰہی ایک لڑکا پیدا ہوگیا ہے۔ جس کا نام بالفعل محض تفاؤل کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے۔ اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائیگی"

(اشتہار تکمیل تبلیغ مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء حاشیہ)

اس طرح ۱۲ جنوری کا دن نہایت مبارک دن تھا۔ جبکہ خدا کا موعود، نبیوں کا موعود، صلحائے امت کا موعود، مسیح موعود کا موعود دنیا میں پیدا ہوا۔ یہ وہ دن تھا۔ جبکہ آسمان زمین سے قریب ہوا۔ اور خدا نے اپنے جلال وجمال کا وہ نشان ظاہر کیا۔ جسے اس نے اپنی آمد سے تشبیہ دی اور فرمایا:۔

کان اللہ نزل من السماء

آپ کے حسب نسب کے متعلق کچھ

آپ کے حسب نسب کے متعلق میں کیا کہوں۔ ایک فقرہ میں تو بات پوری ختم ہوجاتی ہے۔ کہ

"آپ تمام قوموں کے موعود اور اس زمانے کے راستباز اور آسمانی بادشاہ کے فرزند دلبند گرامی ارجمند ہیں"

اس پر زمین و آسمان کی تمام بڑائیاں اور عظمتیں اور حسب ونسب ختم ہوجاتے ہیں۔ مگر دنیاداروں کے لئے اس امر کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ فارسی النسل شاہان زمیں کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے بزرگ اور مورث اعلیٰ قراچار تھا۔ جو چغتائی کا پہلے وزیر سول اور پھر وزیر جنگ تھا۔

شاہنشاہ تیمور

بھی اسی خاندان کا ایک فرد تھا۔ میرزا ہادی بیگ وہ مورث تھے۔ کہ جو خراسان میں پیدا ہوئے۔ اور پھر خراسان سے خدا تعالیٰ کی نہاں در نہاں مصلحتوں کے ماتحت اس امانت کو قادیان کی سرزمین میں پہنچانے کے لئے جو مسیح موعودؑ کے وجود باجود کے رنگ میں دنیا میں ظہور پذیر ہونے والی تھی۔ اوّل ہندوستان میں اور پھر پنجاب میں دریائے بیاس کے کنارے اتر پڑے۔ یہ خاندان اپنے ملک میں بھی معزز تھا۔ اور پھر ہندوستان آکر مغلوں کے عہد میں بھی معزز رہا۔ اور پھر سکھوں کے عہد میں بھی معزز رہا۔ اور پھر انگریزوں کے عہد میں بھی معزز ہے۔ بلکہ ہر قسم کی دنیاوی وجاہت اور عزت اس خاندان کے

قدموں پر نثار ہو رہی تھی۔ مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش سے قبل اس خاندان کی حکومت جاتی رہی اور خشکسالت دَور دورہ ہُوا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی پیدائش کے ساتھ بادِ نسیم چل پڑی۔ اور حالات بدل گئے۔ اجڑا ہُوا خاندان پھر قادیان میں آباد ہُوا۔ اور کھوئی ہُوئی حکومت کا ایک ہلکا سا نقش پھر ابھر آیا۔ مگر خدا نے اپنے پاک مسیح سے فرمایا۔ کہ ان چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں۔ میں بادشاہوں کو تیرا غلام بناؤں گا۔ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

الغرض

ہر قسم کی دینی اور دنیاوی عزتوں اور برکتوں کو لیکر آپ ایک نہایت معزز خاندان میں پیدا ہُوئے۔

۱۲ کا ہندسہ اور ایک ذوقی بات

آپ کی پیدائش ۱۲ جنوری کو ہُوئی۔ ۱۲ کا ہندسہ اپنے اندر ایک عجیب شان رکھتا ہے

حضرت یعقوب کے بارہ بیٹے تھے بنی اسرائیل کی بارہ قومیں تھیں۔ ان کے بارہ سردار تھے۔ اُن کو بارہ چشمے دیئے گئے۔ بارھویں کا چاند پورے عروج پر ہوتا ہے۔ اس کی ترقی بدر کامل تک ہوتی رہتی ہے۔ اور بدر کے بعد ہی دوسرے دن اسے زوال ہوتا ہے۔ پس آپ کی پیدائش کا ۱۲ جنوری کو ہونا آپ کی ترقی اور عروج کی ایک بڑی دلیل ہے۔

آپ ذوالقرنین ہیں

میں نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل سے کئی دفعہ سنا تھا۔ کہ قرن صدی کو کہتے ہیں۔ اور جسے دو صدیوں سے حصّہ ملے۔ وہ ذوالقرنین ہوتا ہے۔

چنانچہ آپ کی پیدائش ایسے وقت میں ہوئی۔ جبکہ ایک صدی زوال پر تھی۔ اور دوسری صدی کا سورج طلوع ہونے والا تھا۔ اس لئے آپ اس لحاظ سے ذوالقرنین بھی ہیں۔ گویا آپ کی پیدائش کا ایسے وقت میں ہونے کا یہ راز تھا۔ کہ اٹھارویں صدی عیسوی جبکہ زوال پر ہے اس وقت پیدا ہُوئے اور جیسے ہی آپ مہد کی حالت سے نکلیں گے۔ ایک جدید صدی کا سورج شرق سے طلوع کریگا۔ اور یہ صدی اسلام کے لئے بہت سے برکات کی صدی ہوگی ؃

آپ کی پیدائش فیوض آسمانی کے لئے دروازہ تھی

اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر خدا تعالیٰ کی وحی و الہام کا سلسلہ ۱۸۶۰ء یا اس کے قریب کے زمانہ سے شروع تھا۔ اور طالبان حق اور آسمانی پانی کے پیاسے آپ سے بیعت کی درخواستیں کیا کرتے تھے ؎

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پر نظر
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

مگر آپ اُن کو یہ فرما کر خاموش کر دیا کرتے تھے۔ کہ مجھے ابھی بیعت لینے کی اجازت نہیں۔ مگر جب خدا کا یہ نور مسیح موعودؑ کے ذریعے سے زمین پر اترا۔ تو آسمان کی کھڑکیاں کھل گئیں۔ اور نورِ سماوی ظلمت سے بھری ہُوئی زمین پر پھیل گیا۔ رحمت کی ہوائیں چلنے لگیں۔ اور ملائکہ نے قبولیت کے دروازے کھول دیئے۔ اور زمین والوں کو اجازت ہُوئی۔ کہ وہ **خاصان خدا** میں شامل ہو جائیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے بیعت کا اعلان فرمادیا۔ اور اس طرح آپ کی پیدائش کے ساتھ دنیا نے آسمانی دسترخوان سے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ اور وحی آسمانی کا پانی پیا اور سیراب ہو گئے

آپ کا وجود آنحضرت صلعم اور مسیح موعود کی صداقت کی ایک دلیل ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ایک پہلی شادی تھی۔ جو والدین نے کی تھی۔ اس سے دو بیٹے پیدا ہُوئے تھے۔ ایک کا نام **میرزا فضل احمد صاحب** تھا۔ اور دوسرے **خان بہادر میرزا سلطان احمد صاحب** تھے۔

یہ دونو بیٹے دنیاداری کے کاموں میں مشغول تھے۔ اور اُن کی پرورش ایسے اصولوں پر ہوُئی تھی یعنی خاندان کے دیگر ارکان کے ہاتھوں میں۔ جن کا منتہی النظر اور مقصود اعلیٰ ابا و اجداد کی وجاہت کا حصول تھا۔ وہ سرکاری ملازمتوں کے پیچھے پڑے ہُوئے تھے۔

اور

جو مشن حضرت مسیح موعود لے کر آئے تھے۔ اس مشن سے وہ کوسوں دُور تھے۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ علیہ السّلام کے صرف وہی دو بیٹے اولاد ہوتی۔ تو اس کے معنے یہ تھے۔ کہ آنحضرت کی پیشگوئی

يتزوج ويولد له

پوری نہ ہوتی۔ اور اگر وہ پوری نہ ہوتی۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی صداقت بھی مشتبہ ہو جاتی ہے۔

اسلئے

ضروری تھا۔ کہ آپ کو ایسی اولاد دی جاتی۔ جو آپ کے مشن کی اشاعت کے لئے وقف ہو جاتی۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے آپ کو ایک جدید شادی کے لئے تیار کیا۔ اور فرمایا:۔

"الحمد لله الذي جعل لكم الصهر والنسب۔ (تریاق القلوب صـ۶۴۔ تذکرہ صـ۳۶)

پھر فرمایا:۔

"ایک مرتبہ مسجد میں بوقت عصر یہ الہام ہُوا۔ کہ میں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ تمہاری ایک اور شادی کروں۔ یہ سب سامان میں خود ہی کروں گا اور تمہیں کسی بات کی تکلیف نہ ہوگی"

اس میں یہ ایک فارسی فقرہ بھی

ہرچہ باید نوعروسی را ہماں ساماں کنم
وآنچہ مطلوب شما باشد عطائے آں کنم

یہ سب کچھ کیوں ہُوا۔ اس لئے کہ خدا کے وعدے پورے ہوں۔ جیسے آپ نے خود تحریر فرمایا۔ کہ:۔

"جیسا کہ لکھا تھا۔ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ کیونکہ بغیر سابق تعلقات قرابت اور رشتہ کے دہلی میں ایک شریف اور مشہور خاندان سیادت میں میری شادی ہو گئی۔ . . . . سو چونکہ خدا تعالےٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالیگا اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا۔ جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔ اس لئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے۔ اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے۔ جو اُن نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخمریزی ہُوئی دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا۔ اس طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی۔ اس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کی عادت ہے۔ کہ کبھی ناموں میں بھی پیشگوئی مخفی ہوتی ہے"

(تریاق القلوب صـ۶۴ و ۶۵)

پس

حضرت امیر المومنین اور آپ کے برادران کو اس دنیا میں لانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے خود حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی شادی کا انتظام سادات کے خاندان میں فرمایا۔ اور اس طرح یہ موعود اولاد فارسی الاصل نبی کی صلب سے اور فاطمی النسل ماں کے بطن سے پیدا ہُوئی۔ تاکہ وہ اس امانت کا بار اُٹھانے کے قابل ہو سکے۔ جسکے لئے خدا نے مسیح موعود کو بھیجا تھا۔ اور اس طرح وہ تمام پیشگوئیاں پوری ہو گئیں۔ پس آپ کا وجود حضرت رسول اللہ صلی اللہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کا زبردست اور زندہ نشان ہے۔

سنہ ۱۸۹۱ء

آپ کی پرورش ایسے متبرک والدین کے ہاتھوں اور آغوش میں رہی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی دعائیں روز و شب آپ کو پروان چڑھا رہی تھیں۔ سنہ ۱۸۹۱ء میں آپ کی پیدائش پر دو سال گذر گئے۔ اور حولین کاملین کے ماتحت آپ کی رضاعت کا زمانہ ختم ہو گیا۔ آپ نے جیسے ہی رضاعت کے زمانہ سے اس سے اعلیٰ زمانہ میں قدم رکھا۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو آپ کے صحیح مقام پر کھڑا کر دیا۔ یعنی کلی وضاحت کے ساتھ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ اور اس طرح لوگوں کو بتلا دیا۔ کہ اس صدی کا مجدد ہی مسیح موعود ہے۔ اور یہ وہی مسیح موعود ہے۔ جس کے لئے خدا نے مقدر کر رکھا ہے۔ کہ وہ مقام نبوت پر فائز ہو۔

پانچ سال کی عمر

اگر آپ کے بچپن کے زمانے کی باتوں کے متعلق بھی تحقیقات کی جائے تو بہت سی باتیں ایسی ملیں گی جو حیران کُن ہیں۔ مگر اتنی تفصیلات کی اخبار کے گنتی کے صفحات میں گنجائش نہیں ہو سکتی۔ اسلئے موٹی موٹی باتیں حیطۂ تحریر میں آسکتی ہیں۔

سنہ ۱۸۹۳ء میں آپ کی عمر پانچ سال کی ہو گئی تھی۔ اس سال

جنگ مقدس

سلسلہ کی تاریخ میں ایک نہایت اہم واقعہ رونما ہُوا۔ یعنی پادری عبد اللہ آتھم سے حضور کا مباحثہ بمقام امرت سر ہُوا۔ اور یہ مباحثہ جنگ مقدس کے نام سے معروف و مطبوع ہُوا۔ اور اس طرح اللہ تعالےٰ نے اسلام کی شوکت کو ظاہر فرمایا۔ اور ہزاروں بندگانِ خدا کے ایمان میں اضافہ ہُوا۔

آپ کی تعلیم

آپ کی تعلیم کا آغاز اس وقت ہُوا۔ جبکہ آپنے ساتویں سال میں پاؤں رکھا تھا۔ گویا آپ کی تعلیم کا آغاز سنہ ۱۸۹۵ء میں ہُوا۔ اور یہ سعادت و عزت سب سے پہلے

حضرت پیر منظور محمد صاحب

کو حاصل ہُوئی۔

اس سال پادری عبد اللہ آتھم جو عیسائیت کا ایک زبردست ستون سمجھا جاتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی پیشگوئی کے مطابق گر کر چور چور ہو گیا۔ اور اس طرح اسلام کو عیسائیت پر کھلی کھلی نمایاں فتح ہُوئی۔

جلسہ مذاہب اور فتح اسلام

اسی سال لاہور میں ایک مذاہب عالم کی کانفرنس ہُوئی۔ جس کے لئے حضرت مسیح موعود نے خدا سے وحی پاکر فرمایا تھا۔ کہ

"یہ مضمون سب سے بالا رہے گا"

چنانچہ وہ مضمون بالا رہا۔ اور اس طرح

لیظہرہ علی الدین کلہ

کی پیشگوئی پوری فرما کر اسلام کو تمام ادیان پر غالب کردیا۔

۱۸۹۷ء

پنڈت لیکھرام کا واقعہ قتل

۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو آریہ سماج کا ستون پنڈت لیکھرام خدا تعالیٰ کی وحی کے مطابق قتل کیا گیا۔ یہی وہ سال تھا۔ جبکہ آپ نے قرآن کریم ختم فرمایا۔

جون ۱۸۹۷ء میں آپ نے قرآن کریم ختم فرمایا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خاندان کو کس قدر خوشی ہوئی۔ اس کا اندازہ ہم نہیں کرسکتے کیونکہ ہماری نظر ایک بچے کی ترقی پر صرف اس لئے ہوتی ہے۔ کہ وہ اب بڑا ہو کر کمانے کے قابل ہو جائے گا۔ مگر خدا کا نبی جسے خدا نے اولاد موعود دی ہو۔ اور اس اولاد کے لئے اس کی نظر اس لئے اٹھ رہی ہو۔ کہ وہ جلد جوان ہوں۔ اور خدا کے دین کے لئے کمربستہ ہوں۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خوشی کا پتہ اس سے لگتا ہے۔ کہ آپ نے اس تقریب پر یہ ایک نظم لکھی۔ جس کا نام محمود کی آمین تھا۔ چنانچہ اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے چند بند درج کردوں۔

کیونکر ہو شکر تیرا تیرا ہے جو ہے میرا
تونے ہر اک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا
جب تیرا نور آیا۔ جاتا رہا اندھیرا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

تونے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا
دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثناء میں گایا
صد شکر ہے خدایا صد شکر ہے خدایا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

ہو شکر تیرا کیونکر۔ اے میرے بندہ پرور
تونے مجھے دیئے ہیں۔ یہ تین اپنے چاکر
تیرا ہوں میں سراسر تو میرا رب اکبر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

ہے آج ختم قرآن نکلے ہیں دل کے ارماں
تونے دکھایا یہ دن میں تیرے منہ کے قرباں
اے میرے رب محسن کیونکر ہو شکر احساں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

تیرا یہ سب کرم ہے تو رحمت اتم ہے
کیونکر ہو حمد تیری کب طاقت قلم ہے
تیرا ہوں میں ہمیشہ جب تک کہ دم میں دم ہے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

سب کام تو بنائے لڑکے بھی تجھ سے پائے
سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے
تونے ہی میرے جانی خوشیوں کے دن دکھائے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یہ تینوں جو پسر ہیں تجھ ہی سے یہ ثمر ہیں
یہ بار و بر ہیں میرے تیرے غلام در ہیں
تو سچے وعدوں والا منکر کہاں کدھر ہیں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

کر ان کو نیک قسمت دے ان کو دین و دولت
کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میرے بندہ پرور کر ان کو نیک اختر
رتبہ میں ہوں یہ برتر اور بخش تاج و افسر
تو ہے ہمارا رہبر تیرا نہیں ہے ہمسر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

شیطان سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جان پر ز نور رکھیو دل پر سرور رکھیو
ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

میری دعائیں ساری کریو قبول باری
میں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری
ہم تیرے در پہ آئے لیکر امید بھاری
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

لخت جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا
دن ہوں مرادوں والے پُر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اس کے ہیں دو برادر ان کو بھی رکھیو خوشتر
تیرا بشیر احمد تیرا شریف اصغر
کر فضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطر
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یہ تینوں تیرے بندے رکھیو نہ ان کو گندے
کر ان سے دور یارب دنیا کے سارے پھندے
چنگے رہیں ہمیشہ کریو نہ ان کو مندے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میرے دل کے پیارے اے مہرباں ہمارے
کر ان کے نام روشن جیسے کہ ہیں ستارے
یہ فضل کر کہ ہوویں نیکو گہر یہ سارے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے میرے جاں کے جانی اے شاہ دوجہانی
کر ایسی مہربانی ان کا نہ ہووے ثانی
دے بخت جاودانی اور فیض آسمانی
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

سن میرے پیارے باری میری دعائیں ساری
رحمت سے ان کو رکھنا میں تیرے منہ کے واری
اپنی پناہ میں رکھیو سنکر یہ میری زاری
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اے واحد یگانہ اے خالق زمانہ
میری دعائیں سن لے اور عرض چاکرانہ
تیرے سپرد تینوں دین کے فخر بنانا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

یہ تینوں تیرے چاکر ہوویں جہاں کے رہبر
یہ ہادئ جہاں ہوں یہ ہوویں نور یکسر
یہ مرجع شہاں ہوں یہ ہوویں مہر انور
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں
با برگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

قرآں کتاب رحماں سکھلائے راہ عرفاں
جو اس کے پڑھنے والے ان پر خدا کے فیضاں
ان پر خدا کی رحمت جو اس پہ لائے ایماں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

ہے چشمۂ ہدایت جس کو ہو یہ عنایت
یہ ہیں خدا کی باتیں ان سے ملے ولایت
یہ نور دل کو بخشے دل کو کرے سرایت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

قرآں کو یاد رکھنا پاک اعتقاد رکھنا
فکر معاد رکھنا پاس اپنے زاد رکھنا
اکسیر ہے پیارے فکر و سداد رکھنا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اس نظم سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دل اس دن کس قدر وجد میں تھا۔ وہ ہمہ شکر بنے ہوئے تھے۔

اُن کا دل آستانہ الٰہی پر گرا ہُوا تھا۔ وہ پانی کی آبشار کی طرح سے خدا کے حضور بہ رہا تھا۔

اس میں جذبات امتنان تھے۔ کہ خدا تعالیٰ نے ان کے لخت جگر کے سر پر قرآن کا تاج سجادیا۔ وہ خدا کے حضور کھوئے ہوئے تھے۔ خدا کا ایک نبی خدا کے حضور کھڑا حمد کے گیت گا رہا تھا۔ وہ اپنی اولاد کے لئے اس وقت اپنے دل سے جو ہمہ دعا بنا ہُوا تھا۔ خدا کی رضاء اور خدا کی محبت مانگ رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ کہ میرے مولیٰ ان کو اپنی چاکری میں قبول کرلو۔ وہ خدا کے حضور اپنے بڑھاپے کی اولاد۔ اپنے تینوں لخت جگر پیش کر رہا۔

لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون

اپنی سب سے پیاری پونجی۔ اپنا سب سے قیمتی ہدیہ اپنے مالک وخالق کے حضور خدا کے اس نبی نے اس دن گذار دیا۔ خدا نے اس کی دعاؤں کو سنا اور اس کے ہدیہ کو قبول کیا۔

وانبتہٗ نباتاً حسناً

مسیح موعود اس وقت ابراہیم تھا اور ایک اسمٰعیل کو ہی نہیں بلکہ تین بیٹوں کی خدمت دین کے لئے قربانی پیش کر رہا تھا۔

نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بیشمار

اس نظم کو دل چاہتا ہے۔ کہ بار بار پڑھا جائے اور اس سے روح کے لئے غذا حاصل کی جائے۔ آج خدا کا وہ برگزیدہ ہم میں نہیں۔ مگر اس کا کلام موجود ہے اور اس کے یہ لخت جگر ہم دیکھ رہے ہیں۔ اور اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کہ خدا نے اُن کو کس طرح قبولیت کے ہاتھوں سے قبول فرمایا۔ اور مسیح موعود کے منہ سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ کو پورا کردیا۔ مبارک ہیں وہ جو بصارت وبصیرت کی آنکھوں سے ان نوروں کو بڑھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ میں لذت ذوق میں بہتا ہُوا کہاں سے کہاں چلا گیا۔

حضرت امیر المومنین نے ۱۸۹۷ء میں قرآن کریم ختم فرمایا۔ اور اس سال میں آریہ سماج کا مایۂ ناز لیڈر پنڈت لیکھرام خدا کی وحی کے مطابق جس کا اس نے مطالبہ کیا تھا کسی غیبی قوت کے ہاتھ سے قتل کردیا گیا۔

سلطنت ٹرکی کا سفیر قادیان میں

اسی سال ۱۰ مئی ۱۸۹۷ء سلطنت ٹرکی کا سفیر حسین کامی بک قادیان میں آیا۔ اور اس نے سلطنت ٹرکی کے مستقبل کے متعلق خدا کی وحی سے علم چاہا۔ جو اسے دیا گیا۔

اسی سال

مارٹن کلارک کے مقدمہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بریت کرنل ڈگلس کے ہاتھوں ہُوئی۔

الحکم کا اجراء

اسی سال سلسلہ کا پہلا اخبار الحکم امرت سر سے جاری ہُوا۔ اور اسی سال یہ خاکسار محمود احمد عرفانی راقم الحروف پیدا ہُوا۔ اور میرے والد حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے میرا نام تبرکاً وتیمناً حضرت امیر المومنین کے نام پر

محمود احمد رکھا

اسی بناء پر میرے محترم قاضی اکمل صاحب نے ایک موقعہ پر میری زبان سے ایک رباعی کہی۔ جو یہ تھی ؎

خادم قوم ہوں میں خادم اسلام ہوں میں
اور نیز اک نوری سرکار کا بندہ بے دام ہوں میں
فخر کرتا ہوں بجا ہے فخر میرا محمود
اک اولوالعزم نبی زادے کا ہمنام ہوں میں

مدرسہ تعلیم الاسلام کا افتتاح

۱۸۹۸ء میں حضرت اقدس واعلیٰ نے قوم کے بچوں کی ضرورت کو محسوس فرماتے ہُوئے مدرسہ تعلیم الاسلام کی بنیاد رکھی۔ اور مدرسہ کے پہلے ہیڈ ماسٹر حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی قبلہ مقرر ہُوئے۔ اس مدرسہ کے آغاز کے ساتھ حضرت امیر المومنین مدرسہ تعلیم الاسلام میں داخل ہو گئے۔ اس سے قبل کچھ عرصہ آپ ڈسٹرکٹ بورڈ کے پرائمری سکول میں بھی ...... تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اور انہی ایام میں حضرت والدصاحب کو آپ کی ابتدائی تعلیم کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے مقرر فرماکر عزت بخشی۔

آپ گیارھویں سال میں

جب آپ گیارھویں سال میں تھے۔ اس وقت آپ پانچویں جماعت کے طالب علم تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ پانچویں کا طالبعلم دنیا ومافیہا کی خبر تک نہیں ہوتی۔ مگر سیدنا محمود اعظم کا بچپن بھی نرالا تھا۔ آپ کو اس زمانہ میں بھی اگر کوئی دھن ہوتی تھی۔ تو وہ دین کی۔ اور دنیا میں تبلیغ اشاعت کے لئے تیاری کی تھی۔ اس وقت طلبار نے ایک انجمن کی بنیاد رکھی۔ جس کا نام

انجمن ہمدردان اسلام تھا

اس انجمن کے پریذیڈنٹ پہلے ایک مدرسہ کے استاد تھے۔ اور سیکرٹری منشی خادم حسین صاحب تھے۔ جو وہ بھی استاد تھے۔ تقریریں کرنے والے چھوٹی عمر کے بچے تھے۔ اس لئے ان کو اساتذہ کے سامنے بولتے ہُوئے شرم محسوس ہوتی تھی۔ اس لئے طالب علموں نے نیا انتخاب کیا۔ اور اس انتخاب میں

حضرت میرزا بشیرالدین محمد احمد

صدر مجلس قرار پائے۔

آپ کی صدارت نے اس مجلس کو ایک تاریخی مجلس اور زندہ جاوید بنادیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس زمانہ کے طالب علم یہ جانتے تھے۔ کہ ہم میں اگر کوئی صدارت کے فرائض ادا کرسکتا ہے۔ یا ہم میں

کوئی بہترین مقرر ہے۔ تو وہ آپ کا ہی وجود ہے۔

اور سچ تو یہ ہے

کہ اس سے بہتر اور کوئی انتخاب ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ اس نظارے کو دیکھنے والے آج بھی موجود ہیں۔ اور وہ اس نظارے کی یاد سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اور یہی وہ مقام تھا۔ جو حضرت مسیح علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔ کہ

یکلم الناس فی المھد وکھلاً

اس انجمن کا پہلا اجلاس جو آپ کی صدارت میں ہوا وہ ۳۔ مارچ ۱۸۹۹ء کو ہوا۔

اس مجلس کا پہلا ریزولیوشن

اس انجمن نے پہلا ریزولیوشن یہ پاس کیا۔ کہ حضرت حاجی حکیم مولوی نورالدین صاحب کا جو وعظ الحکم میں میں شائع ہوا ہے۔ اس کی رو سے طالب علموں میں مٹھائی کا تقسیم کرنا منسوخ کی جاتی ہے۔

انجمن تشحیذ الاذہان

۱۹۰۰ء میں حضرت امیر المومنین نے ایک جدید انجمن کی بنیاد رکھی۔ جس کا نام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انجمن تشحیذ الاذہان تجویز فرمایا۔ اس انجمن کی غرض غایت اس کے نام سے ہی ظاہر ہے۔ اس انجمن کی غرض یہ تھی۔ کہ نوجوانوں کو تبلیغ اسلام کے لئے تیار کرے اس انجمن کے متعلق بجائے اس کے کہ میں خود کچھ لکھوں۔ میں حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کے بیان کو درج کر دیتا ہوں۔ جو اس انجمن کے اول الانصار میں سے تھے:۔

تشحیذ الاذہان کا پہلا اور ابتدائی نام

انجمن ہمدردان اسلام

تھا۔ جو بالکل ابتدائی ایام اور پرانے زمانے کی یادگار ہے۔ جبکہ سیدنا فضل عمرؓ بمشکل آٹھ نو برس کے تھے۔ آپ کے دینی شغف اور روحانی ارتقار کی یہ پہلی سیڑھی ہے۔ جو حقیقتاً آپ ہی کی تحریک۔ خواہش اور آرزو پر قائم ہوئی تھی۔ کھیل کود اور بچپنے کے دوسرے اشغال میں انہماک کے باوجود آپ کے دل میں خدمت اسلام کا ایسا جوش اور جذبہ نظر آیا کرتا تھا۔ جس کی نظیر بڑے بوڑھوں میں بھی شاذ ہی ہوتی۔ آپ کی ہر ادا میں اس کا جلوہ اور ہر حرکت میں اس کا رنگ غالب و نمایاں ہے مجھے آپ کی کھیلوں کے دیکھنے اور مشاغل کو جانچنے کا اکثر موقعہ ملتا تھا۔ گھنٹوں آپ مطب میں تشریف لاکر ہم میں بیٹھا کرتے۔ کبھی ٹیمیں بنا کرتیں اور کھیلوں کے مقابلوں کی تجاویز ہوا کرتیں۔ کبھی فوجیں بنا کر مصنوعی جنگوں کا انتظام ہوتا۔ کبھی ڈاکو اور چوروں کا تعاقب ہوتا۔ ان کی گرفتاری کے سامان ہوتے اور مقدمات سنکر فیصلے کئے جاتے۔ سزائیں دی جاتیں۔ اور کارہائے نمایاں کرنے والوں کو انعام و اکرام ملتے۔ تو کبھی بحث مباحثات اور علمی مقابلوں کا رنگ جما کرتا گرما گرم بحث ہوتی۔ ججز مقرر ہوتے۔ اور فاتح و مفتوح کا فیصلہ ہوتا۔ الغرض ایسے ہی مشاغل اور مصروفیتوں کے نتائج میں سے ایک

انجمن ہمدردان اسلام

کا قیام بھی ہے۔ جو آپ کی خواہش۔ مرضی اور منشاء کے ماتحت قائم کی گئی۔ اوّل اوّل اس کے اجلاس پرانے اور قدیم مہمان خانہ میں ہوا کرتے۔ اور اس وقت زیادہ سے زیادہ چھ سات ممبر تھے۔ اور یہ زمانہ ۱۸۹۷ء کا تھا۔ ایک اجلاس میں تجویز پاس ہوئی۔ کہ سیدنا حکیم الامت حضرت مولانا مولوی نورالدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کی جائے۔ کہ ہماری اس انجمن کی سرپرستی قبول فرمائیں۔ اجلاس میں شریک ہوں۔ اور ہم لوگوں کو طریق کار بتائیں۔ نصائح فرمائیں۔ کرتا دھرتا ان دنوں اس ننھی سے انجمن کا راقم الحروف ہی تھا۔ صاحب ممدوح کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ حضرت نے ہماری درخواست کو شرف قبولیت بخشا۔ اجلاس میں تشریف لائے۔ اور سب سے اوّل انجمن کے نام پر لطیف تنقید فرماتے ہوئے فرمایا۔ کہ تم لوگوں نے انجمن کا نام ہمدردان اسلام تجویز کیا ہے۔ مجھے اس سے اتفاق نہیں۔ کیونکہ

ہمدردی کسی درد

کو چاہتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ تم لوگ گویا اسلام میں کسی اور درد کا اضافہ چاہتے ہو۔ اگر درد نہیں تو ہمدردی کیسی؟ نام کی تبدیلی کا حکم دیا۔ سرپرستی قبول فرمائی۔ اور استقلال اور شوق سے کام کرنے نیک نمونہ بنکر دکھانے اور حصول علم وغیرہ کی تاکید اور نصائح فرمائیں۔ چنانچہ اسی زمانہ یا پھر کسی اجلاس میں انجمن کا نام تبدیل کر کے

انجمن خادم الاسلام

تجویز کر دیا۔ حضرت مولانا نورالدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ چھوٹے سے چھوٹے لوگوں کی بات بھی توجہ سے سنا کرتے۔ مفید مشورے اور نصائح سے دریغ نہ فرمایا کرتے تھے۔ مگر سیدنا فضل عمرؓ کی ذات والاصفات کی وجہ سے ہماری طرف خاص توجہ فرماتے۔ ہماری نگرانی رکھتے۔ اچھی باتوں کی تاکید فرماتے۔ اور غلط راہوں بُری صحبتوں سے بچنے کی تاکید فرمایا کرتے۔ ہماری انجمن کے اکثر اجلاسوں میں شریک ہو کر ہدایات دیتے۔ اور حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے۔ شروع شروع میں تو ہمارے اجلاس اسی مہمانخانہ کی کوٹھڑی تک محدود رہے مگر رفتہ رفتہ ترقی ہوئی۔ ممبر زیادہ ہو گئے۔ تجربہ کار تعلیم یافتہ کارکن شریک ہو گئے۔ کام کرتے کرتے کچھ تجربہ ہو گیا۔ اور حوصلے بھی بڑھ گئے۔ تو اجلاس اس مجلس کے مسجد اقصےٰ میں ہونے لگے۔ جہاں بچوں سے نکل کر بڑے لوگ بھی شریک ہوتے۔ ہماری تقریروں پر جرح و قدح اور تنقید فرما کر اصلاح کرتے۔ طریق تکلم اور طرز تقریر سکھایا کرتے تھے۔ ثاقب صاحب مالیرکوٹلوی۔ خادم صاحب بھیروی وغیرہ وغیرہ احباب کے علاوہ

حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب

بھی ان بزرگوں میں سے ایک تھے۔

اس طرح جہاں ہماری اصلاح ہوئی۔ بیان میں روانی اور کلام میں ترتیب و قوت آئی بزرگوں کی توجہات کا بھی ہماری یہ انجمن مرکز بننے لگی۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی۔ کہ بچوں کی بجائے اب بڑے بوڑھے اور بزرگ زیادہ شرکت فرمانے لگے۔ انجمن کی رونق کے ساتھ ساتھ عزائم بھی بلند ہوتے گئے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کہ اسی ہماری انجمن میں ایک مرتبہ سیّدنا حضرت نورالدین اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شریک تھے۔ ہمارے آقا نامدار سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے نورِ نظر لختِ جگر نے جن کی شان میں ازل سے خداوند ہمارے خدا نے

مظھر الحق والعلیٰ کانّ اللہ نزل من السماء

کا مقام محمود لکھ رکھا تھا۔ تقریر فرمائی۔ تقریر کیا تھی۔ علم و معرفت کا دریا اور روحانیت کا ایک سمندر تھا۔ تقریر کے خاتمہ پر حضرت نورالدین اعظم کھڑے ہوئے۔ اور آپ نے فرمایا۔ جو کچھ فرمایا تقریر کی بے حد تعریف کی۔ قوت بیان اور روانی کی داد دی نکات قرآنی اور لطیف استدلال پر بڑے تپاک اور محبت سے

مرحبا۔ جزاک اللہ

کہتے دعائیں دیتے نہایت اکرام کے ساتھ گھر تک آپ کے ساتھ آکر رخصت فرمایا۔ یہی وہ انجمن ہے جو ترقی کرتے کرتے آخر ایک دن اس قابل ہو گئی۔ کہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے حضور سے

شرف باریابی نصیب

ہوا۔ اور وہ تشحیذ الاذہان کے مقدس نام سے سرفراز ہو کر نمودار ہوئی۔ اس کے اجلاسوں میں ناغے بھی ہوئے۔ لمبے لمبے وقفے بھی پڑے۔ اور اس پر فترت کا زمانہ بھی آیا۔ اور ایسی غائب ہوئی۔ کہ گویا اس کا وجود ہی معدوم ہو گیا۔ مگر کسی نیک گھڑی سعید ساعت اور مقدس ہاتھوں اس کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ خدا نے اسے ضائع ہونے سے بچا لیا۔ ۱۹۰۳ء عیسوی کے اواخر میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ نے مجھے اپنے ایک عزیز مرزا محمد احسن بیگ صاحب رئیس کی درخواست پر ان کے کاروبار کی ذیل میں قادیان سے باہر جانے کا حکم دیا۔ میری غیر حاضری میں ہماری یہ انجمن گویا معطل و کالعدم ہی ہو گئی۔ جس کا مجھے سفر میں بھی درد رہتا تھا۔ آخر ۱۹۰۶ء کے نصف ثانی میں مجھے وہیں کسی طرح یہ اطلاع ملی۔ کہ ہماری اس پیاری انجمن کا سیدنا محمود کے ہاتھوں دوبارہ احیاء ہوا۔ اور اب کے اسی نام کے ایک رسالہ کے اجراء کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ اور اسے سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی منظوری و سرپرستی کا بھی شرف میسر ہے۔ اور کہ حضور نے ہی اس کا نام

تشحیذ الاذہان

تجویز فرمایا ہے۔ مجھے اس خبر سے اتنی خوشی ہوئی کہ میں باغ باغ ہو گیا۔ اور فوراً اس کی ممبری کے لئے یہاں درخواست بھیجدی"

رسالہ تشحیذ الاذہان کا اجراء

۱۹۰۵ء میں آپ کی ظاہری تعلیم ختم ہو گئی۔ اس وقت آپ نے چاہا۔ کہ نوجوانوں کے لئے ایک رسالہ جاری فرمادیں۔ چنانچہ نوجوانوں کی ایک مجلس شوریٰ ہوئی۔ جس میں چودھری فتح محمد صاحب منشی عبدالرحیم صاحب مالیرکوٹلوی وغیرہ نوجوان نوشامل ہوئی مجلس نے رسالہ کے اجراء کو بہت پسند کیا۔ چنانچہ رسالہ تشحیذ الاذہان کا اجراء ہوا۔ اور آپ اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر صرف سترہ سال کی تھی۔

مجلس شوریٰ سے ایک نتیجہ

رسالہ جاری کرنے سے قبل آپ کا اس معاملہ میں مجلس شوریٰ کا طلب کرنا صاف بتلاتا ہے۔ کہ آپ کا بچپن سے ہی یہ اصول تھا۔ کہ

شاورھم فی الامر

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ ہر کام کے کرنے سے قبل اس کے حسن و قبح پر نہ صرف غور فرماتے۔ بلکہ دوسرے دوستوں کو ساتھ لے کر بھی غور فرماتے۔ اور اس طرح اس کام کا ایک شدید محاسبہ کرتے۔ تشحیذ کا کام کوئی معمولی کام نہ تھا۔ بلکہ ایک شدید محنت تھی۔

اور

یہ آپ کے جسم آرام و راحت کی قربانی تھی

تشحیذ الاذہان اور نبوت مسیح موعودؑ

پہلے رسالہ میں آپ نے جو ایڈیٹوریل لکھا۔ اس میں نبوت مسیح موعود کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا۔

"کیا یہ تیرا خیال ہے۔ کہ میں کس بڑی قوم کا ہوں۔ یا میرے پاس زر و جواہر ہیں۔ یا میری قوت بازو بہت لوگ ہیں۔ یا میں بڑا رئیس ہوں۔ یا بادشاہ ہوں۔ یا بڑا ذی علم آدمی ہوں۔ سجادہ نشین ہوں یا فقیر ہوں۔ اس لئے مجھ کو اس رسول کے ماننے کی حاجت نہیں۔ ....

تھوڑوں نے اسے قبول کیا اور بہتوں نے انکار کیا جیسا کہ پہلے نبیوں کے متعلق سنت چلی آئی ہے۔ اب بھی ویسا ہی ہوا" (تشحیذ نمبر۱)

حضرت خلیفہ اوّل اس مضمون سے بہت خوش ہوئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی مجلس میں اس کا ذکر فرمایا۔

حضرت خلیفہ اوّل

اس مضمون کو بہت سے لوگوں کو پڑھنے کی ہدایت فرماتے تھے۔

مولوی محمد علی صاحب کا تشحیذ پر ریویو

اس وقت لوگوں کے دل خوشی سے لبریز تھے۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے جو اس وقت ریویو کے ایڈیٹر تھے۔ حسب ذیل ریویو۔ ریویو میں لکھا:۔

"رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان سے سہ ماہی نکلنا شروع ہوا ہے۔ جس کا

پہلا نمبر یکم مارچ کو شائع کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ کے نوجوانوں کی ہمت کا نمونہ ہے۔ خدا تعالےٰ اس میں برکت دے۔ چندہ سالانہ ۱۲؍ ہے۔ اس رسالہ کے ایڈیٹر میرزا بشیر الدین محمود احمد حضرت اقدس کے صاحبزادے ہیں۔ اور پہلے نمبر میں چودہ صفحوں کا ایک انٹرڈکشن ان کی قلم سے لکھا ہُوا ہے۔ جماعت تو اس مضمون کو پڑھے گی۔ مگر میں اس مضمون کو مخالفین سلسلہ کے سامنے بطور ایک بیّن دلیل کے پیش کرتا ہوں۔ جو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ ہے۔ خلاصہ مضمون یہ ہے:۔

"کہ جب دنیا میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ اور لوگ اللہ تعالےٰ کی راہ کو چھوڑ کر معاصی میں بکثرت مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور مُردار دنیا پر گدوں کی طرح گر جاتے ہیں۔ اور آخرت سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں۔ تو اس وقت میں ہمیشہ سے خدا تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ انہی لوگوں میں سے ایک نبی کو مامور کرتا ہے۔ کہ وہ دنیا میں سچی تعلیم پھیلائے۔ اور لوگوں کو خدا کی حقیقی راہ دکھائے۔ پر جو لوگ معاصی میں بالکل اندھے ہُوئے ہوتے ہیں۔ وہ دنیا کے نشہ میں مخمور ہونے کی وجہ سے یا تو نبی کی باتوں پر ہنسی کرتے ہیں۔ اور یا اس کے ساتھیوں کو ایذائیں پہنچاتے ہیں۔ اور اس سلسلہ کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔

مگر چونکہ وہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس لئے انسانی کوششوں سے ہلاک نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ نبی اس حالت میں اپنے مخالفین کو پیش از وقت اطلاع دے دیتا ہے۔ کہ آخر کار وہی ہلاک ہوں گے۔ اور بعض کو ہلاک کر کے خدا دوسروں کو راہ راست پر لے آئے گا۔ سو ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ جو ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ ایسا ہی اس وقت میں ہُوا۔

پھر مختصر طور پر بتایا ہے:۔ کہ کس طرح آج سے بیس پچیس برس پہلے حضرت مسیح علیہ السلام نے لکھ کر یہ پیشگوئیاں شائع کی تھیں۔ کہ خدا تعالیٰ ایک سلسلہ قائم کرے گا۔ اور لوگ آپ کی طرف بکثرت رجوع کریں گے۔ اور مخالف اس سلسلہ کو ہلاک کرنے کی کوشش کریں گے۔ مگر وہ خود ہی انی مھین من اراد اھانتک کے مصداق ہونگے

پھر یہ ذکر کیا ہے۔ کہ کس طرح جب انبیاء سابقین کی تکذیب حد سے گذر گئی۔ تو خدا نے انکے مخالفوں پر عذاب بھیجے۔ تاکہ وہ تضرع اختیار کریں۔ ایسا ہی یہاں بھی ہُوا۔

اس کے بعد اپنی جماعت کے نوجوانوں کو خطاب کر کے لکھا ہے۔ جس کو میں اُن کے اصل الفاظ میں نقل کرتا ہوں۔

اے میرے احمدی بھائیو! اگر ہم نے خدا تعالےٰ کے فرستادہ کو مانا ہے۔ تو یہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ اب ہم بالکل سبکدوش ہو گئے ہیں بلکہ ہم نے اپنے سر پر ایک بارگراں اٹھایا ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنا کوئی ایسی بات نہیں۔ جو زبان سے کہہ دینے پر اس سے خلاصی ہو جائے۔ نہیں بلکہ اس کے لئے بڑی قربانی کی ضرورت ہے۔

اگر ہم کو دین اسلام کی مدد کرنے کا جوش نہیں۔ تو بخدا ہم نہایت ہی ٹوٹا پانے والوں میں ہیں۔ وہ دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ جس میں اسلام کی محبت نہ ہو۔ اور وہ آنکھ جو اسلام کی ترقی دیکھنے کی مشتاق نہیں پھوٹ جائے تو بہتر ہے۔ ٹوٹ جائیں وہ ہاتھ جو اسلام کی مدد سے قاصر ہیں رونے کا مقام ہے۔ اگر ہم اسلام کی ترقی کی کوشش میں کچھ بھی سستی کریں۔

اے غیور خدا تو دیکھتا ہے۔ کہ اسلام پر شرک نے کیسے کیسے حملے کئے ہیں۔ پس ہماری مدد کر۔ کہ ہم تیرے مسیح کے ساتھ ساتھ شرک کے توڑنے میں لگے رہیں۔"

میں نے اس مضمون کو اس سلسلہ کی صداقت پر گواہ خصوصاً اس وجہ سے نہیں ٹھہرایا۔ کہ ان دلائل کو کوئی مخالف توڑ نہیں سکتا یہ دلائل پہلے بھی کئی دفعہ پیش ہو چکے ہیں۔ مگر اس دلیل سے جو دلیل سلسلہ کی صداقت پر گواہ کے طور پر اس وقت کل مخالفین کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ وہ اس مضمون کا آخری حصہ ہے۔ جس کو میں نے صاحبزادہ کے اپنے الفاظ میں نقل کیا ہے۔

اس وقت صاحبزادہ کی عمر اٹھارہ انیس سال کی ہے۔ (اٹھارہ انیس نہیں بلکہ سترہ سال کی تھی۔ محمود احمد عرفانی) اور تمام دنیا جانتی ہے۔ کہ اس عمر میں بچوں کا شوق اور اُمنگیں کیا ہوتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اگر وہ کالجوں میں پڑھتے ہیں۔ تو اعلیٰ تعلیم کا شوق اور آزادی کا خیال اُن کے دلوں میں ہوگا۔ مگر دین کی ہمدردی اور اسلام کی حمایت کا یہ جوش جو اوپر کے بے تکلف الفاظ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ایک خارق عادت بات ہے۔ صرف اسی موقعہ پر نہیں۔ بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ ہر موقع پر یہ دلی جوش ان کا ظاہر ہو جاتا ہے۔

چنانچہ ابھی میر محمد اسحٰق (صاحب) کے نکاح کی تقریب پر چند اشعار انہوں نے لکھے۔ تو ان میں یہی دعا ہے۔ کہ اے خدا تو ان دونوں اور ان کی اولاد کو خادم دین بنا۔ برخوردار عبد الحی (مرحوم و مغفور) کی آمین کی تقریب پر اشعار لکھے تو ان میں بھی یہی دعا بار بار کی ہے اسے قرآن کا سچا خادم بنا۔ ایک اٹھارہ برس کے نوجوان کے دل میں اس جوش اور ان امنگوں کا بھر جانا معمولی امر نہیں۔ کیونکہ یہ زمانہ سب سے بڑھکر کھیل کود کا زمانہ ہے۔

اب وہ سیاہ دل لوگ جو حضرت میرزا صاحب کو مفتری کہتے ہیں۔ اس بات کا جواب دیں۔ کہ اگر یہ افتراء ہے تو یہ سچا جوش اس بچہ کے دل میں کہاں سے آیا۔ جھوٹ تو ایک گند ہے۔ پس اس کا اثر تو چاہیئے تھا کہ گندہ ہوتا۔ نہ یہ کہ ایسا پاک اور نورانی جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی۔ اگر ایک انسان افتراء کرتا ہے۔ تو اگرچہ وہ باہر کے لوگوں سے اس افتراء کو چھپا بھی لے۔ مگر اپنے ہی بچوں سے جو ہر وقت اس کے ساتھ رہتے ہیں، چھپا نہیں سکتا۔ وہ اس کی ہر ایک حرکت اور سکون کو دیکھتے ہیں۔ ہر ایک گفتگو کو سنتے ہیں۔ ہر موقع پر اس کے خیالات کو ظاہر ہوتا ہُوا دیکھتے ہیں۔ پس اگر افتراء ہو۔ تو ضرور ہے۔ کہ وہ افتراء کسی نہ کسی وقت اس کے اپنے بچوں اور بیوی پر ظاہر ہو جائے۔ اے بدقسمت لوگو غور کرو! کہ کیا یہ مفتری کی اولاد جو اس کے افتراء کے زمانے میں پرورش پائے، ایسی ہُوا کرتی ہے کیا تمہارے دل انسانی دل نہیں۔ جو ان باتوں کو سمجھ نہیں سکتے۔ اور ان سچے خیالات کا ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ کیوں تمہاری سمجھیں الٹی ہو گئی ہیں۔ غور کرو۔ کہ جس کی تعلیم اور تربیت کا یہ پھل ہے۔ وہ کاذب ہو سکتا ہے؟ اگر وہ کاذب ہو سکتا ہے تو پھر دنیا میں صادق کا کیا نشان ہے؟"

آپ نے مدرسہ تعلیم الاسلام کی ڈوبتی کشتی بچالی

اس سال جماعت میں ایک عجیب سوال پیدا ہُوا۔ اور وہ سوال یہ تھا۔ کہ مدرسہ تعلیم الاسلام چونکہ اپنی غرض پوری نہیں کر رہا۔ اس لئے اسے توڑ کر ایک مذہبی مدرسہ کی بنیاد رکھی جائے۔ اس وقت ارباب حل وعقد اس بات پر متفق تھے۔ کہ مدرسہ تعلیم الاسلام کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اسوقت دو ہی ہستیاں تھیں۔ کہ جو اس مدرسہ کے قیام وبقا کے لئے جدوجہد کر رہی تھیں۔ ایک تو

نور الدین اعظم

اور دوسرے

محمود اعظم

حضرت خلیفہ اوّل بھی جو کچھ کہنا چاہتے تھے۔ وہ حضرت محمود اعظم ہی کے ذریعے کہنے تھے۔ اس طرح صرف اور صرف حضرت امیر المومنین کی قوت وحکمت نے مدرسہ تعلیم الاسلام کی ڈوبتی کشتی کو کنارے پر لا کر کھڑا کر دیا۔ اور آج آپ کے طفیل قوم کا یہ تعلیمی ادارہ ہم کو بڑی شان سے کھڑا نظر آرہا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام
— نے —
آپ کو مجلس معتمدین کا ممبر منتخب فرمایا

۱۹۰۶ء میں صدر انجمن احمدیہ بنی۔ اور اس کی کارکن کمیٹی کا نام مجلس معتمدین رکھا گیا۔ اس کے ممبروں کی فہرست حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود تجویز فرمائی۔ اس فہرست میں حضور نے اپنے دست مبارک سے سیدنا محمود کا نام تجویز فرمایا اس ایک امر سے یہ معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کو کن قابلیتوں کا انسان خیال فرماتے تھے۔ در اصل حضور کو معلوم تھا۔ کہ خدا تعالےٰ نے آپ کو جن پیشگوئیوں کی تکمیل کیلئے پیدا کیا ہے۔ ان کے مطابق قوت عطا فرمائی ہے۔ اور یہ بات ہے بھی درست۔ کیونکہ آپ فطرتی طور پر نور ایمان لے کر پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ

۹ سال کی عمر کا ایک واقعہ

۱۹۲۲ء میں جب میں پہلی دفعہ مصر جانے لگا۔ مدرسہ احمدیہ کی طرف سے ایک پارٹی مجھے دی گئی۔ اس پارٹی میں از راہ لطف و کرم شمولیت فرمائی تھی۔ آپ نے اپنی تقریر میں ایک واقعہ بیان فرمایا۔ جو اس امر کی تصدیق کرتا ہے۔ جو غالباً اس زمانہ میں الفضل میں شائع ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا:-

"میری عمر جب ۹ یا دس برس کی تھی۔ میں اور ایک اور طالب علم گھر میں کھیل رہے تھے۔ وہیں الماری میں ایک کتاب پڑی ہوئی تھی۔ جس پر نیلا جزدان تھا۔ اور وہ ہمارے دادا صاحب کے وقت کی تھی نئے نئے ہم پڑھنے لگے تھے۔ اس کتاب کو جو کھولا۔ تو اس میں لکھا تھا۔ کہ اب **جبرئیل نازل نہیں ہوتا۔ میں نے کہا۔ کہ یہ غلط ہے۔ میرے ابا پر تو نازل ہوتا ہے۔ مگر اس** لڑکے نے کہا جبرئیل نہیں آتا۔ کتاب میں لکھا ہے۔ ہم میں بحث ہو گئی۔

آخر

ہم دونو حضرت صاحب کے پاس گئے۔ اور دونو نے اپنا اپنا بیان پیش کیا۔ آپ نے سنکر فرمایا۔

کتاب میں غلط لکھا ہے۔ جبرئیل اب بھی آتا ہے"

اس واقعہ سے حضرت امیر المومنین کی قوت ایمانی کا پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ کو نو سال کی عمر میں اس قدر صفائی قلب حاصل تھی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت پر آپ کو کتنا بڑا ایمان تھا۔

مجھے دنیا کے بچوں میں جن کی عمر ۹ سال کی ہے۔ اس فہم و فراست اور نور قلب کی کوئی مثال دکھائے تو سہی۔ ہاں انبیاء بے شک ایسی ہی قوتیں لے کر آتے ہیں۔ اور آپ کی آمد بھی بالکل اسی نہج اور قدم پر تھی۔ جیسے سبز اشتہار میں حضور اقدس و اعلیٰ نے لکھا تھا:-

یہ ایک ہی واقعہ نہیں۔ آپ کی پاکیزہ زندگی میں ایسے ہی ہزاروں واقعات ملتے ہیں۔ جو حضور کے سوانح نگار لکھ دینگے۔ اور اگر مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی۔ تو میں لکھوں گا۔ و باللہ التوفیق۔

سنہ ۱۹۰۸ء
— اور —
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات

۱۹۰۸ء میں محمود اعظم کی عمر ۲۰ سال کی تھی۔ اور آپ کے برادران عظام اس سے بھی کم عمر کے تھے۔ جبکہ وہ حادثہ دنیا پر ظہور میں آیا۔ جس نے مومنوں کے دلوں میں زلزلہ پیدا کر دیا۔ اور قلوب میں ہیبت پیدا کر دی۔ میری مراد اس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات سے ہے۔

جبکہ

عام مومنوں کی یہ حالت تھی۔ کہ دنیا بالکل ان کی نگاہ میں تیرہ و تار تھی۔ وہ سب کے سب یہ خیال کرتے تھے۔ کہ وہ خود یتیم ہو گئے ہیں۔ زمین پر ایک کہرام تھا۔ اور چیخوں سے زمین ڈھنپ گئی تھی۔ اور آنسوؤں کا ایک سیلاب تھا۔ جو خود بخود بہتا آ رہا تھا اور اس حالت میں کیا بوڑھے اور کیا جوان اور کیا بچے اور کیا عورتیں سب شریک تھیں۔

مجھے وہ گھڑی خوب یاد ہے۔ میں بچہ تھا شام کے قریب قادیان میں اطلاع پہنچی۔ مغرب کی نمازیں مسجد مبارک کی چھت پر چیخوں کا ایک ہنگامہ بپا تھا اور نمازیوں کے منہ سے اس وقت نماز کے فقرات نکل نہیں سکتے تھے۔ آنسوؤں کی شدت گلے میں گرہ ڈال دیتی تھی۔ میں جو اس وقت گیارہ سال کا بچہ تھا۔ میری اپنی یہ حالت تھی۔ کہ میرا دل پھٹا جاتا تھا۔ اور رونا رکتا نہیں تھا۔ اس حالت کے بیان سے میری یہ غرض ہے۔ کہ میں یہ بتاؤں۔ کہ جب ہماری یہ حالت تھی۔ تو **محمود اعظم** کی اس وقت کیا حالت ہونی چاہیئے۔ وہ جو نور ایمان اور نور فراست سے معمور تھا۔ اور جسے علم تھا۔ کہ اُن کے گھر سے **آسمان کا بادشاہ** اٹھکر آسمان پر چلا گیا۔ ان کے صدمہ کو کون پہنچ سکتا تھا۔

مگر اس صدمہ میں بھی جس رضاء بالقضاء کا ثبوت آپ نے دیا۔ اس کی مثال نہیں مل سکتی۔

اس وقت آپ کے دماغ میں ہزاروں قسم کے خیالات کا ہجوم ہوگا۔ مستقبل کی زندگی کے متعلق بھی خیالات پیدا ہوتے ہوں گے۔ حضرت صاحب کی وفات کا صدمہ تو یقینی تھا۔ مگر اس ہجوم رنج و غم میں اس وقت سننے والوں نے آپ کے اور آپ کے خاندان کے لوگوں کے منہ سے

یاحیّ ویاقیوم

کے سوا کچھ نہ سنا۔ گویا کہ وہ میرے ذوق کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق کے خطبے کے الفاظ دہرا رہے تھے کہ جس میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر فرمایا:-

فان اللہ حیّ لا یموت

ایسے وقت میں کوتاہ علم۔ کوتاہ بصیرت خدا تعالےٰ کو بھی گالیاں دینے لگتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی مشیت کا نام ظلم رکھنے لگ جاتے ہیں۔ اور ایسے ایسے فقرات منہ سے نکلتے ہیں۔ جو انسان کی اندرونی حالت کا آئینہ دار ہوتے ہیں۔ مگر اس مقدس خاندان کے منہ سے اور اس خاندان کے اس نوجوان کے منہ سے سوائے یاحیّ یاقیوم کے کچھ نہ نکلتا تھا۔ اور یہ بھی فرماتے۔ یہ تو ہمیں چھوڑے جاتے ہیں پر تو نہ ہم کو چھوڑیو۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ یہ **آغوش نبوّت** میں پرورش پانے والے شہزادے نور ایمان سے کس طرح معطر ہو چکے تھے۔ اور کس طرح ان کے اندر رضاء بالقضاء کا صحیح احساس پیدا ہو چکا تھا۔

ان کی ان قلبی کیفیات کا اندازہ تو کوئی **علم نفس** کا ماہر ہی لگا سکتا ہے۔ مگر ہر شخص جو ذرا بھی اپنے پہلو میں احساس رکھتا ہے۔ وہ اس کا اندازہ لگائے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مسئلہ خلافت

آج ایک گروہ خوارج پیدا ہو گیا۔ اور وہ آپ پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ آپ خلافت کے خواہشمند تھے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ اگر آپ خلافت کے خواہشمند ہوتے۔ تو تو بھی اس میں کوئی گناہ نہ تھا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوسری شادی اس لئے کروائی۔ کہ یہ موعود اولاد پیدا ہو۔ اور موعود اولاد میں سے یہ بیٹا اس لئے پیدا کیا۔ کہ دوسرا طریق **انزال رحمت** کا جماعت پر نازل فرمائے۔ اور وہ یہی تھا۔ کہ اس طرح ان ابنائے فارس کے ذریعے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے آنیوالے نور کو دنیا میں پھیلایا جائے۔

پس میرے ایمان اور ذوق کے مطابق آپ اسی لئے پیدا کئے گئے تھے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے خلیفہ اور جانشین ہوں۔

اس لئے اگر آپ اس کی خواہش بھی کرتے تو کوئی گناہ نہ تھا۔ اور میرے یقین کے مطابق سب سے پہلے **نور الدین اعظم اس بیعت کے لئے اپنا ہاتھ بڑھاتا۔** مگر خدا نے اس الزام سے بری کرنے کے لئے اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ محمود اعظم کو خدا کی رضا اس قدر منظور تھی۔ کہ وہ خلیفہ وقت کی اطاعت کا ایسا نمونہ تھا۔ کہ اس سے بڑھ کر ساری جماعت میں کوئی مطیع فرمانبردار نہ تھا۔ اور اس اطاعت نے آپ کے قلب کی صفائی کو دنیا پر آشکار کر دیا۔

چنانچہ

انتخاب خلافت کا وقت آیا۔ جماعت نے اس غرض کے لئے **نور الدین اعظم** کا انتخاب کیا۔ مگر **نور الدین اعظم** نے اس وقت جو تقریر فرمائی۔ اس کا ایک ٹکڑا یہ ہے:-

"میں نے اس فکر میں کئی دن گذارے۔ کہ ہماری حالت حضرت صاحب کے بعد کیا ہوگی اس لئے میں کوشش کرتا رہا۔ کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے۔ حضرت صاحب کے اقارب میں اس وقت تین آدمی ہیں۔ اوّل میاں محمود احمد۔ وہ میرا بھائی بھی ہے۔ میرا بیٹا بھی ہے۔ اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات بھی ہیں۔

قرابت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے اور حضرت کے ادب کا مقام ہیں۔

تیسرے قریبی نواب محمد علیخاں صاحب ہیں"

پھر فرمایا:-

"کہ جن عمائد کا نام لیا ہے۔ ان میں سے کسی کو منتخب کر لو۔ اور میں تمہارے ساتھ بیعت کرنے کو تیار ہوں"

(تقریر حضرت خلیفہ اوّل)

پس

غور کیجئے۔ ساری جماعت کی نظر جس شخص پر پڑی وہ

نور الدین اعظم تھا

اور نور الدین اعظم کی نظر جس انسان پر پڑی۔ وہ **محمود اعظم تھا۔**

الغرض

جماعت کا پہلا اجتماع نور الدین اعظم کے ہاتھ پر ہوا۔ اور محمود اعظم نے بھی اپنا ہاتھ حضرت خلیفہ اوّل کے ہاتھ میں دیدیا۔ اور پھر خلافت اوّل کے ۶ سالوں میں وہ اطاعت اور وفاداری کا نمونہ دکھایا۔ کہ جماعت میں ایک شخص بھی اس مقام اطاعت کو حاصل نہ کر سکا۔

حضرت مسیح موعود کے جسم مبارک کے سامنے ایک اقرار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جبکہ محمود اعظم کو ہر رنگ کے تفکرات کا ہجوم تھا۔ اس وقت سب سے پہلے جس چیز کا کا خیال آیا۔ وہ سلسلہ کا تھا۔ چنانچہ آپ نے سب باتوں کا خیال چھوڑ کر فوراً اسی وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جسم مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر اور حضور کے جسد اطہر کو مخاطب کرتے ہوئے ایک عہد کیا۔ اور یہ عہد آپ کی ساری

زندگی کے کاموں کی کلید ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

"اگر سارے لوگ آپ کو چھوڑ دیں گے۔ اور میں اکیلا رہ جاؤں گا۔ تو میں اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کروں گا۔ اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہیں کروں گا۔

اس عہد سے آپ کے اس عزم اور اس قوت کا پتہ چلتا ہے۔ کہ ساری دنیا کا مقابلہ ایک تن تنہا کرنے کا عہد باندھ لیا۔ اسی ایک فقرے میں آپ کی سیرت طیبہ کے وہ دفتر بھرے پڑے ہیں کہ اگر اس اخبار کو دُگنا کر دیا جائے۔ تو بھی اسکی تشریح ختم نہ ہو۔ کیونکہ آپ نے اس کے بعد مردانہ وار دنیا کی مخالفتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس میدان میں ڈالے رکھا۔

آپ کا مقام توکل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں آپ کی جائیداد کا کوئی انتظام نہ تھا۔ جس کے پاس آپ کی زمین تھی وہ ہی اس کی آمدنی کھا رہا تھا۔ اور وہ فیوض جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے آ رہے تھے۔ ان کے بند ہو جانے کا اندیشہ نہیں بلکہ یقین تھا۔ اس وقت جہاں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک عہد وفا باندھا اور سلسلہ کی اشاعت کے لئے ایک اقرار کیا۔ وہاں آپ نے مالی معاملات کے متعلق

خدا سے ایک عہد کیا

کہ سوائے تیرے دروازے کے اور کسی دروازے کی ہم مدد قبول نہ کریں گے۔

اس عہد کے بعد ایک آزمائش

بعض بڑے بڑے آدمیوں نے آپ کے سامنے یہ سوال رکھا۔ کہ آپ تحریک کریں۔ کہ سلسلہ کے چندی میں سے ہم کو حصہ ملنا چاہیئے۔ یہ تحریک معلوم نہیں۔ دیانتداری پر مبنی تھی یا بد دیانتی پر۔ کیونکہ اس تحریک کے الفاظ جہاں بظاہر نیک نیتی پر مبنی معلوم ہوتے ہیں۔ وہاں ان میں ایک فتنہ کا شائبہ بھی معلوم ہوتا ہے۔

مگر

حضرت محمود اعظم نے نہایت حقارت سے اس تجویز کو ٹھکرا دیا۔ اور ان کو کہا۔ کہ اگر خدا تعالیٰ نے **ہم کو زندہ رکھنا ہے۔ تو وہ خود سامان پیدا کر دے گا۔**

اس جواب میں

بھی ایک خدا تعالیٰ پر زندہ ایمان اور بصیرت افروز ایمان کی نمایاں جھلک نظر آتی ہے۔ یہی وہ ایمان تھا۔ جس نے بعد میں آپ کے ہاتھوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس جائیداد کو جو بظاہر کم نظر آتی تھی بڑھایا اور اتنا بڑھایا کہ وہ آج بہت بڑی جائداد نظر آتی ہے۔ اللھم زد فزد

سلسلہ کیلئے غیرت

حضرت خان بہادر میرزا سلطان احمد آپ کے بڑے بھائی تھے۔ مگر اس وقت غیر احمدی تھے انہوں نے حضرت **عرفانی کبیر** کے ذریعہ ایک پیغام آپ کو بھیجا۔ اور کہلایا۔ کہ انجمن سے کچھ لینا ہمارے خاندان اور روایات کے خلاف ہے۔ مگر آپ کو سلسلہ کی اتنی غیرت تھی کہ باوجود اس کے کہ آپ خود بھی یہی فیصلہ کر چکے تھے۔ مگر آپ نے خان بہادر صاحب کو کہلا بھیجا۔ کہ سلسلہ اور اپنے معاملہ میں میں آپ کی بات سننے کیلئے تیار نہیں

گویا

باوجود اس ادب و احترام کے جو بڑے بھائی کی حیثیت سے آپ کے دل میں تھا۔ آپ نے محض اس لئے کہ چونکہ وہ سلسلہ میں داخل نہیں ہیں۔ اس لئے ان کی کوئی بات سننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اگرچہ خود آپکا اپنا فیصلہ بھی وہی تھا۔ گویا آپ یہ یقین رکھتے تھے۔ کہ

سلسلہ اور آپ کا وجود ایک لاینفک چیز ہے

آپ کیلئے خدا نے خود انتظام کیا

چنانچہ آپ اپنے عزم پر اڑے رہے تب حضرت خلیفۃ المسیح اول نے آپ کو فرمایا۔ کہ حضرت مسیح موعود کا ایک الہام ہے۔ جس کی بنا پر آپ کو سلسلہ سے کچھ مدد لینی چاہیئے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام نکال کر دکھایا۔ تب آپ نے فرمایا۔ کہ

میں نے تو یہی عہد کیا تھا۔ کہ میں خدا سے لوں گا۔ اور اگر یہ خدا کا حکم ہے۔ تو مجھے انکار نہیں۔

یہ آپ کی زندگی کی اس گھڑی کے چند ابواب ہیں جو گھڑی سب سے زیادہ تکلیف دہ اور ہلا دینے والی گھڑی تھی۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ایمان

اللہ تعالیٰ پر۔ اللہ تعالیٰ کے رسول مسیح موعود پر کتنا شدید تھا۔ اور سلسلہ کے نشر و اشاعت کے لئے کیسی روح آپ کے اندر کام کر رہی تھی۔

آپ کی سب سے پہلی تصنیف صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد مخالفت کا ایک سیلاب بہہ نکلا۔ اور اس سیلاب میں جو لوگ پیش پیش تھے۔ ان میں سے ڈاکٹر عبدالحکیم مرتد اور مولوی ثناء اللہ امرتسری سب سے آگے تھے۔ اور انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا۔ کہ شاید ہم اس وقت جبکہ جماعت سخت پریشانی کی حالت میں ہے۔ اس بمب باری سے جماعت کو توڑ کر اپنی طرف کر لیں گے۔ اس شدید بمب باری کے وقت میں آپ نے صادقوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے کو تصنیف فرمایا۔ یہ کتاب جہاں ان اعتراضات کا منہ توڑ جواب تھا۔ وہاں مومنوں کے لئے اس میں جراحت قلب کا پورا پورا سامان تھا۔ اور دراصل وہ عہد جو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے **جسد اطہر** کے سامنے کیا تھا۔ اس عہد کے پورا کرنے کی یہ پہلی قسط تھی۔ آپ نے دیباچہ میں حضرت اقدس و اعلیٰ کی وفات کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھا:۔

"غرضیکہ یہ آپ کی وفات ہے۔ جس نے مجھ کو یہ رسالہ کے لکھنے کی تحریک کی ہے۔ اور چونکہ مخالفین سلسلہ نے اب اپنی پرانی عادت کے مطابق اس موقع پر بھی بہت کچھ زہر اگلا ہے۔ اور اپنے نفسانی گندوں کا اظہار کیا ہے۔ اور حضرت کی وفات پر بہت کچھ اعتراض کئے ہیں۔ اس لئے راقم عاجز کے دل میں خدا تعالیٰ نے یہ تحریک پیدا کی۔ کہ میں ان تمام اعتراضوں کا جو مجھ تک پہنچے ہیں۔ اور عام طور پر شائع کئے جاتے ہیں۔ جواب دوں۔ اور حتی الوسع مخالفین کی خباثت کو ظاہر کروں۔ کہ وہ کن کن فریبوں اور جھوٹوں سے کام لیتے ہیں۔ چنانچہ اس رسالہ میں علاوہ دیگر مفید باتوں کے عبدالحکیم مرتد اور ثناء اللہ کی لن ترانیوں کے جواب بھی دیئے گئے ہیں۔ اور جو حضرت اقدس کی پیشگوئیوں پر اعتراض کئے جاتے ہیں۔ ان کا رد بھی کیا گیا ہے وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

(دیباچہ صادقوں کی روشنی)

یہ ایک سو چھبیس صفحے کی کتاب آپ نے اس سیال قلم کے ساتھ لکھی۔ کہ اس کے پڑھنے سے نہ صرف یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک جدید ایمان پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ ایک ایمان کی ایسی تازگی پیدا ہوتی ہے۔ جس سے اس کی تری ناخنوں تک سرایت کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔

اس کتاب کا نام

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے الہام الٰہی سے رکھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کتاب کی قبولیت آسمان پر بھی ہوئی۔

سالانہ جلسہ پر آپ کی پہلی تقریر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد پہلا سالانہ جلسہ ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ اس جلسہ میں آپ کی تقریر ۲۸ تاریخ کو ہوئی۔ اس تقریر کے وقت صدر مجلس حضرت خلیفۃ المسیح اوّل تھے۔ تقریر کا موضوع تھا۔

ہم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں

یہ تقریر کیا تھی۔ معارف کا خزانہ تھی۔ دل تو چاہتا ہے۔ کہ ساری تقریر اس جگہ درج کروں۔ مگر یہ ممکن نہیں۔ اس لئے اس تقریر پر حضرت **عرفانی کبیر** نے الحکم میں ایک نوٹ لکھا تھا۔ وہ میں بجنسہٖ یہاں درج کر دیتا ہوں۔

"تیسرا دن"

"آج صبح کی کارروائی تشحیذ الاذہان کے جلسہ سے شروع ہوئی۔ حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد کی نظم اور آپ کی تقریر نے مردہ دلوں کو جلا دیا۔ بلا مبالغہ صاحبزادہ صاحب کی تقریر میں قرآن مجید کے حقائق و معارف کا سادہ اور سلسل الفاظ میں ایک خزانہ تھا۔

پلیٹ فارم پر سے صاحبزادہ صاحب اس لب و لہجہ سے بول رہے تھے۔ جو حضرت امام علیہ السلام کا تھا۔

اور الولد سر لابیہ کا پورا نمونہ تھا۔

صاحبزادہ صاحب کی تقریر کے متعلق مجھے الفاظ نہیں ملتے۔ کہ میں اس کا ذکر کر سکوں۔

صاحبزادہ صاحب نے تشنہ حقائق قوم کو باپ کی طرح سیراب کر دیا۔

اور وہی زمانہ یاد دلا دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے بھی زیادہ حقائق و معارف کے موتیوں سے مالا مال کرے۔"

مدرسہ احمدیہ کا نجات دہندہ

اسی سالانہ جلسہ پر مسجد مبارک میں ایک کانفرنس ہوئی۔ اس پر بعض ارباب اثر و نفوذ جن کے لیڈر مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب، ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب تھے۔ مدرسہ احمدیہ کا گلا گھونٹنے کے لئے تلے بیٹھے تھے۔ اور اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ جماعت میں سے علماء کے وجود کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس طرح انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ آج مدرسہ احمدیہ کا خاتمہ کر کے ہی اٹھیں گے۔ وہ لوگ جو مدرسہ احمدیہ کو بچانا چاہتے تھے بالکل بے بس سے تھے۔ عین اس حالت یاس میں محمود اعظم کھڑا ہوا۔ آپ نے دلائل کے ساتھ ان خیالات کو پاش پاش کر دیا۔ اور خیالات کی رو کو اس قوت سے بدلا۔ کہ مخالفت کرنے والے بھی اس کے موید بن گئے۔ اور ایک اعلان شائع کیا گیا جس پر حسب ذیل بزرگوں کے دستخط تھے۔ مولوی محمد علی صاحب حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب۔ حضرت نواب محمد علی صاحب۔

اس اعلان میں مدرسہ احمدیہ کی ضرورت اور اسکی آئندہ ترقی کی مکمل سکیم درج ہے۔ جو الحکم ۲۱۔ جنوری ۱۹۰۹ء کے صفحہ ۱۳ پر درج ہے۔

تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد

حضرت امیرالمومنین کو ایک تڑپ یہ تھی۔ کہ آپ کو اس امر کا بڑا خیال رہتا تھا۔ کہ کس طرح دین الٰہی کی اشاعت ہو۔ اور جب کوئی پیشگوئی پوری ہوتی۔ تو آپ اس الہام یا پیشگوئی کی صداقت کی اشاعت کے لئے ہر ممکن سعی فرماتے۔ چنانچہ ۱۹۰۹ء میں جب ایران کے اندر ایک زلزلہ رونما ہوا۔ تو آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ بالا پیشگوئی کی صداقت کے اظہار کے لئے ایک اشتہار شائع فرمایا۔ جو الحکم ۷ رفروری ۱۹۰۹ء میں ایک تازہ نشان کے عنوان سے شائع ہوا۔

اس اشتہار کی اشاعت پر حضرت عرفانی کبیر نے ایک نوٹ الحکم میں لکھا۔ جو سیرت محمود پر بھی ایک اچٹتی نظر کا کام دیتا ہے۔ آپ نے لکھا:۔

"حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ اللہ الاحد کے دل میں اشاعت اسلام اور اشاعت سلسلہ کے لئے جو جوش ہے۔ وہ کوئی مخفی امر نہیں۔ آپ کے اس قلبی جوش کا ہی نتیجہ ہے۔ کہ آپ نے طلباء میں تقریر و تحریر کا مذاق پیدا کرنے کے لئے انجمن تشحیذ الاذہان کی بنیاد رکھی۔ اور پھر اس انجمن کے اغراض و مقاصد کو وسیع کرنے کے لئے آپ نے رسالہ تشحیذ الاذہان جاری کیا۔ وہ جس قابلیت اور عمدگی سے چل رہا ہے۔ اسے ناظرین خوب جانتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات اور پیشگوئیوں کا بہت بڑا حصہ ہے جو پورا ہو چکا ہے۔ اور اکثر ابھی پورے ہو رہے ہیں۔ ہم ان کے اظہار سے اکثر غفلت بھی کر بیٹھتے ہیں۔ اور اکثر کرتے ہیں۔ جس کے لئے سخت ندامت سے معذرت کرتے ہیں۔ مگر یہ حصہ بھی اللہ تعالیٰ نے اس پاک روح کے لئے رکھا تھا۔ کہ انہوں نے عزم کیا ہے۔ کہ جو پیشگوئیاں پوری ہوں ان کو اشتہارات کے ذریعہ شائع کریں۔ چنانچہ مندرجہ عنوان پیشگوئی کو شائع کیا ہے۔ جو ۳۱ رجنوری کو نکلا ہے۔ میں ذیل میں اس اشتہار کو درج کرتا ہوں۔"

چنانچہ ہم بھی ذیل میں اس مضمون کو درج کر دیتے ہیں:۔

"ایک تازہ نشان"

"خدا تعالیٰ کی سنت چلی آئی ہے کہ جب وہ اپنے کسی مامور کو کوئی آئندہ کی خبر دیتا ہے۔ تو وہ ایسے الفاظ میں ہوتی ہے۔ کہ اوّل اوّل انسان اسے سمجھ نہیں سکتا۔ اور بظاہر اسے ناممکن سمجھتا ہے۔ مگر وقت اسے کھول کر صاف کر دیتا ہے۔ اور وہ ایسی روشن ہو جاتی ہے۔ کہ موافق تو الگ مخالف کو بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ چنانچہ **حیدرآباد کا طوفان۔ پچھلے سال کا تپ اور اٹلی کا زلزلہ** بھی ایسے واقعات تھے کہ حضرت مسیح موعود ان کی نسبت مدتوں پہلے خبر دے چکے تھے۔ مگر میں اس وقت ایک اور پیشگوئی کے پورا ہونے کی نسبت دوست و دشمن کو توجہ دلاتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود نے یہ الہام عام طور پر شائع کیا تھا۔ کہ "تزلزل در ایوان کسریٰ فتاد" یہ وقت وہ تھا۔ کہ کسی کو وہم بھی نہیں گذرتا تھا۔ کہ ایران کسی ایسی سخت مصیبت کا شکار ہوگا۔ مگر خدا کا کلام پورا ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اس کے بعد ہی ایران میں وقتاً فوقتاً فساد شروع ہوا۔ اور اب ایسی خبر آئی ہے۔ کہ اس الہام کے پورا ہونے میں دشمن بھی شک نہیں کرسکتا۔ اور وہ یہ کہ بادشاہ بے بس حالت میں ہے اور اپنا روپیہ اور جواہرات روس کے ملک میں بھیج رہا ہے۔ اور تمام جنوبی حصہ ملک کا باغی ہو گیا ہے۔ اور اس نے خود مختاری کا اعلان دیدیا ہے۔ بوشہر۔ شیراز کی آمد و رفت بند ہو گئی ہے۔ لارستان کے قومی فریق نے بہ ماتحتی سید حسین کے شاہی حکومت ترک کر دی ہے۔ شاہی فرقہ کے لوگ تبریز سے ہٹ گئے۔ لاہدجان اور اکبر آباد کی آبادی بھی سرکش ہو گئی۔ اب یہ ایسا کھلا اور روشن نشان ہے۔ کہ دشمن بھی اگر شرافت سے کام لے۔ تو انکار نہیں کرسکتا۔ کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ ایک شخص افترا علی اللہ کرے اور ایک ملک کی آئندہ قسمت ایسے کھلے الفاظ میں کئی سال پہلے ظاہر کر دے

اے حق کے طالبو! ذرا غور کرو۔ اور ضد کو چھوڑ دو۔ ایسے کھلے نشان کو دیکھ کر تباہی اور ہلاکتوں کو کیوں بلاتے ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ خدا نشان دکھانے سے تھک جائیگا نہیں! نہیں!! نہیں!!! انسان تھک جاتا ہے۔ مگر خدا نہیں تھکتا۔ اگر کچھ عقل ہے۔ تو خدا سے ڈر کر توجہ کرو۔ اور مامورین اللہ کی جماعت میں داخل ہو کر اپنی عاقبت سنوارو۔ جو خدا حیدرآباد کو تباہ کرسکتا ہے اور اٹلی کو ویران۔ کیا اس کا ہاتھ تم پر نہیں پڑے گا۔ اور دیرگیر و سخت گیرد مر ترا کے مقولے کو مدنظر رکھو۔ یہ وقت ہے۔ کہ تم اپنے لئے زاد راہ اور تقویٰ کا مال جمع کرلو۔ کیونکہ مرنے کے بعد دنیا کے مال و **جلال کام نہیں آتے۔ پس آؤ۔ اور خدا کے قائم کردہ سلسلہ میں داخل ہو ورنہ ایسے نشان کی نظیر کسی جھوٹے نبی** کے کارناموں میں دکھاؤ۔ مگر جو کہتا ہے کہ ایسا ہوتا ہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے

لعنۃ اللہ علی الکاذبین

پس خدا کی لعنت سے بچنے کے لئے احمدیت کے جھنڈے کے نیچے پناہ لو کیونکہ اب اسکے سوا کوئی مفر نہیں۔ والسلام

خاکسار میرزا محمود احمد ولد حضرت مسیح موعود ۳۱ جنوری ۱۹۰۹ء"

آپ مدرسہ احمدیہ کی سب کمیٹی کے صدر بنائے گئے

۱ مارچ ۱۹۰۹ء میں صدر انجمن احمدیہ نے ایک ریزولیوشن ۵ ۲ پاس کیا۔ جس کی رُو سے ایک سب کمیٹی بنائی گئی۔ تاکہ یہ سب کمیٹی مدرسہ احمدیہ کے مستقبل اور اس کی تعلیمی سکیم پر غور کر سکے۔ اس کمیٹی کے حسب ذیل حضرات ممبر تھے۔

(۱) مولانا شیر علی صاحب

(۲) مولانا سید سرور شاہ صاحب

(۳) قاضی سید امیر حسین صاحب مرحوم

(۴) ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم

(۵) اور حضرت محمود اعظم

آپ ہی اس مجلس کے سکرٹری تھے۔ چنانچہ اس کمیٹی نے ایک تعلیمی کورس و دستور اس مدرسہ کے لئے تجویز فرمایا۔ جس کا ایک حصہ یہاں درج کر دیتا ہوں۔

۲۔ مختلف آرائے پر غور کرنے کے بعد سب کمیٹی اس نتیجہ پر پہنچی ہے۔ کہ سر دست ایک ایسا دینی مدرسہ قایم کیا جائے۔ جس سے اس ملک کے لئے مبلغین اور علماء احمدی کا گروہ پیدا کیا جاوے۔ اس لئے اس مدرسہ کی غرض کوئی یونیورسٹی کا امتحان پاس کرانا یا غیر ممالک کے لئے مبلغین پیدا کرنے کی نہ ہوگی۔ اور اسی لئے اس نصاب میں انگریزی تعلیم بھی داخل نہ ہوگی۔

۴۔ مولوی شیر علی صاحب نے تجویز کیا۔ کہ اس مدرسہ کا نام مدرسہ احمدیہ ہو۔ اور سب کمیٹی نے اسے ذیل کی وجوہات پر پسند کیا ہے۔

(الف) اس مدرسہ کی تحریک اولاً حضرت اقدسؑ نے ہی کی تھی۔

(ب) اب یہ مدرسہ آپ ہی کی یادگار میں قایم ہوتا ہے۔

(ج) اس کی غرض احمدیہ علم کلام کو سکھانا اور احمدی مبلغین اور احمدی علماء کا پیدا کرنا ہے۔

۵۔ اس مدرسہ میں گیارہ سال سے کم عمر کا لڑکا داخل نہ کیا جاوے گا۔

۶۔ معیار قابلیت مروجہ پرائمری کا امتحان ہوگا

۷۔ جن لڑکوں نے پرائمری کا امتحان پاس نہ کیا ہو۔ انہیں اس مدرسہ میں داخل ہونے کے لئے ایک داخلہ کا امتحان دینا ہوگا۔

۸۔ سکیم یعنی نصاب مدرسہ احمدیہ سات سال کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

۹۔ مجوزہ ہفت سالہ نصاب میں دو درجے ہوں گے۔ درجہ ادنیٰ کا امتحان پانچویں سال کے بعد اور درجہ اعلیٰ کا امتحان سات سال بعد ہوگا۔ اور کوئی طالب علم درجہ ادنیٰ سے درجہ اعلیٰ میں ترقی نہ کر سکے گا۔ جب تک وہ درجہ ادنیٰ کے امتحان کو پاس نہ کرے۔ اور نہ کسی طالب علم کو تکمیل تعلیم کی سند دی جائیگی۔ جب تک وہ اعلیٰ درجہ کا امتحان پاس نہ کر لے۔

۱۰۔ درجہ اعلیٰ میں کامیاب ہونے کے بعد جن طلباء کو مجلس خصوصیت سے اس قابل سمجھے گی۔ اُن کو دو سال کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام کرے گی۔ ان دو سال میں طالب علم کو معقول وظیفہ دیا جائے گا۔

۱۱۔ دو سال کی خاص تعلیم میں طرز تعلیم حسب ذیل طریق ہوگی۔

اوّل۔ مندرجہ ذیل چھ مضامین میں سے ہر ایک دن ایک خاص مضمون پر طلباء کو ایک گھنٹہ کے لئے لیکچر دیا جاوے گا۔ فضائل اسلام۔ مقابلہ مذاہب عالم۔ مخالفین اسلام کے اعتراضوں کا جواب۔ فلسفہ قدیم و جدید۔ استنباط مسائل۔ جمیع مذاہب اسلام۔ ادب و لغت۔

دوئم۔ اس لیکچر کے علاوہ ایک گھنٹہ روزانہ پڑھائی کا ہوگا۔ جس میں حسب ذیل کتب عبور کرائی جاویں گی۔ الجواب الصحیح۔ رد شیعہ منہاج ابن تیمیہ۔ اعلام الموقعین لابن قیم۔ آئمہ ثلاثہ کی تین کتابیں۔ فصوص الحکم۔ احیاء العلوم۔ زرقانی۔ اشباہ والنظائر۔

سوئم۔ چھ مضامین مذکورہ ضمن اوّل میں سے ایک ایک مضمون پر ہر پندرہ روز میں طالب علم خود ایک مضمون لکھیگا۔ مضمون کا عنوان اس مضمون کا پروفیسر تجویز کرے گا یہ مضامین محققانہ ہوں گے۔ اور طالب علم بطور خود مطالعہ کتب کر کے ایسے مضامین تیار کریگا

چہارم۔ ان کے علاوہ ہر ایک مضمون کے پروفیسر کا فرض ہوگا۔ کہ اپنے اپنے مضامین کے متعلق ضروری کتابوں کے مطالعہ کی طلباء کو ہدایت کرے۔ اور حسب ضرورت انکے مطالعہ میں اُن کو مدد دے۔

۱۲۔ جس طالب علم کو مجلس درجہ خاص کی تعلیم کے قابل نہ سمجھے گی۔ ان میں سے بعض کو واعظ مقرر کر کے باہر بھیجا جائے گا۔ اور بعض کو مولوی فاضل کے امتحان کے لئے تیار کیا جائے گا۔

۱۳۔ جو طالب علم بطور واعظ باہر بھیجے جانے ہوں۔ ان کے لئے ضروری ہوگا۔ کہ کم از کم ایک سال شفاخانہ میں عملی طور پر طبابت اور جراحی کا کام سیکھیں۔ وہ شفاخانہ میں اس ڈاکٹر کی زیر نگرانی تعلیم اور تجربہ حاصل کریں گے۔ جس کی نگرانی میں شفاخانہ ہو۔ اور علاوہ ازیں ان سے وعظ بھی کرایا جائیگا۔ اور مضامین لکھوائے جائیں گے۔

۱۴۔ جن طلباء کو مولوی فاضل کے امتحان کے لئے تیار کیا جاوے گا۔ اُن کو ایک سال میں مولوی فاضل کے امتحان کی ایسی کتابیں جو نصاب ہفت سالہ میں شامل نہیں۔ عبور کرائی جاویں گی۔

۱۵۔ ان دونوں قسم کے طلباء کو اس سال کی پڑھائی کے لئے وہی وظیفہ دیا جائے گا۔ جو وہ ساتویں سال لیتے رہے ہیں۔

۱۶۔ علاوہ ان امدادی وظائف کے جو مسکین فنڈ سے دینیات کے طلباء کو اس وقت دیئے

جاتے ہیں۔ مندرجہ ذیل وظائف خاص مدرسہ احمدیہ کے فنڈ سے اس مدرسہ کے طلباء کو دیئے جائیں گے۔ جو مقابلہ کے وظائف کہلائیں گے۔ جماعت دوم۔ سوم ایک ایک وظیفہ سات روپے ماہوار کا۔ اور دو دو وظیفے چھ چھ روپے ماہوار کے۔ جماعت چہارم۔ پنجم ایک ایک وظیفہ آٹھ روپے ماہوار کا اور دو دو وظیفے سات سات روپے ماہوار کے۔ جماعت ششم۔ ہفتم ایک ایک وظیفہ دس روپے ماہوار کا۔ دو۔ دو آٹھ روپے ماہوار کے۔ اور درجہ خاص کی تعلیم میں دو سال کے لئے ہر ایک طالب علم کو صہ ماہوار وظیفہ دیا جاوے گا۔

۱۷۔ مقابلہ سے وظائف مدرسہ احمدیہ دیئے جاویں گے۔ اور ان کے لئے حسب ذیل شرائط ہوں گے:۔

اوّل۔ ایسے طالب علم نے درجہ ادنیٰ کی چار جماعتوں میں پچاس فی صدی سے اور درجہ اعلیٰ کی دو جماعتوں میں ساٹھ فی صدی سے کم نمبر سالانہ امتحان میں نہ لئے ہوں۔ یعنی کل میزان کے لحاظ سے۔ اور ہر ایک مضمون میں پاس ہوا ہو۔

دوم۔ اس کے استاد اور افسران اس کے چال چلن سے خوش ہوں۔

سوم۔ ہر ایک جماعت میں سب سے بڑا وظیفہ اس طالب علم کو دیا جاوے گا۔ جو اوّل رہے۔ اور باقی دو وظیفے اُن کو جو دوم اور سوم رہیں۔

چہارم۔ کوئی طالب علم جس کو ان شرائط سے وظیفہ ملے گا۔ وہ امدادی وظیفہ کا حقدار نہ ہوگا۔ مگر جملہ ان شرائط کا پابند ہوگا جو امدادی وظیفہ کے لئے معاہدہ میں دے چکا ہے۔

۱۸۔ موجودہ طالب علم مدرسہ دینیات کا خاص امتحان لے کر وہ جس جماعت میں چلنے کے قابل ہوں۔ اس میں داخل کئے جاویں گے۔

اس کمیٹی نے لگاتار چھ یوم کام کیا۔ اور سلسلہ میں علماء پیدا کرنے کے لئے ایک دستور اور سکیم پیدا کردی۔ اور اس طرح قوم کی بہتری کی صورت پیدا کردی۔

سفر دہلی

اپریل ۱۹۰۹ء میں حضرت ام المومنین نے دہلی کا سفر اختیار کیا۔ آپ بھی حضرت ام المومنین کے ہمراہ اس سفر میں تشریف لے گئے۔ یہ سفر کوئی تفریح کی غرض سے نہ تھا۔ بلکہ اس سفر میں آپ نے اسلام اور احمدیت کی تائید میں زبردست لیکچر دیئے۔ آپ نے اپنے اس سفرنامہ کو میرا سفر کے عنوان سے شائع فرمایا۔ جو الحکم ۷۔ ۱۴ مئی ۱۹۰۹ء میں شائع ہو چکا ہے۔ سفرنامہ بہت دلچسپ ہے۔ مگر اس جگہ تنگیٔ جگہ کی وجہ سے شائع نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس سفرنامہ سے جو بات ثابت ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ آپ اس وقت تبلیغ احمدیت کے سوا اور کسی کام کو محبوب و مرغوب خیال نہ فرماتے تھے۔ اور عشق الٰہی میں اس وقت فنا ہو چکے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"ابھی پچھلے دنوں مجھے ایک سفر کرنا پڑا ہے جس سے مجھے اس قدر فائدہ پہنچا ہے۔ کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ بعض ایسی چیزیں میرے سامنے آئیں۔ **کہ ان میں میں نے خود خدا کو دیکھا۔ بعض ایسے وجود میں نے دیکھے۔ کہ وہ خود خدا کا ثبوت تھے۔ اور خدا کی ہستی کو ظاہر کر رہے تھے**۔ غرضکہ بے شمار فوائد تھے۔ کہ اگر ایک ایک کو لکھنے بیٹھوں تو شاید دفتروں کے دفتر لکھنے پڑیں۔ لیکن باوجود اس کے میں چاہتا ہوں۔ کہ اپنے ایک دفتر کا **مختصر حال لکھوں۔ شاید کوئی سعید روح اس سے فائدہ اٹھائے اور میں بھی ثواب کا مستحق ہوں۔**"

یہ اس سفرنامہ کے لکھنے کی غرض ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے۔ کہ آپ نے سفر کن پاک اغراض کے ماتحت کیا تھا۔

آپ اس سفر میں کپورتھلہ گئے۔ پھر لاہور آئے لاہور میں دو لیکچر دیئے۔ اور غیر احمدی بکثرت تقریروں میں حاضر ہوتے رہے۔ دوسرے لیکچر کے بعد آپ دہلی روانہ ہوئے۔ دہلی کے ورود پر آپ کے خیالات میں ایک عجیب تلاطم تھا۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"یہی وہ شہر ہے۔ کہ جس سے حضرت اقدسؑ کی مخالفت نے اوّل ہی اوّل خطرناک صورت اختیار کی۔ اور جس نے جہان کے مشہور مولوی نذیر حسین کے فتویٰ نے مسلمانوں میں مخالفت کا ایک عام جوش بھڑکا دیا۔ مگر باوجود اس کے حضرت اقدس کو اس شہر سے ایک خاص انس رہا ہے۔ آپ بارہا فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں امید کرتا ہوں۔ کہ دہلی کے وفات یافتہ بزرگوں کی روحیں ایک دن ضرور جوش میں آئیں گی۔ اور انکی تڑپ سے یہ لوگ ہدایت پائیں گے۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ وہ شہر جہاں اس قدر اولیاء اور بزرگ مدفون ہیں۔ کہ جن کی تعداد زندوں سے بڑھ گئی ہے۔ کیا اس شہر کے باشندوں کو خدا ہدایت کے بغیر چھوڑ دے گا۔ غرض **اس شہر میں آنا ایک عجیب بات تھی۔** اور کئی کیفیتیں پیدا کر رہی تھی۔

میں اس شہر میں جاتا ہوں۔ جس شہر کے لوگوں نے سب شہروں سے زیادہ حضرت اقدس کا مقابلہ کیا۔ جس میں سوائے ایک **دو آدمیوں کے کسی نے آپ کی سچائی کو قبول نہ کیا۔ جس کے باشندوں نے آپ کے قتل کرنے کی ٹھانی جنہوں نے آپ کو کافر قرار دینے میں سب سے پیش قدمی کی۔** پھر باوجود اس کے جس شہر سے حضرت مسیح موعود کو محبت تھی جس کی نسبت میں آپ کا فیصلہ ایک مدت سے آپ کی زبانی سن چکا تھا۔

میرے سامنے ایک طرف تو قبروں کا وہ سلسلہ تھا۔ کہ جس میں بڑے بڑے اولیاء مدفون تھے۔ اور بڑے بڑے اقطابؒ غوث امن کی نیند سو رہے تھے۔ اور دوسری طرف وہ لوگ نظر آتے تھے۔ کہ جن کو خدا اور رسول سے کچھ تعلق ہی نہیں۔ اور جو ہر وقت دنیا کے دھندوں میں پھنسے ہوئے دکھ اور تکلیفیں اٹھا رہے ہیں۔ ایک طرف تو **مجھے وہ لوگ نظر آتے تھے۔ جو قبروں میں ہوشیار اور مرنے کے بعد زندہ ہیں۔** اور ایک طرف وہ لوگ جو باوجود آنکھیں کھلی ہونے کے بے ہوش اور باوجود زندہ ہونے کے مردہ تھے۔ ایک طرف تو وہ گروہ تھا جنہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنے آپ کو مارا۔ اور دنیا کو زندہ کر دیا۔ مگر دوسری طرف وہ جماعت تھی۔ کہ جنہوں نے باوجود مردہ ہونے کے اپنے آپ کو زندہ سمجھا۔ اور اپنے فائدے کی خاطر اور لوگوں کو بھی ہلاک کیا۔

غرض

کہ دہلی کا ایک ایک آدمی اور ایک ایک مکان اور ایک ایک گلی۔ اور ایک ایک خانقاہ اور ایک ایک مسجد الگ شان خدا نمائی رکھتی تھی۔ جو میرے دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتی تھی۔"

ان جذبات سے ہی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ کس نیت سے آپ کا یہ سفر تھا۔ اسی سفر میں دہلی میں بھی آپ کا ایک لیکچر "اسلام اور آریہ مذہب" پر ہوا۔ یہ لیکچر ہنگشن کے کمرہ میں ہوا۔ چھ سات سو آدمی لیکچر سننے آئے جن میں دہلی کے رؤسا بھی تھے۔

قصور میں ورود

اسی سفر میں حضرت خلیفہ اوّل کے حکم کے ماتحت آپ قصور میں لیکچر دینے کے لئے تشریف لائے یہاں جماعت احمدیہ کا جلسہ تھا۔ حضور کے ورود پر آپ کو جو سب سے زیادہ لذت محسوس ہوئی۔ وہ اس بات پر ہوئی۔ کہ

"یہ جگہ چونکہ وہی ہے۔ جہاں مولوی **غلام دستگیر قصوری ہوا ہے۔ اس لئے مجھے بہت خوشی ہوئی۔** کہ یہاں جلسہ ہونا بھی احمدیوں کی فتح ہے غالباً اس کی روح بھی اس دن بے چین ہوگی۔"

اس جگہ آپ نے تقویٰ پر لیکچر دیا۔ یہ لیکچر دیکر آپ پھر دہلی تشریف لے گئے۔ اور یہاں پھر ایک دوسرا لیکچر "اسلام اور عیسائیت" پر دیا۔

دہلی سے واپسی اور دہلی کیلئے دعا

آپ دہلی سے جب روانہ ہوئے تو آپ نے دہلی کے لئے حسب ذیل دعا فرمائی۔ کہ۔

"خدا وہ دن لائے۔ کہ اس شہر کو بھی خدا ہدایت دے۔ اور اس مٹی سے پھر کبھی دن اس قسم کے برگزیدہ لوگ پیدا ہوں۔ جن کے مزار بکثرت وہاں پائے جاتے ہیں۔"

ان واقعات کے بیان کرنے سے حضور کی روحانیت کا مقام بآسانی معلوم ہو جاتا ہے۔ آپ کے اندر ایک ہی تڑپ تھی۔ کہ دنیا اس صداقت اور حقانیت کو قبول کرلے۔

سفر فیروزپور

۲۹ اور ۳۰ مئی ۱۹۰۹ء کو جماعت احمدیہ فیروزپور کا سالانہ جلسہ تھا۔ اس جلسہ میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے ارشاد کے ماتحت حضرت محمود اعظم بھی تشریف لے گئے۔ اور آپ کی تقریر ۲۹ مئی کو یعنی پہلے ہی دن پچھلے پہر تھی۔ اور آپ کی تقریر کا موضوع تھا "اسلام کیا ہے۔ اور وہ ہمیں کیا بنانا چاہتا ہے"۔ اس جلسہ کے صدر خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم تھے۔

خواجہ صاحب کا صدارتی ریمارک

حضرت محمود اعظم کا لیکچر کیا تھا۔ اس کے متعلق خواجہ صاحب کا صدارتی ریمارک درج کردینا میں کافی خیال کرتا ہوں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا:۔

"صاحبزادہ صاحب نے جس قابلیت کے ساتھ اپنے لیکچر کو ختم کیا ہے۔ میں اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ مگر جو حقائق **ان کے دل پر مرتسم ہے۔ وہ بڑے بڑے آدمیوں میں بھی نہیں۔ اگرچہ ہم نے کوئی گدی نہیں بنائی۔ مگر میں اتنا کہتا ہوں۔ کہ آپ نے اور پیروں کے بچے بھی دیکھے ہیں۔ میرے مرشدزادہ اور پیرزادہ کو بھی آپ نے دیکھا ہے۔ کہ وہ قرآن کریم پر کیسا شیدا ہے۔ اور اس کے حقائق و معارف بیان کرنے میں کیسا قابل ہے**"

(الحکم ۸ جون ۱۹۰۹ء صـ۳ و۴)

سفر کشمیر

اس سال تیسرا سفر آپ نے کشمیر کا کیا جس میں آپ کے ساتھ حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب اور حضرت میرزا شریف احمد صاحب اور حضرت میر محمد اسحٰق صاحب اور جناب مولانا مولوی سید سرور شاہ صاحب تھے۔ اس سفر میں بھی آپ نے تبلیغ اور ریاضت کے ساتھ ساتھ روحانی مجاہدات کا خاص خیال رکھا۔

انجمن ارشاد

۱۹۰۹ء کے آخر میں آپ کی غیرت دینی کا ایک اور مظاہرہ ظہور میں آیا۔ اور وہ انجمن ارشاد کا قیام تھا۔ اس انجمن کی غرض یہ تھی۔ کہ ستیارتھ پرکاش میں جس قدر اعتراضات قرآن کریم پر کئے

گئے ہیں۔ ان اعتراضات کو لے کر ان کے جوابات دیئے جائیں۔ ان اعتراضات کے سوا بھی اگر کوئی اعتراض پڑتا ہو۔ تو اس کا بھی جواب دیا جائے۔ اس انجمن کے اجلاس بھی دفتر تشحیذ الاذہان میں ہوتے تھے۔ اور ہفتہ میں دو دفعہ ہوا کرتے تھے۔ حضرت فضل عمر کا خلافت اولیٰ میں یہ معمول تھا۔ کہ وہ کوئی کام حضرت خلیفۃ المسیح کی اجازت کے بغیر نہ کیا کرتے تھے۔ اور یہ آپ کی اطاعت امام کی اعلیٰ مثال ہے۔ چنانچہ اس انجمن کی تاسیس میں ایسا ہوا۔ باوجود اس کے کہ یہ خدمت قرآن کا کام تھا۔ مگر آپ نے اس میں بھی حضرت امام کی اجازت حاصل کی۔ میں اگرچہ اس وقت بچہ تھا۔ مگر مدرسہ احمدیہ کا طالب علم تھا۔ اور حضرت والد صاحب نے میری مذہبی تعلیم کے خیال سے مجھے اس کا ممبر بنا دیا تھا۔ اور میں اس کے جلسوں میں حاضر ہوا کرتا تھا۔

ہر مہینے اس انجمن کا ایک خاص اجلاس ہوتا تھا۔ جس میں کوئی نہایت عالمانہ مضمون پڑھا جاتا تھا۔ چنانچہ ۲۷ دسمبر ۱۹۰۹ء کو حضرت مفتی محمد صادق صاحب کا مشہور و معروف لیکچر "کفارہ" انجمن ارشاد کے جلسہ میں پڑھا گیا۔ اور کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔

اس انجمن کے وجود نے ہم کو سیرت محمود کے سلسلہ میں ہم کو دو باتیں بتلائیں۔

(اول)۔ یہ کہ آپ کے دل میں قرآن کریم سے اعتراضات کے دُور کرنے کی ایک شدید تڑپ تھی۔

(دوم)۔ آپ چاہتے تھے۔ کہ لوگوں میں غور۔ فکر اور تدبّر کا مادہ پیدا ہو۔ تا وہ خدمت دین میں منہمک ہو جائیں۔

سنہ ۱۹۱۰ء

درس قرآن کریم

آپ کو قرآن کریم سے ایک طبعی اور فطرتی لگاؤ چلا آتا ہے۔ آپ نے قرآن کریم کی خدمت کے لئے زندگی کے ہر ایک لمحہ کو وقف رکھا۔ اور یہ امر ہم کو آپ کی بچپن کی زندگی سے نظر آ رہا ہے۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں آپ نے مغرب کی نماز کے بعد درس قرآن کریم کا سلسلہ شروع فرمایا۔ یہ درس کیا تھا۔ حقائق اور معارف کا ایک بہتا ہوا سمندر تھا۔ جس سے تشنہ گان کلام ربانی سیراب ہوتے تھے۔ آپ کا یہ پہلا پبلک درس تھا۔

احمدیہ کانفرنس کی صدارت

سنہ ۱۹۱۰ء کے آخر ماہ مارچ میں قادیان کا ایک سالانہ جلسہ ہوا ہے۔ اس جلسہ میں احمدیہ کانفرنس کا بھی انعقاد ہوا۔ اس کانفرنس کی غرض یہ تھی۔ کہ قوم اپنی بہتری اور ترقی کے لئے غور کر سکے۔ اس کانفرنس کے صدر حضرت فضل عمر باتفاق رائے تجویز ہوئے۔

حضرت کا مقام اسوقت احباب کی نگاہ میں

جماعتوں کی جماعتیں اور ہر طبقے کے لوگ اس حضرت فضل عمر کی طرف نگاہیں لگائے بیٹھے تھے۔ اور آپ احمدیوں کے قلوب کی ٹھنڈک تھے۔ چنانچہ آپ مولوی محمد علی صاحب کی رائے۔ خواجہ کمال الدین صاحب کی رائے تو پڑھ چکے ہیں اب اسی سلسلہ میں مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی کی ایک نظم درج کرتا ہوں جس سے حضرت عالی کے مقام کا پتہ چل سکتا ہے۔ مولوی مبارک علی صاحب پرانے آدمی تھے۔ علم دوست تھے۔ بلند پایہ شاعر تھے۔ مگر خلافت ثانیہ میں انہیں بھی دوسرے اکابر کی طرح ٹھوکر لگی۔ مگر اس وقت مولوی مبارک علی صاحب نے کہا۔

(خطاب بحضور صاحبزادہ صاحب مرزا بشیر الدین محمود احمد)

اے آنکہ از عنایتِ حق برگزیدۂ
از بہرِ استقامت و صبر آفریدۂ

فرزندِ ارجمندِ مسیحائے ما توئی
تو یادگارِ حضرتِ احمد رسیدۂ

من آنچہ دیدہ‌ام از غمِ ہجرانِ آں نگار
زاں پیشتر ستودۂ آفاق دیدۂ

در گلستانِ ملّتِ اسلام بلبل
نے نے بباغِ صدق گلِ نو دمیدۂ

تو بلبلے کہ طوطیِ شکر فشانِ قدس
بر شاخِ سبزِ نخلِ صداقت پریدۂ

گیرند راستانِ ز کامِ معطرت
کز بوئے عطرِ معرفتِ حق شمیدۂ

آشفتہ کردیم ز پریشانیِ دلت
آشفتہ وار در پسِ جانان دویدۂ

انداختی درونِ دلِ مضطرم بر تاب
ایمانِ من چگونہ بفرقت طپیدۂ

بس حیرتم فزود قرار و ثبات تو
صد جور غم بخاطر عاطر کشیدۂ

در حیرتم ز بسطِ خیالِ عمیقِ تو
ہر جا بفکرِ دینِ محمد تنیدۂ

دادی برہرِ دانِ طریقت متاعِ دل
واز گمرہانِ دشتِ ضلالت بُریدۂ

بروئے خادماں درِ رحمت کشودۂ
چو شاخِ باردار بالفت خمیدۂ

از روئے دلفریب تو آبِ حیا چکد
شیر از میانِ ثدیِ طہارت مکیدۂ

بگذاشتی ہر آنچہ خلاف تقی بود
در حال و قالِ خویش تقدس گزیدۂ

صافی تراست از ہمہ شہد کلامِ تو
یک قطرۂ ز عینِ نبوّت چکیدۂ

بینم وقار اہلِ کرامت بروئے تو
چوں راستانِ اہلِ صفا آرمیدۂ

بینم بریت طبلہ‌ئے شباب و قبار حسن
ہم سرز جیبِ علم دبیری برکشیدۂ

باشد مبارک کہ بنقدِ دلِ حزیں
در ثمینِ نصرتِ احمد اسیرِ دۂ

ہم ناصر تو باد دریں کار ذوالجلال
آمین بگو دعائے مبارک شنیدۂ

محمود اعظم امیر جماعت احمدیہ قادیان

۲۴ جولائی سنہ ۱۹۱۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کو ملتان میں ایک شہادت کے لئے جانا پڑا۔ آپ کی غیر حاضری میں جماعت احمدیہ قادیان کے لئے ایک امیر جماعت کی ضرورت تھی۔ اس وقت سارے اکابر قادیان میں موجود تھے۔ مگر آپ نے جس انسان کو اس مقام کے قابل پایا۔ وہ محمود اعظم کے سوا کوئی نہ تھا۔ چنانچہ ان سفر کے ایام میں انہوں نے حضرت محمود اعظم کو اپنا نائب اور قائمقام بنایا اور آپ کے اس طرز عمل سے یہ واضح ہو گیا کہ آپ کی نگاہ میں حضرت محمود اعظم کا کیا مقام تھا۔

حضرت محمود اعظم کے پیچھے نور الدین اعظم کی نماز

۲۶ اگست سنہ ۱۹۱۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی طبیعت ناساز تھی۔ تھوک میں خون آ گیا تھا۔ طبّی طور پر بولنا منع تھا۔ اس لئے یہ جمعہ آپ نے محمود اعظم کو پڑھانے کے لئے فرمایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل بذات خود اس جمعہ کی نماز میں موجود تھے اور انہوں نے حضرت فضل عمر کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ یہ ایک مرتبہ کی بات نہیں۔ بلکہ جب بھی ایسی ضرورت پیش آتی تھی۔ اس وقت آپ ایسا ہی فرمایا کرتے تھے

سنہ ۱۹۱۱ء

صدر مجلس معتمدین

جنوری سنہ ۱۹۱۱ء میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے اپنی جگہ حضرت فضل عمر کو صدر انجمن کی مجلس معتمدین کا صدر بنا دیا۔ اور اس طرح ایک دفعہ پھر اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا۔ کہ اس سلسلہ میں خلافت اولیٰ کے بعد اگر کوئی شخص سید القوم ہونے کا اہل ہے۔ تو وہ حضرت فضل عمر ہی ہیں۔ اس وقت خدمات کا نقش دل پہ لئے ہوئے بھی موجود تھے۔ علم و فضل کی ڈگریاں بھی ان کے پاس تھیں۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے ان کو اس کام کے لئے نہ چنا۔ اور اگر چنا تو اس عظیم الشان انسان کو چنا۔ جو چند ہی سال کے بعد قوم کا امام ہونے والا تھا۔

حضرت خلیفہ اوّل کا گھوڑے سے گرنا

سنہ ۱۹۱۰ء کے آخری حصہ میں حضرت خلیفہ اوّل گھوڑے سے گر پڑے۔ جس سے سخت چوٹیں آئیں۔ اسی رات مغرب کی نماز میں حضرت فضل عمر نے جماعت کے لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک کاپی سے وہ الہامات پڑھ کر سنائے۔ جن میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے گھوڑے سے گرنے کا پیشتر سے ہی ذکر تھا۔ اگرچہ قوم اس چوٹ کو سخت تکلیف سے محسوس کر رہی تھی۔ مگر اس پیشگوئی کے ظہور نے قوم کے قلب پر ایک مرہم رکھ دیا اور رنج میں اس امر کی خوشی پیدا ہو گئی۔ کہ خدا کی باتیں پوری ہوئیں۔ اور اس پیشگوئی کا اعلان بھی خدا تعالیٰ نے حضرت فضل عمر کے ذریعے کروا دیا۔ کیونکہ آپ کو حضرت کی پوری ہونے والی پیشگوئیوں کے شائع کرنے کا خاص شغف تھا۔ اور یہی حالت خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تھی۔ بشیر اول اور مبارک احمد کی وفات پر آپ نے قوم کے دل پر اس امر سے ایک سا مرہم عیسوی رکھ دی۔ کہ یہ خدا کی باتیں ہیں۔ جو اس کے وعدوں کے مطابق پوری ہو کر رہیں۔

الغرض

آپ کے گھوڑے سے گرنے سے قوم کے قلوب پر جو زخم تھا اس پر خدا کی وحی کا مرہم رکھا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل چونکہ اس چوٹ اور زخم سے صاحب فراش ہو گئے۔ اس لئے آپ نے نمازوں اور درسوں کا کام آپ کے سپرد فرمایا۔ اور اس طرح پھر ایک دفعہ قوم کی مذہبی اور دینی باگ آپ کے ہاتھ میں دیدی۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی علالت کے ایام میں جماعت کے بعض افراد کے دل میں بیماری پیدا ہوئی۔ اور یہ بیماری **تھا بغض اور تھا حسد** کی تھی۔ ان کے دل میں خدا کے مسیح کے لخت جگر کے متعلق بغض و حسد پیدا ہو گیا۔ وہ اسے جلد جلد بڑھتے ہوئے دیکھ نہ سکے۔ اس مرض کا آغاز ہو گیا۔ جو آگے چلکر نمایاں ہو گیا۔

اسی سلسلہ میں ایک قابل ذکر بات یہ ہے کہ خواجہ صاحب نے ہندوستان میں لیکچروں کا سلسلہ شروع کیا۔ ان لیکچروں میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرنا بالکل چھوڑ دیا جس سے خواجہ صاحب کی ایسے جلسوں میں تعریفیں ہونے لگیں۔

اس طرح

جماعت کو خواجہ صاحب اور اُن کے دوست یہ تلقین کرنے لگے۔ کہ ہم آہستہ آہستہ ان لوگوں کو کھینچ لیں گے۔ اور یہ ایسی خطرناک بات تھی کہ جس سے اندیشہ تھا۔ کہ قوم کا مذاق بالکل بگڑ جائے اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر کو بالکل بھول جائیں۔ حضرت محمود اعظم نے **اس مرض کو شناخت کیا**۔ اور اس کے انجام پر غور فرمایا اور کسی شخصیت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سنہ ۱۹۱۰ء کے سالانہ جلسہ میں جو مسجد نور میں ہوا اس طلسم کو جس سے قوم مسحور ہو رہی تھی باطل کر دیا۔ اور اس طرح خدا تعالیٰ نے عین موقع پر حضرت محمود اعظم کو بطور فرشتہ رحمت بھیجکر قوم کو ایک خطرناک غلطی سے بچا لیا۔ اور اس طرح آپ کے ذریعے یہ ایک اور احسان جماعت پر ہوا۔

سالانہ جلسہ میں امامت

اسی روز ۲۶ دسمبر کو آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے حکم سے ہزارہا بندگان کو ظہر و عصر کی نماز پڑھائی۔ اس موقعے پر نہ صرف ہزارہا کی جماعت موجود تھی۔ بلکہ آج اختلاف کرنے والے بھی سب لوگ اس میں شامل تھے۔ اس طرح حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے اپنے طرز عمل سے ایک بار پھر یہ ثابت کر دیا۔ کہ یہی شخص قوم کا امام ہونے کا حقدار ہے۔ اور جس طرح آج میری موجودگی کی گھڑیوں میں یہ تمہارا امام ہوا۔ اسی طرح جب میں نہ ہوں گا۔ اسوقت یہی تمہارا امام ہو گا۔

اگر کوئی خدا کیلئے غور کرے

تو اسے معلوم ہو سکتا۔ کہ خلافت اولیٰ کے وقت جب انتخاب خلافت کا مسئلہ قوم کے سامنے آتا ہے۔ تو حضرت خلیفہ اوّل آپ کا نام لیتے ہیں۔ جب حضرت خلیفہ اوّل سفر میں جاتے ہیں تو محمود اعظم کو امیر مقرر کرتے ہیں۔ جب آپ بیمار ہوتے ہیں۔ تو ساری جماعت کو ساتھ لے کر آپ کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہیں۔ جب خود بوجہ خلافت صدر انجمن

کی صدارت سے الگ ہوتے ہیں۔ تو آپ ہی کو اس کا صدر مقرر کرتے ہیں۔

سالانہ جلسہ آتا ہے۔ تو آپ ساری جماعت کی امامت حضرت محمود اعظم کے سپرد فرماتے ہیں۔ کیا اس عمل سے واضح نہیں ہو جاتا۔ کہ آپ محمود اعظم کو کیا خیال فرما رہے تھے۔ اور وہ اپنے بعد کس کے ہاتھ میں سلسلہ کی باگ دینی چاہتے ہیں۔

مدرسہ احمدیہ کی نظامت

جنوری ۱۹۱۱ء میں مدرسہ احمدیہ کو ہائی سکول سے الگ کر دیا گیا۔ مدرسہ ہائی کے ساتھ جب تک مدرسہ احمدیہ رہا۔ اس کی حالت بالکل ایک لاوارث چیز کی سی تھی۔ طالب علموں کے پاس پورے طور پر کمرے بھی نہ تھے۔ مدرسوں کے پاس اچھی کرسیاں تک نہ تھیں۔ بعض کلاسیں زمین پر چٹائیاں بچھا کر گزارہ کرتی تھیں۔ ایک دفعہ ایسا بھی ہُوا۔ کہ نہ امتحان ہُوا۔ اور نہ کلاس بندی ہُوئی۔ بالکل لاوارثی کی سی حالت تھی۔ اس بیکسی کے زمانہ میں حضرت محمود اعظم مدرسہ احمدیہ کیلئے پھر فرشتہ بنکر ظاہر ہوئے۔ مدرسہ احمدیہ کی نظامت آپ کے سپرد ہُوئی۔ وہ مدرسہ احمدیہ جس کی ڈوبتی کشتی ایک دفعہ آپ بچا چکے تھے۔ اب آپ نے اسے اپنے مضبوط ہاتھوں میں لے لیا۔

آپ کا وجود مدرسہ احمدیہ کے لئے ایک مجسم رحمت تھا۔ آپ نے پست خیال طالب علموں کے اندر علو ہمتی پیدا کرنے کے لئے متعدد طریق اختیار فرمائے۔ آپ نے حکماً طالب علموں کو زمین پر بیٹھکر پڑھنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ اس سے پست خیالی پیدا ہوتی ہے۔ طالب علموں کو فن خطابت سکھانے کے لئے جلسوں اور لیکچروں کا انتظام فرمایا ہر جمعرات کو نصف دن تعلیم ہوتی تھی۔ اور باقی نصف وقت تعلیم خطابت ہوتی تھی۔

لڑکوں کے بورڈنگ ہوس کی صفائی کا خاص اہتمام ہونے لگا۔ ہر ماہ میں ایک دفعہ لازماً آپ بورڈنگ۔ واٹر ہوس۔ کچن۔ اور بیت الخلاء تک کی صفائی کا ملاحظہ فرماتے۔

عربی مدرسوں کے طالب علموں میں ایک قسم کی پستی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کو دُور کرنے کے لئے آپ خود وقتاً فوقتاً تقریریں فرماتے۔ اور ان کو ابھارتے۔

مدرسہ احمدیہ کے طالب علموں کے لئے کھیلنے کے لئے کوئی الگ فیلڈ نہ تھی۔ آپ نے ان کے لئے فیلڈوں کا انتظام کیا۔ تاکہ آیندہ بننے والے علماء صرف ملاں ہی نہ ہوں۔ بلکہ ہر طرح چاق وچوبند ہوں۔

مدرسہ احمدیہ کے لئے عربی لائبریری

مدرسہ ہائی کے پاس تو ایک قیمتی لائبریری تھی۔ جس سے طالب علم فائدہ اٹھاتے تھے۔ مگر مدرسہ احمدیہ کے پاس کوئی لائبریری نہ تھی۔ آپ نے اس ضرورت کو سخت محسوس کیا اور اپنی لائبریری سے قیمتی کتابوں کا ایک بڑا مجموعہ جس میں الھلال مصر کے پرچے بھی تھے مرحمت فرمایا۔ اور مزید روپیہ بھی انجمن سے منظور کروایا۔ طالب علم عربی کتابوں کو پڑھتے تھے۔ اور فائدہ اٹھاتے تھے۔

خود پڑھانا شروع کیا

آپ نے مدرسہ احمدیہ کی چوتھی جماعت کو اپنے لئے مخصوص کر لیا۔ اور روزانہ تین چار گھنٹہ اپنا وقت دیتے تھے۔ میں بھی اس کلاس کا طالب علم تھا۔ اور اپنے بخت پر فخر کرتا ہوں۔ کہ مجھے آپ سے نسبت تلمذ حاصل ہے۔ آپ اپنی کلاس کے طالب علموں کی ہر طرح سے تربیت فرمایا کرتے تھے۔ یہ مدرسہ احمدیہ کا موضوع بہت لمبا ہے۔ سردست اختصار سے اس قدر لکھتا ہوں۔ کہ بعض طالب علم مدرسہ میں کرتہ پہنکر آجاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نے ترجمہ کے لئے ایک فقرہ دیا۔ جو یہ تھا۔

مدرسہ میں بغیر کوٹ پہننے نہیں آنا چاہیئے۔

اس فقرہ سے سب لڑکے سمجھ گئے۔ کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ دوسرے دن لڑکے کوٹ پہن کر آگئے۔

تربیت کا یہ ایک عجیب پہلو تھا۔ ایک دن سکول میں آپ دیر سے تشریف لائے۔ لڑکے باہم ہنسی مذاق کرنے لگے۔ اسی حالت میں آپ تشریف لے آئے۔ آپ نے اس وقت تو کچھ نہ فرمایا۔ تیسرے دن اردو سے عربی کرنے کا جب کام دیا۔ تو حسب ذیل فقرات اس میں درج تھے:۔

(۱) ہنسی مذاق بُری چیز نہیں۔

(۲) مگر کھیل کھیل کے وقت کھیلو۔

(۳) مدرسہ میں جب آؤ۔ ایک دوسرے کا ادب کرو۔

(۴) دھکم دھکا مت ہو۔

(۵) کسی کے کندھے پر ہاتھ مت رکھو۔

لڑکوں نے عربی میں ترجمہ تو کیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی اپنی اصلاح کر لی۔ رات کو آپ لڑکوں کو سٹیڈی کی حالت میں دیکھنے کے لئے تشریف لاتے

الغرض

مدرسہ احمدیہ آپ کی پوری توجہ سے بڑھتا چلا گیا۔ اور سلسلہ میں جس قدر کام کرنے والے علماء آج نظر آتے ہیں۔ وہ آپ کی توجہ اور محنت کا نتیجہ ہے۔

ایک پرائیویٹ درس

انہی ایام میں حضرت میرزا بشیر احمد صاحب کالج سے تشریف لائے تھے۔ آپ کی خاطر سے گھر میں آپ نے ایک درس شروع فرمایا تھا۔ اس میں حسب ذیل کتابیں پڑھائی جاتی تھیں۔ خطبہ الہامیہ دروس النحویہ حصہ دوم۔ قصیدہ بانت سعاد۔ حضرت میاں صاحب کے سوا سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب۔ اور حضرت میرزا شریف احمد صاحب اس درس میں شامل تھے۔ اور میرے والد صاحب نے مجھے بھی شامل کرا دیا تھا۔ اس طرح مجھے ایک بار پھر آپ کو شاگردی کا فخر حاصل ہُوا۔

طریقہ تعلیم

اس درس میں طریقہ تعلیم یہ تھا۔ کہ طالب علم کرسیوں پر بیٹھا کرتے تھے۔ آپ ہر روز پچھلا درس سنا کرتے تھے۔ اور جب ایک سوال پوچھا جاتا۔ اور نمبر ایک سے لے کر نمبر ۴ یا ۷ تک کسی نے نہ بتایا۔ اور آخری طالب علم نے بتلا دیا۔ تو اسے آخری نمبر سے اٹھا کر نمبر ایک پر لے آتے۔ اور باقی سب نمبر ایک ایک نمبر نیچے ہو جاتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا۔ کہ طالب علم اپنے اپنے نمبر کی حفاظت کے لئے خوب محنت کرتے کالجوں سے آئے ہُوئے حضرات اپنی رخصتیں گذار کر واپس تشریف لے گئے۔ اور میں ایک سال تک فیضیاب ہوتا رہا۔

انجمن انصار اللہ

اسی سال آپ نے تبلیغ کی غرض سے ایک جدید انجمن کی بنیاد رکھی۔ اور اس کا نام انصار اللہ رکھا۔ اس کی تحریک ایک رویائے صادقہ کی بنا پر ہُوئی۔ اور جو لوگ اس میں داخل ہوتے تھے۔ وہ سات دن تک استخارہ کر کے داخل ہوتے تھے۔ اس انجمن میں شمولیت کیلئے آپ نے ایک اعلان بعنوان من انصاری الی اللہ شائع فرمایا تھا۔ یہ مضمون چونکہ ایک تاریخی مضمون ہے۔ اور اس مضمون سے حضرت کی سیرت پر وسیع نظر پڑتی ہے۔ اس لئے میں اس مضمون کو یہاں درج کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔

"چند دن کا ذکر ہے۔ کہ صبح کے قریب میں نے دیکھا۔ کہ ایک بڑا محل ہے۔ اور اس کا ایک حصہ گرا رہے ہیں۔ اور اس محل کے پاس ایک میدان ہے۔ اور اس میں ہزاروں آدمی پتھیروں کا کام کر رہے ہیں۔ اور بڑی سرعت سے اینٹیں پاتھتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیسا مکان ہے۔ اور یہ کون لوگ ہیں۔ اور اس مکان کو کیوں گرا رہے ہیں۔ تو ایک شخص نے جواب دیا۔ کہ یہ جماعت احمدیہ ہے۔ اس کا ایک حصہ اس لئے گرا رہے ہیں۔ تا پرانی اینٹیں خارج کی جائیں۔ (اللہ رحم کرے) اور کچی اینٹیں پکی کی جائیں۔ اور یہ لوگ اینٹیں اس لئے پاتھتے ہیں۔ تا اس مکان کو بڑھایا جائے اور وسیع کیا جائے۔ یہ ایک عجیب بات تھی کہ سب پتھیروں کا منہ مشرق کی طرف تھا۔ اس وقت دل میں خیال گذرا۔ تو یہ پتھیرے فرشتے ہیں۔ اور معلوم ہُوا۔ کہ جماعت کی ترقی کی فکر ہم کو بہت ہے۔ بلکہ فرشتے ہی اللہ تعالےٰ سے اذن پا کر کام کر رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے سوچا۔ کہ جو کوئی کسی کے کام میں اسے مدد دیتا ہے۔ تو وہ اس کا دوست اور پیارا بن جاتا ہے۔ تو اگر ہم اس وقت ملائکہ کے کاموں میں مدد دیں گے۔ جو خود اپنی ہی مدد ہے۔ تو ضرور ہے کہ ملائکہ کا ہم سے خاص تعلق ہو جائے۔ اور اس تعلق کی وجہ سے خود ہمارے نفوس کی بھی اصلاح ہو۔ اور ملائکہ ہمارے دلوں میں کثرت سے نیک تحریکیں شروع کر دیں۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے میرے دل میں دو تحریکیں پیدا کیں۔ کہ جن سے سلسلہ کی خدمت مدنظر ہے۔ ایک تو یہ کہ طاعون شروع ہے۔ اور اب کے سال بہت بڑھے گا۔ اس لئے ایک اشتہار دیا جائے۔ کہ جس میں لوگوں کو اس سلسلہ کی دعوت دی جائے۔ اور چونکہ اس موقعہ پر لوگوں کے دل یقیناً زیادہ سخت نہیں ہونے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ چاہے تو بہت فائدہ ہوگا۔ اور یہ اشتہار ہزاروں کی تعداد میں کثرت سے بلاد ہند میں شائع کیا جائے۔ چنانچہ یہ اشتہار میں نے لکھکر چھپنے کے لئے دے دیا ہے۔ جو چند دنوں تک ہی تیار ہو جائے گا۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ احمدی احباب خصوصاً جن علاقوں میں طاعون کا زور ہو۔ اس اشتہار کی کثرت سے اشاعت کرینگے۔ اور جن کے دل میں اللہ تعالےٰ یہ تحریک پیدا کرے۔ وہ مجھ سے اشتہار طلب کریں۔ جو فوراً ان کی خدمت میں بھیجد یا جائے گا۔

دوسری تحریک جو اللہ تعالےٰ نے میرے دل میں ڈالی ہے۔ کہ ایک انجمن قائم کی جاوے۔ جس کے ممبران خصوصیت سے قرآن وحدیث اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تبلیغ کی طرف توجہ رکھیں اور افراد جماعت میں صلح اور آشتی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اور اس کے ممبران اپنا دنیاوی کام کرتے ہُوئے بھی اپنے آپ کو دین کے لئے وقف کر دیں۔ یعنی ہر ایک موقعہ سے جو تبلیغ حق کا ملے فائدہ اٹھائیں۔ اور گویا اسی فکر میں اپنے اوپر آرام وچین حرام کر دیں۔ پس میں

اس اعلان کے ذریعے ہر ایک اس روح کو جو اپنے اندر حق کے پہنچانے کا جوش رکھتی ہے بلاتا ہوں۔ کہ وہ اس کام میں مدد دے۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم کی امیدوار ہو۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ کا منشاء تو پورا ہو کر رہے گا۔ یہ ایک موقعہ ہے۔ جو ہم کو دیا گیا ہے کہ جس خدا نے ایک مامور کو دنیا کی ہدایت اور روشنی کے لئے بھیجا۔ وہ اس کے نور کو اور ہدایت کو دنیا میں نہیں پھیلائے گا۔ کیا دنیا باوجود ایک مامور من اللہ کے آنے کے تاریک کی تاریک ہی رہے گی۔ ہرگز نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ خدا تعالیٰ کی باتیں نہیں گرتیں۔ ہاں مبارک وہ جو اللہ تعالےٰ کے ارادوں میں اپنے ارادوں کو شامل کر دیتا ہے۔ اور جیتے جی اپنے مولا کی راہ میں اپنی خواہشوں اور امنگوں پر موت وارد کر لیتا ہے۔ یہ شخص ہے جو حقیقی زندگی بسر کرتا ہے۔ اور اس کی حیات سچی حیات ہے۔ ورنہ وہ انسان جو باوجود اشرف مخلوقات ہونے کے سگ دنیا بنکر طمع وحرص کے مردار پر گرتا ہے۔ اور اپنے ہمسایہ اور پڑوسی سے لڑ اور جھگڑکر اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کی زندگی ہی کیا۔ اور اس کے جینے کا فائدہ ہی کیا۔ بہتر ہوتا۔ کہ وہ پہلے ہی نہ ہوتا۔ کہ وہ پیدا ہی نہ ہوتا۔ اور وہ دن دور نہیں جب کہ اسے کہنا پڑے۔ کہ یلیتنی کنت ترابا۔ پس یہ مت سمجھو۔ کہ دنیا کی ترقیوں اور مال وجلال کے بڑھانے سے تم اپنے اصلی مقصد کو پہنچ گئے۔ بلکہ جب تک اپنی اپنے بھائی کی فکر نہ کرو۔ اور دین کی فکر تمہیں سوہان جان ہو کر نہ لگے۔ تم نے اپنی جان وعمر ضائع کر دی۔ اور قیمتی وقت بے ہودہ باتوں میں کھو دیا۔ کاش تم اتنا سمجھتے۔ کہ جس مسافر نے دُور جانا ہو۔ اور لمبی منزل طے کرنی ہو۔ وہ جس قدر ممکن ہو۔ بوجھ کو ہلکا کرتا ہے۔ اور فضول اور زائد چیزوں کو نہیں اٹھاتا۔ پس کیا افسوس ہے۔ اس پر جس نے نا معلوم کیسے دشوار گذار راستوں سے گذر کر میدان حشر میں پہنچنا ہے اور ہر وقت فکر میں ہے۔ کہ جو کچھ بھی ملے۔ وہ اپنے کندھے پر اٹھا لوں۔ دنیا کی آسائش اور عیش وعشرت کی زندگی ایک بوجھ ہے۔ جو اس مسافر کو تھکا کر چور کر دے گا۔ اور جنت کے

دروازہ پر پہونچنے سے پہلے ہی اس کی ہڈیاں توڑ دے گا۔ لیکن خدمت دین ایک ایسی سواری ہے جو ہر وقت اُسے بہشت بریں کی طرف اڑائے لئے جارہی ہے۔ کتنے دل ہیں جو اپنے بھائیوں کے لیے غمگین ہیں۔ اور کتنی آنکھیں ہیں۔ جو دنیا کی گمراہی کو دیکھکر چشم پُر آب ہیں۔ ہاں کتنے جگر دین کی پراگندگی پر چاک چاک ہورہے ہیں۔ اور کن کن کے گریبان ایسے پھٹے ہیں۔ کہ وہ بس سیئے ہی نہیں جاتے۔ ہمارے ہزاروں نہیں لاکھوں نہیں کروڑوں بھائی ہیں۔ کہ جنہوں نے خدا کو بھی نہیں پہچانا۔ جو ملائکہ کے منکر ہیں جو کتب سماوی کے قائل نہیں۔ جو رسولوں پر ٹھٹھا کرتے ہیں۔ جن کے زمانہ میں خدا کا ایک مامور آیا۔ لیکن انہوں نے اس کی قدر نہ کی۔ اور اپنی آنکھوں سے حفاظت کی پٹی اتار کر اسے نہیں دیکھا۔ ہم نے ان کے لئے کیا کیا اور ان تک اس مجدد دین کے پاک و شیریں کلمات کے پہنچانے میں کس قدر کوشش کی۔ کیا تم نے سنا نہیں۔ کہ "خفتہ را خفتہ کے کند بیدار"۔ ہم خود ہی سوتے رہے۔ اور دنیا کی جھوٹی چمک اور یورپ کی فریب دہ جلوہ آرائیوں پر مرتے رہے۔ تو غیر کو جگانے سے پہلے بہتر ہے۔ کہ اپنے آپ کو جگائیں۔ اور دوسرے کی آنکھوں سے جہل کی پٹی اتارنے سے پہلے اپنی ہی آنکھوں کا فکر کریں۔ ملائکہ اس کام میں لگے ہوئے ہیں۔ بس بہتر ہے۔ کہ ہم بھی ہو لنگا کر شہیدوں میں ملجائیں۔ کام کو اللہ ہی نے کرنا ہے۔ ہماری تو کوششیں ہی ہیں۔ اور سچی بات تو یہ ہے۔ کہ کوشش کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے ؎

ہمارا کچھ نہیں سب کچھ اُسی درگہ سے ملتا ہے
بلا حکم خدا کب ایک تنکا تک بھی ہلتا ہے

یہ مت سمجھو۔ کہ ہم اس کام کے لائق نہیں۔ اگر ہمت و استقلال ہو۔ اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہو۔ تو پھر وہ خود ہی قرآن و حدیث کا علم سکھا دیتا ہے۔ حضرت اقدس فرمایا کرتے تھے۔ کہ مجھے ایک رات میں کئی ہزار عربی الفاظ کا مادہ سکھلا دیا گیا تھا۔ پس خدا کے خزانہ وسیع ہیں۔ کمر ہمت کو چست کرو۔ اور دنیا کو کان کھول کر سنا دو۔ کہ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ مگر خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کرے گا۔ اسلام کا سورج گہن کے نیچے ہے۔ خدا کے حضور میں تڑپو۔ آہ و زاری کرو۔ تا وہ گہن دور ہو۔ اور دنیا خدا تعالیٰ کا چہرہ دیکھے۔ اور قرآن اور رسول کریم کی عظمت اس پر ظاہر ہو۔ اور حضرت مسیح موعود کی سچائی سے وہ آگاہ ہو۔ صاف گو بنو اور پیچ اور دھوکے کو چھوڑ دو۔ اور صاف صاف الفاظ میں دنیا پر وہ سچائیاں ظاہر کرو جو خدا نے تم کو دی ہیں۔ تا قیامت کے دن سبکدوش ہوں۔ کہ ہم نے اپنی طرف سے تبلیغ کردی تھی۔ کون جانتا ہے۔ کہ میں کل تک زندہ رہوں گا۔ پس ہر ایک انسان کا فرض ہے کہ وہ کل کے آنے سے پہلے ہی اپنے خیالات کا دنیا پر اظہار کرے۔ اور موئلے سے جو کچھ ہدایت پائے۔ اس کو لوگوں پر پیش کرے۔ پھر جس کا دل چاہے مانے اور جو چاہے انکار کردے۔ حضرت مسیح نے اس تبلیغ کے کام کے لئے اپنے حواریوں کو کہا تھا۔ کہ من انصاری الی اللّٰہ آج میں بھی حضرت مسیح کے تتبع کے طور پر اپنے دوستوں کے آگے یہی کلمہ دوہراتا ہوں۔ کہ اپنی کمر ہمت باندھکر میرے ساتھ اس کام میں شامل ہو۔ اور جہاں تک ہو سکے اس کام کو کرو۔ تا خدا تعالیٰ کی درگاہ سے انعام کے مستحق ہو۔ یہ سلسلہ تو ضرور پھیلے گا ہی۔ لیکن ہم نے سستی دکھائی تو ہم انصار کیونکر بنیں گے۔ لیکن یہ چونکہ ایک بڑا عظیم الشان کام ہے۔ اسلئے یہ شرط لگانی پسند کرتا ہوں۔ کہ جس نے اس کام میں حصہ لینا ہو۔ وہ پہلے سات دفعہ استخارہ کرلے۔ تاکہ اللّٰہ تعالیٰ اس کے کام کا ذمہ وار ہو جائے۔ اور اگر سات دفعہ استخارہ کرنے کے بعد اس کے دل کو اللّٰہ تعالیٰ اس طرف جھکا دے۔ تو پھر شوق سے انجمن میں داخل ہو۔ چنانچہ میں نے بھی اس اعلان کے پہلے خود کئی دفعہ استخارہ کیا۔ اور نہ صرف خود ہی کیا۔ بلکہ کئی ایک نیک اور صالح دوستوں سے بھی استخارہ کروایا۔ اور کئی دوستوں کو اس کی نسبت اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے بشارات بھی ہوئیں تب جاکر یہ کام میں نے شروع کیا۔ اور استخارہ وغیرہ کرلے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح سے بھی اجازت لی۔ چنانچہ اس انجمن کے وہ قواعد جن کی پابندی ہر ایک ممبر کو لازمی ہوگی۔ وہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور پیش کر کے اجازت حاصل کرلی گئی"۔ انصار اللّٰہ کے قواعد کا ذکر دوسری جگہ آجائے گا۔ مگر اس تحریر سے آپ کو معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ آپ کے دل میں ایک سوز اور ایک کرب تھا۔ جو آپ کو بے قرار کر رہا تھا۔ ایک آگ تھی۔ جو اندر ہی اندر کھا رہی تھی۔ آپ چاہتے تھے۔ کہ جماعت اشاعت سلسلہ میں منہمک ہو جائے اور جماعت میں وحدت و محبت پیدا ہو جائے۔ اور وہ سب **بنیان مرصوص** کی طرح ہو جائیں یہ چیز بچپن سے آپ کے اندر نمایاں نظر آرہی تھی۔ انجمن ہمدردان اسلام۔ انجمن تشحیذ الاذہان۔ انجمن ارشاد۔ انجمن انصار اللّٰہ۔ اور بعد میں بھی آپ کے منشا کے ماتحت جو انجمنیں معرض وجود میں آئیں۔ ان سب میں یہی منشا کام کر رہا تھا۔ اور آپ کی خلافت کے گذشتہ پچیس سال میں بھی یہی ایک چیز نمایاں ہے۔ کہ کسی طرح **دین کی اشاعت** ہو۔ اور دنیا اس نور کو دیکھے۔ جو اس زمانہ کے نبی اور مرسل کے ذریعے مخلوق کو ملا۔ آپ کے اس درد کا اظہار ان انجمنوں کے ذریعے اور ان مضامین کے ذریعے جو آپ نے لکھے۔ اور ان خطبات کے ذریعے جو آپ نے فرمائے اور ان نظموں کے ذریعے جو آپ نے وقتاً فوقتاً کہیں۔ ایک فوارہ کی طرح اچھلتا ہوا نظر آتا ہے۔ چنانچہ آپ اپنے کلام میں فرماتے ہیں ؎

مدت سے پارہ ہائے جگر کھا رہا ہوں میں
رنج و محن کے تیغے میں آیا ہوا ہوں میں
میری کمر کو قوم کے غم نے دیا ہے توڑ
کس ابتلا میں ہائے ہوا مبتلا ہوں میں
کوشاں حصول مطلب دل ہوں میں اسقدر
کہتا ہوں تم کو سچ ہمہ تن التجا ہوں میں
مجھ اپنے تن کا فکر ہے مجھ کو نہ جان کا
دین محمدی کے لئے مر رہا ہوں میں

دل اور جگر میں گھاؤ ہوتے جاتے ہیں کہ جب
چاروں طرف فساد پڑے دیکھتا ہوں میں
مرگ پسر پہ پیٹتی ہے جیسے ماں کوئی
حالت پہ اپنی قوم کے یوں پیٹتا ہوں میں
دل میرا ٹکڑے ٹکڑے ہوا ہے خدا گواہ
غم دور کرنے کے لئے گو ہنس رہا ہوں میں

پھر فرمایا:۔

شیطان سے جنگ کرنے میں جان تک لڑاؤنگا
یہ عہد ذات باری سے اب کرچکا ہوں میں
افسوس ہے کہ اس کو ذرا بھی خبر نہیں
جس سنگدل کے واسطے یاں مرمٹا ہوں میں
کہتا ہوں سچ کہ فکر میں تیری ہی غرق ہوں
اے قوم سن کہ تیرے لئے مر رہا ہوں میں
کیا جانے تو کہ کیسا مجھے اضطراب ہے
ایسا تپاں ہے سینہ کہ دل تک کباب ہے

اللّٰہ اللّٰہ کیا درد اور کیا قلبی کرب کا اظہار فرمایا ہے۔ یہ کوئی شاعرانہ تخیل نہیں تھا۔ بلکہ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہی جسے ایک فقرے میں یوں ادا کیا جاسکتا ہے۔ اسلام کے احیاء کے لئے اپنا سب کچھ قربان کردینا۔

دشمنوں کی ایک جماعت

میں اوپر کسی جگہ ذکر کر آیا ہوں۔ کہ آپ کے دشمنوں کی ایک جماعت پیدا ہو چکی تھی۔ ان کی اندرونی حاسدانہ کارروائیوں سے تنگ آکر ایک دفعہ اپنے کلام میں یوں ذکر فرمایا ؎

میرے دل پر رنج و غم کا بار ہے
حال خبر لیجے کہ حالت زار ہے
میرے دشمن کیوں ہوئے جاتے ہیں لوگ
مجھ سے پہنچا ان کو کیا آزار ہے

پھر فرمایا:۔

میری خواری سے ہیں سب بے خبر
جو ہے میرے درپئے آزار ہے
نکڑیں میں گھل گیا ہے میرا جسم
دل میرا اک کوہ آتشبار ہے

مسئلہ کفر اسلام

خواجہ صاحب اور ان کے ہم خیال دوستوں نے اس سال ایک جدید حملہ دانستہ یا نادانستہ کردیا۔ اور وہ یہ تھا۔ کہ انہوں نے اس امر کا اظہار کیا۔ کہ مسیح موعود پر ایمان لانا کوئی ضروری نہیں اور اس سے کفر مستلزم نہیں ہوتا۔ احمدیت کی ایک بڑی زبردست خصوصیت کو اس طرح بیک جنبش قلم مٹا دیا گیا۔

حضرت محمود اعظم

کو سلسلہ کے لئے خدا تعالیٰ نے پہلے دن سے ہی غیرت دی تھی۔ اور وہ سلسلہ کے مقابلہ میں کسی وجاہت کی پرواہ نہ فرماتے تھے۔ اور یہی آپ کی سیرت کا سب سے نمایاں پہلو ہے۔ کہ آپ سلسلہ کی حمایت اور سلسلہ کی حفاظت کے لئے دنیا کا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہے۔ اور سلسلہ کے مقابلے میں کسی پیاری سے پیاری اور محبوب سے محبوب ہستی کی بھی آپ کو پرواہ نہیں۔ خواجہ صاحب اگرچہ اس زمانہ میں سلسلہ کے ایک بڑے رکن تھے۔ اور عام طور پر کسی شخص کو جرأت نہ ہوسکتی تھی۔ کہ وہ ان کے کسی فعل کے خلاف آواز اٹھائے۔ مگر خدا تعالیٰ نے آپ کو حق و صداقت کے پہاڑ پر کھڑا کیا ہوا تھا۔ اس لئے آپ نے کسی چیز کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس وقت جماعت کی راہنمائی فرمائی۔ اور اس سحر کو پاش پاش کردیا۔ اور آپ نے ایک زبردست مضمون لکھکر عقدہ کشائی فرمادی۔ چنانچہ یہ مضمون الحکم ۱۴ ؍ مئی ۱۹۱۱ء میں شائع ہوچکا ہے۔ اور اس کا عنوان ہے

مسلمان وہی ہے جو سب ماموروں کو مانے

اگر آپ اس وقت راہنمائی نہ فرماتے۔ تو اندیشہ ہی نہیں بلکہ یقین تھا۔ کہ قوم آہستہ آہستہ عام لوگوں میں جذب ہو جاتی۔ پس آپ نے عین وقت پر قوم کی راہنمائی فرمائی۔ اور اس تلاطم خیز سیلاب میں ڈوبنے سے بچا لیا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کے شہر میں اتمام حجت

۶۔۷ ؍ مئی ۱۹۱۱ء کو بٹالہ کی انجمن نے پہلا جلسہ سالانہ کیا۔ اس جلسہ میں حضرت محمود اعظم کے بھی دو لیکچر ہوئے۔ ایک لیکچر "حقیقی مذہب کونسا ہے"۔ اور دوسرا "ضرورت امام" پر مضمون کیا تھا۔ اور اس کا اثر کیا ہوا۔ اس کے متعلق اب کچھ لکھنے اور کہنے کی اس لئے ضرورت نہیں کیونکہ یہ امر واضح ہو چکا ہے۔ کہ بولنے والا مؤید من اللّٰہ تھا۔ اور وہ روح القدس کی آواز سے بولتا تھا۔ سب سے اہم بات یہ ہے۔ کہ آپ نے مولوی محمد حسین بٹالوی اوّل المکفرین کے گھر میں پہنچکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائمقامی کا حق ادا کردیا۔ اور اتمام حجت کردی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ایک خواہش کو پورا کردیا

آپ کی ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے منہ سے نکلے ہوئے فقرے کو پورا کریں۔ اور اس طرح آپ کی چھوٹی سے چھوٹی خواہش کو پورا کردیں۔ ان میں سے ایک مثال میں اب پیش کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام۔ نے آپ کی آمین پر جو نظم لکھی۔ اس کا طرح مصرعہ یہ تھا:۔

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب حضرت صاحبزادہ میرزا شریف احمد صاحب۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی آمین پر مصرع یوں تھا:۔

سبحان الذی اخزی الاعادی

اس کے بعد حضور کا منشا مبارک تھا۔ کہ کسی آئندہ تقریب پر یہ مصرع رکھیں گے:۔

سبحان الذی اوفی الامانی

مگر خدا تعالیٰ کی مشیت اور تھی۔ اور آپ کو اس کا موقع نہ ملا۔ اس لئے حضور کی اس خواہش کے مطابق حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ صاحبہ کی آمین پر آپ نے آمین لکھی اور اسی مصرعہ پر سب نظم لکھکر حضرت اقدس واعلیٰ کی خواہش کو پورا کر دیا۔ اسی ایک چھوٹی سی خواہش پر ہم کو یہ اندازہ لگانے کا موقعہ مل گیا۔ کہ حضور حضرت اقدس واعلیٰ کی خواہشات کے پورا کرنے کے لئے آپ کے قلب میں کس قدر تڑپ ہے؟

الحکم کیلئے دس روپیہ فنڈ

اخبار الحکم حضرت مسیح موعود کے زمانے کا اخبار ہے۔ اور ۱۹۱۱ء میں آکر سخت مشکلات میں گھر گیا۔ آپ کو اس سے سخت تکلیف ہوئی۔ الحکم کو اس مشکل سے بچانے کے لئے آپ نے ایک دس روپیہ فنڈ جاری فرمایا۔ تاکہ الحکم اس مالی تنگی سے نجات حاصل کرکے پوری قوت سے جاری رہ سکے۔

۱۹۱۲ء کا آغاز

شروع سال میں ہی یعنی ۷۔جنوری ۱۹۱۲ء میں آپ نے انجمن انصار اللہ کے اصول و قواعد الحکم میں شائع فرما دیئے۔ میں اس جگہ انصار اللہ کے یہ قواعد شائع کر دیتا ہوں۔ اس لئے کہ ان میں بھی سیرت کے موضوع پر ایک بڑا مواد موجود ہے۔

اصول و قواعد اور ہدایات برائے انصار اللہ

برادران ضروری معلوم ہوتا ہے کہ انجمن انصار اللہ کے کام کو باقاعدہ چلانے کیلئے اس کے اصول و قواعد کو شائع کر دیا جائے۔ اور اسی طرح ممبران انجمن کے لئے ضروری ہدایات بھی چھاپ دی جائیں۔ تاکہ انصار اللہ میں کام کرنے میں سہولت ہو۔ اور آئندہ کسی کو عذر نہ رہے۔ کہ مجھے قواعد سے واقفیت نہ تھی۔ اس انجمن کی بنیاد ابتدائے ۱۹۱۱ء میں ایک خواب کی بناء پر حضرت خلیفۃ المسیح کے مشورہ اور اجازت سے رکھی گئی۔ اور اس کے ممبران کے لئے مندرجہ ذیل دس قواعد مقرر کئے گئے۔ جن کا پابند ہر ایک ممبر انجمن کو ہونا لازمی ہوگا۔

(۱) اس مجلس کے ہر ایک ممبر کا فرض ہوگا۔ کہ حتی الوسع تبلیغ کے کام میں لگا رہے۔ اور جب موقع ملے۔ اس کام میں اپنا وقت صرف کرے۔ جو اپنے گاؤں یا شہروں میں کر سکیں وہاں کریں۔ اور جنہیں زیادہ موقعہ ملے اور علاقہ میں بھی۔

(۲) ہر ایک ممبر کا فرض ہوگا۔ کہ قرآن اور حدیث کے پڑھنے اور پڑھانے میں کوشاں رہے۔

(۳) ہر ایک ممبر کا فرض ہوگا۔ کہ سلسلہ احمدیہ کے افراد کی آپس میں صلح اور اتحاد پیدا کرنے میں کوشاں رہے۔ اور لڑائی جھگڑوں سے بچے۔ خصوصاً جب کہ آپس میں کوئی جھگڑا ہو۔ تو خود فیصلہ کر لیں ورنہ حضرت خلیفۃ المسیح سے دریافت کرلیں۔

(۴) ہر ایک قسم کی بدظنیوں سے بچے۔ جو اتحاد و اتفاق کو کاٹتی ہیں۔

(۵) ہر ماہ کے آخر میں وہ مجھے یا جس کے یہ کام سپرد ہو اطلاع دیں۔ کہ انہوں نے اس ماہ میں کیا کام کیا۔

(۶) اس مجلس کے ممبر آپس میں رشتہ اتحاد پیدا کرنے کے لئے کوشاں رہیں۔ اور تعلق بڑھانے کے لئے ایک دوسرے کے لئے دعا کریں۔ اور حدیث صحیحہ کے مطابق جو قریب کے دوست ہوں۔ ایک دوسرے کی دعوت کریں۔ اور اور تحادوا تحابوا پر عمل کریں۔ اور عام طور سے عموماً اور ممبران سے خصوصاً ہمدردی ظاہر کریں اور بوقت مشکلات مدد کریں۔

(۷) تسبیح و تحمید میں کوشش کریں۔ اور چونکہ رسول کریم کے لاکھوں کروڑوں احسانات ہیں۔ ان پر کثرت سے درود بھیجیں۔ اور نماز کے علاوہ درود پڑھنے کے وقت خلف ٹم کا لفظ بڑھا کر خصوصیت سے حضرت مسیح موعود کو مدنظر رکھیں۔

(۸) نمازیں باجماعت پابندی اوقات سے ادا کریں۔ اور نوافل صلوٰۃ و صدقہ اور روزہ کے لئے بھی کوشش کریں۔ کیونکہ ترقیات روحانی نوافل سے ہوتی ہیں

(۹) گورنمنٹ انگریزی چونکہ نہایت منصف اور عادل گورنمنٹ ہے۔ اور اسلام کے احکام کے ماتحت ہم پر اس کی اطاعت مدد فرض ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کا بھی ہمیشہ یہی ارشاد رہا ہے۔ اس لئے اس انجمن کے کل ممبران کا فرض ہوگا۔ کہ گورنمنٹ کی وفاداری پر ہمیشہ قائم رہیں۔ اور لوگوں میں بھی اس بات کے پھیلانے کی کوشش کریں۔ اور ہر ممکن موقع پر گورنمنٹ کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھے۔

انجمن انصار اللہ وقتاً فوقتاً جو کام کریگی اس کے لئے ضروری ہوگا۔ کہ کل ممبران امیر مجلس کے فیصلہ پر عمل کریں۔ جو کہ ممبران مجلس سے مشورہ کرکے اس پر عمل کرے گا۔ جس پر اس کو اللہ قائم کرے۔ اور یہ ضروری نہیں۔ کہ کثرت رائے پر ضرور ہی عمل کیا جائے

چونکہ تبلیغ کے لئے علم قرآن و حدیث کا ہونا از بس ضروری ہے۔ اس لئے اس انجمن کے ممبران حسب موقع و فرصت قادیان آکر ان علوم کے سیکھنے کی کوشش کریں۔

انصار کو چاہیئے۔ کہ باہم ملاقات کثرت سے کریں۔ کسی شہر میں جائیں۔ تو وہاں کے انصار کو تلاش کرکے ملیں۔ خواہ ہرج ہی ہو اگر ریل میں سفر کر رہے ہیں۔ تو جو اسٹیشن رستے میں آتے ہوں وہاں کے انصار کو اطلاع دیں تاکہ وہ اسٹیشن پر آکر مل جاویں۔ انصار سفر میں حتی الوسع انصار کے پاس ٹھہریں۔ ملیں تو صحابہ کی طرح دینی گفتگو کرکے ایمان تازہ کرلیں۔ اعتراض حل کریں۔ اور علمی افادہ ایک دوسرے سے حاصل کریں۔ خانگی امور میں باہم مشورہ طلب کر لیا کریں۔ مگر یاد رہے کہ مشورہ قبول کرنا فرض نہیں ہوتا۔ ہاں جب کسی بزرگ سے مشورہ لیا جائے۔ تو اس پر ضرور عمل کرنا چاہیئے باہم دعوتیں کیا کرو۔ اور تمہارا باہم سلوک ایسا ہو۔ کہ جیسا سگے بھائیوں کا ہونا چاہیئے۔

تمام انصار ایک ماہوار رپورٹ بھیجا کریں۔ جس میں مندرجہ ذیل امور کے متعلق اطلاع ہو درس و تدریس۔ قرآن و حدیث کا کس طرح ہوا کتنا پڑھا یا پڑھایا۔ قرآن کے اپنی رائے سے معنی کرنے میں جرأت نہیں کرنی چاہیئے۔ بغیر سند کے معنی کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ کیا تبلیغ کی؟ کیا نتیجہ نکلا؟ تبلیغ کا کیا کیا موقع ملا۔ مہینے میں کس کس بھائی سے ملاقات کی۔ اور محبت بڑھائی کتنے لیکچر دیئے۔ تبلیغ میں کون کون سا فرقہ کہاں کہاں اڑتا تھا۔ خاص فرقوں کے اعتراضوں کے کیا جواب دیئے۔ خاص مذاہب یا فرقوں پر کون سے اعتراضات کارگر ہوئے۔ کیا مشکلیں پیش آئیں وغیرہ۔

انجمن کی کارروائی کو باقاعدہ اور چست کرنے کے لئے سال میں ایک دفعہ انصار اللہ قادیان میں اکٹھے ہوں گے۔ اور ترقی تبلیغ پر ضروری گفتگو ہوگی۔ اور آپس کی ملاقات کرکے ایک دوسرے سے واقفیت پیدا کریں گے۔ سلسلہ کے متعلق مختلف کتب کا سال میں ایک دفعہ امتحان ہوا کرے گا۔ تاکہ احباب کو ضروری مسائل سے واقفیت پیدا ہو۔ کتب نصاب کی پہلے سے اطلاع دیدی جایا کرے گی اور جو صاحب امتحان میں شامل ہونا چاہیں وہ اپنا اپنا نام لکھوا دیا کریں گے۔ جس ممبر کی کوشش سے کوئی شخص احمدیت میں داخل ہو۔ وہ اس شخص کا مفصل پتہ مجھے لکھ دیا کریں۔ تاکہ اس کا نام رجسٹر میں لکھ لیا جایا کرے۔ تا معلوم ہو۔ کہ انصار اللہ کے کام کا کیا نتیجہ ہوا۔ یہ نام حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور بھی پیش کئے جایا کریں گے۔

آخر میں اپنے دوستوں کو اس بات کی نصیحت کرتا ہوں۔ کہ یہ وقت کام کرنے کا ہے سست بیٹھنے کا نہیں۔ یہ دنیا فانی ہے۔ اور آخر میں سب نے اس دنیا کو چھوڑ کر دار آخرت کی طرف جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہم پر اس قدر احسان ہیں۔ کہ اگر ان کو گنا چاہے تو ناممکن ہے۔ اس پیارے آقا محسن رب کی دلربا ذات کی طرف قسم قسم کے عیوب منسوب کئے جا رہے ہیں۔ پس اٹھو اور کمر ہمت باندھو۔ اور جس طرح تم سے ہو سکے اس کی حقیقی تصویر دنیا کے سامنے پیش کرو۔ اگر تم نے اپنا نام انصار اللہ رکھ لیا۔ تو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ کام انصاروں کے کرو۔ تا خدا کی رضا تمہارے شامل حال ہو۔ اور اس کے رجسٹر میں تمہارا نام انصار اللہ میں لکھ لیا جائے۔ میرے دوستو! خدا کی رضا ایک ایسی چیز ہے جو اس قابل ہے۔ کہ اس کی جستجو کیجائے ورنہ یہ دنیا کے مال و اسباب تو محض ناکارہ اور ہلاک ہو جانے والی چیزیں ہیں۔ وہ شخص ہلاک ہو گیا کہ جس نے دنیا کے خزانے جمع کرنے میں اپنا وقت خرچ کر دیا۔ اور ہمیشہ زندگی پا گیا وہ شخص جو رحمت الٰہی کے سایہ میں آ گیا۔ والسلام

(خاکسار میرزا محمود احمد)

حضرت خلیفہ اوّل بھی انصار اللہ کے ممبر ہو گئے تھے اور اس میں اس امر کی طرف اشارہ تھا۔ کہ میں جو تم سب کا امام ہوں محمود اعظم کے ماتحت کام کرنا پسند کرتا ہوں۔ یہ اس لئے کہ تم سب جان لو اس کے پیچھے چلنا ہی خدا کی رضا کا باعث ہے۔

آپ کا ایک دینی سفر

۱۹۱۲ء میں آپ نے مدرسہ احمدیہ کے علمی معیار کو بلند کرنے کے خیال سے ایک سفر اسلامی مدارس کے دیکھنے کے خیال سے ہندوستان کا فرمایا۔ آپ کے ساتھ بزرگان دین کی ایک جماعت تھی۔ جن کے حسب ذیل اسماء تھے۔ حضرت فضل و عمر۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی۔ حضرت سید سرور شاہ صاحب۔ حضرت قاضی امیر حسین صاحب مرحوم۔ حضرت حافظ روشن علی صاحب۔ سید عبد الحی صاحب عرب۔

یہ وفد ۳۰ اپریل ۱۹۱۲ء کو قادیان سے روانہ ہوا۔ روانگی سے قبل وفد حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے حضور اجازت اور دعا کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے حضرت فضل عمر کو اس وفد کا امیر مقرر فرمایا۔ اور قیمتی نصائح فرمائیں۔ جن میں یہ بھی تھا۔ کہ وفد کے ممبر کوئی کام حضرت محمود اعظم کی اجازت بغیر نہ کریں۔ اس وفد نے حسب ذیل مقامات کا معائنہ کیا۔ گروکل لکھنؤ۔ کانپور۔ رامپور۔ امروہہ۔ دہلی۔ دیوبند سہارنپور۔ یہ وفد اس لمبے سفر سے ۲۹ مئی کو واپس آیا۔

انگلش ویئر ہاؤس کی بنیادی اینٹ

۱۵۔ جون ۱۹۱۲ء کو جناب شیخ رحمت اللہ صاحب نے انگلش ویئر ہاؤس کی بنیادی اینٹ رکھوانی تھی۔ انہوں نے حضرت خلیفہ اوّل کو اس کے لئے لاہور آنے کی دعوت دی۔ صاحبزادگان کو بھی دعوت دی۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح جاتے ہوئے حضرت والا صاحب قبلہ کو بھی یہ کہکر ساتھ لے گئے۔ کہ اگرچہ انہوں نے نہیں بلایا۔ مگر آپ میرے خرچ پر میرے ساتھ چلیں"

۱۵۔ جون کو شام کے ۶ بجے بنیاد رکھنے کی تقریب عمل میں آئی۔ اینٹیں یوں رکھی گئیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے پہلی اینٹ خود رکھی۔ دوسری حضرت محمود اعظم نے۔ تیسری صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب۔ چوتھی میرزا شریف احمد صاحب۔ پانچویں نواب محمد علی خاں صاحب نے۔ اور فرمایا۔ کہ اسوقت ہم حضرت صاحب کے خاندان کے پانچ آدمی موجود ہیں" یعنی خود اور صاحبزادگان اور نواب صاحب۔

اب ٹھنڈے دل سے غور کرنے والے احباب غور کریں۔ کہ یہ اشارہ کس طرف تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح کس طرح حضرت محمود اعظم کو آگے آگے کر رہے تھے۔ اور پھر ہر بات میں۔ حتیٰ کہ جب آپ تقریر کرنے لگے۔ تو آپ نے تینوں صاحبزادگان اور نواب صاحب کو آگے بلایا۔ اور کرسیاں منگوائیں۔ اور بیٹھنے کے لئے فرمایا۔ صاحبزادگان اور نواب صاحب کو تامل ہوا

تو آپ نے فرمایا۔

"میں تو تمہاری خدمت کرتا ہوں۔ اور تمہارا ہی کام کر رہا ہوں۔ تمہارے باپ جو میرا محسن ہے اور آقا ہے۔ میرے دل میں بڑی عظمت ہے۔ آپ بیٹھ جائیں "

مدرسہ تعلیم الاسلام کی عمارت کا سنگ بنیاد

اسی سال کے آخر میں مدرسہ تعلیم الاسلام کا سنگ بنیاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح اوّل نے اپنے ہاتھ سے رکھا۔ اور پھر دوسری اینٹ حضرت فضل عمر کے ہاتھ سے اور تیسری حضرت میرزا بشیر احمد صاحب کے ہاتھ سے۔ پھر چوتھی اینٹ حضرت میرزا شریف احمد صاحب کے ہاتھوں سے رکھوائی اور اس طرح اس قیمتی عمارت کو بھی یہ فخر حاصل ہوا۔ کہ وہ ابناء فارس کے مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی۔

حضرت فضل عمر کا سفر مصر و حج

مدرسہ احمدیہ کی اصلاح اور ترقی کے سلسلہ میں آپ کا خیال تھا۔ کہ آپ مصر میں جا کر عربی مدارس کا معائنہ فرمائیں۔ اور مدرسہ کا معیار تعلیم بلند فرماویں اس سفر کے لئے آپ نے حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح اوّل اور حضرت ام المومنین ایدہا اللہ بروح القدس سے بھی اجازت لے لی۔ ۲۳ ستمبر ۱۲ء کو مدرسہ احمدیہ کے صحن میں ایک شاندار پارٹی ہوئی۔ اس جلسہ کے صدر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل تھے۔ طلباء کی طرف سے خاکسار محمود احمد عرفانی نے ایڈریس پڑھا اور اساتذہ کی طرف سے مولانا نیرؔ صاحب نے ایڈریس پیش کیا۔ مولوی احمد بخش صاحب نے ایک نظم پڑھی۔ جس کا پہلا شعر یوں تھا ؎

ہو رہی ہیں مصر کی تیاریاں
چل رہی ہیں میرے دل پر آریاں

اس موقعہ پر آپ نے دو قیمتی مکتوب انجمن انصاراللہ کے نام لکھے۔ جو الحکم ۷/۱۴ ستمبر ۱۹۱۲ء کو شائع ہوئے اور اس سفر کے متعلق قیمتی مضامین آپ تحریر فرماتے رہے۔ جو الحکم اور بدر میں شائع ہوتے رہے۔ پورٹ سعید پہنچنے پر آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام رویا میں ملے۔ اور آپ کو فرمایا۔ کہ آپ حج کو چلے جائیں۔ چنانچہ آپ نے مصر کے اندرونی شہروں میں جانے کا ارادہ ترک فرما کر اسی وقت پہلے جہاز میں حج کو تشریف لے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد ایسے حالات پیدا ہوئے کہ پھر اور کوئی جہاز اس کے بعد حجاز کو نہ گیا۔ اور واپسی کے وقت ایسی دشواریاں پیدا ہوئیں۔ کہ آپ مصر نہ جا سکے۔ اور واپس قادیان تشریف لے آئے۔

حج سے واپسی

سفر حج سے ۱۲ جنوری ۱۹۱۳ء کو آپ واپس تشریف لائے۔ راستہ میں مختلف جماعتوں نے آپ کا استقبال کیا۔ لاہور میں آپ اترے۔ وہاں زبردست استقبال ہوا۔ اسٹیشن پر لوگ اس زبردست استقبال کو دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ خاکسار راقم الحروف اس تقریب پر لاہور گیا ہوا تھا۔ ایک خیر مقدم میں نے شائع کیا تھا جو بکثرت لاہور۔ امرت سر۔ کے اسٹیشنوں پر تقسیم کیا۔ احمدیہ بلڈنگ کی مسجد میں میں نے اس خیر مقدم کو پڑھا۔ اس ایڈریس میں ایک فقرہ پنجابی زبان میں تھا۔ کہ لڑ لگے دی لاج رکھ لینا۔ جب اختلافات کا آغاز ہوا۔ تو اعتراض کرنے والوں نے اس فقرے پر بھی خوب کاغذ سیاہ کئے اور لکھا کہ یہ پیر پرستی کی ابتدا تھی۔

الغرض

لاہور سے آپ قادیان کے لئے روانہ ہوئے۔ اس وقت گاڑی بٹالہ تک تھی۔ آپ نے امرت سر کے بعد ایک ایک اسٹیشن کا انتظار بے قراری سے کیا اور بٹالہ آنے سے قبل وضو کر لیا۔ بٹالہ پر بے شمار افراد جماعت حضرت ام المومنین اطال اللہ حیاتہا اور حضرت ام ناصر احمد صاحب اور خاندان کے دیگر افراد موجود تھے یہ پرشان و شوکت قافلہ قادیان کو روانہ ہوا۔ اور نہایت جوش و خروش سے قادیان میں داخل ہوا۔ آپ کی واپسی پر میں نے اور مدرسہ احمدیہ کے طالبعلموں نے بڑے جوش خروش سے ایک کمرے کو سجایا۔ پارٹی دی۔ ایڈریس پڑھا۔ کمرے کی دیواروں پر خوبصورت کاغذ پہ یہ شعر چھاپ کر آویزاں کیا گیا ؎

آمد محمود پر ہیں بلبلیں نغمہ سرا
یا سیدی اھلاً و سھلاً مرحبا

یہ شعر مولوی احمد بخش صاحب نے لکھا تھا۔ اور میں نے انوار احمدیہ پریس میں چھپوایا تھا۔ اس تقریب پر میں نے بھی ایک ایڈریس پڑھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل موجود تھے۔ میرا ایڈریس ان کو اس قدر پسند آیا۔ کہ جلسہ ختم ہونے کے بعد آپ نے مجھے اپنی آغوش شفقت میں لیتے ہوئے میرا ماتھا چوم لیا۔

ایک مالاباری شاعر آپ کی مدح میں

مولوی کنجی احمد مالاباری حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے زمانہ میں قادیان آیا تھا۔ مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی کی طرح اس نے بھی ایک قصیدہ عربی زبان میں آپ کی مدح میں لکھا تھا۔ یہ شخص بعد میں اپنے تکبر کی وجہ سے مرتد ہو گیا تھا۔ ذیل میں اس کے چند اشعار درج کرتا ہوں ؎

رویت من ردیۃ المحمود متصفاً
بنعت والدہ المرئی جمعلیلُ

قد فاق فی العلم والانوار ساطعۃٌ
من وجہہ دھو فی الرحمٰن متبولُ

اذا داہ سلیم القلب یعرفہٗ
ولیس یعرفہ قوم خرابیلُ

اکرم بہ وابیہ المرتضی وبہ
کل الکرام بیاھی والبراغیل

لہ بدائع کتب کالخیام علت
مع البیان معانیھا عطابیل

ماکان اجملہ بدأً واکملہ
ختماً وطاب حلولہ ثم راحیل

آپ کی ایک دعا اور اس پر مداومت

بچپن ہی سے آپ کے قلب میں نور ایمان کی تخم ریزی کی گئی تھی۔ اور آپ کو علم و بصیرت عطا کیا گیا تھا۔ اس لئے آپ نے گیارہ سال کی عمر میں ایک جامع دعا خدا سے مانگی۔

"اسلام کا جو کام بھی ہو۔ میرے

میرے ہاتھ سے ہو۔ پھر اتنا ہو کہ قیامت تک کوئی زمانہ ایسا نہ ہو۔ جس میں اسلام کی خدمت کرنے والے میرے شاگرد نہ ہوں "

اس ایک دعا سے ہی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اسلام کی خدمت کا کس قدر جوش آپ کے سینے میں موجزن تھا۔ اللہ اللہ گیارہ سال کی عمر میں اسلام کے لئے یہ تڑپ اور یہ مقام بصیرت کہ آپ نے خدا تعالیٰ سے یہ دعا کی۔ کہ اب کوئی زمانہ ایسا نہ گذرے جبکہ میرے شاگرد خدمت دین کرنے والے نہ ہوں۔ دراصل یہ دعا خود اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھلائی تھی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ خود آپ کو اس مقصد عظمیٰ کے لئے تیار کر رہا تھا۔ اور یہی وہ انسان تھا۔ جس کے لئے خدا کے وعدے مقدر ہو چکے تھے۔ اور خدا کا نبی مسیح موعود یوں فرما چکا تھا ؎

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا میں اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا یہ اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کا ادب

حضرت محمود اعظم کا معمول تھا۔ کہ جب آپ حضرت خلیفہ اوّل کے سامنے آتے تو کبھی آلتی پالتی مار کر نہ بیٹھتے۔ کبھی بلند آواز سے گفتگو نہ کرتے۔ ہر کام میں حضرت خلیفۃ المسیح سے اجازت اور اذن حاصل کرتے۔ وہ اطاعت کا کامل اور مکمل نمونہ تھے اتنی اطاعت کہ کسی اور مرید کو اس کے برابر اطاعت کرنے کا موقع میسر نہ ہوا۔ اس طرح آپ نے خود مرید ہو کر اور اپنے مرشد کی کامل اطاعت کر کے یہ بتلا دیا۔ کہ اطاعت امام کا مقام یہ ہے۔

الحکم کا احیاء آپ کے ہاتھوں

۱۹۱۳ء کا سال الحکم کے لئے بہت مشکلات کا سال تھا۔ اس سال صرف چند پرچے شائع ہوئے تھے۔ کہ الحکم بند ہو گیا۔ اور اس کے دوبارہ جاری ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کو اس امر کا سخت صدمہ تھا۔ ۱۹۱۴ء کے شروع میں آپ نے اپنی وفات سے چند ہفتہ پیشتر حضرت محمود اعظم کو فرمایا:۔ کہ:۔

"میاں الحکم کا کوئی انتظام نہیں ہو سکتا"

اس کے جواب میں حضرت محمود اعظم نے کوئی عذر نہیں کیا۔ اور کسی قسم کی معذرت کرنی سوء ادبی خیال فرمائی اور فرمایا۔ کہ:۔

"ہو جاتا ہے"

اور دوسرے ہی دن کاغذ کے لئے روپیہ بھیج دیا۔ اس طرح الحکم ۱۹۱۴ء میں پھر زندہ ہو گیا۔ اور الحکم کا پہلا پرچہ ۲۸ فروری ۱۹۱۴ء کو اس سرخی سے شائع ہوا۔

"الحمد للہ الذی احیانا بعدما

اماتنا والیہ النشور"

اس طرح حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے اپنی وفات سے چند ہفتے پیشتر الحکم کو ہونے والے خلیفہ اعظم کے سپرد فرما دیا۔

حضرت خلیفہ اوّل کی وصیت

۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو حضرت خلیفہ اوّل کی حالت بہت نازک ہو گئی۔ آپ نے چند اکابرین کے سامنے اپنی وصیت لکھدی۔ اور مولوی محمد علی صاحب کو تین مرتبہ پڑھ کر سنانے کو فرمایا۔ اور اس کے بعد یہ وصیت نواب صاحب کے سپرد کر دی۔ کہ وہ اس کو محفوظ رکھیں۔ وہ وصیت حسب ذیل تھی:۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خاکسار بقائمی حواس لکھتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ میرے بچے چھوٹے ہیں۔ ہمارے گھر میں مال نہیں۔ ان کا اللہ حافظ ہے۔ ان کی پرورش یتامیٰ اور مساکین سے نہ ہو۔ کچھ قرضہ حسنہ جمع کیا جائے۔ لائق لڑکے اس کو ادا کریں۔ یا کتب جائداد وقف علی الاولاد ہو۔

میرا جانشین

متقی ہو۔ ہر دل عزیز ہو۔ عالم باعمل ہو۔ حضرت صاحب کے پرانے اور نئے احباب سے سلوک۔ چشم پوشی۔ درگذر کو کام میں لاوے میں سب کا خیر خواہ رہا تھا۔ وہ بھی خیر خواہ رہے قرآن و حدیث کا درس جاری رہے۔ والسلام

نور الدین ۴ مارچ ۱۹۱۴ء"

وفات حضرت خلیفۃ المسیح اوّل

اس وصیت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اوّل ۱۳ مارچ ۱۹۱۴ء کو بعد دوپہر ۲ بجکر ۲۰ منٹ پر .... اس جہان فانی کو چھوڑ کر رفیق اعلیٰ میں جا پہنچے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد جماعت پر پھر ایک نازک گھڑی آئی۔ اور دور خلافت اولیٰ ختم ہو گیا۔

خلافت ثانیہ کا آغاز

جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر ایک شدید بیرونی فتنہ اٹھا۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی وفات پر ایک شدید ترین اندرونی فتنہ اٹھا۔ قبل اس کے کہ میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی کی خلافت کے زمانہ کے حالات پر کچھ لکھوں۔ میں کچھ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی وفات اور اس اندرونی فتنہ کا بھی ذکر کر دینا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ آئندہ اس فتنہ کا تعلق خلافت ثانیہ کی تاریخ سے وابستہ رہے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی وفات کا اعلان

سلسلہ کے مختلف اخباروں میں خلیفۃ المسیح اوّل کی وفات کا اعلان ہوا۔ اخبار الحکم میں آپ کی وفات کا مفصل تذکرہ شائع کر دیا گیا تھا۔ دیکھو الحکم ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء)

اس اعلان میں خلیفہ اوّل کی وفات اور حضرت خلیفہ ثانی کے انتخاب کا ذکر ہے۔ مگر حضرت خلیفہ اوّل کی وفات سے قبل جبکہ آپ مرض کی شدت میں تھے۔ مولوی محمد علی صاحب نے ایک ضروری اعلان لکھا۔ اور اسے چھپوا کر لاہور میں تیار رکھا۔ جب آپ کی وفات ہوگئی۔ تو بذریعہ تار مختلف جماعتوں کو اطلاع دی گئی۔ اور جماعتوں کے نمائندے قادیان میں آنے لگے۔ راستہ میں امرت سر اور لاہور اور بٹالہ کے اسٹیشنوں پر یہ ضروری اعلان تقسیم ہونے لگا۔ اس اعلان میں خلافت کے قیام کی مخالفت کی گئی تھی۔ چنانچہ لکھا کہ:۔

"دوسری بات جس طرف میں اپنے احباب کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی حکم وصیّت یا کسی دوسری جگہ ہرگز ہرگز ایسا نہیں پایا جاتا جس کی رُو سے ان لوگوں کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ہاتھ پر سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ **دوبارہ کسی شخص کی بیعت کی ضرورت ہو۔**"

(ضروری اعلان صـ۷)

پھر لکھا کہ:۔

"پس دوسری بات جو میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ جو لوگ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہیں۔ ان کو بار بار ازسرِنو کسی شخص کی بیعت کی ضرورت نہیں۔"

تیسری بات جو میں آپ کو ضروری طور پر ..... پہنچانی چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے۔ کہ مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے قائم کیا۔ اپنی وصیّت میں اسے اپنا جانشین قرار دیا۔ اس کے لئے دعائیں کیں۔" صـ۱۲

پھر لکھا:۔

"اس انجمن کو توڑنے کے لئے حضرت خلیفہ ... المسیح اوّل کے ابتدائی ایّام میں بڑی بڑی کوششیں کی گئیں۔ اور آخری کوشش بڑے زور شور سے یہ کی گئی۔ کہ قواعد میں اس امر کو درج کیا جائے۔ کہ جو کوئی خلیفہ ہوا کرے۔ اس کے تمام فیصلے انجمن کے لئے قابل تعمیل ہوں۔ اور وہ انجمن کے ممبروں میں سے جس کو چاہے نکال دیا کرے۔ اور جسے چاہے داخل کر لیا کرے۔ جو دراصل انجمن کے توڑنے کے ہی ہم معنی ہے۔ میں قوم کو اس خطرناک عنصر کے ارادوں اور منصوبوں سے صفائی سے اطلاع دیتا ہوں۔ کہ اگر اسبات کو پھر اٹھایا جائے۔ تو ساری قوم کا فرض ہے کہ اس کا زور سے مقابلہ کرئے۔" صـ۱۴ و ۱۵

پھر لکھا کہ:۔

"یہ چوتھی بات مسئلہ کفر و اسلام میں خدا سے ڈر کر منہ سے لفظ نکالو۔" صـ۱۶

پس ضروری اعلان کی غرض خلافت کا استیصال تھا اور منکرین نبوّت مسیح موعود علیہ السلام کو کامل الایمان مومن قرار دیا جانا

یہ ایک سازش تھی

میں پہلے ایک دو جگہ اشارہ کر آیا ہوں۔ کہ اندر ہی اندر ایک جماعت مخالفوں کی پیدا ہو چکی تھی۔ یہی وہ جماعت تھی۔ اس جماعت کی کارگذاریاں تو بہت ہیں۔ میں تفصیل سے ان کا ذکر نہ کر سکوں گا۔ مگر اس قدر ذکر کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔ کہ ان لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے زمانہ میں بھی متعدد کارہائے نمایاں کئے تھے۔ مثلاً ریویو آف ریلیجنز سے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ذکر کو اڑا دینے کی تجویز کی۔ لنگرخانہ کے انتظام پر اعتراضات کئے۔ حضرت ام المومنین کے زیورات اور کپڑوں پر اعتراضات کئے۔ مجلس کارپرداز مصالح قبرستان کے بننے کے وقت خواجہ صاحب کی حالت یہ تھی۔ کہ خوشی سے اچھل اچھل پڑتے تھے اور مولوی محمد علی صاحب کے کمرے میں اپنی ران پر ہاتھ مار مار کر کہتے تھے۔ کہ:۔

"**مولوی صاحب آپ کو مزہ نہیں آیا۔ میرزا نے ایک قلم کے ساتھ آپ کی سلطنت بنا دی۔**"

پھر کہا کہ:۔

"**مگر یہ کام آپ کا ہے۔ اسکو شخصی ہونے سے بچالو۔ اور جمہوری بنالو۔**"

چنانچہ انجمن کی آئندہ مالی آمد کو اپنے تصرف سے صرف کرنے کا خیال ایسا تھا۔ کہ جس کی وجہ سے جماعت کے سب کاروبار کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے تھے۔ اور یہی نہیں۔ بلکہ پیش آمدہ خطرات کی بناء پر طرح طرح کی سکیمیں سوچتے رہتے تھے۔ اسی لئے انجمن کے لائف ممبر بنے۔ اور اسی لئے انجمن کو رجسٹرڈ باڈی بنایا گیا۔ حضرت اقدس نے اس انجمن کے چالیس ممبر تجویز کئے۔ اور حضرت خلیفہ اوّل کی رائے چالیس ممبروں کے برابر رکھی۔ مگر خواجہ صاحب نے اس کی بھی مخالفت کی۔ اور حضرت کو کہا۔ کہ حضور ابتدا میں تھوڑے ممبر چاہیئے۔ اس لئے کہا ہوں۔ اور مولوی صاحب تو پریذیڈنٹ ہوں گے۔ انکی رائے بہرحال زیادہ وزنی ہوتی ہے۔ اس طرح اس امر میں بھی مخالفت کی۔

پھر ان لوگوں نے حضرت میر ناصر نواب پر بھی اسی قسم کے اعتراض کئے۔ چنانچہ بابو محمد صاحب لدھیانوی کا واقعہ مشہور ہے۔ کہ اسے خواجہ صاحب نے باغ میں لے جا کر کہا:۔

"**دیکھو بابو صاحب کس طرح قوم کا روپیہ تباہ ہو رہا ہے۔ لنگر کی روٹیاں مالیوں کو دی جاتی ہیں۔ اور اوجڑیاں اور گوشت کتّوں کو ڈالا جاتا ہے۔**"

اس قسم کے پراپیگنڈے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بابو محمد سلسلہ سے بدظن ہو کر الگ ہوگیا۔

اس طرح حضرت اقدس کے زمانہ میں ان لوگوں کی زندگی ان سازشوں میں گذر گئی۔ کہ کسی طرح وہ صدر انجمن کے اموال کو اپنے قبضہ میں کرلیں۔

آپ کی وفات کے بعد

خلافت اوّل کے زمانے میں خلیفہ کے اقتدار کو کم کرنے کے لئے منصوبے کئے گئے۔ خلیفہ کو انجمن کے ماتحت بنانے کی سازشیں کی گئیں۔ آپ کو معزول کرنے کی فکر کی گئی۔ طرح طرح کی گستاخیاں کی گئیں۔ یہ خلاصہ ہے ان کاموں کا جو اس جماعت شرذمہ نے سرانجام دیئے۔ خلافت اولیٰ میں اس قدر فتنہ انگیزیاں ہوئیں۔ کہ ان کی تفصیل چھوڑ اجمال بھی میں پیش نہیں کر سکتا۔

مگر مختصراً

اس قدر لکھتا ہوں۔ کہ پہلے دن ہی سے وہ خلافت کے قائل نہ تھے۔ مگر ان کا خیال تھا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل بڈھے ہیں۔ چند روز کے مہمان ہیں۔ اس طرح ہم ان کی زندگی میں آئندہ صدر انجمن کو لوگوں کا پیشوا بنائیں گے۔ اور ان کو یہ بھی خیال تھا۔ کہ خلیفہ اوّل ہمارے مقاصد کے راستہ میں روک نہ ہوں گے۔ مگر آپ نے پہلے ہی دن فرمایا۔ کہ:۔

"**اب تمہاری طبیعتوں کا رُخ خواہ کسی طرف ہو۔ تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی۔**"

یہ ان کے خیالات کے خلاف بات ہوئی اور ایک ضرب کاری خیال کی گئی۔ اس لئے اسی دن سے لاہور میں منصوبے ہونے لگے۔ کہ خلیفہ کو انجمن کے ماتحت کیا جائے۔

سنہ ۱۹۰۸ء کے سالانہ جلسہ میں اس منصوبہ کو عملی صورت دینے کے لئے یہ تجویز کی گئی۔ کہ لاہوری دوستوں کی تقریریں بکثرت ہوں۔ اور سب یہی درس دیں کہ جو کچھ ہے انجمن ہے۔ اس فتنہ کا انداز بعض فدایانِ خلافت نے لگا لیا تھا۔ چنانچہ حضرت والد صاحب قبلہ کا بھی ایک لیکچر تھا۔ اس لیکچر کا عنوان تھا

نظام قومی

اس لیکچر کو روکنے کی بہت سعی کی گئی۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اس لیکچر کو قبل از وقت پڑھنے کی کوشش کی گئی۔ پہلے تو کامیابی نہ ہوئی۔ مگر نواب صاحب قبلہ کے ذریعے اس میں بھی کامیابی ہوگئی۔

اس لیکچر کا خلاصہ

یہ تھا۔ کہ جو کچھ ہے۔ خلافت ہی ہے۔ یہ لیکچر بھی خفیہ منصوبے کرنے والوں کے لئے ایک کاری حربہ ثابت ہوا۔

حضرت محمود اعظم سے عداوت کا بیج

اس سال حضرت محمود اعظم نے پہلا لیکچر دیا۔ یہ لیکچر کیا تھا۔ حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا:۔

"**صاحبزادہ صاحب ہیں۔ تم نے ان کی نظم اپیل کو سنا۔ ان کے دل میں حق کا جوش ہے۔ وہ بڑے ہونہار ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں نظرِ بد سے بچائے۔" (آمین) میں نے ان کی نظم سن کر رو رو کر سجدے میں دعا کی ہے۔ ان کے اندر اس قدر جوش موجزن ہے۔ کہ وہ چاہتے ہیں۔ کہ حق کے مخالفوں کو پیس دوں۔ میں کہتا ہوں ہاں ایسا ہی ہونا چاہیئے۔**"

یہ لیکچر کیا تھا۔ مخالفین کو اس سے خطرہ پیدا ہو گیا۔ کہ یہ ہونہار نوجوان ایک نہ ایک دن اس مقام کو حاصل کرے گا۔ جو ان کی امیدوں کا خاتمہ کرنے والا ہوگا۔ اسی دن سے خلافت کے ساتھ ساتھ حضرت فضل عمر کی مخالفت شروع کر دی گئی۔ سنہ ۱۹۰۹ء میں خلیفہ اوّل کے خلاف جو منصوبے کئے گئے تھے ان کا خاتمہ ہوگیا۔ اور ان لوگوں کو دوبارہ بیعت کرنی پڑی۔ حضرت خلیفہ اوّل نے فجر کی نماز میں سورۃ بروج کی تلاوت فرمائی۔ اور نہایت زور سے اور جب اس آیت پر پہنچے۔

ان الذین فتنوا المومنین والمومنات ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق۔

اس وقت مقتدی چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ آپ نے دو مرتبہ اس آیت کو پڑھا۔ نماز کے بعد حضرت خلیفہ اوّل حرم میں تشریف لے گئے۔ تو ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ نے حضرت فضل عمر کو کہا۔ کہ آپ خلیفۃ المسیح کے پاس جا کر یہ پیغام دیں۔ کہ:۔

"**آپ بالکل غم نہ کریں۔ خدا نے بڑا فضل کر دیا ہے۔ آپ کی دعاؤں سے سب کا اتفاق اس پر ہوگیا ہے۔ کہ انجمن ہی حضرت صاحب کی جانشین ہے۔ اور سب پر حاکم ہے اور خلیفہ اس کا بنایا ہوا اور اس کے ماتحت ہے۔**"

حضرت فضل عمر نے اس قسم کا پیغام دینے سے صاف انکار کر دیا۔ جو آپ کی فطرت کے بالکل خلاف تھا۔ بالآخر ڈاکٹر صاحب خود گئے۔ اور حضرت کو کہنے لگے۔ کہ:۔

"**حضور مبارک ہو سب لوگوں کو سمجھا دیا گیا۔ کہ انجمن ہی جانشین ہے۔**"

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی تقریر

بہت کوشش کی گئی کہ حضرت خلیفۃ المسیح کوئی تقریر نہ کریں۔ مگر آپ نے تقریر فرمائی۔ اور فتنے کو پاش پاش کر دیا۔ مگر اس کے بعد طرح طرح کی شرارتیں کرتے رہے۔ کبھی صدر انجمن کا اجلاس لاہور میں کرنے کی تجویز ہوئی۔ کبھی حضرت خلیفۃ المسیح کا نام کاغذات سے اڑا کر پریذیڈنٹ لکھا جانے لگا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل سے قوم کو بدظن کرنے کی مختلف چالیں چلی گئیں۔

خفیہ ٹریکٹوں کا سلسلہ

اسی سلسلہ میں لاہور سے اظہار الحق ۱ و ۲ خفیہ ٹریکٹ شائع کئے گئے۔ جنمیں حضرت خلیفہ اوّل اور حضرت فضل عمر پر شدید حملے کئے گئے۔ اور بھی ارکان سلسلہ کو بڑا بھلا کہا گیا۔ اور انجمن کا رونا رویا گیا۔ اس کے جواب میں خلافت احمدیہ اور اظہار حقیقت

دو ٹریکٹ انصار اللہ کی طرف سے شائع ہوئے اور دندان شکن جواب دیئے گئے۔

پیغام صلح اور الفضل کا اجراء

حضرت فضل عمر کو ایک علمی اخبار جاری کرنے کی تحریک تھی۔ اور یہ تحریک مولانا ابوالکلام صاحب کے اخبار الھلال کی وجہ سے تھی۔ پیغام والوں نے جب سنا تو انہوں نے جھٹ پیغام صلح لاہور سے جاری کر دیا۔ حضرت فضل عمر نے یہ دیکھکر اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ مگر حضرت خلیفہ اوّل کے حکم وارشاد کی بناء پر پھر جاری فرما دیا۔ پیغام صلح ان خفیہ تحریکوں کے پراپیگنڈے کے لئے شائع کیا گیا تھا۔ اس لئے اس کے اعمال کو دیکھکر حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے اسکا نام پیغام جنگ رکھ دیا تھا۔

حضرت فضل عمر کو خلافت کی پیشکش

حضرت خلیفۃ المسیح کی بیماری کے دنوں میں ایک دن اس پارٹی نے مکرم ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب کو حضرت فضل عمر کے پاس بھیجا۔ کہ ایک ضروری مشورہ کرنا ہے آئیں۔ حضرت ناناجان کو بھی بلوایا۔ خواجہ صاحب نے ذکر شروع کیا۔ کہ:-

"آپ کو اس لئے بلوایا ہے کہ حضرت مولوی صاحب کی طبیعت بہت بیمار اور کمزور ہے۔ ہم لوگ یہاں ٹھہر تو نہیں سکتے ہیں۔ لاہور واپس جانا ہمارے لئے ضروری ہے۔ بس اس وقت جو دوپہر کو آپ کو تکلیف دی ہے۔ تو اس سے غرض یہ ہے۔ کہ کوئی ایسی بات طے ہو جائے۔ کہ فتنہ نہ ہو۔ اور ہم لوگ آپ کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ ہم میں سے کسی کو خلافت کی خواہش نہیں۔ کم سے کم میں اپنی ذات کی نسبت تو کہہ سکتا ہوں۔ کہ مجھے خلافت کی خواہش نہیں ہے۔ اور مولوی محمد علی صاحب بھی آپ کو یقین دلاتے ہیں۔ اس پر مولوی محمد علی صاحب بولے۔ کہ مجھے بھی ہرگز خواہش نہیں۔ اس کے بعد خواجہ صاحب نے کہا۔ کہ ہم بھی آپ کے سوا کسی کو خلافت کے قابل نہیں دیکھتے۔ اور ہم نے اس امر کا فیصلہ کر لیا ہے۔ لیکن آپ ایک بات کریں۔ کہ خلافت کا فیصلہ اس وقت تک نہ ہونے دیں۔ جب تک ہم لاہور سے نہ آ جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص جلد بازی کرے اور پیچھے فساد ہو"

یہ سب کچھ سنکر حضرت فضل عمر نے فرمایا۔ کہ:-

"میں تو اس امر میں کلام کرنا گناہ سمجھتا ہوں"

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ کسی قسم کے جوڑ توڑ میں لگے ہوئے تھے۔

ان حالات میں جب حضرت خلیفہ اوّل کی وفات ہوئی۔ تو انہوں نے خلافت کو منسوخ کرنے کے لئے یہ ضروری اعلان شائع کیا۔ اور پھر اس کے بعد پوری سعی کی۔ کہ خلافت کا قیام نہ ہو۔ مگر جماعت کی توجہ خلافت کی طرف لگی ہوئی تھی۔ اس پریشانی کی حالت میں آپ نے ایک تقریر فرمائی۔ اور قوم کو وحدت کی تعلیم دی۔ اور قوم کو پریشان حالی سے نکال کر آپ نے ایک مقام وحدت پر جمع کر دیا۔

اور قوم کے بڑے حصّے نے آپ کی بیعت کر لی

۔ اور مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھی اس سے محروم ہو گئے۔ اس طرح جماعت کے دو ٹکڑے کرنے میں مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھی کامیاب ہو گئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی خلافت پر الحکم میں ایک نوٹ شائع ہوا۔ جس کا عنوان تھا

کئی نشان پورے ہوئے

دیکھو الحکم صفحہ ۹ ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء

اس طرح

آپ ۱۴ مارچ کو بعد نماز عصر جماعت احمدیہ کے امیر المومنین ہو گئے۔

بیعت کے بعد آپ کی تقریر

خلافت کی بیعت کے بعد آپ نے ایک تقریر فرمائی۔ یہ تقریر روحانیت کا بہتا ہوا سمندر ہے۔ جو تفصیل سے پڑھنا چاہیں۔ وہ الحکم ۲۱ مارچ ۱۹۱۴ء میں پڑھ لیں۔ جس دن حضرت خلیفۃ المسیح اوّل فوت ہوئے اس کی پہلی رات کو آپ نے ایک رؤیا دیکھا۔ جو رؤیا نہ تھا۔ بلکہ ایک کشف تھا۔ وہ کشف اپنے اندر نہایت اعلیٰ مقاصد و مطالب رکھتا ہے۔ اس لئے اس جگہ درج کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔

کشف

"اس دن جمعہ کے روز میں نے ایک خواب سنایا تھا۔ کہ میں بیمار ہو گیا ہوں اور مجھے ران میں درد محسوس ہوا۔ اور میں نے سمجھا کہ شائد طاعون ہونے لگا ہے تب میں نے اپنا دروازہ بند کر لیا۔ اور فکر کرنے لگا۔ کہ یہ کیا ہونے لگا ہے۔ میں نے سوچا کہ حضرت مسیح موعود سے اللہ تعالےٰ نے وعدہ کیا تھا۔ انی احافظ کل من فی الدار۔ یہ خدا کا وعدہ آپ کی زندگی میں پورا ہوا۔ شائد خدا کے مسیح کے بعد یہ وعدہ نہیں۔ کیونکہ وہ پاک وجود اب ہمارے درمیان نہیں ہے۔ اسی فکر میں کیا دیکھتا ہوں۔ یہ خواب نہ تھا۔ بیداری تھی۔ میری آنکھیں کھلی تھیں۔ میں درو دیوار کو دیکھتا تھا۔ کمرے کی چیزیں نظر آ رہی تھیں۔ میں نے اس حالت میں اللہ تعالےٰ کو دیکھا ایک سفید اور چمکتا ہوا نور ہے۔ نیچے سے آتا ہے اور اوپر چلا جاتا ہے نہ اس کی ابتداء ہے نہ انتہا۔ اس نور سے ایک ہاتھ نکلا۔ ایک سفید چینی کے پیالے میں دودھ تھا۔ جو مجھے پلایا گیا۔ جس کے معاً بعد مجھے آرام ہو گیا۔ اور کوئی تکلیف نہ رہی وہ پیالہ جب مجھے پلایا گیا۔ تو معاً میری زبان سے نکلا۔ میری امت بھی کبھی گمراہ نہ ہو گی"

(الحکم ۲۱ مارچ ۱۹۱۴ء صفحہ ۸)

اس کشف سے حضرت خلیفۃ المسیح کا عالی مقام معلوم ہو سکتا ہے۔

حضرت خلیفہ اوّل کا جنازہ

جب بیعت لی گئی۔ تو ایک عجیب عالم تجلیات کا تھا۔ سکینت کا نزول ہو رہا تھا۔ اور قلوب میں خاص رقت اور جوش پایا جاتا تھا۔ حضرت امیر المومنین فضل عمر نے بہت دعا کی۔ پھر مصافحہ کا سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ آخر آپ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اور جنازہ مقبرہ بہشتی کی طرف روانہ ہوا۔ یہ کہنا بالکل درست ہے۔ کہ نواب صاحب کی کوٹھی سے لے کر شہر تک دو رویہ آدمیوں کی ایک دیوار تھی۔ ایک میل تک آدمی ہی آدمی معلوم ہوتے تھے۔ اور ہندو مسلمان سب موجود تھے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و نزول رحمت کا اور امیر المومنین نور الدین کی قبولیت کا ایک درخشاں نظارہ تھا۔

مولوی محمد علی صاحب کی جماعت سے علیحدگی

مولوی محمد علی صاحب۔ ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ مولوی صدر الدین صاحب مولوی اکبر شاہ خاں صاحب۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب وغیرہ اصحاب نے خلافت کی بیعت نہ کی اور جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ خواجہ کمال الدین صاحب لنڈن میں تھے۔ انہوں نے وہاں سے اپنی علیحدگی کا اعلان کر دیا۔

اعلان بیعت

ایک اعلان بیعت خاندان نبوت۔ ممبران صدر انجمن احمدیہ۔ علماء گریجوئٹ صاحبان۔ عہدہ داران سرکار انگلشیہ۔ پریذیڈنٹ و سیکرٹری صاحبان۔ ایڈیٹر صاحبان۔ معززین و تجار صاحبان کی طرف سے شائع ہوا۔

شرائط بیعت

اب جبکہ منکرین خلافت کا منصوبہ اس طرح نہ چل سکا۔ تو انہوں نے یہ شہرت دی۔ کہ شرائط بیعت میں یہ رکھ دیا گیا۔ کہ فلاں فلاں شخص کو منافق کہو اور غیر احمدیوں کو کافر کہو۔ چنانچہ اس جدید فتنہ کے استیصال کے لئے حضرت نواب محمد علیخاں صاحب اور مولانا مولوی شیر علی صاحب کی طرف سے ایک اعلان شائع ہوا۔ جس کا نام شرائط بیعت تھا۔ اور اس میں اصل الفاظ بیعت درج کر دیئے گئے۔

بیعت کے واقعات مولوی محمد احسن صاحب کی قلم سے

پیغام صلح ۱۸ مارچ میں ڈاکٹر محمد حسین کے ایک مضمون بیعت کے متعلق بہت بڑی رنگ آمیزی سے شائع کیا۔ اس کا جواب مولوی محمد احسن صاحب نے پیغام حق کے نام سے شائع کیا۔ اس مضمون میں بھی اس وقت کی حالت پر پوری روشنی ڈالی گئی۔

(دیکھو پیغام حق)

کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے

جیسے حضرت محمود اعظم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر صادقوں کی روشنی کون دور کر سکتا ہے نامی کتاب شائع کی۔ اسی طرح اس فتنہ کے استیصال کے لئے ایک کتاب لکھی جس کا نام تھا۔

کون ہے جو خدا کے کاموں کو روک سکے

اس کتاب کو اس جگہ شائع کرنا تو ممکن نہیں۔ مگر اسکے ایک دو اقتباس خالی از فائدہ نہ ہوں گے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"میں نے کسی سے درخواست نہیں کی کہ وہ میری بیعت کرے۔ نہ کسی سے کہا ہے۔ کہ وہ میرے خلیفہ بننے کے لئے کوشش کرے اگر کوئی شخص ہے۔ تو وہ علی الاعلان شہادت دے۔ کیونکہ اس کا فرض ہے کہ جماعت کو دھوکہ سے بچائے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا۔ تو وہ خدا کی لعنت کے نیچے ہے۔

اے پاک نفس انسانو! جن میں بدظنی کا مادہ نہیں۔ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میں نے کبھی کسی انسان سے خلافت کی تمنا نہیں کی۔ اور یہی نہیں۔ بلکہ خدا تعالےٰ سے بھی کبھی یہ خواہش نہیں کی۔ کہ وہ مجھے خلیفہ بنا دے۔ یہ اس کا اپنا فعل ہے۔ یہ میری درخواست نہ تھی۔ میری درخواست کے بغیر یہ کام میرے سپرد کیا۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے کہ اس نے اکثروں کی گردنیں میرے سامنے جھکا دیں میں کیونکر تمہاری خاطر خدا تعالیٰ کے حکم کو رد کر دوں۔ مجھے اس نے اسی طرح خلیفہ بنایا جس طرح پہلوں کو بنایا تھا۔ گو میں حیران ہوں۔ کہ میرے جیسا نالائق انسان اسے کیونکر پسند آگیا۔ لیکن کچھ بھی ہو۔ اس نے مجھے پسند کر لیا۔ اور اب کوئی انسان اس کرتہ کو مجھ سے نہیں اتار سکتا۔ جو اس نے مجھے پہنایا ہے۔ یہ خدا کا دین ہے۔ اور کونسا انسان ہے۔ جو خدا کے عطیہ کو مجھ سے چھین لے۔ خدا تعالیٰ میرا مددگار ہو گا۔ میں ضعیف ہوں مگر میرا مالک بڑا طاقتور ہے۔ میں کمزور ہوں۔ میرا آقا بڑا توانا ہے۔ میں بلا اسباب ہوں مگر میرا بادشاہ تمام اسباب کا خالق ہے۔ میں بے مددگار ہوں مگر میرا رب فرشتوں کو میری مدد کے لئے نازل فرمائے گا۔ (انشاء اللہ) میں بے پناہ ہوں۔ مگر میرا محافظ وہ ہے۔ جس کے ہوتے کسی پناہ کی ضرورت نہیں۔" (صفحہ ۷۵)

پھر فرمایا:-

"کیا تمہیں مسیح موعود کی پیشگوئیوں پر اعتبار نہیں تو تم احمدی کس بات کے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت مسیح موعود نے سبز اشتہار میں ایک بیٹے کی پیشگوئی کی تھی۔ کہ اس کا نام محمود ہو گا۔ دوسرا نام فضل و عمر ہو گا۔ اور تریاق القلوب میں اس پیشگوئی کو مجھ پر چسپاں بھی کیا۔ بس مجھے بتاؤ عمر کون تھا۔ اگر تمہیں علم نہیں تو سنو

کہ وہ دوسرا خلیفہ تھا۔ پس میری پیدائش سے پہلے خدا تعالیٰ نے یہ مقدر کر چھوڑا تھا کہ میرے سپرد وہ کام کیا جائے جو حضرت عمر کے سپرد ہوا تھا۔ پس اگر مرزا غلام احمد خدا کی طرف سے تھا۔ تو تمہیں اس شخص کے ملنے میں کیا عذر ہے۔ جس کا نام اسکی پیدائش سے پہلے عمر رکھا گیا۔ اور میں تمہیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگی میں اس پیشگوئی کا مجھے علم نہ تھا بلکہ بعد میں ہوا" (صفحہ)

پھر اس نفاق پر اپنے رنج کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا:-

"میرا دل اس تفرقہ کو دیکھکر اندر ہی اندر گھلا جاتا ہے۔ اور میں اپنی جان کو پگھلتا ہوا دیکھتا ہوں۔ رات اور دن میں غم و رنج سے ہم صحبت ہوں۔ اس لئے نہیں کہ تمہاری اطاعت کا میں مشتاق ہوں۔ بلکہ اس لئے کہ جماعت میں کسی طرح اتحاد پیدا ہو جائے"

الغرض

اس طرح آپ نے اپنی قلم سے اپنی قلبی کیفیات کو لکھا ہے۔ اور ان تمام اعتراضات کو جو اس وقت کے دشمنوں نے کئے تھے۔ دُور فرما کر اس فتنہ کا سدباب کیا۔ اور بتلایا کہ خدا تعالیٰ کی مشیت نے آپ کو اس مقام کے لئے چنا اور کھڑا کیا ہے۔ چنانچہ وہ شدید ترین فتنہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے اندر ہی اندر پک رہا تھا۔ وہ بڑی شدت سے پھوٹا۔ اور آتش فشاں پہاڑ کی طرح دور دور تک اپنے آتشی مادے پھینکتا رہا۔ اور بہت سے لوگوں کو اس بہتے ہوئے لاوے میں بہا کرلے گیا۔

مگر

خدا تعالیٰ نے جسے اپنے ہاتھوں سے کھڑا کیا تھا اسے طاقت دی۔ کہ وہ اس فتنے کو پاش پاش کر دے۔ اور اس طرح جماعت ایک بار پھر منتشر ہو کر آپ کے ہاتھ پر متحد ہو گئی۔

خلافت پر فائز ہو کر پہلا کام

آپ نے ۱۲۔ اپریل کو قوم کے نمائندوں کو بلا کر ایک اہم جلسہ کیا۔ اور اس میں منصب خلافت کے موضوع پر ایک عظیم الشان تقریر فرمائی۔ جو الگ اس نام سے چھپی ہوئی ہے۔ اور ایک لائحہ عمل تجویز کیا اس جلسہ کی کارروائی الحکم میں

بعنوان

"قادیان میں قوم کا ایک نیابتی جلسہ" چھپی (دیکھو الحکم ۱۴ اپریل ۱۹۱۴ء صفحہ ۱۰۹)

انجمن ترقی اسلام

منصب خلافت والے جلسہ کے بعد جلد ہی آپ نے یعنی دو ہفتوں کے بعد مئی میں انجمن ترقی اسلام کی بنیاد رکھی۔ اور قوم سے اس غرض کے لئے بارہ ہزار کی اپیل کی۔ قادیان کی جماعت نے اس فنڈ میں تین ہزار کی رقم پیش کی۔ اور ضلع گورداسپور کی انجمنوں نے اس رقم کے مطالبہ کا بڑا حصہ پیش کر دیا۔ متعلق اسلام کے خیال سے آپ نے ایک اعلان شائع فرمایا۔ جو الحکم ۷ مئی ۱۹۱۴ء میں چھپا ہوا موجود ہے۔ یہ اپیل پورے طور سے بارور ہوئی۔

ترقی تعلیم کے لئے کمیٹی

آپ نے ابتدائے خلافت ثانیہ میں دیہاتی تعلیم کی ترقی کے لئے ایک کمیٹی مقرر فرمائی۔ جس کے ممبر حسب ذیل تھے۔ مولوی محمد الدین صاحب بی۔ اے علیگ۔ صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب۔ حافظ روشن علی صاحب۔ سید محمد اشرف صاحب۔ ماسٹر محمد طفیل صاحب بٹالہ۔ اور ماسٹر عبد العزیز خان صاحب۔ ماسٹر عبد العزیز صاحب ہی اس کے سیکرٹری بھی تھے۔

میرزا مبارک احمد صاحب کی پیدائش

۹ مئی ۱۹۱۴ء کی صبح کے ۷ بجے ایوان خلافت میں پہلا اور خاندان محمود میں دوسرا بیٹا پیدا ہوا۔

الحکم کا بورڈ آف ٹرسٹیز

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نے چونکہ الحکم کے احیاء کا کام آپ کے سپرد فرمایا تھا۔ اس لئے آپ نے اس کے لئے ایک بورڈ آف ٹرسٹیز قائم فرمایا۔ جس کے ممبر حضرت نواب صاحب قبلہ اور حضرت خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم اور ایڈیٹر صاحب الحکم تھے۔ یہ اس لئے فرمایا تاکہ خلیفۃ المسیح اوّل کی منشاء پوری ہو۔

مبلغین کلاس کا افتتاح

اسی سال آپ نے مبلغین پیدا کرنے کے لئے دو کلاسز کھول دیں۔ اور ان کے لئے حسب ذیل استاد مقرر کئے۔ حضرت حافظ روشن علی صاحب مرحوم۔ حضرت قاضی سید امیر حسین صاحب مرحوم۔ حضرت مولوی سرور شاہ صاحب۔ حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب۔ جناب مولوی غلام نبی صاحب۔ جناب صوفی غلام محمد صاحب۔

حضرت کی چشم پوشی کا ایک واقعہ

مولوی محمد علی صاحب نے جس طرح حضرت کی مخالفت کی۔ وہ کوئی پوشیدہ امر نہیں۔ مگر جب مولوی صاحب نے قادیان چھوڑنے کا ارادہ کیا تو آپ خود مولوی صاحب کے پاس گئے۔ تاکہ ان کو روکیں اور کہیں کہ آپ قادیان سے نہ جائیں۔ یہ آپ کی چشم پوشی کا ایسا واقعہ ہے۔ کہ اس کی مثال نہیں مل سکتی۔

مولوی محمد علی صاحب کے جانیکے بعد

مولوی محمد علی صاحب قادیان سے چلے گئے۔ اور ان کے ساتھی بھی۔ اس وقت خزانہ خالی تھا۔ سلسلہ کے تمام اہم دفاتر پر ان کے آدمی فائز تھے۔ وہ بھی چلے گئے۔ حضرت فضل عمر نے جہاں اس فتنہ کا مقابلہ کیا۔ وہاں اندرونی انتظام کو درست کیا۔ اور اس طرح دنیا پر آپ کی مخفی قوتیں عیاں ہو گئیں۔ اگر اتنا شدید دھکہ نہ لگتا۔ تو آپ کی خوبیوں کا دنیا کو کیسے پتہ لگتا۔

الغرض

غیر مبائعین کا فتنہ اس وقت ایک نہایت ہی شدید فتنہ تھا۔ خزانہ خالی تھا۔ بلکہ بیس ہزار کا مقروض تھا لاہور میں انجمن احمدیہ اشاعت اسلام بنائی گئی۔ لوگوں کو لکھا کہ قادیان میں کوئی روپیہ نہ بھیجے۔ اس حالت میں آپ نے سلسلہ کی ڈوبتی کشتی کو بچایا۔ اور جماعت کو متحد کر دیا جماعت کی ایک مضبوط تنظیم فرمائی۔ اس سلسلہ میں آپ کے کارہائے نمایاں کی ایک موٹی موٹی فہرست پیش کرتا ہوں۔

۱۹۱۳ء

۲۰ جون کو اخبار الفضل جاری فرمایا۔ اس میں مستورات کے لئے بھی دو کالم رکھے۔ سیرت النبی۔ تصدیق المسیح۔ الاسلام۔ وغیرہ قیمتی عنوان قائم کئے۔ انصار اللہ کی طرف سے چوہدری فتح محمد صاحب کو لنڈن تبلیغ اسلام کے لئے روانہ فرمایا۔

حج کے متعلق قیمتی مشورے

۲۵ جون سے لے کر متواتر کئی نمبروں میں حجاج کی سہولت کے لئے حکومت کو بہت سے قیمتی مشورے دیئے۔

کانپور کی مسجد کے غسل خانے کا فتنہ

جولائی میں مسجد کانپور کا غسل خانہ حکومت نے سڑک درست کرنے کے لئے گرایا۔ مسلمانوں نے اس پر ایجی ٹیشن کیا۔ اور گولیاں کھائیں۔ اس پر آپ نے مسلمانوں کی راہنمائی کی۔ اور احادیث سے ثابت کیا کہ غسل خانہ۔ وضو خانہ۔ پاخانہ مسجد کا حصہ نہیں۔ اور اس کے لئے ایسا ایجی ٹیشن جائز نہیں۔

انصار اللہ مصر میں

۲۶ جولائی شیخ عبد الرحمٰن صاحب نو مسلم اور سید زین العابدین جو انصار اللہ کے ممبر تھے انصار اللہ کی طرف سے مصر بھیجے گئے۔

فتح ایڈریانوپل

ترکوں کو ۲۰ جولائی ۱۹۱۳ء کو ایڈریانوپل پر شکست کے بعد فتح ہوئی۔ اس سے حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ آپ نے اس پر مضمون لکھا۔

انصار اللہ کا پروگرام

آخیر جولائی میں انصار اللہ کا عملی پروگرام تجویز کیا گیا۔

کانپور کی مسجد کے سلسلہ میں آپ پر الزام

آپ کے حاسدوں نے آپ کے خلاف اس الزام کو شہرت دی۔ کہ آپ یونہی مضامین لکھ حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ کہ ان سے اجازت لے لی ہے۔ آپ نے اس کی تردید فرمائی اور لکھا۔

"سنو! اور یاد رکھو۔ کہ میں کوئی کام جس کا تعلق سلسلہ کے ساتھ ہو نہیں کرتا۔ جس میں حضرت امام کی اجازت اور مشورہ نہ ہو"

دفعہ ۲۹۸ کی توسیع کا مطالبہ

یکم اکتوبر ۱۹۱۳ء آپ نے الفضل کے ذریعے حکومت کو مشورہ دیا کہ ہندوستان میں قیام امن کے لئے دفعہ ۲۹۸ کو وسیع کیا جائے اور فرمایا:

"اس دفعہ کی رُو سے کسی مذہب والے کو دوسرے مذہب پر ایسا اعتراض کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ جو خود اس کے مسلمہ مذہب کی کتاب پر یا بانی پر ہو سکتا ہو۔ یا جو کتاب ...... کسی فریق کی مسلمہ مشتہرہ کتب پر ہو"

الفضل کے اجراء پر حاسدوں کا پراپیگنڈہ

الفضل کی وجہ سے دشمنوں نے خوب باتیں بنائیں کسی نے حصول شہرت کا ذریعہ بتایا۔ کسی نے فضول قرار دیا۔ بعض نے حصول مفاد کا ذریعہ قرار دیا۔ آپ نے ان سب کے جواب میں فرمایا ؎

کسی نے ثانیٔ شیطان بنا دیا مجھ کو
کسی نے لیکے فرشتہ بنا دیا مجھ کو
نہ اس کے بغض نے پیچھے ہٹا دیا مجھ کو
نہ اس کے پیار نے آگے بڑھا دیا مجھ کو
یہ دونو میری حقیقت سے دور ہیں محمود
خدا نے تھا جو بنانا بنا دیا مجھ کو"

بہرحال آپ نے ان حملوں کی پرواہ نہ کی۔

ہندو مسلم صلح اور گائے کی قربانی

اکتوبر نومبر میں مسلمانوں نے چاہا کہ ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے گائے کی قربانی ترک کر دی جائے آپ نے اس معاملہ میں مسلمانوں کی راہنمائی فرمائی۔

سرحدی علماء کے فتویٰ پر حکومت کو توجہ

سرحدی علماء نے احمدیوں کی جان و مال کے مباح ہونے کے متعلق ایک فتویٰ دیا۔ اس پر آپ نے حکومت کو نہایت معقول طریق پر توجہ دلائی۔

دشمنوں کے وار اور حضرت کی حالت

حضرت کی مخالفت ان دنوں بڑی بڑھ گئی تھی آپ کو سینکڑوں خط طعن و تشنیع کے آتے تھے۔ ان میں سے ایک خط لکھنے والے نے اس کا جواب الفضل کے صفحات پر مانگا۔ اس لئے اس کا تذکرہ آگیا۔ اس نے لکھا۔

"بعد وفات حضرت مسیح الثقلین علیہ الصلوٰۃ والسلام مسئلۂ خلافت آپ کو بہت بےچین کئے ہوئے ہے۔ مگر جناب والا معاف فرمایئے آپ نے حصول خلافت کے لئے جو ذریعہ اختیار کیا ہے۔ وہ ہرگز اچھا نہیں کہا جا سکتا

چاہے آپ ناراض ہو جائیں۔ مگر میں ضرور کہوں گا۔ کہ خواجہ کمال الدین صاحب آپ سے بازی لے گئے۔

آپ خدا اور فرشتوں کی زبان کو روک نہیں سکتے۔ کیا آپ چاہتے ہیں۔ کہ جس شخص کو خدا نے جانشینی احمد کے لئے چنا ہے۔ اس کو دنیا والوں کی نگاہ سے گرا دیں۔ یاد رکھئے آپ ہرگز ہرگز ایسا نہیں کر سکتے"

وغیرہ وغیرہ۔

اس کے جواب میں آپ نے اپنے قلب کو کھول کر کا غذ پر

رکھ دیا۔ آپ نے لکھا:۔

"صبح اور شام۔ رات دن۔ اٹھتے بیٹھتے یہ باتیں سن سن کر تھک گیا ہوں۔ زمین باوجود فراخی کے مجھ پر تنگ ہو گئی ہے۔ اور آسمان باوجود رفعت کے میرے لئے قید خانے کا کام دے رہا ہے۔" وغیرہ وغیرہ۔

اس طرح آپ نے اپنے قلبی دکھ کا حال بیان کیا مناسب تھا۔ کہ سارا مضمون شائع کیا جاتا۔ مگر افسوس کہ اس کے چند ٹکڑے دکھانے پر ہی مجبور ہوں۔ جو احباب مفصل پڑھنا چاہیں۔ وہ الفضل ۱۹ نومبر ۱۳ء و ۱۲، ۱۳ پر پڑھ لیں۔

فجر کی نماز کے بعد درس قرآن

عبدالرحمٰن خاں پشاوری جو مولوی غلام حسن صاحب کے بیٹے ہیں کو حضرت فضل عمر دسمبر ۱۳ء میں فجر کی نماز کے بعد قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے۔

سالانہ جلسہ ۱۳ء پر انصار اللہ کے

الزاموں کی تردید

۲۶ دسمبر ۸ بجے شب حضرت فضل عمر نے انصار اللہ کے اغراض و مقاصد بیان فرمائے۔ اور ان تمام الزاموں کی تردید کی۔ جو انصار اللہ پر لگائے جاتے ہیں۔

۲۸ دسمبر

حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریر تقوی کے حصول کے ذرائع پر ہوئی۔ جس میں مندرجہ ذیل امور بیان فرمائے۔

ذہنی اسباب

"خدا تعالیٰ شاہد ہے۔ اور میں اس کو حاضر ناظر جان کر اسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میں نے کبھی اس امر کی کوشش نہیں کی۔ کہ میں خلیفہ ہو جاؤں۔ نہ یہ کہ کوشش نہیں کی۔ بلکہ کوشش کرنے کا خیال بھی نہیں آیا۔

اور جن لوگوں نے میری نسبت یہ خیال پھیلایا۔ انہوں نے میرا خون کیا ہے۔ اور وہ میرے قاتل، اور خدا کے حضور وہ ان الزامات کے جوابدہ ہوں گے۔

جب حضرت صاحب فوت ہوئے اس وقت میری عمر انیس سال کی تھی۔ اور ہندوستان میں انیس سال کی عمر یں کھیلنے کودنے کے ہی دن سمجھے جاتے ہیں۔ میں ابھی میری بچپن کی حالت سے زیادہ نہیں ہوئی تھی۔ جب سے میں نے یہ جھوٹ بولا جانا سنا ہے۔

ایسے وقت میں میرے دل پر کیا صدمات گذرتے تھے۔ وہ خدا ہی جانتا ہے۔ میرا کوئی دوست نہ تھا۔ جس سے میں اس دکھ کا اظہار کر سکوں۔ کیونکہ میری طبیعت بچپن ہی سے اپنے دکھ لوگوں کے سامنے بیان کرنے سے رکتی ہے۔ میرے دل پر وہ اقوال خنجر اور تلوار کی ضرب سے بڑھکر پڑتے تھے۔ اور میرے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے تھے۔ مگر خدا کے سوا کسی سے اپنے درد دل کا اظہار نہ کرتا تھا۔"

اخبار زمیندار کے مالک کو تبلیغ

جنوری ۱۳ء میں زمیندار کی دس ہزار کی ضمانت ہوئی۔ اور مطبع ضبط ہوا۔ جس کی قیمت ۲۰ ہزار لگائی جاتی تھی۔ اس سے قبل الفضل کے کسی نوٹ پر ایڈیٹر زمیندار نے یہ کہا تھا۔ کہ:۔

"الفضل نے مجھے چھیڑنے میں غلطی کی ہے میری قلم کی ایک کشش سو سو میل تک اس سلسلہ کو مٹا سکتی ہے۔"

اس کے معاً بعد خدا نے اسے پکڑا۔ اور یہ ضمانت ہوئی۔ حضرت فضل عمر نے زمیندار کو نصیحت فرماتے ہوئے لکھا۔ کہ:۔

"اس قول کے چند دن بعد ہی زمیندار کی دس ہزار روپیہ کی ضمانت طلب کی گئی۔ اور آخر گورنمنٹ برطانیہ کے ایک اعلیٰ افسر کی قلم کی ایک کشش سے اس کی ہستی مٹ گئی۔"

اس پر آپ نے زمیندار کے مالک کو نصیحت کی کہ اب انہیں چاہیئے۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور توبہ کرتے ہوئے جھک جائیں۔

پریس ایکٹ میں ترمیم کا مطالبہ

اس موقعہ پر آپ نے پریس ایکٹ کے متعلق بھی حکومت کو ایک نیک مشورہ دیا۔ فرمایا:۔

"تعزیرات ہند کے سخت سے سخت حکم کی خلاف ورزی کرنے والا عدالت میں اپنی بریت کا کافی موقعہ پاتا ہے۔ اخبارات کو بھی ضمانت ادا کرنے اور اس کی ضبطی کے احکام پر ایسا ہی کھلا موقعہ دیا جانا چاہیئے۔ اور چاہیئے کہ عدالت کے سامنے ان کو سب عذر پیش کرنے کا موقعہ دیا جائے۔"

مولوی محمد حسین بٹالوی کے رجوع پر مضمون

آپ کو حضرت مسیح موعود کی ہر ایک بات پوری ہوتے دیکھنے کا شوق تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود نے مولوی محمد حسین کے رجوع کے متعلق لکھا تھا۔ اس پر آپ نے ایک ضخیم مضمون لکھا۔ اور اس میں مولوی محمد حسین کا ایک حوالہ دیا۔ جس میں اس نے ایک بیان کے دوران میں کہا:۔

"ایک فرقہ احمدی بھی ابھی تھوڑے عرصہ سے پیدا ہوا ہے۔ جب سے میرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دعویٰ مسیحیت اور مہدویت کیا ہے۔ یہ فرقہ بھی قرآن اور حدیث کو یکساں مانتا ہے۔۔۔۔۔۔

پھر لکھا:۔

کسی فرقہ کو جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ کسی فرقہ کو ہمارا فرقہ سلطنتاً کافر نہیں کہتا۔"

آپ نے لکھا۔ کہ حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی کے بھی یہی الفاظ تھے۔ "وہ اپنے کافر کہنے کے قول سے" (تکفیر و تاب)

سفر چکوال

۲۵ جنوری ۱۹۲۵ء کو بغرض تبلیغ آپ چکوال تشریف لے گئے۔

میڈیکل کالج کے طلبا کی سٹرائیک

فروری میں میڈیکل کالج کے طلبا نے بعض ذاتی شکایتوں اور ایک فیصلہ کی وجہ سے سٹرائیک کر دی تھی۔ فیصلہ یہ تھا۔ کہ جنوری ۱۴ء میں لنڈن میں یہ فیصلہ ہوا۔ کہ ہندوستانی طلباء کو لنڈن ہاسپٹل میں کام سیکھنے کی اجازت نہ دی جائے۔ یہ فیصلہ انگریزی طالب علموں کی ایک درخواست کی بنا پر ہوا تھا۔

آپ نے طالب علموں کو سٹرائیکوں کے خلاف نصیحت فرمائی۔ اور ان کی راہنمائی کی۔ اور ان کو کہا:۔

"طلباء سے بھی ہمیں امید ہے کہ وہ سٹرائیک کا طریق ترک کر کے ادب سے گورنمنٹ کے حضور اپنی شکایات پیش کر دیں گے۔ اور وہ اس بات کا یقین رکھیں۔ کہ گورنمنٹ ان کی شکایات کو ضرور دور کریگی۔"

اور حکومت کو بھی نصیحت کی۔

اختلافات دور کرنے کی راہ

بعض لوگ جو بعد میں سلسلہ سے الگ ہو گئے۔ اختلافی باتیں پھیلاتے رہتے تھے۔ حضرت نے اس خلیج کو دور کرنے کے لئے ایک تجویز فرمائی کہ اختلافات میں لوگوں کو چاہیئے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی کتابیں کھول کر دیکھ لیا کریں۔ خدا نے اُن کو حکم بنا کر بھیجا ہے۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو۔ ایک کارڈ ہم کو لکھیں۔ ہم حضرت کا فیصلہ لکھکر بھیجدیا کریں گے۔

۱۳ مارچ کو خلیفہ اوّل کی وفات ہوئی

۱۴ مارچ کو حضرت خلیفہ ثانی خلیفہ ہوئے اور الفضل کی ادارت حضرت میرزا بشیر احمد صاحب کے سپرد ہوئی۔

تمباکو کا کفارہ

خلافت کے بعد ایک دن آپ کے دربار میں ایک تجویز پیش ہوئی۔ کہ امریکہ میں تبلیغ کے لئے یہ کیا جائے کہ چونکہ تمباکو امریکہ سے آیا ہے۔ اس لئے جو لوگ سیگرٹ پیتے ہیں۔ وہ بطور کفارہ جتنے کے سیگرٹ پئیں۔ وہ اتنے ہی پیسے بطور کفارہ دیں اور اس طرح یہ رقم دعوت الخیر فنڈ میں صرف ہو۔ قادیان میں دیر تک اس پر عمل ہوتا رہا۔

صدر انجمن کے کاغذات میں حضرت خلیفۃ المسیح کا نام

۲۶ اپریل کو صدر انجمن کے اجلاس میں یہ فیصلہ درج کیا گیا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا حکم ایسا ہی ہوگا۔ جیسے حضرت مسیح موعود اور حضرت خلیفہ اوّل کا تھا۔

لنڈن میں چوہدری فتح محمد صاحب نے الگ مشن قائم کیا۔

مصر میں شیخ عبدالرحمٰن صاحب بی اے نے بھی رسالہ شائع کیا۔

بیروت میں سید زین العابدین صاحب نے ایک مذہبی انجمن کی بنیاد رکھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا نکاح ثانی

۳۱ مئی ۱۴ء کو بعد نماز عصر حضرت خلیفہ ثانی نے صاحبزادی امۃ الحی صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کو اپنی زوجیت میں لے کر دو نو خاندانوں کو روحانی جسمانی طور پر متحد فرما دیا۔ خطبہ نکاح مولوی سید سرور شاہ صاحب نے پڑھا۔ اس نکاح پر اہل پیغام نے بہت سے اعتراض کئے۔ اور آوازے کسے۔

۲۸ جولائی ۱۴ء درس قرآن کریم ختم کیا۔

اسی جولائی میں گریٹ وار شروع ہوئی۔ جس میں دنیا عالم کباب بنی۔ کئی سلطنتیں مٹ گئیں۔ زار کی پیشگوئی پوری ہوئی۔ رودبار میں خون کی نالیاں بہ گئیں۔ کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں الہام پورا ہوا۔

۲ ستمبر باوجود مالی تنگی کے مدرسہ ہائی کے ہال کی عمارت چھت تک پہنچ گئی۔

بنگال میں تبلیغ

۱۴ اکتوبر کو ایک رسالہ بنگالی میں لکھوا کر تقسیم کر دیا گیا۔

۱۳ اکتوبر نماز پر ایک کتاب انگریزی میں شائع کرائی گئی۔

۲۷ اکتوبر۔ انصار اللہ کے مبلغین کے نام حسب ذیل تھے مفتی محمد صادق صاحب۔ حافظ روشن علی صاحب مرحوم۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب۔ مولوی احمد بخش صاحب۔ شیخ عبدالرب صاحب نو مسلم۔ چوہدری بدر بخش صاحب۔ مولوی عبدالصمد صاحب۔ مولوی سعید الحسن صاحب بہار مولوی مبارک علی صاحب بنگال۔ بابا محمد حسن صاحب

صیغہ ترقی تعلیم میں

حکیم ماسٹر عبدالعزیز صاحب

۲۰ نومبر

چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب آپ کے زمانہ خلافت میں بیرسٹری پاس کر کے لنڈن سے آگئے۔

تکمیل منارۃ المسیح

۲۹ نومبر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے منشار کے ماتحت جس منارہ کی بنیاد حضرت مسیح موعود نے رکھی تھی۔ اس کی تکمیل کا کام شروع کیا گیا۔

دسمبر ۱۹۱۴ء

قادیان کے اردگرد تبلیغ کا خاص اہتمام کیا گیا جلسہ کے دن بڑھا کر چار کر دیئے گئے۔ تحفۃ الملوک نظام صاحب حیدر آباد کے لئے لکھی گئی۔ جس کے نتیجہ میں سیٹھ عبداللہ بھائی الہ دین سلسلہ میں داخل ہوئے۔ سالانہ جلسہ نہایت شان و شوکت سے ہوا۔

انجمنوں کی ترقی

آپ کے خلافت کے پہلے سال انجمنیں ۱۲۳ سے ۱۶۴ ہو گئیں۔ اور آمدن بھی بڑھ گئی۔ مستورات

کا جلسہ پہلی دفعہ الگ ہوا۔

سنہ ۱۹۱۵ء

۲۳ جنوری کو پیغام صلح کا چیلنج حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر منظور کیا۔ مگر مباحثہ نہ ہوا۔

۲۱ جنوری مبلغین کالج کے لئے خاص لیکچروں کا پروگرام حسب الارشاد امیر المومنین تجویز کیا گیا۔

ایک الزام کی تردید

۱۸ جنوری پیغام صلح نے آپ پر یہ الزام لگایا کہ آپ نے گورنمنٹ پنجاب سے درخواست کی ہے۔ کہ مجھے خلیفۃ المسلمین بنا دیا جائے۔ آپ نے اس کی تردید بذریعہ اشتہار کی۔ پھر ۲۱ جنوری کو ایک اور اشتہار دیا۔ جس میں گورنمنٹ پنجاب کے سیکرٹری کی چٹھی شائع کی گئی۔ کہ ایسی کوئی چٹھی ہمارے دفتر میں نہیں آئی۔

۴ فروری کتاب قول الفصل لکھی گئی۔

۱۲ فروری۔ ۴ روز دعا کی جماعت کو تحریک کی گئی۔

۱۶ فروری حقیقۃ النبوت لکھی گئی۔

ماریشس میں مشن قایم کیا گیا۔ اور صوفی غلام محمد صاحب بھیجے گئے۔

۴ مارچ کو زلزلہ

۴۔ مارچ کو زلزلہ آیا۔ اور حضرت امیر المومنین کا ایک خواب پورا ہوا۔

درس قرآن کی طباعت

۱۸۔ مارچ کو الفضل میں باقاعدہ درس قرآن طبع ہونے لگا۔ اسی مہینے چوہدری فتح محمد صاحب نے لنڈن میں خالص احمدیہ مشن قائم کیا۔

سیدہ امۃ الحفیظ کی شادی

۷۔ جون کو حضرت سیدہ موصوفہ کا نکاح آپ کی ولایت میں نواب محمد عبداللہ خاں صاحب سے ہوا۔

لاہور کا سفر

۷۔ جولائی کو بحیثیت امیر المومنین پہلی دفعہ لاہور تشریف لے گئے۔

۸۔ جولائی لاہور کی مستورات میں آپ کا لیکچر ہوا۔

۹۔ جولائی۔ احاطہ میاں سراج الدین صاحب میں حضرت امیر المومنین کا لیکچر ہوا۔ حاضری دو ہزار کی تھی۔ خوب تبلیغ ہوئی۔

۱۲۔ جولائی کو حضور واپس تشریف لے آئے۔

اسی سال

سیلون میں نئی جماعت قایم ہوئی۔

فرانسیسی ٹیچنگز آف اسلام

فرانس میں جو دوست جنگ کی وجہ سے گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے فرانسیسی زبان میں ٹیچنگز آف اسلام کا ترجمہ شایع کرایا۔

قرآن شریف کے ترجمہ انگریزی کا کام

مدراس میں قرآن شریف کا پہلا پارہ چھپنے کے لئے گیا۔

برکات خلافت

حضور کا لیکچر برکات خلافت طبع ہوا۔

۶ ستمبر کو قاضی عبداللہ صاحب ولایت تبلیغ کے لئے بھیجے گئے۔

ستمبر ۱۵ء۔ مالابار کے احمدیوں کو بڑی تکلیف ہوئی۔ اور سخت مخالفت ہوئی۔

اخبار فاروق

۱۷ اکتوبر کو اخبار فاروق قادیان سے جاری ہوا

۲۹ اکتوبر ہر احمدی کو تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا۔

۱۱ نومبر مولوی عبدالحی صاحب فوت ہو گئے۔ دشمنوں نے ان کی وفات پر خوب مخالفت کی۔ اور حضرت پر حملے کئے۔

رواج یا شریعت

نومبر میں گورنمنٹ نے مسلمانوں سے پوچھا۔ کہ تم کو رواج چاہیئے یا شریعت۔ مسلمانوں میں سے عام طور پر رواج کا مطالبہ کیا گیا۔ مگر حضرت امیر المومنین نے احمدیوں کو ہدایت دی۔ کہ وہ یہ لکھوائیں:۔

"ہم احمدی ہیں۔ اور شریعت کے تابع ہیں۔ اور ہمارا عملدرآمد شریعت اسلام پر ہے"

۲۳ دسمبر سنہ ۱۹۱۵ء

سیٹھ عبداللہ بھائی الہ دین پہلی دفعہ قادیان آئے۔

۲۸ دسمبر

منارۃ المسیح پر پہلی دفعہ ہنڈوں کے ذریعے روشنی کی گئی۔ اسباق القرآن لکھے گئے اور چھپنے شروع ہوئے۔ جلسہ سالانہ نہایت شان و شوکت سے ہوا۔

حضرت صاحب کا ۲۵ سالہ زمانہ خلافت اس قدر کارہائے نمایاں سے بھرا ہوا ہے۔ کہ اگر یہ جوبلی نمبر سارے کا سارا اس سے بھر دیا جائے۔ تو بھی کافی نہ ہو۔ احباب نے دیکھا ہوگا۔ کہ میں نے ہر جگہ مضمون کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی ہے۔ مگر اس کے باوجود میں آپ کے عہد مبارک کے کاموں کے صرف نام بھی نہیں گنوا سکتا۔ اس لئے میں نے یہی پسند کیا۔ کہ آپ کے چند کاموں کے صرف نام دے دوں۔ اور اس مضمون کو آئندہ سال کے الحکم میں بتدریج اگر حالات نے اجازت دی۔ تو شائع کر کے مکمل کر دوں۔

تنظیم سلسلہ

صدر انجمن کے علاوہ آپ نے نظارتوں کا سلسلہ قائم فرمایا۔ اس وقت حسب ذیل نظارتیں ہیں:۔ نظارت علیا۔ بیت المال۔ نظارت تعلیم و تربیت۔ نظارت امور عامہ۔ خارجہ۔ تالیف تصنیف۔ نظارت ضیافت۔ نظارت دعوۃ تبلیغ۔ نظارت مقبرہ بہشتی۔ نظارت جائیداد۔ اس کے علاوہ دفتر پرائیویٹ سیکرٹری۔ دفتر تحریک جدید۔ دفتر سنڈیکیٹ وغیرہ دفاتر بھی قائم فرمائے۔

تبلیغی جدوجہد

اس سلسلہ میں۔ لنڈن۔ امریکہ۔ نائیجیریا۔ گولڈ کوسٹ شرقی افریقہ۔ مصر۔ فلسطین۔ شام۔ ماریشس۔ جاوا۔ سماٹرا وغیرہ مشنوں کے علاوہ تحریک جدید کے مشن۔ جو چین جاپان۔ سنگاپور۔ فلپائنز۔ ارجنٹائن وغیرہ میں ہیں قایم فرمائے۔

آپ کے زمانہ کے فتنے

آپ کے زمانہ میں پیغامی فتنہ۔ بہائی فتنہ۔ مستریوں کا فتنہ۔ احرار کا فتنہ۔ مصری کا فتنہ۔ گورنمنٹ پنجاب کے بعض افسروں کا فتنہ۔ یہ فتنے اٹھے۔ مگر آپ نے خدا کے فضل و کرم سے ان سب فتنوں کو پاش پاش کر دیا۔

آپ کے سفر

آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں مصر۔ شام۔ فلسطین عربی ممالک کا سفر کیا۔ پھر اٹلی۔ فرانس لنڈن کا سفر کیا۔ لنڈن میں مسجد کی بنیاد رکھی۔ اور نہایت کامیابی سے واپس تشریف لائے۔

گذشتہ پچیس سال میں

غیر ممالک میں اور ہندوستان میں بے شمار جماعتیں بڑھ گئیں۔ کبابیر میں مسجد بنی۔ ہندوستان میں بہت سی مساجد بنیں۔ فلسطین سے البشریٰ جاری ہوا۔ امریکہ سے سن رائز جاری ہوا۔ شکاگو میں مسجد بنی۔ ۲۳ اخبار اور رسالے آپ کے زمانے میں نکلتے رہے۔ مجلس مشاورت کا باقاعدہ قیام ہوا۔ اور ہر سال نہایت شان و شوکت سے ہوتی ہے۔

سیاسی تحریکیں

آپ نے تحریک کشمیر میں شاندار کام کیا۔ آپ نے احراری فتنہ کے متعلق مسلمانوں کی راہنمائی فرمائی آپ نے ترک موالات کے وقت راہنمائی کی۔ آپ نے نہرو رپورٹ کے وقت ہندوستان کی راہنمائی کی۔ قتل مرتد کے مسئلہ کی مذمت کی وغیرہ وغیرہ۔

مذہبی تحریکیں

شریف حسین کے حجاز کی فتح کے وقت مسلمانوں کو صحیح مشورہ دیا۔ ملک ابن سعود کی فتح کیوقت پھر صحیح مشورہ دیا۔ شدھی کے وقت مسلمانوں کی مدد کی۔ ترکوں کے متعلق حکومت وقت کو توجہ دلائی۔ فلسطین کے متعلق اپنی ہمدردی کا اظہار کیا۔ شہید گنج کی مسجد میں ہمدردی ہی کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ جماعت کو اس میں مسلمانوں کیساتھ ملکر اظہار رنج کرنے کا حکم دیا۔ سیرت النبی کے جلسوں کو جاری کیا۔ یوم ہادیان مذاہب کی بنیاد رکھی اور اسے جاری کیا۔

ہمدردی عامہ

کوئٹہ کے زلزلہ کے موقعہ پر۔ بہار کے سیلاب و زلزلہ کے موقعہ پر۔ انفلوئنزا کے موقعے پر۔ طاعون اور ہیضہ کی شدت کے وقت ہمدردی عامہ کے کام پر ساری جماعت کو لگا دیا۔

آپ کی قلمی و علمی خدمت

اس سلسلہ میں آپ نے ۵۲ کتب تصنیف فرمائیں۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) دلائل ہستی باری تعالیٰ (۲) صداقتوں کی روشنی۔
(۳) منصب خلافت (۴) تحفۃ الملوک
(۵) برکات خلافت (۶) حقیقۃ النبوت
(۶) القول الفصل (۷) پیغام صلح
(۷) ایک صاحب کے پانچ سوالوں کا جواب
(۸) ذکر الٰہی (۹) قبولیت دعا کے طریق
(۱۰) انوار خلافت (۱۱) اسلام اور دیگر مذاہب
(۱۲) محبت الٰہی (۱۳) زندہ خدا کے زبردست نشان
(۱۴) حقیقۃ الرویا (۱۵) حقیقۃ الامر (۱۶) آئینہ صداقت
(۱۷) اظہار حقیقت (۱۸) تقدیر الٰہی
(۱۹) عرفان الٰہی (۲۰) اسلام میں اختلافات کا آغاز
(۲۱) تقریر سیالکوٹ (۲۲) ملائکۃ اللہ
(۲۳) ترک موالات (۲۴) نجات
(۲۵) تحفہ شہزادہ ویلز (۲۶) احمدیت یعنی حقیقی اسلام
(۲۷) قول الحق (۲۸) اساس الاتحاد
(۲۹) سیرت مسیح موعود (۳۰) پیارا نبیؐ
(۳۱) پیغام آسمانی (۳۲) سیرت النبیؐ
(۳۳) دعوۃ الامیر (۳۴) ہستی باری تعالیٰ
(۳۵) منہاج الطالبین (۳۶) حق الیقین
(۳۷) تقریر دلپذیر (۳۸) ہندو مسلم فسادات اور ان کا علاج اور مسلمانوں کا آئندہ طریق عمل۔
(۳۹) مسلمانان ہند کے امتحان کا وقت۔
(۴۰) لیکچر شملہ (۴۱) حضرت مسیح موعود کے کارنامے
(۴۲) دنیا کا محسن (۴۳) مسلمانوں کے حقوق اور نہرو رپورٹ (۴۴) تحفہ لارڈ ارون۔
(۴۵) سیاسی مسئلہ کا حل (۴۶) سرزمین کابل میں ایک تازہ نشان کا ظہور (۴۷) اسوۂ کامل۔
(۴۸) تبلیغ حق (۴۹) حقائق القرآن
(۵۰) راؤنڈ ٹیبل کانفرنس اور مسلمان۔
(۵۱) رسول کریم کی قربانیاں (۵۲) کلام محمود۔

الغرض

میرے آقا کے کام کو جس لحاظ سے دیکھو نور علیٰ نور ہے وہ حسن و احسان میں مسیح کی نظیر۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موعود وہ خدا تعالیٰ کی سینکڑوں بشارتوں کا پورا کرنے والا برکتوں سے معمور۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ ہم نے اس کا زمانہ پایا۔ اور اس کے نور سے منور ہوئے۔ زمانہ ہی نہیں۔ بلکہ ۲۵ سال سے اس کی برکتوں سے حصہ لے رہے ہیں۔ خدا کرے کہ ایسے کئی دور ہم کو دیکھنے نصیب ہوں

مجھے خوشی ہے

کہ یہ مضمون بالکل ادھورا اور نامکمل ہے۔ اسلئے کہ میرے آقا کی صفات۔ اس کے کام اتنے وسیع ہیں۔ کہ انہیں اگر نہایت اختصار سے بھی لکھا جاوے تو وہ ایک ہزار صفحے کی کتاب سے کم میں نہیں آ سکتے۔ ان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا۔ آپ کی زندگی اور آپ کی سیرت کے متعدد ایسے پہلو ہیں۔ جن کی نسبت میں ایک لفظ بھی نہیں لکھ سکا۔ خدا سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ مجھے اس مضمون کے مکمل کرنے کی توفیق دے۔ میرے پاس اس وقت مکمل مواد

جمع ہے۔ میں نے دن رات باوجود شدید بیماری کے اپنے سیّد و مولیٰ کی سیرت کے جمع کرنے کے لئے ایک کر دیئے۔ مگر افسوس ہے آپ کے ہاتھ میں اسے مکمل طور پر دینے کے قابل نہ ہو سکا۔ میرے پاس اس مضمون کی تکمیل کے لئے سو سے زائد فوٹو موجود ہیں۔ مگر افسوس کہ میں ان کو بھی پیش نہ کر سکا۔

اگر

میرا یہ مضمون پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا تو میں تفصیل سے الحکم میں یا پھر اگر احباب نے مشورہ دیا تو الگ کتابی صورت میں نظارت تالیف و تصنیف کی منظوری کے بعد شائع کرنے کی جرأت کروں گا۔ وباللّٰہ التوفیق ۔

عرضداشت

میرے آقا! یہ اس ناچیز خادم کی ایک ناچیز سی محنت کا ایک نقش ہے۔ جو میں پیش کر رہا ہوں اسے قبول فرما کر میرے لئے اور میرے خاندان کے لئے میرے والدین کے لئے کوئی ایسی دعا فرما دیجئے جس سے ہم سب کا دین اور دنیا میں بیڑا پار ہو جائے۔ کئی سالوں سے بیمار ہوں۔ اور کئی قسم کی مشکلات میں گھرا ہوا ہوں۔ بس ایک دعا کا محتاج ہوں۔ (محمود احمد عرفانی)

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی سے ہم کیوں محبت کرتے ہیں؟

(جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب سرساوی صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قلم سے)

خدا تعالیٰ کے نزدیک سچی شہادت کا چھپانا گناہ ہے۔ ہم حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے کیوں محبت کرتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے آپ کے بچپن کو دیکھا۔ اور پھر اس بچپن میں آپ کے ایثار اور آپ کی نیکی اور تقویٰ کو خوب دیکھا۔ ہم نے دیکھا۔ کہ آپ کے قلب میں دین کا ایک جوش موجزن تھا۔ اور بچپن سے ہی آپ دعاؤں میں اس قدر محو اور مستغرق ہوتے تھے۔ کہ ہم تعجب سے دیکھا کرتے تھے۔ کہ یہ جوش ہم میں کیوں نہیں۔ آپ بعض وقت دعا میں ایسے محو ہوتے تھے۔ کہ ہم ہاتھ اٹھائے اٹھائے تھک جاتے تھے۔ لیکن آپ کو اپنی محویت میں اس قدر بھی معلوم نہ رہتا۔ کہ کس قدر وقت گذر گیا۔ چنانچہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے

کہ سورج گرہن کی نماز پڑھنے کے لئے ہم سب مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے۔ نماز مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے پڑھائی۔ اور نماز کے بعد مولوی صاحب نے حضرت صاحبزادہ صاحب سے عرض کی۔ کہ **"میاں آپ دعا شروع کریں"** آپ نے دعا شروع فرمائی۔ مگر آپ اس دعا میں ایسے محو ہوئے۔ کہ آپ کو یہ خبر ہی نہ رہی کہ میرے ساتھ اور لوگ بھی دعا میں شریک ہیں۔ دعا میں جس قدر لوگ شامل تھے۔ ان کے ہاتھ اُٹھے اٹھے اس قدر تھک گئے۔ کہ وہ شل ہونے کے قریب ہو گئے۔ اور کئی کمزور صحت کے لوگ تو پریشان ہو گئے تب مولوی محمد احسن صاحب نے جو خود بھی تھک چکے تھے۔ دعا کے خاتمہ کے الفاظ بلند آواز میں لینے شروع کئے۔ جسے سن کر آپ نے دعا ختم فرمائی۔

حضرت شیخ غلام احمد صاحب رضی اللّٰہ تعالیٰ کا بیان کردہ واقعہ

حضرت شیخ غلام احمدؓ صاحب نومسلم ایک نہایت نیک اور باخدا صحابی تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ مجھے حضرت امیر المومنین کے بچپن کا ایک ایسا واقعہ سنایا جسے سن کر میرے دل میں آپ کی محبت اور نیکی کا نقش اور بھی گہرا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا:۔

"ایک دفعہ ایک میں نے یہ ارادہ کیا کہ آج کی رات مسجد مبارک میں گذاروں گا اور تنہائی میں **اپنے مولیٰ سے جو چاہوں گا۔ مانگوں گا۔**

مگر جب میں مسجد پہنچا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی **شخص سجدے میں پڑا ہوا ہے۔ اور الحاح سے دعا کر رہا ہے۔** اس کے اس **الحاح** کی وجہ سے میں نماز بھی نہ پڑھ سکا۔ اور اس شخص کی دعا کا اثر مجھ پر بھی طاری ہو گیا اور میں بھی دعا میں محو ہو گیا۔ اور میں نے یہ دعا کی۔ کہ

یا الٰہی یہ شخص جو تیرے حضور سے جو کچھ بھی مانگ رہا ہے۔ وہ اس کو دیدے۔

اور میں کھڑا کھڑا تھک گیا۔ کہ یہ شخص سر اٹھائے تو معلوم کروں۔ کہ یہ کون ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے۔ مگر جب آپ نے سر اٹھایا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ میں نے السلام علیکم کی اور مصافحہ کیا۔ اور پوچھا۔ کہ **میاں آج اللہ تعالیٰ سے کیا کچھ لے** لیا۔ تو آپ نے فرمایا:۔

کہ میں نے تو یہی مانگا ہے۔ کہ الٰہی مجھے میری آنکھوں سے اسلام کو زندہ کر کے دکھا۔

اور یہ کہکر آپ اندر تشریف لے گئے"

اس ایک واقعہ سے آپ کی قلبی کیفیت اور توجہ الی اللہ کا پتہ چلتا ہے۔ رات کی تنہائی میں ایک شخص لوگوں کی آنکھوں سے بالکل پوشیدہ ہو کر اپنے خدا سے محو دعا ہوتا ہے۔ اور اگر وہ کچھ مانگتا ہے۔ تو اسلام کی **رونق اور زندگی**۔ اس سے اس کے قلب کی گہرائیوں کا بآسانی پتہ چل سکتا ہے۔ حضرت شیخ صاحب نے یہ واقعہ بیان کر کے فرمایا۔ کہ یہ شخص وہی ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں کے مطابق اسلام کو زندہ کرنے والا ہو گا۔ اور مجھے تو یقین ہو گیا ہے۔ کہ وہ مصلح موعود یہی ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جو کچھ انہوں نے حاصل کیا ہے۔ اس سے بھی یہی یقین آتا ہے۔ کہ آپ ہی حسن و احسان میں **آپ کے نظیر** ہیں۔

اس کے علاوہ

ہم نے بارہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہوا ہے۔ ایک ہی دفعہ نہیں۔ بلکہ بار بار سنا۔ کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ وہ لڑکا جس کا پیشگوئی میں ذکر ہے۔ وہ میاں محمود ہی ہیں اور ہم نے آپ سے یہ بھی سنا۔ کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ

"میاں محمود میں اس قدر دینی جوش پایا جاتا ہے۔ کہ میں بعض اوقات ان کے لئے خاص طور پر دعا کرتا ہوں"

آپ نے کئی دفعہ فرمایا۔ کہ

"ہم جو اپنے بچوں سے محبت کرتے ہیں۔ وہ محض نشان الٰہی سمجھ کر ان سے محبت کرتے ہیں"

پھر ہم نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کو دیکھا۔ کہ جب آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ تو آپ کھڑے ہو جاتے۔ اور فرماتے۔ کہ:۔

"میاں تم مجھ کو بہت ہی پیارے ہو"

اور پھر یہ بھی فرماتے۔ کہ آپ کو تو معلوم نہیں۔ کہ ہم آپ سے اتنی محبت کیوں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر بہت خاص نظر رکھتا ہے۔ بعض دفعہ یہ بھی فرماتے:۔

"کہ میاں جب قرآن کریم کا سبق پڑھتے ہیں۔ تو بہت مخفی آیات مجھے حل ہو جاتی ہیں۔ جن باریکیوں کو یہ پہنچ جاتے ہیں۔ میرا واہمہ بھی وہاں تک نہیں پہنچتا"

پس یہ وہ اسباب ہیں جنکی وجہ سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ہم سب کے پیارے اور محبوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں اضافہ - اور آپ کی آل و اولاد میں برکت پر برکت دے۔ آمین ۔

جشن سلور جوبلی کی مسرّت کا اظہار

(نتیجۂ فکر جناب مرزا حیرت صاحب دہلوی نبیرہ حضرت پیر سراج الحق صاحب جمالی نعمانی سرسادی)

خدا کا فضل ہے ان قادیاں کے مرغزاروں میں
ترنم ریز سازوں کی الٰہی آبشاروں میں
وفا کی بو گلوں میں نور عرفاں ہے ستاروں میں
عیاں اک نعمت گردوں ہے اپنے خاکساروں میں

فضا میں کیف آگیں ہیں نسیمیں روح پرور ہیں
زمیں ہے آسمان اور غنچے کوکب اور اختر ہیں

دلوں میں جذب ہے اور موج عشرت زاہے سینوں میں
بہے جاتے ہیں سالک موج الفت کے سفینوں میں
نظر آتے ہیں عشرت کے خزینے ان دفینوں میں
رہے ہیں تذکرے الفت کے باقی اب حسینوں میں

مسرت جشن سیمیں کی نیا عالم دکھاتی ہے
چمن کی محفلوں میں عشرتوں سی مسکراتی ہے

مبارک حبذا اصل علیٰ وہ نور عرفانی
بشیر الدین محمود احمد اک منظور ربانی
امام مجتہد العصر و نعل صفاہانی
وہ ذات پاک و طیب مصحف تفسیر قرآنی

ہُوا ہے منصف پچیس سالہ کارناموں سے
شمار اس نور کا ہونے لگا معجز کلاموں سے

نیا جشن طرب منظور عالم ہے زمانے میں
نظر آتی ہے اک عشرت جہاں کے کارخانے میں
نواسنجان گلشن مدح خواں ہیں آشیانے میں
عیاں تصویر یوسفؑ ہے محبت کے فسانے میں

ہُوا ہے آج دور قادیان دار الاماں گویا
جہاں دہقان رضواں نے خوشی کا بیج ہے بویا

زمانے کو تبسم ریزیوں نے نور بخشا ہے
شب رنگین محفل کو مقام طور بخشا ہے
یہاں کی شمع محفل کو لباس حور بخشا ہے
صفائے حسن ربانی کا اک منشور بخشا ہے

خوشی نے قادیان کو وادیٔ ایمن بنایا ہے
جزاک اللہ ہم نے جشن ظل اللہ پایا ہے

مبارک قادیاں کو یہ دم مطبوع ربانی
مبارک جشن سلور جوبلی کا نور عرفانی
مبارک سرزمین قدس کو یہ عیش طولانی
مبارک طائروں کو نغمہ ریزی تہنیت خوانی

الٰہی تا ابد این جشن در دار الاماں باشد
مدام آں دور محمود از جہاں سال رواں باشد

تحریکِ جدید کے جہادِ کبیر میں جماعت احمدیہ کی بے مثال اور شاندار قربانیاں

(چودھری برکت علی خاں صاحب فنانشل سیکرٹری تحریک جدید کی قلم سے)

سلام اور درود

اللہ تعالےٰ کے فضل اور احسان پر جس قدر انسان سجدات شکر بجا لائیں۔ وہ کم ہیں۔ اس کے شکریہ میں جس قدر اس کی راہ میں قربانی کرے وہ تھوڑی ہے۔ بے انتہا درود اور سلام ہوں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل و اولاد و اصحاب پر جن کے ذریعہ اسلام جیسا پاک اور راہ ہدیٰ دکھانے والا مذہب اس نے تمام جہانوں کے لئے عطا فرمایا۔ اور بے شمار اور انگنت سلام اور درود ہوں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی آل اور اولاد اور اصحاب پر کہ جن کے وجود باجود کے طفیل اللہ تعالےٰ نے جماعت احمدیہ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت قرار دیا۔

جماعت احمدیہ پر دشمن کا حملہ

۱۹۳۴ء کے آخر میں جب دشمن اپنے سارے لاؤ لشکر سمیت اسلام اور احمدیت پر حملہ آور ہوا۔ جس میں نہ صرف وہ لوگ شامل ہوئے۔ جو احرار کے نام سے موسوم ہیں۔ بلکہ روئے زمین کی تمام قوموں نے چاہا۔ کہ وہ احمدیت کو کچل دیں اور صفحہ دنیا سے اس کا نام مٹا دیں۔ بلکہ اسوقت دنیا کی تمام طاقتیں جمع ہو گئیں۔ کیا احراری۔ کیا پیرزادے۔ اور کیا گدی نشین۔ کیا اخبار نویس کیا اہل حدیث کیا دیوبندی۔ اور اس کے علاوہ منافقین کی وہ جماعت بھی جو انبیاء کی جماعتوں کے ساتھ اس طرح لگی رہی ہے۔ جیسے کھیتوں میں چوہے۔ غرض پادریوں۔ شاعروں۔ فلاسفروں اور سیاست دانوں اور ان کے ساتھ عہدیداروں نے بھی حتّٰی کہ ایک حصہ حکومت کا بھی ان کے ساتھ مل گیا۔ اور تمام نے مل کر جب احمدیت پر حملہ کیا تو اس وقت سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے آپ پر اور آپ کی آل اور اولاد پر بے شمار اللہ تعالےٰ کے افضال اور رحمتیں ہوں اللہ تعالےٰ سے خبر پا کر جماعت احمدیہ سے اس کی راہ میں قربانیوں کے وہ "انیس مطالبات" فرمائے۔ جو "تحریک جدید" کے نام سے موسوم ہیں۔ اُن مطالبات میں ایک مطالبہ مالی قربانیوں کا بھی ہے۔ مجھے ذیل میں جماعت احمدیہ کی ان شاندار مالی قربانیوں کو دکھانا مقصود ہے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔ سیدنا امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جماعت احمدیہ کے سامنے مطالبات پیش کرنے سے پہلے تمام جماعتوں سے وہ اقرار لیا۔ جو بلا شرط بیعت کے مفہوم سے ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

ہر شخص کی بیعت بلا شرط ہے

"آپ کو دو باتیں یاد رکھنی چاہیئے:۔

(۱) اوّل یہ کہ ہر شخص جو سلسلہ میں داخل ہے جس نے میرے ذریعے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اُن کے ذریعہ خدا کی بیعت کی۔ وہ اپنی جان۔ مال۔ عزت آبرو۔ اولاد۔ جائداد۔ غرضیکہ ہر چیز خدا و رسول اور اس کے نمائندوں کے لئے قربان کر چکا ہے۔ اور اب کوئی چیز اس کی اپنی نہیں) میں یہ کھول کر بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ جس کے دل میں بیعت کے اس مفہوم کے متعلق ذرہ بھی شبہ ہے۔ وہ اگر منافق کہلانا نہیں چاہتا۔ تو وہ اب بھی بیعت چھوڑ دے جس بیعت میں نفاق ہو۔ وہ کسی فائدہ کا موجب نہیں ہو سکتی۔ بلکہ وہ ایک لعنت ہے جو اس کے گلے میں پڑی ہوئی ہے۔ پس جو شخص یہ سمجھتا ہے۔ کہ اس نے میری بیعت کسی شرط کے ساتھ کی ہوئی ہے۔ اور کوئی چیز اس کی اپنی باقی ہے۔ اور اس کے لئے میری اطاعت مشروط ہے۔ وہ میری بیعت میں نہیں۔ اور میں تمام کے سامنے اور پھر اخباروں میں اس خطبہ کی اشاعت کے بعد اُن لاکھوں لوگوں کو جو دنیا کے گوشہ گوشہ میں رہتے ہیں صاف صاف الفاظ میں یہ کہدینا چاہتا ہوں۔ کہ اگر کسی کے دل میں کوئی استثنیٰ باقی ہے تو میں اسے اپنی بیعت میں نہیں سمجھتا (میرا خدا گواہ ہے۔ اور آپ لوگ بھی سن رہے ہیں۔ آپ بھی گواہ ہیں۔ کہ میں نے یہ بات پہنچا دی ہے۔ کیا پہنچا دی ہے؟ (اس پر چاروں طرف سے آوازیں بلند ہوئیں۔ کہ ہاں پہنچا دی ہے) میرا خدا گواہ ہے۔ اور آپ لوگ ناظر ہیں۔ کہ میں نے یہ بات پہنچا دی ہے۔ کہ مشروط بیعت کوئی بیعت نہیں ہے۔ بیعت وہی ہے۔ جس میں ہر چیز قربان کرنے کے لئے انسان تیار ہو۔ پس میرا حکم جو خدا تعالےٰ کے احکام کے ماتحت ہو۔ اور جس کے خلاف کوئی نص موجود نہ ہو۔ اسے ماننا آپ کا فرض ہے۔ سوائے اس کے کہ کوئی مجھے مشورہ دیدے باقی تعمیل میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا"

موعودہ خلیفہ کی اطاعت نہایت ضروری ہے

(۲) "دوسری چیز یہ ہے۔ کہ قرآن کریم میں جہاں خدا اور رسول اور اس کے نمائندوں کی اطاعت کا حکم ہے۔ اولی الامر کی اطاعت بھی ضروری قرار دی گئی ہے۔ اور ان کی اطاعت بھی ضروری ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متواتر یہ تعلیم دی ہے۔ آپ کی کوئی کتاب نہیں۔ جس میں آپ نے یہ حکم نہ دیا ہو۔ اور میں جس قدم پر لوگوں کو لے جانا چاہتا ہوں۔ وہ ایسا جوش پیدا کرنے والا ہے۔ کہ ممکن ہے۔ کسی کو حکومت کی اطاعت میں بھی کوئی شک پیدا ہو جائے۔ پس اگر کوئی اس سے آگے نکل جائے۔ یا شبہ کرے تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی کرنے والا ہوگا۔ اگر ہمیں یہ قدم اٹھانا پڑا۔ تو بالکل ممکن ہے۔ ایک تمہیں تلوار کی دھار پر چلنا پڑے۔ ایک طرف تو میری اطاعت کے متعلق ذرا سی خلش بیعت سے خارج کرنے والی ہوگی۔ اور دوسری طرف ذرا تساعد وان جو جو حکومت کی اطاعت سے برگشتہ کرے تمہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم سے منحرف کر دیگا۔ ان دو حدود کے اندر رہتے ہوئے تمہیں ہر ایک قسم کی قربانی کرنی ہوگی اور سلسلہ کے وقار کو قائم کرنے کے لئے ہر ایک جد و جہد کرنی پڑیگی"

مخالفت کا زور و شور

"آپ لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارے لئے یہ وقت بہت نازک ہے۔ ہر طرف مخالفت ہو رہی ہے۔ اور اس کا مقابلہ کرتے ہوئے سلسلہ کی عزت اور وقار کو قائم رکھنا آپ لوگوں کا فرض ہے۔ ایک دفعہ ایک پرائیویٹ میٹنگ کے موقعہ پر سردار سر سکندر حیات خاں کے مکان پر چوہدری افضل حق صاحب نے مجھے یہ کہا تھا۔ کہ ہمارا مقصد یہی ہے کہ احمدیہ جماعت کو کچل دیں۔ پس دشمنوں نے ہمیں چیلنج دیا ہے۔ پس جب تک تمہاری رگوں میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی ہے۔ تمہارا فرض ہے۔ کہ اس چیلنج کو منظور کرتے ہوئے اس گروہ کے زور کو جو یہ دھمکیاں دے رہا ہے۔ توڑ کر رکھ دو۔ اور دنیا کو بتا دو۔ کہ تم پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر سکتے ہو سمندروں کو خشک کر سکتے ہو۔ اور جو بھی تمہارے تباہ کرنے کے لئے اُٹھے۔ وہ خواہ کس قدر طاقتور حریف کیوں نہ ہو۔ اسے خدا تعالےٰ کے فضل سے اور جائز ذرائع سے تم مٹا سکتے ہو۔ کیونکہ تمہارے مٹانے کی خواہش کرنے والا درحقیقت خدا تعالیٰ کے دین کو مٹانے کی خواہش کرتا ہے (اس پر زور سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے گئے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ خطبہ میں ایسے نعرے لگانا جائز نہیں۔) اس چیلنج کو ہم نے قبول کرنا ہے۔ میں نے شروع میں اس چیلنج کو نظر انداز کر دیا تھا۔ اور اسے ایک احمقانہ چیلنج سمجھا تھا۔ مگر ان کے اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ پھر قادیان آکر بھی انہوں نے اس چیلنج کو دوہرایا ہے۔ ان کے جلسہ میں کہا گیا۔ کہ ساٹھ ہزار فرزندان توحید سے ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اس طرف ڈی۔ اے۔ وی سکول اور اس طرف منارۃ المسیح سے ٹکرا رہا تھا۔ اس بیان میں جو صداقت ہے۔ اسے وہ بھی خوب جانتے ہیں۔ ہم بھی۔ اور پولیس بھی اچھی طرح جانتی ہے۔ اور یہ سمندر جو منارۃ المسیح کو ٹکرا رہا تھا۔ تو راستہ میں جو ہندوؤں کا محلہ پڑتا تھا وہ تباہ ہو جانا چاہیئے تھا۔ اور ان کی طرف سے ان پہ نالشیں ہو جانی چاہیئے تھیں۔ لیکن ان لوگوں کو مبالغہ آرائی اور جھوٹ سے کام ہے"

تحریک جدید کے چار مالی مطالبات

اس کے بعد سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سال اوّل میں جماعت احمدیہ سے ساڑھے ستائیس ہزار روپیہ کا مطالبہ فرمایا۔ جس کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) "گندہ لٹریچر جو ہمارے خلاف شائع ہو رہا ہے۔ اس کا جواب دیا جائے۔ یا اپنا نقطۂ نگاہ احسن طور پر لوگوں تک پہنچایا جائے۔ اور وہ روکیں جو ہماری ترقی کی راہ میں ہیں وہ دور کی جائیں۔ اس کے لئے پندرہ ہزار روپے کی ضرورت ہے۔

(۲) دوسرا مطالبہ یہ تھا۔ کہ بیرون ہند میں احمدیت کا نام پہنچایا جائے۔ کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر مکہ میں تمہارے خلاف جوش ہے۔ تو کیوں باہر نکل کر دوسرے ملکوں میں نہیں پھیل جاتے۔ اگر باہر نکلو گے۔ تو اللہ تعالےٰ تمہاری ترقی کے راستے کھول دے گا۔ اس وقت ہم دیکھتے ہیں۔ کہ حکومت میں بھی ایک حصہ ایسا ہے۔ جو ہمیں کچلنا چاہتا ہے۔ اور رعایا میں بھی۔ کیا معلوم ہماری مدنی زندگی کی ابتدا کہاں سے ہوتی ہے۔ کہ دو دو آدمی تین نئے ملکوں میں بھیجے جائیں۔ اُن میں سے ایک ایک انگریزی دان ہو۔ اور ایک ایک عربی دان ہو۔ یہ سب کچھ کچھ حصہ خرچ کا لیکر حسب ہدایات کام کریں۔ مثلاً صرف کرایہ لے لیں۔ آگے خرچ کچھ نہ مانگیں۔ یا کرایہ خود خرچ کریں اور خرچ سات ماہ کا ہم سے لے لیں۔ اس تحریک کے لئے میں اندازہ دس ہزار روپے

لگایا ہے۔

(۳) مطالبہ یہ ہے۔ تبلیغ کی ایک سکیم میرے ذہن میں ہے۔ جس پر سو روپیہ ماہوار خرچ ہوگا۔

(۴) مطالبہ یہ کہ تبلیغ کا میدان تجویز کرنے کے لئے سروے کرائی جائے۔ اس پر تنخواہوں اور سائیکلوں وغیرہ کی مرمت کا خرچ سو روپیہ ماہوار ہوگا۔ اور اس طرح کل رقم جس کا مطالبہ ہے ساڑھے ستائیس ہزار بنتی ہے۔"

سال اوّل میں شاندار قربانی

احمدیہ جماعت نے اپنے متاع اور امام کے حضور اس کا جواب جس شان اور اخلاص کے ساتھ دیا ہے وہ رہتی دنیا تک تاریخ عالم میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ چنانچہ احمدیہ جماعت نے ۳۰ جنوری ۱۹۳۵ء تک ساڑھے ستائیس ہزار نہیں بلکہ ایک لاکھ ستر ہزار جو مطالبہ سے چار گنا ہے وعدوں کی صورت میں پیش کیا۔ اور ساڑھے ستائیس ہزار روپیہ کا مطالبہ تو نقدی کی صورت میں پندرہ جنوری تک صرف ڈیڑھ ماہ کے عرصہ کے اندر پیش کر دیا۔ بلکہ ۱۵ جنوری کو ۔۔ ۔/۴/۱۲/۲۹۷ روپے کی رقم جو ساڑھے ستائیس ہزار کے مطالبے سے زائد تھی نقد خزانہ میں داخل ہو گئی تھی۔ اور وعدے کی رقم ایک لاکھ سات ہزار تھی۔ اس میں سے ایک لاکھ تین ہزار نقد داخل کیا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ سال اوّل میں وعدہ کرنے والے احباب کی تعداد ۵۵۵۰ ہے۔ بقیہ رقم میں وہ لوگ ہیں جو فوت ہو چکے ہیں۔ اور جو معافی لے چکے۔

سال دوم کی قربانی میں حقیقی ایمان کا اضافہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دوسرے سال کی تحریک میں فرمایا:۔

"میں دوستوں سے خواہش کرتا ہوں۔ کہ وہ مالی قربانی میں پچھلے سال سے زیادہ حصہ لیں۔ میرے نزدیک کئی دوستوں نے تین سو روپیہ آخری حد سمجھا تھا (حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا تھا۔ کہ میرے نزدیک آسودہ حال وہ لوگ ہیں۔ جو ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار کی آمد رکھتے ہوں۔ انہیں چاہیئے کہ وہ تحریک جدید میں کم از کم تین سو روپیہ کا حصہ لیں۔ فنانشل سیکرٹری) حالانکہ توفیق والوں کے لئے یہ نیچے کی حد تھی۔ یہ اوپر کی نہ تھی۔ مگر بعض نے بہت بڑی قربانیوں کا ثبوت بھی دیا ہے۔ چنانچہ ایک دوست نے اپنی آمد کا ۱/۳ حصہ علاوہ دوسرے چندوں کے اس تحریک میں دیا۔ اور کل رقم ۔/۴۲۶ روپیہ گذشتہ سال میں ادا کی۔ یہ اعلیٰ درجہ کا اخلاص ہے۔ ان کے ہاں اولاد نہیں۔ ان کا نام لئے بغیر میں تحریک کرتا ہوں۔ کہ دوست ان کے لئے ضرور دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں اولاد عطا کرے۔ جو نیک اور خادم دین ہو۔ پس دوبارہ اعلان کرتے ہوئے میں اس امید کا اظہار کرتا ہوں۔ کہ وہ دوست پہلے سے اس سال میں زیادہ حصہ لیں گے۔ اور حقیقی قربانی کا ثبوت دیں گے۔ تاکہ ایمان کی قیمت میں اضافہ کا ثبوت مل سکے۔"

تحریک جدید کے اس سال کے جہاد کبیر میں جماعت احمدیہ نے جو عملاً لبیک کہا۔ وہ یہ ہے۔ کہ سال دوم کے وعدوں کی میزان ایک لاکھ سترہ ہزار (۱۱۷۰۰۰) تھی۔ اور اس کی وصولی ایک لاکھ دس ہزار روپیہ ہے۔ اس سال میں ۶۹۴۴ احباب نے حصہ لیا۔

تیسرے سال کی بے مثال قربانی

تحریک جدید کی مالی قربانیوں میں موعود خلیفہ کی آواز پر اشاعت اسلام و اشاعت احمدیت کیلئے اپنے مالوں کو قربان کرنے کے لئے تیسرا سال گذشتہ دو سالوں سے بے مثال اور لانظیر ہے۔ اس کا مطالبہ کرتے ہوئے حضور نے فرمایا:۔

"ہماری جماعت کے فرد جس نے اخلاص اور تقویٰ کے ساتھ احمدیت کو قبول کیا ہو۔ اپنے نفس میں تجربہ کیا ہوگا۔ کہ احمدیت قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پر خاص فضل نازل فرمایا۔ اور روحانیت کی بعض کھڑکیاں اس کیلئے کھول دیں۔ تمام احمدیوں کو یاد رکھنا چاہیئے اور پہلی حالت ان کی وہ نمونہ تھی۔ جو خدا تعالیٰ نے اس لئے ان کے سامنے پیش کیا تا انہیں روحانی عالم کی قیمت معلوم ہو جائے۔ اور اس کی لذت سے آشنا ہو جائیں۔ اب اگر وہ چاہتے ہیں۔ کہ مزا قائم رہے۔ اور لذت بڑھے۔ اور جس چیز کی لذت سے اسکی زبان آشنا ہوئی تھی۔ اس سے اُن کا معدہ بھی پُر ہو جائے۔ اور وہاں سے خون صالح پیدا ہو کر ان کے دماغ اور اُن کے دل اور ان کے تمام جوارح کو طاقت بخشے۔ تو اس کے لئے انہیں وہی قیمت ادا کرنی ہوگی۔ جو ان سے پہلے لوگوں نے ادا کی۔ اس کے بغیر کوئی راہ ان کے لئے کھلی نہیں۔"

قربانی ہی ایک راہ ہے جس سے لوگ اپنے خدا تک پہنچتے ہیں

"اور موت ہی وہ راستہ ہے۔ جو ہمیں اپنے محبوب تک پہنچاتا ہے۔ پس اس موت کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اور ان اعمال کو اختیار کرو۔ جو انسان کو موت کے لئے تیار کرتے ہیں۔ ہر کام کے کمال کے لئے ابتدائی مشق کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح کامل قربانی کے لئے نسبتاً چھوٹی قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ تحریک جدید کے پہلے دور نے ان چھوٹی قربانیوں کی طرف جماعت کو بلایا ہے۔ اور وہ جو ان چھوٹی قربانیوں پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں گے۔ خدا تعالیٰ انہیں بڑی قربانیوں کے لئے توفیق عطا فرمائے گا۔"

پس خدا کی محبت پیدا کرو۔ اور محبت کا جو لازمی نتیجہ ہے۔ یعنی قربانی اس کے آثار دکھاؤ۔ تو تمہارے لئے بھی خدا کے فضل اسی طرح ظاہر ہوں گے۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے لئے ظاہر ہوئے تھے۔"

اپنی ہمتیں مضبوط کرلو اور ارادہ کی کمر کس لو

"دنیا میں ایک طوفان بپا ہے۔ لوگ خدا کو بھول گئے ہیں۔ محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوگئی۔ وہ چمکتا ہوا ستارہ جسے خدا نے دنیا کی ہدایت کے لئے پیدا کیا۔ لوگوں کی آنکھوں میں نور پیدا کرنے کی بجائے سردست تو حاسدوں کے دلوں میں ایک انگارہ بنکر جل رہا ہے۔ یعنی خدا کا مسیح دنیا کی تضحیک اور اس کے تمسخر کا مرکز بنا ہوا ہے۔ ایک بہت بڑا کام ہے۔ جو ہمارے سامنے ہے۔ نئی دنیا کی تعمیر ایک نئے آسمان اور زمین کی بنیاد۔ پس اپنی ہمتیں مضبوط کرلو۔ اور ارادہ کی کمر کس لو۔ اور اپنے ارد گرد کے منافقوں کی طرف نگاہ مت ڈالو۔ کہ مومن منافق کو کھینچتا ہے۔ نہ کہ منافق مومن کو۔"

مومن کا قدم پیچھے نہیں پڑتا

"جس دل میں ایمان ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اگر اسے آگ میں بھی ڈال دیا جائے۔ تو وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ یہ ادنیٰ درجہ کا ایمان ہے۔ پس میں آج اجمالی طور پر تحریک جدید کے تمام مطالبات کی طرف جماعت کو پھر بلاتا ہوں اور امید کرتا ہوں۔ کہ اس سے پہلے درجہ کی آخری جماعت میں ہمارے دوست ایسے اعلیٰ نمبروں پر پاس ہوں گے۔ کہ خدا کے فضل ان پر بارش کی طرح نازل ہونے لگیں گے۔ اور دشمنوں کے دل مایوسی سے پُر ہو جائیں گے۔ اور منافقوں کے گھروں میں صف ماتم بچھ جائیگی پس میں اس امر کا اعلان کرتا ہوں۔ کہ یکم دسمبر سے تحریک جدید کے سال سوم کا زمانہ شروع ہو جائے گا۔ میں امید رکھتا ہوں۔ کہ جہاں تک ان سے ہو سکے وہ پہلے سال سے بڑھ کر اس میں حصہ لینے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ مومن کا قدم پیچھے نہیں ہٹتا۔ بلکہ اسے جتنی قربانی کرنی پڑتی ہے۔ اتنا ہی وہ اخلاص میں آگے بڑھ جاتی ہے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ مخلصین جماعت جلد سے جلد اس سال کی تحریک کو اس قدر زیادہ کامیاب ثابت کریں گے۔ کہ اس سے پہلے اس سلسلہ میں اس کی مثال نہ پائی جاتی ہو۔"

جیسا کہ اوپر دکھایا گیا ہے۔ جماعت احمدیہ نے اپنے موعود خلیفہ کی آواز پر سال اول اور دوم کو حرف بحرف پورا کیا ہے۔ سال سوم کی مالی قربانی میں اخلاص کا وہ نمونہ دکھایا۔ جو اب تک بے مثال اور بے نظیر ہے۔ چنانچہ تیسرے سال کی مالی قربانی میں حضور نے جہاں یہ فرمایا تھا:۔

"اس سال کو اس قدر زیادہ کامیاب ثابت کیا جائے۔ کہ اس سے پہلے سلسلہ میں اس کی مثال نہ پائی جاتی ہو۔"

تحریک جدید کی قربانیوں کا یہ سال جس قدر زیادہ نمایاں اور زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اسی قدر اس سال جماعت کے مخلصین نے غیر معمولی طور پر اسے کامیاب کیا ہے۔ حضور کی اس خواہش اور امید کو پورا کرنے میں مخلصین جماعت نے یقیناً ایسے اخلاص اور محبت کا ثبوت دیا۔ جو دشمنوں کو مایوس کرنے والا اور منافقوں کے گھروں میں صفِ ماتم بچھانے والا ہے۔ چنانچہ جیسا کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دشمن کا زور شور سنکر فرمایا تھا۔ ؎

عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں نہاں ہم ہوگئے یارِ نہاں میں

"تمام مخالفوں اور اُن کے ہمنواؤں کو حضرت نوح علیہ السلام کے الفاظ میں ہی یہ کہتا ہوں۔ تم سارے مل جاؤ۔ اور اپنی تمام تدابیر احمدیت کو کچلنے کے لئے کرو۔ اور قادیان کے اُن منافقوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لو۔ جو کھلم کھلا تمہاری تائید کر رہے ہیں اور ان منافقوں کو شامل کر لو۔ جو نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے اور جماعت کے دیگر کاموں میں حصہ لیتے ہیں۔ مگر اپنی پرائیویٹ مجلسوں میں سلسلہ کے نظام پر ہنسی اڑاتے اور تحقیر و تذلیل کرتے ہیں۔ تم سارے مل جاؤ اور رات دن منصوبے کرو۔ اور اپنے منصوبوں کو کمال تک پہنچا دو۔ اور اپنی ساری طاقتیں جمع کرکے مٹانے کے لئے مل جاؤ۔ یاد رکھو تم سب کے سب ذلیل ہو کر مٹی میں مل جاؤ گے۔ تباہ اور برباد ہو جاؤ گے۔ خدا مجھے اور میری جماعت کو فتح دیگا۔ کیونکہ خدا نے مجھے جس راستہ میں کھڑا کیا ہے۔ وہ فتح کا راستہ ہے۔ جو تعلیم مجھے دی ہے۔ وہ کامیابی تک پہنچانے والی ہے۔ اور جن ذرائع کے اختیار کرنے کی توفیق دی ہے وہ کامیاب اور بامراد کرنے والے ہیں۔ اس کے مقابل زمین ہمارے دشمنوں کے پاؤں سے نکل رہی ہے۔ اور میں ان کی شکست کو اُن کے قریب آتے دیکھ رہا ہوں۔ وہ جتنے زیادہ منصوبے کرتے اور اپنی کامیابی کے لئے نعرہ لگاتے ہیں۔ اتنی ہی زیادہ مجھے ان کی موت دکھائی دیتی ہے۔"

حضور کا یہ ارشاد جون ۱۹۳۵ء کا ہے۔ آج اللہ تعالیٰ نے دشمن اسلام اور احمدیت کو جو شکست فاش دی ہے۔ اور سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو اور آپ کی جماعت کو جو بیّن اور کھلی کھلی فتح عطا فرمائی ہے۔ وہ دنیا کا ہر ایک انسان دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ مالی قربانیوں میں سال سوم کی بے مثال قربانی وہ ہے۔ کہ جس میں جماعت نے اپنے موعود خلیفہ کے حضور ایک لاکھ پینتالیس ہزار (۱۴۵۰۰۰) کا وعدہ پیش کیا۔ اور اس میں سے ایک لاکھ چالیس ہزار نقد حضور کے قدموں میں رکھا۔ یہ وہ رقم ہے۔ جو چندہ عام حصہ آمد و چندہ جلسہ سالانہ اور صدقات و زکوٰۃ کے تمام چندوں سے ماسوا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ سال سوم میں ۵۵۲۴ احباب نے قربانی کی ہے۔

دوسرے دور کو سات سال تک ممتد کرنے کی حقیقی وجہ

تحریک جدید کا سال اوّل و دوم اور سوم یہ دور اوّل کہلاتا ہے۔ اور اس دور میں جیسا کہ اوپر دکھایا

گیا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ سے مطالبہ فرمایا تھا۔ کہ ہر سال پہلے سال سے زیادہ قربانی کی جائے۔ تا ایمان کی قیمت میں اضافہ کا ثبوت مل سکے۔ حضور نے فرمایا۔ کہ جس نے جو رقم سال اوّل میں دی ہے۔ اس سے زیادہ سال دوم میں دے اور سال دوم میں جو قربانی کی ہے۔ اس سے زیادہ قربانی سال سوم میں کرے۔ یہ تحریک جدید کا پہلا دَور کہلاتا ہے اس کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تحریک جدید کے دوسرے دَور کا اعلان فرمایا جس کو سات سال تک حضور نے ممتد فرمایا۔ چنانچہ فرمایا:۔

"یہ امر اچھی طرح یاد رکھو قربانی وہی ہے جو مدت تک کی جاتی ہے۔ پس جو آخر تک ثابت قدم رہتا ہے۔ وہی ثواب بھی پاتا ہے اگر کوئی کہے۔ کہ نئے دَور کو سات سال تک کیوں محدود رکھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ قربانیاں کئی رنگ میں کرنی پڑتی ہیں۔ موجودہ مالی سکیم کو میں نے سات سال کے لیے ۔۔۔ ۔۔۔ مقرر کیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ بعض پیشگوئیوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ۱۹۴۴ء یا ۱۹۴۵ء تک زمانہ ایسا ہے۔ جس تک سلسلہ احمدیہ میں بعض مالی مشکلات جاری رہیں گی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا کر دے گا۔ کہ بعض قسم کے ابتلاء دُور ہو جائیں گے۔ اور اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے نشانات ظاہر ہوں جائینگے کہ جن کے نتیجہ میں بعض مقامات کی تبلیغی روکیں دُور ہو جائیں گی۔ اور سلسلہ احمدیہ ترقی کرنے لگ جائے گا۔"

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی:۔

دعاؤں میں شامل ہونے کا گُر

"پس میں نے چاہا۔ کہ اس پیشگوئی کی جو آخری حد ۱۹۴۴ء ہے۔ اس وقت تک تحریک جدید کو میں چلائے جاؤں۔ تا آئندہ آنے والے مشکلات میں اسے ثبات حاصل ہو۔ پس اس تحریک کے سال چہارم میں فرمایا۔ کہ جو شخص تکلیف اٹھا کر اس خدمت میں حصہ لے گا۔ میں اس کو بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ دعا کر چکے ہیں کہ اے خدا وہ شخص جو میرے دین کی خدمت میں حصہ لے۔ تو اس پر اپنے فضلوں کی بارش نازل فرما۔ اور آفات اور مصائب سے اسے محفوظ رکھ۔ پس وہ شخص جو اس تحریک میں حصہ لے گا۔ اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے بھی حصہ ملے گا۔ اور پھر وہ میری دعاؤں میں بھی حصہ دار ہو جائیگا۔ پس ثواب کا یہ موقعہ ہے۔ اس سے فائدہ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرو۔ اس موقعہ کو غنیمت سمجھو۔ اور اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں قربان کر دو۔"

سال چہارم میں قربانی کرنے کا اصول

اس سال میں بعض دوستوں کو یہ خیال تھا۔ کہ پہلے سالوں سے زیادہ قربانی کا مطالبہ کیا جائے گا۔ مگر ان کی توقع کے خلاف حضور نے مطالبہ کم کر دیا۔ مگر اس کی میعاد بجائے تین سال کے دس سال کر دی۔ یعنی تین سال جو گذر چکے ہیں۔ اور سات سال وہ جو آئندہ آنے والے ہیں۔

تحریک جدید سال چہارم کی مالی قربانی کے متعلق حضور نے فرمایا:۔

"تم کم سے کم اس قدر قربانی کرو۔ جو تم نے پہلے سال کی تھی۔ اور انہی اصولوں پر جو میں نے پہلے سال بتائے تھے۔ یعنی دو دو چار چار روپیہ نہیں۔ بلکہ پانچ روپیہ کم از کم اس تحریک میں دیئے جائیں۔ پھر دس پھر بیس پھر تیس پھر ساٹھ پھر سو پھر دو سو پھر تین سو۔ اور جو اس سے زیادہ دے سکتا ہے۔ وہ اس سے بھی زیادہ۔ پس اس سال کے لئے میری تحریک یہی ہے۔ کہ جتنا کسی شخص نے اس تین سالہ دَور کے پہلے سال دیا تھا۔ اتنا چندہ اس سال دے۔ پھر میری سکیم یہ ہے۔ ہر سال اس چندہ میں کمی کرتے چلے جائیں گے۔ یعنی جس نے سال چہارم میں سو چندہ دیا ہے۔ اس سے اگلے سال نوّے روپیہ چندہ لیا جاوے گا۔ اور پھر اس سے اگلے سال اسّی اور پھر تیسرے سال ستر۔ اور چوتھے سال ساٹھ۔ اور پھر پانچویں سال پچاس فیصدی چندہ۔ باقی دو سال میں مسلسل چلتا چلا جائے گا۔ اور ساتویں سال کے بعد چندے کے اس طریق کو ختم کر دیا جائیگا۔"

چنانچہ سال چہارم کی قربانی میں جماعت سے کم از کم پہلے سال کے برابر مطالبہ تھا۔ اس مطالبہ کو جماعت نے نہ صرف پورا کیا۔ بلکہ سال اوّل کے وعدے سے بھی بڑھ کر وعدہ کیا۔ اور اس کی ادائیگی کی۔

سال چہارم کی بے نظیر قربانی

چنانچہ سال اوّل میں ایک لاکھ سات ہزار کا وعدہ تھا۔ اور سال چہارم میں ایک لاکھ پچیس ہزار کا وعدہ ہُوا۔ جو سال اوّل کے وعدے سے ساڑھے سترہ فیصدی اضافے کے ساتھ ہے۔ حالانکہ اس سال حضور نے مطالبہ کم بھی کر دیا تھا۔ مگر باوجود اسکے مخلصین جماعت نے مطالبے سے بڑھ چڑھ کر دیا۔ جو سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی وابستگی اور اخلاص کا بیّن ثبوت ہے۔ جو جماعت کو اپنے موعود خلیفہ سے ہے۔

تحریک جدید سال چہارم میں ایک لاکھ پچیس ہزار (۱۲۵۰۰۰) کے وعدے کے مقابلہ میں اس کی وصولی ایک لاکھ تیرہ ہزار ہے۔ اس سال تحریک میں حصہ لینے والے ۲۲۴۵ افراد ہیں۔ جن کا حساب نام بنام موجود ہے۔

تحریک جدید کی اعلیٰ درجہ کی اہمیت

سیّدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ۱۹۳۴ء سے سال چہارم تک تحریک جدید کی اہمیت کا اظہار فرماتے رہے ہیں۔ حتیٰ کہ بہت سی خوابیں اور رؤیا اور کشوف اس سکیم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے احباب کو دکھلائے ہیں۔ جن کا اظہار اس مضمون میں نہیں کیا جا سکتا۔ مگر حضور کے ذیل کے ارشاد پر اکتفا کی جاتی ہے۔ فرمایا:۔

رحمت کا دروازہ

"ایک مدت سے میری خواہش تھی۔ کہ جماعت کو اس روش پر چلاؤں جو صحابہ کی تھی۔ اور ان کو سادہ زندگی کی عادت ڈالوں۔ مغربی تمدن کے اثرات اور ایشیائی تمدن کے گندے اثرات سے بھی اُن کو علیحدہ رکھوں۔ کبھی میں یہ سکیم بناتا تھا۔ کہ ایک بورڈنگ بناؤں۔ کبھی انصار اللہ قائم کرنے کی تجویز کرتا تھا۔ مگر ان میں سے کوئی تجویز دل کو نہ لگتی تھی تب اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ایسا دھکا لگایا۔ کہ میں نے سمجھا۔ کہ اس میں جو کچھ کہوں گا۔ سب مان لیں گے۔ پس اس مخالفت نے ہمیں یہ کتنا بڑا فائدہ پہنچایا ہے۔ کہ مغربی اثرات بلکہ شرقی اثرات سے بھی جو مسلمانوں کی کمزوری کے زمانہ میں پیدا ہو گئے تھے۔ ہمیں بچا لیا۔ ہماری جماعت کے ستانوے۔ اٹھانویں فیصدی لوگ ایسے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنی طرز زندگی کو بدل کر سادہ غذا اور سادہ لباس اور سادہ زندگی اختیار کر لی ہے۔ اگرچہ یہ بھی ابتدائی قدم ہے۔ مگر دھکے کونسے ختم ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک راستہ بتا دیا ہے۔ میں تو جب ماضی پر غور کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ رحمت کا دروازہ ہمارے لئے ایک ایسا کھولا گیا ہے۔ جس کا ہم شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ ہم میں جو امیر غریب کا امتیاز تھا۔ بعض لوگ کئی کئی کھانوں کے عادی تھے عورتوں میں زیورات۔ لیس۔ فیتے گوٹہ کناری کا رواج تھا۔ اسے دُور کرنے میں کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ میں سوچتا تھا۔ ایک کو روکا جائے دوسرا کرے گا۔ اور دوسرے کو منع کیا جائے تو تیسرا کرے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ایک راستہ کھول دیا۔ کہ سب کو بچا لیا۔"

۱۷ اکتوبر کی رات کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دن بنا دیا

قریباً سات ماہ سے کچھ زیادہ عرصہ ہُوا۔ کہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۴ء کی رات کو ایک مجسٹریٹ میرے پاس آیا۔ اور ایک پروانہ لایا۔ کہ احراری یہاں جلسہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس موقعہ پر آپ باہر سے کچھ آدمی بلانا چاہتے ہیں۔ حکومت اپنے اختیارات کی رُو سے حکم دیتی ہے کہ اس حکمنامہ کو منسوخ کردو اور اس موقعہ پر باہر سے کسی کو نہ بلاؤ۔ نہ کسی کو دعوت کرو۔ نہ اپنے گھروں پر کسی کو ٹھہراؤ۔ یہ ناپسند۔ سراسر ناواجب اور خلاف قانون حکم ایسے موقعہ پر دیا گیا۔ جب کہ اس کی ضرورت نہ تھی۔ اور ا سے دیا گیا۔ جس نے کوئی خط نہ لکھا تھا۔ اور ایسی حالت میں دیا گیا۔ کہ حکومت کے منشا کو پورا کرنے کے لئے جس نے یہ حکم دیا تھا وہ خود ہی اسے منسوخ کر چکا تھا اور ایسے ہاتھوں میں سے ہو کر آیا۔ جنہیں معلوم تھا۔ کہ دعوت نامہ منسوخ ہو چکا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ بات کھول دی کہ کسی انسان پر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے۔ اور کہ جن کی جانیں بچانے کے لئے ہم اپنی جانیں پچاس سال تک قربان کرتے رہے۔ جن کی عزتیں بچانے کے لئے ہم پچاس سال تک اپنی عزتیں قربان کرتے رہے۔ ان پر بھی ہمارا اعتماد کرنا سخت غلطی ہے۔ لوگ روشنی میں دیکھتے ہیں۔ مگر مجھے خدا تعالیٰ نے ۱۷ اکتوبر کی رات کو یہ حقیقت دکھا دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس رات کو ہمارے لئے نور بنا دیا۔ اور ہمارے لئے وہ راستہ کھول دیا۔ جو ترقی اور کامیابی کا راستہ ہے۔ یہ نوٹس ایک افشاء راز تھا۔ ان کارروائیوں کا جو اندرون پردہ ہو رہی تھیں۔ وہ ایک قدم تھا۔ جس نے ایک لمبی کارروائی کو ظاہر کر دیا۔ میں نے اس کا وہی جواب دیا۔ جو ایک شریف مومن کا حق ہے۔ میں نے اس پر اظہار نفرت کرتے ہُوئے مذہبی حکم کے ماتحت فرمانبرداری کا یقین دلایا۔ پھر فرمایا:۔

تحریک جدید میں لفظ میرے ہیں مگر حکم اس کا ہے

"میں اللہ تعالیٰ پر اس تحریک کی تکمیل کو چھوڑتا ہوں کہ یہ کام اسی کا ہے۔ اور میں صرف اس کا ایک حقیر خادم ہوں۔ لفظ میرے ہیں۔ مگر حکم اسی کا ہے یہ مت خیال کرو۔ کہ تحریک جدید میری طرف سے ہے۔ بلکہ اس کا ایک ایک لفظ میں قرآن کریم سے ثابت کر سکتا ہوں اور ایک ایک حکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں دکھا سکتا ہوں۔ مگر سوچنے والے دماغ اور ایمان لانے والے دل کی ضرورت ہے۔ پس یہ مت خیال کرو۔ کہ میں نے جو کچھ کہا۔ وہ میری طرف سے ہے۔ بلکہ یہ اس نے کہا ہے۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ وہ چھوڑے گا نہیں۔ جب تک تم سے اس کی پابندی نہ کرا لے۔ یہ پہلا قدم ہے۔ یہ سب باتیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اور جب تم پہلی بار ان پر عمل کر لو گے۔ تو پھر اور بتائی جائیں گی۔ لیکن جبتک ان پر عمل نہ کرو اور کس طرح بتائی جا سکتی ہیں۔

آخر میں میں نصیحت کرتا ہوں۔ کہ سستیوں کو چھوڑ دو غفلتوں کو دُور کرو۔ اپنے اندر بیداری پیدا کرو۔ ہر تحریک میں حصہ لو۔ مگر طاقت کا اندازہ وہ نہ کرو۔ جو منافق کرتا ہے۔ بلکہ وہ کرو جو مومن کرتا ہے۔"

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک کشف

تحریک جدید سال پنجم کی مالی قربانیوں کا مطالبہ کرتے ہوئے حضور نے تحریک جدید کی اہمیت کی اور بھی وضاحت فرما دی۔ اس کے متعلق سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ کشف بیان فرمایا۔ جو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ۱۸۹۱ء میں دکھایا تھا۔ جو یہ ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں:۔

۱۸۹۱ء کی ایک پیشگوئی

"ایک دفعہ میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب۔ پہلے میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا۔ کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور وہ چپ رہا۔

پھر انہوں نے اس دوسرے کی طرف رخ کیا۔ جو چھت کے قریب آسمان کی طرف تھا۔ میں نے اسے بھی کہا۔ کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا ایک لاکھ نہیں ملے گی۔ مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائیگا۔ اس کا جواب سنکر میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ پانچہزار سپاہی اگرچہ تھوڑے ہیں۔ لیکن اگر خدا چاہے۔ تو تھوڑے بہتوں پر غلبہ پاسکتے ہیں۔ اور میں نے کشفی حالت میں یہ آیت پڑھی۔ کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ۔"

یہ وہ پیشگوئی ہے۔ جو آج سینتالیس سال کے بعد تحریک جدید کی قربانیاں کرنے والوں کے ذریعہ پوری ہو رہی ہے۔ اس سے یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ اور مومنوں کے لئے ازدیاد ایمان کا باعث ہوتی ہے وہاں سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تحریک جدید کی آواز جو خدا کی آواز ہے۔ کی اہمیت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ پس جو لوگ اس تحریک میں حصہ لے رہے ہیں۔ وہ وہ سپاہی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آج سے سینتالیس سالہ قبل کی پیشگوئی کے پورا کرنے والے ہیں۔ پس تحریک جدید میں حصہ لینے والے جس قدر سجدات شکر بجا لائیں کم ہیں۔ اور جس قدر وہ اللہ تعالےٰ کے فضلوں پر فخر کریں بجا ہے۔"

انہی کے متعلق سیدنا حضرت امیر المومنین فرماتے ہیں:

تحریک جدید کی عالیشان اور اسکی اہمیت کی مزید وضاحت

—: اول :—

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

—: کی :—

پانچہزار سپاہیوں والی پیشگوئی کا پورا ہونا

(۱) یہ کام ایسا شاندار ہے۔ کہ میں سمجھتا ہوں۔ کہ جو لوگ اس تحریک کو کامیاب بنانے میں مدد دینگے ان کا نام اللہ تعالےٰ خاص لوگوں میں لکھے گا۔ پس اس کے لئے جتنی قربانیاں کی جائیں تھوڑی ہیں اور جس قدر ثواب کی امید رکھی جائے۔ وہ بھی تھوڑی ہے۔

(۲) میں سمجھتا ہوں۔ کہ درحقیقت انہی لوگوں کے متعلق یہ کشف ہے۔ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ کشف جو پانچ ہزار سپاہیوں والی پیشگوئی کہلاتا ہے۔ جو اوپر درج ہو چکا ہے۔ اسکی طرف یہ اشارہ ہے۔ فنانشل سیکرٹری) اور حقیقت یہ ہے۔ کہ کئی سال سے میرا خیال ہے۔ کہ یہ وہ فوج ہے۔ کہ جس کے ملنے کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر دی گئی تھی۔ اور فوج کے ذریعہ اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ اسلام کی فتح کیلئے ایک مستقل اور پائیدار بنیاد قایم کرے۔ اور یہ فوج ایک ایسا نشان چھوڑ جائے۔ جس کے ذریعہ ہمیشہ دنیا میں اسلام کی تبلیغ ہوتی رہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ تحریک ایسے ثمرات پیدا کرنے والی ہے۔ نسلیں اس سے برکت پائیں گی۔ پس اس میں حصہ لینا گویا اپنی نسلوں کے لئے برکت کی بنیاد رکھنا ہے۔

. . . .

بعض نیکیاں ایسی ہوتی ہیں۔ جن کا ہمیشہ موقعہ ملتا رہتا ہے۔ لیکن بعض نیکیوں کا موقعہ صدیوں میں ملتا ہے۔ اور جو اس سے محروم رہ جاتے ہیں۔ وہ ندامت کا شکار ہوتے ہیں۔ مگر ندامت فائدہ نہیں دیتی۔ پھر کیوں نہ انسان ندامت کے وقت سے پہلے ہی اپنے لئے زاد راہ مقرر کرے۔ لوگ اولاد کے لئے تڑپتے ہیں۔ کہ شاید ان سے نیک نام باقی رہے۔ مگر اولاد کی نیکی کا ذمہ وار کون ہو سکتا ہے۔ لیکن تحریک جدید کا حصہ نیک نام قائم رکھنے کی بفضل خدا ضمانت ہے۔ اور کیا تعجب کہ جو اس ذریعہ سے اپنی نیکی کو قائم رکھنے کی کوشش کرے۔ خدا تعالےٰ اس کی اولاد کو بھی نیکی کا قائم کرنے والا بنادے۔

میں سمجھتا ہوں۔ کہ تحریک جدید کا کام ان مستقل تحریکات میں سے ہے۔ جن میں حصہ لینے والے اللہ تعالےٰ کے فضلوں کے اس طرح مستحق ہوں گے۔ جس طرح بدر کی جنگ میں شامل ہونے والے صحابہ اللہ تعالےٰ کے خاص فضلوں کے مورد ہوئے۔

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ ہماری جماعت کے دوستوں کے دلوں کو کھولے تا وہ اس پانچ ہزار سپاہیوں کی شمولیت کا فخر حاصل کر سکیں۔ جس کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے کشف کے ذریعہ دے چکے ہیں۔

ہمارا یہ بھی فرض ہے۔ کہ ان پانچہزار سپاہیوں کی کوئی مستقل یادگار قائم کریں۔ کیونکہ وہ سب لوگ اس جہاد کبیر میں آخر تک (کم از کم دس سال تک) ثابت قدم رہیں گے۔ اُن کا حق ہے۔ کہ ان کا نام اگلی نسلوں میں عزت کے ساتھ لیا جائے۔ اور اُن کا حق ہے۔ کہ ان کے لئے دعاؤں کا سلسلہ جاری رہے۔ اور اس کے لئے میں نے ایک نہایت موزون تجویز سوچ لی ہے۔ جو یہ ہے:-

تحریک جدید میں شاندار قربانیاں کرنیوالوں

—: کی :—

شاندار یادگار

چونکہ تحریک جدید میں چندہ دینے والے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پانچہزار والی پیشگوئی کو پورا کرنے والے ہیں۔ اس لئے ان کی قربانی کی یاد قائم رکھنے کے لئے یہ طریق اختیار کیا جائے گا۔

(۱) اوّل ان فہرستوں کو ایک جگہ جمع کر کے اور تحریک جدید کی مختصر سی تاریخ لکھکر چھاپ دیا جائیگا اور دفتر تحریک جدید تمام احمدیہ لائبریریوں میں یہ کتاب مفت بھیجے گا۔

(۲) جب دس سال ختم ہو جائیں گے۔ اس فنڈ کی آمد کا ایک معمولی حصہ چندہ دینے والوں کی طرف سے صدقہ جاریہ کے طور پر سالانہ عزبا پر خرچ کیا جائیگا۔

پس میں آج اس تمہید کے ساتھ تحریک جدید سال پنجم کے چندے کا اعلان کرتا ہوں۔ دوستوں کو چاہیئے کہ سابقون الاوّلون بننے کی کوشش کریں۔ میں نے تحریک جدید کے پانچویں سال کی شرائط بیان کر دی ہیں۔ میں نے بتایا ہے۔ کہ دس فیصدی پچھلے سال (سال چارم) سے کم چندہ دیا جا سکتا ہے۔ مگر ایک سچے مومن کو اس اجازت سے اسی صورت میں فائدہ اٹھانا چاہیئے جبکہ واقعہ میں مجبور اور معذور ہو۔ اگر وہ واقعہ میں مجبور و معذور نہیں۔ یا مجبور و معذور تو ہے۔ مگر اس کا ایمان اس کو پیچھے ہٹنے نہیں دیتا۔ تو میں اسے یہی کہوں گا۔ کہ تم کوشش کرو۔ کہ تم اپنی پہلی جگہ پر کھڑے رہو۔ بلکہ اگر ہو سکے۔ تو آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔"

پھر ایک خطبہ میں سابقون الاوّلون میں شامل ہونے کے لئے نہایت آسان رستہ بتا دیا۔ فرمایا:

سابقون الاوّلون میں شامل ہونیکا آسان گر

یہ زیادتی بھی دو قسم کی ہے۔ ایک تو وہ دوست ہیں۔ جنہوں نے پہلے سال جتنا چندہ دیا تھا۔ اس سے زیادہ چندہ انہوں نے دوسرے سال دیا۔ اور دوسرے سال جتنا چندہ دیا تھا۔ اس سے زیادہ چندہ تیسرے سال دیا۔ اور تیسرے سال جتنا چندہ دیا تھا۔ اس سے زیادہ چندہ چوتھے سال دیا۔ اور چوتھے سال جتنا چندہ انہوں نے دیا۔ اس سے زیادہ چندہ انہوں نے پانچویں سال دیا۔ ان کے لئے اگر وہ سابقون الاوّلون میں شامل ہونا چاہیں۔ تو یہی قاعدہ ہے۔ کہ وہ دسوں سال تک اپنے چندہ کو پہلے سالوں سے بڑھاتے چلے جائیں۔ اب اسے اجازت نہیں ہے کہ پیچھے ہٹے۔ بلکہ اب وہ اسی صورت میں سابقون الاوّلون میں شامل رہ سکتا ہے۔ جب ہر سال وہ اپنے چندہ سے اضافہ کرتا چلا جائے۔ جیسے میں نے دوسرے سال پہلے سے زیادہ چندہ دیا تھا۔ اور تیسرے سال دوسرے سال سے زیادہ چندہ دیا۔ اور چوتھے سال تیسرے سال سے زیادہ چندہ دیا۔ اور پانچویں سال چوتھے سال سے زیادہ چندہ دیا۔ پس اب میں اور میری قسم کے دوسرے دوست جنہوں نے چوتھے سال میں بھی کمی نہیں کی۔ بلکہ تیسرے کے چندے پر زیادتی کی تھی۔ وہ اس بات پر مجبور ہیں۔ کہ اب آئندہ ہر سال اضافہ ہی کرتے چلے جائیں۔ اور پانچویں سال میں چوتھے سال سے اور چھٹے سال میں پانچویں سے اور ساتویں سال چھٹے سے اور آٹھویں سال ساتویں سے اور نویں سال آٹھویں سے اور دسویں سال نویں سے زیادہ چندہ دیں۔ زیادتی خواہ کتنی ہی قلیل ہو۔ (یہ وہ لوگ ہیں۔ جن کے متعلق حضور نے فرمایا) کہ دس سال تک ہر سال پہلے سال سے زیادہ چندہ دینے والوں کے متعلق ایک اور بھی تجویز ہے جسے اپنے وقت پر ظاہر کیا جائے گا۔ دوسرے زیادتی کرنے والے وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے پہلے تین سالوں میں تو اپنے چندے میں زیادتی کی۔ لیکن چوتھے سال آکر میری رعایت سے فائدہ اٹھا کر انہوں نے اتنا ہی چندہ دیا۔ جتنا انہوں نے تحریک جدید سال اوّل میں دیا تھا۔ مثلاً پہلے سال انہوں نے پانچ دیئے تھے۔ دوسرے سال انہوں نے دس روپے دیئے۔ اور تیسرے سال پندرہ۔ لیکن چوتھے سال آکر پھر انہوں نے پہلے سال کے چندے کے مطابق میری رعایت سے فائدہ اٹھا کر صرف پانچ روپیہ چندہ دیا۔ ایسے لوگوں نے چونکہ میرے مقرر کردہ قانون کے مطابق چوتھے سال اپنے چندہ میں کمی کی ہے اس لئے اُن کی زیادتی اب پانچویں سال سے شروع ہوگی وہ اگر چاہیں۔ تو اب کے (سال پنجم) پانچ کی جگہ پانچ روپیہ ایک آنہ دیکر یا پانچ روپیہ چار آنہ دیکر یا سات روپیہ دیکر یا آٹھ روپیہ دیکر سابقون الاوّلون میں شامل ہو سکتے ہیں۔ بلکہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ پانچ روپیہ ایک پیسہ دیکر ایک شخص اپنے چندہ میں اضافہ کر سکتا ہے۔ اور ایسا ہر شخص زیادتی کرنے والوں میں ہی شمار ہو گا۔ بشرطیکہ وہ آئندہ سالوں میں کمی نہ کرے۔ بلکہ ہر سال اپنے چوتھے سال کے چندے پر زیادتی کرتا چلا جائے۔

تحریک جدید اس شاندار اہمیت اور اس کے اعلیٰ فوائد کے پیش نظر شاید ہی کسی نے دس فی صدی کمی کی ہو۔ بلکہ میں نے دیکھا۔ جن چند دوستوں نے وعدے کے وقت دس فی صدی کمی کی تھی۔ انہوں نے بھی ادائیگی کے وقت دس فی صدی رعایت سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ بلکہ زیادہ کر کے چندہ دیا۔ چنانچہ سال پنجم میں وعدوں کی میزان ایک لاکھ تیس ہزار ہے۔ جو گذشتہ سال کے وعدے سے پانچہزار اضافہ کے ساتھ ہے۔ چونکہ پانچواں سال ابھی ختم نہیں ہوا۔ مگر تاہم بھی۔ آج جبکہ یہ مضمون لکھا جا رہا ہے۔ تحریک جدید سال پنجم کی وصولی پچھتر فیصدی ہے۔ اور گذشتہ سال آج کی تاریخ تک وصولی کی نسبت ستر فی صدی تھی۔ گویا اس سال گذشتہ سال کے مقابلہ میں اب تک (۱۵ نومبر ۱۹۳۹ء) پانچ فیصدی زیادہ وصولی ہوئی ہے۔ باوجودیکہ اس سال چندوں کی بھرمار تھی۔ مگر جماعت احمدیہ کو جو اخلاص اور محبت اپنے امام سے ہے وہ اس سے ظاہر ہے۔ کہ انہوں نے دوسرے چندوں میں بھی حصہ لیا۔ اور تحریک جدید کو بھی بے نظیر طور پر کامیاب کیا ہے۔ جس کی نظیر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے سوا کہیں نہیں مل سکتی۔ اس سال میں افراد کی تعداد ۵۶۲۶ ہے۔ احباب دیکھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کس طرح شروع سال سے پانچہزار سپاہیوں کی پیشگوئی کو پورا کرتا ہوا اپنے فضل کی بارش برسا رہا ہے۔

تحریک جدید کی قربانیوں میں حصہ لینا جنت کو واجب کر دیتا ہے

پس آپ نے تحریک جدید کی شاندار قربانیوں کا نہایت مختصر مضمون ملاحظہ فرما لیا۔ جنہیں اللہ تعالےٰ نے اس تحریک میں شمولیت کا فخر بخشا ہے۔ انہیں مبارک ہو۔ مگر وہ احباب جو اپنے اوپر جنت واجب کرانے والوں میں شامل نہیں۔ اور ان کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچی محبت اور سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز پر سچی فدائیت اور سچا عشق ہے۔ اور اسلام کا درد اس کو بے چین کر رہا ہے۔ انہیں چاہیئے۔ کہ وہ اس تحریک میں شامل ہوں۔ اور اسی اصول کے مطابق قربانیاں کریں۔ جن کا ذکر آپ نے پڑھ لیا ہے سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: "میں سمجھتا ہوں اپنے دل میں اسلام کا درد رکھنے والا کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ جس کے سامنے یہ تحریک پیش کی جاتی۔ کہ اس چندہ کے ذریعہ ایک ایسا مستقل فنڈ قایم کر دیا جائے گا۔ جو دائمی طور پر اسلام کی تبلیغ کے کام آئیگا۔ اور وہ یہ تحریک سننے کے باوجود اس میں حصہ نہ لیتا۔ بلکہ میں سمجھتا ہوں۔ اگر ایک مرتے ہوئے باایمان انسان کے کانوں میں بھی یہ تحریک پہنچ جاتی۔ تو اسکی رگوں میں بھی خون دوڑنے لگتا اور وہ سمجھتا کہ میرے خدا نے میرے مرنے سے پہلے ایک ایسی تحریک کا آغاز کر کے اور مجھے اس میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرما کر میرے لئے اپنی جنت کو واجب کر دیا۔"

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی خلافت کی حقانیت پر

آسمانی شہادت

(از قلم سید احمد علی صاحب مولوی فاضل)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اس زمانہ میں گم گشتگان آستانہ الٰہی کی راہنمائی کیلئے مبعوث فرمایا۔ تو آپ نے از روئے تعلیم قرآن مومن کامل اور خدا کے برگزیدہ لوگوں کی علامات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

"مومن کامل کو خدا تعالیٰ سے اکثر بشارتیں ملتی ہیں یعنی پیش از وقوع خوشخبریاں ہو اس کی مرادات یا اس کے دوستوں کے مطلوبات ہیں۔ اس کو بتلائی جاتی ہیں"

(آسمانی فیصلہ صفحہ ۱۱)

اور پھر اس قرآنی دلیل کو اپنی متعدد تصانیف و تالیفات میں اپنے دعاوی کی صداقت ثابت کرتے ہوئے بطور تحدی مخالفین کے سامنے بھی پیش کیا کہ

"اگر اخبار غیبیہ میں جو خدا تعالیٰ سے مجھ پر ظاہر ہوئی ہیں میرا مقابلہ کر سکو...... تو میں جھوٹا ہوں"

(تحفہ غزنویہ صفحہ ۱۳)

حضور کی صداقت اور آپ کے ایمان کامل کی پرکھ کا یہ ایسا زبردست معیار تھا۔ کہ باوجودیکہ آپ نے آخر تک اس طریق فیصلہ کو مخالفین کے سامنے رکھا۔ مگر کسی دوست کو اس طور سے آزمانے کی جرأت نہ ہوئی اور ہوتی بھی کیسے؟ ؎

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زار و نزار
(المسیح الموعود)

پس اگر اس دلیل کے آگے مخالفین دم نہیں مار سکے۔ اور وہ خاموش رہے۔ تو مجبوراً۔ اور اسی طرح انہوں نے اپنے فعل عجز سے ثابت کر دیا۔ کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے دعاوی میں صادق و راستباز تھے۔ جب حضور اپنا کام کر چکے۔ اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ بھی آپ کے بعد اپنے زمانہ کی خیر خواہی سے نبھا گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے پیشگوئیوں کے مطابق حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ایدہ اللہ بنصرہ کو "فضل عمر" کے الفاظ میں مشتبہ پیشگوئی کے مطابق خلافت ثانیہ کی قمیص پہنائی اور دوسری طرف اخرجہ منہ الیزیدیون اور نیز حضرت مسیح موعود کی قادیان کی بابت اس پیشگوئی کے مطابق۔ کہ:-

"جیسے روشنی میں سیاہ دل چور نہیں ٹھہر سکتا۔ ایسے ہی اس مقام (قادیان) میں جو تجلیات و انوار الٰہی کا مرکز ہے۔ کوئی سیاہ دل خائن بہت مدت تک نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی لئے

فرمایا قرآن مجید میں کا یجاورونک فیہا الا قلیلا"

(اخبار بدر ۲۷ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ)

جو لوگ یہاں سے چلد یئے۔ خدا تعالیٰ نے ایسے لوگوں پر اتمام حجت کرنے کے لئے انہی کے "امیر" اور لیڈر مولوی محمد علی صاحب کے قلم سے خلافت ثانیہ کے ظہور سے چند ہی روز پیشتر یہ لکھوا دیا۔ کہ:-

"حضرت مسیح موعود نے یہ پیشگوئی کی ہے ۔ ہے۔ کہ ایک شخص آپ کی ذریت سے اٹھیگا جس سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوگا۔ اسکی بیعت پھر سب پر لازم ہو گی"

(ایک نہایت ضروری اعلان از مولوی محمد علی صاحب)

یہ معیار جو قرآن مجید سے ثابت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تالیفات کی رو سے مسلّم ہے۔ اور مولوی محمد علی صاحب نے خلافت اولیٰ کے آخری ایام میں شائع کیا۔ اس کے مطابق حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے بھی یہ فرمایا کہ:-

(الف) "میرا دعویٰ تو یہ ہے۔ کہ خدا میری تائید میں وہ نشانات دکھاتا ہے۔ جو ایک مومن کے لئے اس کی برگزیدہ جماعت کے منتظم و امیر کے لئے دکھایا کرتا ہے"

(الفضل ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

(ب) پھر فرمایا:-

"میں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے رؤیا اور الہامات سے حصہ پایا ہے۔ اور سینکڑوں امور قبل از وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے بتائے ہیں۔ جو اپنے وقت پر جا کر پورے ہوئے۔ حالانکہ اس سے پہلے سامان ان امور کے وجود میں آنے کے بالکل مخالف تھے"

(تحفہ لارڈ ارون صفحہ ۱۳۶)

غرض حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کا اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا دعویٰ کرنا اہل پیغام کے لئے عموماً اور مولوی محمد علی صاحب کے لئے خصوصاً منہ مانگا نشان اور حجت قاہرہ ہے۔ کیونکہ یہی انہوں نے کہا تھا۔ کہ:- "حضرت مسیح موعود سے یہ بھی پیشگوئی کی ہے۔ کہ ایک شخص آپ کی ذریت میں سے اٹھے گا۔ جس سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوگا۔ اس کی بیعت پھر سب پر لازم ہوگی"

اب ذیل میں بطور نمونہ مشتے از خروارے اور قطرہ از بحارے اسی معیار کے تحت چند نشانات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اور سعید روحوں سے التماس ہے۔ کہ وہ ان باتوں پر خدا را ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ اَفَلَکُم تَرحَمُون۔

(۱) پہلی شہادت

میں جامعہ احمدیہ کی مبلغین کلاس میں پڑھا کرتا تھا۔ اور حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب ہمیں تفسیر القرآن پڑھایا کرتے تھے۔ حسب دستور ۱۵ جولائی ۱۹۳۵ء کو بھی آپ جب سبق پڑھا رہے تھے۔ تو ضمناً آپ نے ایک بات کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ مجھ سے پڑھا کرتے تھے۔ تو ایک دن میں نے کہا کہ میاں آپ کے والد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تو کثرت سے الہام ہوتے ہیں۔ کیا آپ کو بھی خوابیں وغیرہ آتی ہیں۔ تو میاں صاحب نے فرمایا۔ کہ مولوی صاحب خوابیں تو بہت آتی ہیں۔ لیکن ایک خواب تقریباً روز ہی میں دیکھتا ہوں۔ اور تو ہی میں تکیہ پر سر رکھتا ہوں۔ اسی وقت سے لے کر صبح اٹھنے تک یہ نظارہ دیکھتا ہوں۔ کہ ایک فوج ہے۔ میں اس کی کمان کر رہا ہوں۔ اور بعض اوقات ایسا دیکھتا ہوں۔ کہ میں سمندروں سے گذر کر آگے جا کر مقابلہ کر رہا ہوں۔ اور کئی دفعہ ایسا ہوا ہے۔ کہ میں نے اگر پار گذرنے کے لئے اور کوئی چیز نہیں پائی۔ تو سرکنڈے وغیرہ سے کشتی بنا کر پار گیا۔ اور جا کر حملہ آور ہوا ہوں۔

حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب نے فرمایا۔ کہ جب یہ خواب میں نے آپ سے سنا۔ میرے دل میں اسی وقت سے یہ بات گڑ گئی۔ کہ یہ شخص کسی وقت جماعت کی لیڈری کرے گا۔ اور اس وجہ سے میں نے اس دن سے بوجہ ادب کے آپ کی کلاس میں ان کے سامنے کرسی پر بیٹھنا چھوڑ دیا۔ اور آپ سے یہ خواب سننے کے بعد میں نے آپ سے کہہ دیا۔ کہ میاں آپ بڑے ہو کر مجھ کو نہ بھلا دیں۔ اور مجھ پر پھر بھی نظر شفقت رکھیں۔

حضرت مولوی صاحب نے ایسی ہی اور بھی چند خوابیں حضور کی سنائیں۔ اور یہ اس زمانہ کی ہیں۔ جبکہ آپ ہنوز سلسلہ تعلیم میں مشغول بلکہ ہو نچی جماعت میں پڑھتے تھے۔ مگر آخر وہ وقت آگیا کہ جب خدا نے آپ کی ان خوابوں کو پورا کرتے ہوئے آپ کو ایک جماعت کا خلیفہ اور امام بنا کر ہندوستان اور ہندوستان سے باہر سمندر پار کے ممالک میں تبلیغ احمدیت پہنچانے کی توفیق دی۔ چنانچہ سمندر پار کی ترقی کا سہرا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ کے سر پر ہے۔

(۲) دوسری شہادت

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بارہا بتایا ہے۔ کہ:-

"میں ابھی سترہ سال کا تھا۔ جو کھیلنے کودنے کی عمر ہوتی ہے۔ مگر اس سترہ سالہ عمر میں خدا تعالیٰ نے الہاماً میری زبان پر یہ کلمات جاری کئے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھوں سے ایک کاپی پر لکھ دیئے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ کہ وہ لوگ جو تیری تبع ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں قیامت تک ان لوگوں پر فوقیت اور غلبہ دے گا جو تیرے منکر ہیں"

اس الہام میں نہ صرف آپکی خلافت کی خبر دی گئی۔ بلکہ یہ بھی دو پیشگوئیاں بتائی گئیں۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کی طرح آپ کے ہاتھ پر تحت واحد بیعت نہ کریگی۔ بلکہ ایک حصہ منکرین کا بھی ہوگا۔ اور پھر یہ بھی بتایا گیا۔ کہ آپ کے ماننے والے نہ صرف دلائل و براہین کے لحاظ سے منکرین پر غالب رہینگے بلکہ بلحاظ تعداد۔ روحانیت عرفان وغیرہ میں بھی ان کے اوپر غالب رہیں گے۔ چنانچہ واقعہ ہے۔ کہ خدا نے آپ کو خلافت دی۔ تو جماعت کے دو حصے ہو گئے۔ اور پھر ان منکرین پر یہاں تک بلحاظ تعداد غلبہ عطا کیا۔ کہ آج منکرین کے "امیر" مولوی محمد علی صاحب کو بھی خان بہادر محمد دلاور خاں صاحب کے جنازہ پر "ہماری چھوٹی سی جماعت" (الفضل ۱۰ اکتوبر ۱۹۳۱ء صفحہ) کے الفاظ میں اپنی جماعت کی مغلوبیت اور ہمارے غالب ہونے کا بادل ناخواستہ اقرار کرنا پڑا ہے۔ غرض اس الہام میں جو یہ تین پیشگوئیاں بیان کی گئی ہیں۔ اپنی پوری شان کے ساتھ پوری ہو رہی ہیں۔ اور اس الہام کے متعلق حضرت صاحب مؤکد بعذاب حلفاً فرماتے ہیں۔ کہ:-

"یہ خدا کی پیشگوئی ہے۔ جو پوری ہوئی اور پوری ہوتی رہے گی۔ اگر اس الہام کے سنانے میں میں جھوٹ بولتا ہوں۔ تو خدا کی مجھ پر لعنت"

(الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۳۷ء صفحہ)

(۳) شہادت

۲۸ اپریل ۱۹۰۵ء کی شب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا۔ اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَۃً۔ تو اس الہام کی اشاعت کے ساتھ لکھا ہے۔ کہ:-

"اسی شب صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب

نے خواب میں دیکھا تھا۔ کہ حضرت (مسیح موعود علیہ السلام ناقل) کو انی مع الافواج اتیک بغتۃً الہام ہوا ہے۔ صبح اٹھ کر ذکر کیا۔ تو معلوم ہوا کہ بیشک یہ الہام ہوا ہے"
(اخبار بدر ۲۷ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۱)

یعنی جس رات کو یہ رؤیا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے دیکھا۔ اسی رات خدا نے اُسے پورا کر دیا تھا۔

(۴) چوتھی شہادت

۱۹۰۰ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض رشتہ داروں نے آپ کو اور آپ کی جماعت کو دکھ دینے کے لئے مسجد مبارک کے دروازہ کے آگے ایک دیوار کھینچ دی۔ جس کے سبب نمازیوں کو بہت دور سے چکر کاٹ کر آنا پڑتا تھا۔ تو ان دنوں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ نے رؤیا میں دیکھا۔ کہ وہ دیوار گرائی جا رہی ہے۔ تب آپ نے حضرت خلیفہ اوّل رض کو جو آپ کے پیچھے آ رہے تھے۔ بتایا کہ دیوار گرائی جا رہی ہے۔ یہ رؤیا آپ نے حضرت خلیفہ اوّل رض کو بھی سنائی۔ چنانچہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عدالت میں نالش دائر کی۔ اور اگست ۱۹۰۱ء میں مقدمہ حضور کے حق میں فیصل ہوا۔ اور دیوار گرائی گئی۔ تو اس وقت اتفاق ایسا ہوا۔ کہ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ سبق دینے سے درس دے کر واپس آ رہے تھے۔ اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ بھی درس سنکر واپس آ رہے تھے۔ مگر آپ آگے آگے تھے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ وہ دیوار گرائی جا رہی ہے۔ اس پر آپ نے پیچھے کی طرف متوجہ ہو کر حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کو خبر دی۔ کہ حضور وہ دیوار گرائی جا رہی ہے۔ یعنی بالکل ویسے ہی ہوا۔ جیسے کہ رؤیا میں دکھایا گیا تھا۔ کہ آپ آگے ہیں۔ اور حضرت خلیفہ اوّل رض پیچھے پیچھے چلے آ رہے ہیں۔ اور دیوار گرنے کا آپ کو پہلے علم ہوتا ہے۔ اور آپ [illegible] صاحب کو اس کی خبر دیتے ہیں۔ اس پر حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ نے آپ کو فرمایا۔ کہ آپ کی رؤیا پوری ہو گئی۔

(۵) پانچویں شہادت

ایک دفعہ اپنی خلافت سے پیشتر یعنی ستمبر ۱۹۱۳ء میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ شملہ گئے۔ وہاں آپ نے رات کو رؤیا دیکھا کہ "رات کا وقت ہے۔ اور قریباً دو بجے ہیں۔ میں اپنے کمرہ میں دار قادیان میں بیٹھا ہوں۔ مرزا عبداللہ صاحب (کلانوری) میرے پاس آئے۔ اور نیچے سے آواز دی۔ اُٹھ کر اُن سے پوچھا۔ کہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح (اوّل رضی اللہ عنہ) کو سخت تکلیف ہے۔ تپ کی شکایت ہے۔ ۱۰۴ تک [illegible]

قریب ہو گیا تھا۔ آپ نے مجھے بھیجا ہے کہ میاں صاحب کو جا کر کہہ دو۔ کہ ہم نے اپنی وصیت شائع کر دی ہے مارچ کے مہینہ کے بدر میں دیکھو لیں"
(برکات خلافت صفحہ ۵۲)

جب یہ رؤیا آپ نے دیکھا۔ تو متفکر ہو کر قادیان تار دیا۔ مگر جواب میں لکھا گیا۔ کہ اچھے ہیں۔ یہ رؤیا آپ نے حضرت نواب صاحب محمد علی خاں صاحب اور حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب وغیرہ کئی اصحاب کو سنا دی۔ اس رؤیا میں اللہ تعالے نے قبل از وقت چار امور سے حضرت کو خبر دیدی تھی۔ یعنی (۱) حضرت خلیفہ اوّل رض کی وفات تپ سے ہو گی (۲) آپ وفات سے پیشتر وصیت کر جائیں گے۔ (۳) آپ کی وصیت مارچ کے مہینہ میں شائع ہو گی (۴) اس وصیت کا تعلق "بدر" سے ہو گا (۵) اور ایک یہ کہ اس وصیت کا تعلق حضرت محمود ایدہ اللہ الودود کے ساتھ بھی ہو گا۔ چنانچہ اس رؤیا کے مطابق (۱) حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی وفات تپ سے ہوئی (۲) آپ نے وفات سے پیشتر وصیت فرمائی۔ جو مارچ کی ۴ تاریخ کو لکھی گئی۔ اور مارچ کے مہینے میں ۱۰ تاریخ کے الفضل میں شائع ہوئی (۳) چونکہ بدر اخبار ان دنوں بند تھا۔ اس لئے "بدر" کی تعبیر یعنی ۱۴ تاریخ مراد لینا ہو گی۔ چنانچہ ۱۳ مارچ کو حضور کا انتقال ہوا۔ اور ۱۴ کو حضرت محمود ایدہ اللہ بنصرہ منصب خلافت پر متمکن ہوئے اور اس طرح یہ رؤیا اپنے تمام پہلوؤں کے ساتھ پوری ہوئی۔

حلفیہ شہادت

منجانب:—
جناب ... عبدالرحمن صاحب امیر جماعت احمدیہ انبالہ شہر
خاکسار کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا سے شفا
جسکی
قبولیت کی اطلاع اللہ تعالے نے مجھ کو بذریعہ خواب فرمائی

خاکسار نے ۱۹۰۳ء میں بیعت کی تھی۔ اور ۱۹۰۴ء میں مکان کی تعمیر شروع کی۔ جس کی بنیاد چوہدری رستم علی صاحب مرحوم نے اپنے دست مبارک سے رکھی تھی۔ نیچے کی منزل تیار ہو چکی تھی اور بالاخانہ یعنی اوپر کی منزل تعمیر ہونا شروع ہوئی تھی۔ کہ دفعتاً خاکسار سخت بیمار ہو گیا۔ اور بخار ۱۰۴-۱۰۵ تک پہنچ گیا۔ اسی طرح بخار میں کئی روز گذر گئے۔ چوہدری صاحب روزمرہ دریافت حال کے لئے تشریف لاتے۔ اور تسلی دیتے اور فرماتے کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دعا کے لئے لکھتا رہتا ہوں۔ ایک روز دن کا وقت تھا۔ مجھے خواب میں معلوم ہوا۔ میری ہمشیرہ مرحومہ کہہ رہی ہیں کہ دعا قبول ہو گئی"۔ اس کے کہنے پر میں نے اپنی بیوی صاحبہ اور اپنے بھائی اور پسران سے کہا۔ کہ ہمشیرہ ابھی یہاں پر کھڑی تھیں۔ اور وہ کہہ رہی تھیں۔ کہ "دعا قبول ہو گئی"۔ اس کے بعد بخار کی حالت، حرارت زیادہ سے زیادہ ہوتی گئی۔ اور میں کئی روز تک بیہوش رہا۔ سب گھر والوں کو مایوسی ہو گئی۔ بالخصوص چوہدری رستم علی صاحب مرحوم کو بہت ہی تشویش ہوئی۔ کہ خدا نخواستہ اگر اس وقت واقعہ وفات ہو گیا۔ تو سب یہی کہیں گے۔ کہ بس یہ بیعت کرنے کا نتیجہ ہے۔ اور بہت خراب اثر گھر والوں پر پڑے گا۔ اور دوسرے دوستوں پر بھی جنہوں نے اس کے ساتھ بیعت کی ہے۔ چنانچہ چوہدری صاحب مرحوم دعا میں لگے رہتے۔ اور روزمرہ صحت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں نیا زنامہ لکھتے رہتے۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ مجھے آرام ہونا شروع ہو گیا۔ اور دو مہینے کے اندر بالکل آرام ہو گیا۔ اور میں نے عید کی نماز دو کانوں میں پڑھی۔ الحمد للہ۔ جیسا کہ اللہ تعالے نے خواب میں دکھایا تھا۔ کہ "دعا قبول ہو گئی" وہ پورا ہو گیا۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی کا ایک مکتوب گرامی
شیخ عبدالحمید صاحب آڈیٹر کے نام

یہ مکتوب گرامی ۲۶ مارچ ۱۹۱۴ء کو حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے شیخ عبدالحمید صاحب آڈیٹر لاہور کو تحریر فرمایا۔ شیخ صاحب موصوف اس وقت اپنے وطن سیالکوٹ میں بوجہ علالت رخصت پر تھے۔ پیغامی فتنہ کا رخ بھی اس وقت سیالکوٹ کی طرف بڑے زور سے تھا۔ مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھی وہاں متواتر لیکچر دے رہے تھے۔ شیخ صاحب موصوف نے اس وقت اس فتنہ کا مقابلہ کیا اور حضرت صاحب کو حالات سے آگاہ کیا۔ اس پر حضور نے یہ تاریخی خط لکھا۔ جس سے آپ کی اس پاکیزہ روح کا اظہار ہوتا ہے جو آپ میں کام کر رہی تھی۔ (ایڈیٹر)

نقل خط حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ

۲۶ مارچ ۱۹۱۴ء
مکرم شیخ صاحب
السلام علیکم۔ میں آپ کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالے شفا عنایت فرمائے۔ سیالکوٹ کی حالت افسوس ہے۔ آپ ضرور باقی دوستوں سے مل کر اس فتنہ سے لوگوں کو بچانے کی کوشش کریں۔ اور جبکہ یہ لوگ صریح جھوٹ پر آمادہ ہیں۔ میں آپ کو اجازت دیتا ہوں۔ کہ جو صحیح واقعات آپ کو معلوم ہیں لوگوں پر ظاہر کریں۔ تاکہ لوگ غلط فہمی سے محفوظ رہیں۔ اور ان لوگوں کی قربانی کا حال بھی معلوم ہو۔ اللہ تعالے ہی رحم فرمائے۔ فتنگی یا بدظنی پر محمول بات کوئی نہ ہو۔ استغفار بہت کریں۔ تا منہ سے کوئی بات ایسی نہ نکلے۔ جو غلط ہو۔ یا جس کے بیان کرنے میں نیت نیک نہ ہو۔ اللہ تعالے ہمیں نفسانی خواہشات اور کینہ توزیوں سے محفوظ رکھے۔ عداوت سے کوئی کام نہ کریں۔ بلکہ اخلاص اور تائید حق کے لئے۔ حدیث میں ہے۔ اتنی دشمنی نہ کرو۔ کہ پھر پچھتانا پڑے۔ اور اتنی دوستی بھی نہ کرو۔ کہ بعد میں پچھتانا پڑے۔ سو ان نصائح کو یاد رکھکر مناسب تدابیر سے غافل نہ ہوں۔ مجھے سیالکوٹ پر رحم آتا ہے وہاں کی جماعت کو ثابت قدم رکھنے کے لئے بہت کوشش کریں۔ حافظ روشن علی صاحب کو بھیجا ہے۔ وہ کچھ دن انشاء اللہ سیالکوٹ ٹھیریں گے۔ چوہدری نصر اللہ خاں صاحب نے بیعت کر لی ہے۔ میں بے انکے لئے اور ایک اور شخص کے لئے دعا کی تھی۔ خدا تعالے نے فی الحال تو انہیں کو چنا ہے۔ ایسے انہیں کو مقدم رکھتا ہوں۔ اللہ تعالے جماعت پر رحم فرماوے۔ یہ لوگ کس طرف چلے جا رہے ہیں۔ خدا کے کام کو کوئی نہیں روک سکتا۔ سب انتظام خدا تعالے کے منشاء کے ماتحت ہے۔ اور مجھے اس کے فضل سے امید ہے۔ کہ ایسا ہی ہے۔ تو یہ لوگ خواہ کس قدر بھی مخالفت کریں۔ اللہ تعالے کے فضل سے ناکام و نامراد رہیں گے۔ افسوس کہ وہ تلوار جو غیروں پر چلنی تھی۔ اپنوں پر چلانی پڑی۔ اور وہ زور جو غیروں کے مقابلہ پر خرچ کرنا تھا۔ اپنوں پر کرنا پڑا۔ بہتر تھا اگر یہ نہ ہوتا۔ اللہ تعالے کے نشانات کیونکر ظاہر ہوتے۔ کس طرح ہو سکتا تھا۔ کہ سوئی ہوئی جماعت بیدار ہو جاتی۔ اگر اس طرح شور نہ پڑتا۔ کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے" نام ٹریکٹ پچاس کاپیاں بھیجی گئی ہیں۔ اگر اور ضرورت ہو۔ تو بھجوا دی جائیں گی۔ غالباً چوہدری صاحب یا مولوی فضل دین صاحب کے نام بھیجی گئی ہیں۔ والسلام
خاکسار:- مرزا محمود احمد

سب احباب کو تاکید کریں۔ کہ دعاؤں سے کام لیں۔ اور نفسانیت کو ترک کریں۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری غلطیوں سے خدا کے فضل کے دروازہ بند ہو جائیں۔ جس قدر جانیں ہو سکے بچانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالے آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔
خاکسار:- مرزا محمود احمد

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل۔ الحکم روڈ قادیان دارالامان سے شائع ہوا